جلد 6

الخیر الشذی

شرح اردو

جامع الترمذی

اَبْوَابُ الزُّھْدِ تا اَبْوَابُ الْقِرَاءَۃِ

بحمد اللہ
ممتاز انفرادی خصوصیات
کے پیش نظر دیگر شروحات
سے بے نیاز کردینے والی
حضرات اکابر علمائے کرام
کی پسندیدہ شرح

تالیف
مولانا مفتی عبد الرشید
فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان
استاذ الحدیث جامعہ نعمانیہ نظامیہ ملتان

ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
061-4514929
0300-7301239

بسم الله الرحمن الرحيم

الخير الشذي

شرح اردو

جلد ششم

جامع الترمذي

أبواب الزهد، أبواب صفة القيامة، أبواب صفة الجنة، أبواب صفة جهنم، أبواب الإيمان، أبواب العلم،
أبواب الاستيذان والآداب، أبواب الأمثال، أبواب فضائل القرآن، أبواب القراءة

از

مولانا مفتی عبد الرشید صاحب

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان استاذ الحدیث جامعہ نعمانیہ نظامیہ ملتان

ناشر

قرآن مجید ٥ دینی کتب ٥ اسلامی رسائل کا مرکز

إدارہ اشاعت الخیر

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

061-4514929,0322-6748121

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الخیر الشذی

جلد ششم

بشرح اُردو

جامع الترمذی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھمّ صلّ علی سیّدنا محمّد النّبیّ

الامّیّ وعلی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلّم

الخیر الرشدی

تالیف: مولانا مفتی عبد الرشید صاحب مدظلہ
تاریخ اشاعت: شوال المکرم ۱۴۴۱ھ
ناشر: ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 061-4514929 , 0322-674821

ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ☆ مکتبہ امداد العلوم ☆ مکتبہ امدادیہ ☆ مکتبہ مجیدیہ ☆ مکتبہ عمر ابن خطابؓ

لاہور
☆ مکتبۃ الحسن ☆ مکتبۃ المیزان ☆ مکتبہ رحمانیہ ☆ مکتبہ سید احمد شہید ☆ مکتبہ خلیل
☆ مصباح العلم ☆ مکتبۃ الحرمین ☆ الفلاح پبلشر ☆ شمع بک ایجنسی ☆ مکتبہ رشیدیہ
☆ مکتبہ عشرہ مبشرہ ☆ الھادی پبلشر ☆ مکتبہ عائشہؓ ☆ ادارۃ القریش ☆ اقراقرآن کمپنی
مکتبہ انعامیہ ☆ مکتبہ شیخ ☆ کتب خانہ اشرفیہ ☆ مکتبہ لدھیانوی ☆ ادارۃ الرشید

کراچی
☆ مکتبۃ المقیت ☆ مکتبۃ الندوۃ ☆ مجلس نشریات اسلام ☆ ادارۃ النور ☆ مکتبۃ الفلق
☆ مکتبہ عمر فاروقؓ ☆ مکتبۃ الحجاز ☆ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔

مکتبہ احمد ☆ مکتبہ حقانیہ ڈیرہ اسماعیل خان ☆ مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی ☆ دار الاخلاص پشاور ☆ علمی مکتبہ خانہ اکوڑہ خٹک ☆ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی ☆ مکتبہ صفدریہ راولپنڈی ☆ مکتبہ شہید اسلام اسلام آباد ☆ مکتبہ امیر معاویہؓ کبیر والہ ☆ مکتبہ منظور الاسلامیہ علی پور ☆ مکتبہ زکریا ڈیرہ غازی خان ☆ مکتبہ صفدریہ بہاولپور

ضروری گزارش اس کتاب کی تصحیح کی علماء کی زیر نگرانی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے اگر اس کے باوجود کہیں اغلاط نظر آئیں تو برائے مہربانی مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کی تصحیح کی جا سکے۔ شکر الکم واجرکم علی اللہ (ادارہ)

فہرست الخیر الشذی

جلد ششم

أَبْوَابُ الزُّهْدِ، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ، أَبْوَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ، أَبْوَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ، أَبْوَابُ الْإِيْمَانِ، أَبْوَابُ الْعِلْمِ، أَبْوَابُ الْاِسْتِئْذَانِ وَالْآدَابِ، أَبْوَابُ الْأَمْثَالِ، أَبْوَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ، أَبْوَابُ الْقِرَاءَةِ

اَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ

اَبْوَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ

اَبْوَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ

اَبْوَابُ الْاِيْمَانِ

اَبْوَابُ الْعِلْمِ

أَبْوَابُ الْاِسْتِيْذَانِ وَالْآدَابِ

أَبْوَابُ الْأَمْثَالِ

اَبْوَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ

اَبْوَابُ الْقِرَاءَةِ

أَبْوَابُ الزُّهْدِ

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَسُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ صَالِحٌ حَدَّثَنَا و قَالَ سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

صالح بن عبداللہ وسوید بن نصر، صالح، عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، ان کے والد، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت سے لوگ دونعمتوں تندرستی اور فراغت میں نقصان میں ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ وَرَفَعُوهُ وَقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، عبداللہ بن سعید بن ابی ہند اپنے باپ سے وہ ابن عباس سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں اور اس باب میں انس بن مالک سے روایت ہے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے انس بن مالک کے علاوہ اکثر رواۃ عبداللہ بن سعید بن ابی ہند سے اس حدیث کو مرفوعاً نقل کرتے ہیں جبکہ بعض رواۃ اسے عبداللہ بن سعید بن ابی ہند سے موقوفاً نقل کرتے ہیں۔

تشریح: مَغْبُونٌ: اسم مفعول کا صیغہ ہے یہ یا تو غبن سے ماخوذ ہے جس کے معنی خسارے کے ہیں۔ یا غبن باب سمع سے ماخوذ ہے جس کے معنی رائے کی کمزوری کے ہیں۔ یہ خاص کر تجارتی معاملات کے خسارے پر بولا جاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو جسمانی صحت اور اوقات کی فراغت کی قدر نہیں کرتے اور ان دونوں نعمتوں کے بارے میں دھوکہ غلطی اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ بعض لوگ جب صحت مند تندرست ہوتے ہیں تو اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے یعنی عبادت ورزق کی تلاش نہیں کرتے اور فرصت کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ اس کو کام میں لائیں پھر جب جسمانی اعتبار سے بیمار ہوجاتے ہیں اور اوقات کے اعتبار سے دنیاوی مشاغل میں پھنس کر گرفتار ہوجاتے ہیں تب ان کو بدن کی صحت اور اوقات کی فرصت کی قدر آجاتی ہے جیسے عقلاء نے کہا ہے ''النعمة اذا فقدت عرفت''۔

الحاصل تندرستی اور عبادت کیلئے فراغت کا مل جانا اللہ پاک کی بہت بڑی نعمتیں ہیں اکثر لوگ دنیا کمانے میں ہی سارا وقت صرف

کر دیتے ہیں حالانکہ دنیا کی حقیقت بس یہی ہے کہ محنت سے جوڑ و مشقت سے اس کی حفاظت کرو اور پھر حسرت سے اسکو چھوڑ دو۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي طَارِقٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْخُذُ عَنِّي هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ خَمْسًا وَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ وَالْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ شَيْئًا هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ أَيُّوبَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ قَالُوا لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرَوٰى أَبُو عُبَيْدَةَ النَّاجِيُّ عَنِ الْحَسَنِ هٰذَا الْحَدِيثَ قَوْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے کلمات سیکھ کر ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو ان پر عمل کرے پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سیکھتا ہوں پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں شمار کیں آپ نے فرمایا حرام کاموں سے پرہیز کرو سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے اللہ کی تقسیم پر راضی رہو اس سے تم لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرو اس سے تم مومن ہو جاؤ گے لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اس سے تم مسلمان ہو جاؤ گے زیادہ مت ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف جعفر بن سلیمان کی روایت سے جانتے ہیں اور حسن کا ابو ہریرہؓ سے سماع ثابت نہیں ایوب، یونس بن عبید اور علی بن زید سے بھی یہی منقول ہے کہ حسن نے ابو ہریرہؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی پھر ابو عبیدہ ناجی نے حسن سے یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں حضرت ابو ہریرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ: اگر خود عمل نہ کر سکے تو ایسے شخص کو سکھا دے جو اس پر عمل کرے کیونکہ بعض مرتبہ کوئی شخص عمل سے عاجز ہوتا ہے مگر دوسرے کو وہ سکھا دے تو اس علم پر دوسرے لوگ عمل کرنے والے بن جائیں گے۔

یا او بمعنی واو کے لیں تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ خود بھی عمل کرے اور کسی ایسے کو سکھائے جو ان پر عمل کر سکے۔ یا او بمعنی بل کے ہے اس صورت میں اشارہ ہوگا کہ انسان کمال کے مرتبہ سے تکمیل کے مرتبہ تک پہنچے۔

فَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ: محارم سے مراد عام ہے جو مامورات و منہیات سب شامل ہے اس لئے "محارم" کے مفہوم میں ہر طرح کی ممنوع چیزوں کو اختیار کرنا اور جن چیزوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو ترک کرنا شامل ہے لہٰذا تم محارم یعنی ان چیزوں سے بچو جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف ممنوع اور حرام چیزوں سے اجتناب کرو بلکہ

شریعت نے جن چیزوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ان کو ترک کرنے سے بھی اجتناب کرو۔

تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ: محارم سے اجتناب کرنے والے کو سب سے زیادہ عبادت گزار بندہ اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ محارم سے اجتناب کرنا گویا ان کے فرائض سے عہدہ برآ ہونا ہے جو حق تعالیٰ نے عائد کئے تھے اور ظاہر ہے کہ فرائض کو پورا کرنے سے افضل کوئی عبادت نہیں بلکہ عام لوگ فرائض کو ترک کرتے ہیں یا ان کی طرف کم توجہ دیتے ہیں اور کثرت نوافل میں مشغول رہتے ہیں اس طرح گویا وہ اصول اور بنیاد کو تو ضائع کرتے ہیں اور فروعات وفضائل کو اختیار کرتے ہیں۔

وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ: تقدیر الٰہی پر راضی و مطمئن ہونا اور اپنے مقسوم پر صابر وشاکر رہنا۔ یعنی بندہ جب اپنے مقسوم پر راضی ومطمئن ہوجاتا ہے اور طمع وحرص سے پاک ہوکر رہتا ہے تو وہ مستغنی اور بے نیاز ہوجاتا ہے اور غنی کا اصل مفہوم یہی ہے۔

وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ: کیونکہ جو شخص مال جمع کرنے پر حریص ہو وہ درحقیقت فقیر ہے کیونکہ زیادتی کا طالب ہے اور جس شخص کو اللہ نے ایسا دل دیا جو قانع ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیز پر راضی ہے وہ غنی القلب ہے۔ خواہ اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو کیونکہ وہ زیادتی کا طالب نہیں۔

وَأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا: پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے کامل مؤمن ہوجائے گا احسان الی الجار اور ایمان کے درمیان مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ جس طرح ایمان مخفی ہوتا ہے اس طرح احسان الی الجار بھی مخفی ہے۔

نیز پڑوسی کے ساتھ عموماً مشاجرات ومنازعات ہوتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا خواہشات نفسانی کے خلاف عمل پیرا ہونا ہے جو کہ ایمان کی علامت ہے۔

وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ: زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے گویا کثیر الضحک شخص موت مابعد الموت سے غافل ہے اور ظلمتوں میں ڈوبا ہوا ہے جو بمنزلہ میت کے ہے۔ قرآن کریم میں ہے ”فليضحكوا قليلاً وليبكوا كثيرًا“ کے پیش نظر حالانکہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ آخرت کو یاد کرتا رہے جب آخرت کی یاد آتی رہے گی تو ہنسی از خود ختم ہوجائے گی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ

حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنْ مُحْرِزِ بْنِ هَارُونَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْظُرُونَ إِلَّا إِلَى فَقْرٍ مُنْسٍ أَوْ غِنًى مُطْغٍ أَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ أَوْ هَرَمٍ مُفْنِدٍ أَوْ مَوْتٍ مُجْهِزٍ أَوِ الدَّجَّالِ فَشَرُّ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال کرلو کیا تم بھلا دینے والے فقر کا انتظار کرتے ہو یا سرکش کردینے والی امیری فاسد کردینے والی بیماری مخبوط الحواس کردینے والے بڑھاپے جلد رخصت کرنے والی موت کے منتظر ہو یا دجال جو ان چیزوں میں جواب تک غائب ہیں سب سے برا ہے اس کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت اور قیامت

غَائِبٍ يُنْتَظَرُ أَوِ السَّاعَةِ فَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحْرِزِ بْنِ هَارُونَ وَرَوٰى مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَمَّنْ سَمِعَ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

تو بہت ہی سخت اور کڑوی ہے ان میں سے کس کا انتظار کرتے ہو یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے بواسطہ اعرج حضرت ابوہریرہؓ صرف محرز بن ہارون کی روایت سے پہچانتے ہیں معمر نے اس حدیث کو ایک ایسے شخص سے روایت کیا ہے جس نے سعید مقبری سے سنا انہوں نے حضرت ابوہریرہ کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے ہم معنی روایت ذکر کی اور فرمایا تم انتظار کرتے ہو۔

تشریح: فَقْرٍ مُنْسٍ: ایسا فقر جو مدہوش کرنے والا ہو جو طاعات الٰہی سے غافل کردے۔

أَوْ غِنًى مُطْغٍ: ایسی مالداری کے انتظار میں ہونا جو طغیان اور سرکشی میں مبتلا کرنے والی ہو۔

أَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ: ایسی بیماری جو اپنی شدت کی وجہ سے جسم کو بیکار کردے یا دین میں سستی اور کاہلی پیدا کردے۔

هَرَمٍ مُفَنِّدٍ: یہ ماخوذ ہے افناد سے اس سے مراد ایسا بڑھاپا ہے جو عقل میں فتور وخلل پیدا کردے کہ آدمی صحیح تکلم پر قادر نہ رہے اور ذی رائے بھی نہ رہے۔ مَوْتٍ مُجْهِزٍ: ایسی موت جو وصیت اور توبہ کا موقع بھی نہ دے۔

أَوِ الدَّجَّالَ: یا اس دجال کا انتظار ہے جو شر ہی شر ہے۔

أَوِ السَّاعَةِ فَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ: قیامت کا انتظار ہے جو سخت مصیبتوں والی ہے۔

أَمَرُّ: اس کا معنی ہے زیادہ کڑوی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ عقل مند تو وہی شخص ہے جو وقت سے پہلے اپنی تیاری کرلے۔ کمافی الحدیث الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت

بَابُ مَاجَاءَ فِي ذِكْرِ الْمَوْتِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

محمود بن غیلان، فضل بن موسیٰ، محمد بن عمرو، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لذتوں کو ختم کردینے والی چیز یعنی موت کو کثرت کے ساتھ یاد کیا کرو یہ حدیث غریب حسن ہے اور اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

تشریح: هَاذِمِ اللَّذَّاتِ: لذات کو قطع کرنے والی ختم کرنے والی چونکہ موت بھی تمام لذتوں کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

الْمَوْتَ: یہ مجرور ہے اور "هَاذِمِ اللَّذَّاتِ" کی تفسیر ہے یا اس سے بدل ہے اور مرفوع بھی ہوسکتی ہے "ای ھو الموت" اور یہ منصوب بھی ہوسکتا ہے "ای اعنی الموت"۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بَحِيرٍ أَنَّهُ سَمِعَ هَانِئًا مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ فَقِيلَ لَهُ تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا الْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ يُوسُفَ

عبداللہ بن بحیر حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام ہانی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی ان سے کہا گیا کہ آپ جنت ودوزخ کے ذکر پر اتنا نہیں روتے جتنا قبر کو دیکھ کر روتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے حضرت عثمان نے فرمایا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر کسی نے اس سے نجات پالی تو بعد کے مرحلے اس کے لئے آسان ہیں لیکن اگر کسی شخص کو اس سے نجات نہ ملی تو بعد کے مرحلے اس سے بھی زیادہ سخت ہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قبر کے منظر سے زیادہ گھبراہٹ میں مبتلا کرنے والا منظر نہیں دیکھا یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس حدیث کو ہشام بن یوسف کی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: **وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا:** **سوال:** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کیوں روتے تھے۔ **جوابات:** ① "ان شهادة عليه السلام بذلك كانت في غيبته ولم تصل اليه" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بابت جنت کی بشارت ان کی عدم موجودگی میں دی گئی تھی ان کو بشارت معلوم نہیں تھی اس لئے روتے تھے ② اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بشارت پہنچ گئی تھی تو پھر ہم کہیں گے کہ شدت خوف کی وجہ سے یہ حالت تھی کہ بشارت یاد ہی نہ رہتی ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قبر پر رونا "ضغطة القبر" کی وجہ سے تھا کہ قبر کی تنگی بہر حال ہر مؤمن کو ہوتی ہے ④ بشارت "فی الجنة" اس بات کو مستلزم نہیں کہ عذاب قبر ہو ہی نہ ⑤ حضرت عثمان غنیؓ کا اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جب میں جنت کی بشارت ملنے کے باوجود اس قدر خائف ہوں تو دوسروں کو بطریق اولیٰ یہ خوف پیدا کرنا چاہئے ⑥ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بشارت خبر واحد سے پہنچی جو یقین کیلئے مفید نہیں ⑦ اس احتمال کی وجہ سے روتے تھے کہ بشارت شاید کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو نا معلوم وہ شرط میرے اندر ہے یا نہیں؟

مَنَازِلِ الْآخِرَةِ: آخرت کی منزلیں مندرجہ ذیل ہیں۔ ① قبر ② میدان حشر ③ وقوف عند المیزان ④ پل صراط سے گزرنا ⑤ جنت وجہنم۔ نیز یہ حدیث بھی عذاب قبر کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اولیا صالحین خوف ورجاء کی حالت کے درمیان رہتے تھے۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَائَهُ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَائَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَائَهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَبِي مُوسَى وَأَنَسٍ حَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، قتادہ، انس، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتے ہیں اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتے اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی ملاقات پسند نہیں اس باب میں حضرت ابوہریرہ عائشہ ابوموسی اور انس سے بھی احادیث منقول ہیں حدیث عبادہ صحیح ہے۔

تشریح: لِقَاءَ اللهِ: اس سے مراد اللہ تعالیٰ اور آخرت کی طرف مائل ہونا ہے یعنی جو شخص اپنی تمام تر توجہ دار آخرت کی طرف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف کامل ہو کر متوجہ ہوتے ہیں اور جو شخص امور آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ پورے طور پر دنیا کی طرف منہمک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس کو اس طرح چھوڑ دیتے ہیں اور وہ دنیا میں اس قدر مشغول ہوتا ہے کہ اس کی آخرت برباد ہو جاتی ہے۔

اشکال: اللہ تعالیٰ سے ملاقات تو موت پر موقوف ہے اور موت کو کوئی شخص پسند نہیں کرتا تو پھر لقاء اللہ کس طرح محبوب ہو سکتی ہے۔

جواب: دراصل اللہ اور اس کے رسول کی محبت تو بقدر ایمان ہر مومن کے دل میں ہے البتہ جب شہوات انسانیہ انسان سے چھوٹ جاتی ہیں تو ایمان چمک اٹھتا ہے اور حب الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور ایسا مؤمن اپنے محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے یہی مطلب ہے مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ کا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِنْذَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهُ

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ وَفِي الْبَابِ عَنْ

ابوالاشعث احمد بن مقدام، محمد بن عبدالرحمن طفاوی، ہشام بن عروہ، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) ۔الشعراء:) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صفیہ بن عبدالمطلب، اے فاطمہ بنت محمد اور اے بنی عبدالمطلب میں تم لوگوں کے لئے اللہ رب العزت کے عذاب سے بچانے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا ہاں میرے مال سے جو تم چاہو طلب کر لو اس باب میں حضرت

أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي مُوسَى حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

ابو ہریرہ ابن عباس اور ابوموسیٰ سے بھی احادیث منقول ہیں حضرت عائشہ کی حدیث حسن غریب ہے بعض راوی اسے ہشام بن عروہ سے ان کے والد کے حوالے سے مرسلاً نقل کرتے ہیں اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر نہیں کرتے۔

تشریح: سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ: علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں مال سے مراد معروف مال نہیں بلکہ وہ تصرفات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر سکتے ہوں اور اب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے مقدر شدہ عذاب کا میں دفاع تم سے نہیں کر سکتا اس کے علاوہ جو چیزیں میری قدرت میں ہیں ان کے بارے میں تم مجھ سے مطالبہ کرلو میں پورا کروں گا۔

سوال: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی کوئی سفارش و دفاع کسی کے کام نہیں آئے گا جبکہ کثیر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ تمام امتوں کے بارے میں قیامت کے دن ہوگی۔

جواب اول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت ہو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شفاعت کے بارے میں معلوم نہ ہو۔

جواب ثانی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عمل کی ترغیب کی بنا پر بطور مبالغہ کے یہ ارشاد فرمایا۔

جواب ثالث: بعض حضرات نے کہا کہ عبارت محذوف ہے الا ان اذن الله لی بالشفاعة۔

سوال: حدیث الباب میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر ہے دیگر بیٹیوں کا ذکر نہیں۔

جواب اول: یہاں روایت میں اختصار ہے طویل روایت علامہ سیوطی نے بروایۃ طبرانی ذکر کی ہے اس میں سب کا ذکر موجود ہے۔

جواب ثانی: حضرت فاطمہؓ کے بارے میں خصوصی طور پر فرمایا کیونکہ حضرت فاطمہؓ چھوٹی بیٹی ہیں ان کے لئے جب خطاب ہے تو بڑی بیٹیوں کے لئے بطریق اولیٰ خطاب ہوگا۔

سوال: اس باب کی ابواب الزھد سے کیا مناسبت ہے **جواب:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعزہ کو یہ مضمون بیان فرمایا کہ آدمی کے اموال و اقربا بھی اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتے حتیٰ کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے عذاب کو دور نہیں کر سکتے۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں منہمک رہے آخرت کی فکر کرے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَسْعُودِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُودَ

ہناد، عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن عبداللہ مسعودی، محمد بن عبدالرحمن، عیسیٰ بن طلحہ، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے خوف کی وجہ سے رویا وہ اس وقت تک دوزخ میں نہیں جائے گا یہاں تک کہ دودھ پستان میں واپس ہو جائے اور اللہ تعالیٰ

اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ

کے راستے میں جہاد کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس باب میں ابوریحانہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور محمد بن عبدالرحمن آل طلحہ کے مولیٰ ہیں یہ مدنی ہیں اور ثقہ ہیں ان سے سفیان ثوری اور شعبہ بھی احادیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے یہ تعلیق بالمحال کی قبیل سے ہے کہ جس طرح تھنوں سے نکلا ہوا دودھ تھنوں میں واپس نہیں جا سکتا، اسی طرح خوف خدا کی وجہ سے رونے والا شخص بھی جہنم میں نہیں جا سکتا، اسی طرح اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کی آگ دونوں جمع نہیں ہو سکتے یعنی جو راہ خدا میں غبار آلود ہو وہ جہنم میں ہرگز نہیں جائے گا۔

مزید تفصیل ابواب فضائل الجہاد میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ لِلّٰهِ سَاجِدًا وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسٍ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَيُرْوٰى مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ قَالَ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ

احمد بن منیع، ابواحمد زبیر، اسرائیل، ابراہیم بن مہاجر، مجاہد، مورق، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا حق ہے اس میں چار انگلی کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی فرشتہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیشانی رکھ کر سجدہ ریز نہ ہو اللہ کی قسم اگر تم لوگ وہ کچھ جاننے لگو جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر عورتوں سے لذت نہ حاصل کرتے جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا اس باب میں حضرت عائشہ ابوہریرہ ابن عباس اور انس سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے کہ کاش میں ایک درخت ہوتا اور

شَجَرَةٌ تُعْضَدُ وَيُرْوَى عَنْ أَبِي ذَرٍّ مَوْقُوفًا

لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

ابوحفص عمرو بن علی، عبدالوہاب ثقفی، محمد بن عمرو، ابوسلمة، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ وہ کچھ جان جاؤ جو میں جانتا ہوں تو تم لوگوں کی ہنسی میں کمی اور رونے میں کثرت پیدا ہو جائے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: أَطَّتِ السَّمَاءُ: یہ ماخوذ ہے اطیط سے یعنی اونٹوں کی آواز، مطلب یہ ہے کہ آسمان میں اس قدر فرشتے ہیں کہ ان کے بوجھ کی وجہ سے آسمان چر چراتا ہے وہ آواز کر رہا ہے یا اللہ کے خوف وخشیت کی وجہ سے آسمان سے آواز نکل کر آ رہی ہے یا آسمان کی اللہ تعالیٰ کیلئے تسبیح وتقدیس کی آواز ہے۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں آسمان کا چر چرانا، آواز نکالنا حقیقت پر محمول ہے اس پر دلیل واسمع مالا تسمعون ہے دوسرا قول یہ مجاز پر محمول ہے اور کلام تقریب ہے جس سے تقریر عظمت الٰہی ہے۔

سَاجِدًا: اس کا معنی منقادًا سے کریں گے تاکہ یہ ان فرشتوں کو بھی شامل ہو جائے جو قیام قعود ورکوع کی حالت میں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْكَلِمَةِ لِيُضْحِكَ النَّاسَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن بشار، ابن ابی عدی، محمد بن اسحاق، محمد بن ابراہیم، عیسیٰ بن طلحہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں جس میں ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے انہیں ستر سال کی مسافت تک دوزخ میں پھینک دیتا ہے یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ: رجل سے مراد انسان ہے اس کے تحت عورتیں بھی شامل ہیں۔

هوى يهوى هويا: یعنی نیچے کی جانب گرنا، سبعین تکثیر کے لئے ہے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے کیونکہ بسا اوقات غیر شعوری طور پر زبان کے تلفظ کی وجہ سے انسان جہنم میں پہنچ جاتا ہے کیونکہ زیادہ بولنے کا انسان جب عادی ہو جاتا ہے تو اس زبان سے لایعنی جو جملے صادر ہوتے ہیں وہ یہ محسوس نہیں کرتا کہ اس کلام میں کیا نقصان ہے حالانکہ کلام اس انسان کو جہنم کی طرف لے جا رہا ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، حضرت بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات کرے اس کے لئے خرابی ہے اس کے لئے خرابی ہے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنی بات کے ذریعے سے وہ لوگوں کو ہنسائے خواہ وہ جھوٹ موٹ ہی کیوں نہ ہو۔ تو اس کیلئے یہ وعید ہے کہ اس کو دوزخ میں گرایا جاتا ہے اور اتنا دور جا کر گرتا ہے کہ اس کی گہرائی آسمان وزمین کے درمیان کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ما بین السماء والارض: ”وقیل معناه یبعد بها عن الخیر والرحمة بعداً ابعد ما بینهما“ بعض حضرات نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو خیر اور اللہ کی رحمت سے اتنا دور کر دیا جاتا ہے جتنا آسمان اور زمین ایک دوسرے سے دور ہیں۔

وَيْلٌ: ”ای هلاك عظیم أو واد عمیق فی جهنم“ ویل کے معنی عظیم ہلاکت کے ہیں یا یہ دوزخ کی ایک گہری وادی کا نام بھی ہے کہ اگر اسمیں پہاڑ بھی ڈال دیئے جائیں تو وہ بھی اس میں پگھل جائیں۔ اہل عرب میں یہ جملہ اس وقت استعمال کرتے تھے جب کوئی شخص کوئی سخت برائی و ناپسندیدہ امر کا ارتکاب کرتا تھا تو اس جملے کے ذریعے اظہار افسوس اور اسکو تنبیہ کرنا مقصود ہوتا تھا اور اس لفظ کو مکرر ذکر کرنا زجر و وعید کو زیادہ شدت کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہوتا تھا۔ جو بے بنیاد اور جھوٹے لطائف و قصص کے ذریعے لوگوں کو ہنسائے۔ بعض لوگ لطائف اور ہنسی مذاق میں ایسے کفریہ کلمات نکال دیتے ہیں جن کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی اگر قصے اور لطیفے ایسے ہوں جس میں خوش طبعی کے اسباب ہوں اور کسی مکروہ یا حرام کا اس میں دخل نہ ہو تو ایسے لطیفے سننا سنانا جائز ہوگا۔

وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ: ① اس تکرار سے تاکید مقصود ہے ② یا حدیث میں سب سے پہلے ویل کا تعلق برزخ سے ہے دوسرے ویل کا تعلق موقف (فی الحشر) ہے اور تیسرے ویل کا تعلق نار سے ہے۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۴۸)

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَعْنِي رَجُلًا أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَا تَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

سلیمان بن عبدالجبار بغدادی، عمر بن حفص بن غیاث، غیاث، اعمش، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کی وفات ہوئی تو ایک شخص نے اسے جنت کی بشارت دی پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ شاید اس نے کوئی فضول بات کی ہو یا کسی ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا ہو جسے خرچ کرنے سے اس کو کوئی نقصان نہیں تھا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: أَوَلَا تَدْرِي فَلَعَلَّهُ: تجھے کیا علم کہ اس نے بے فائدہ باتوں میں اپنا وقت ضائع کیا ہو اور لایعنی امور میں خواہ مخواہ کیلئے اپنی زبان سے الفاظ نکالے ہوں جو اس کیلئے کسی طرح کا ضرر ونقصان پہنچانے کا سبب ہوں جن کے حساب کتاب میں ایسا شخص پھنس جائے اور وہ بے فائدہ باتیں ہلاکت کا سبب بن جائیں۔

أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ: یعنی اس نے ایسی چیز میں بخل سے کام لیا جس کو دینے سے اس میں کمی نہیں آتی۔ جیسے علم کی تعلیم دینے سے علم بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا اور مال کی زکوٰۃ ادا کرنے سے مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ تم نے اس فوت ہونے والے شخص کے ظاہری حال کو دیکھ کر اس کے جنتی ہونے کا یقین و جزم کیسے کر لیا۔ جب کہ تمہیں اس متوفی کی زندگی کے سارے ظاہری، باطنی گوشوں سے واقفیت اور اس کے احوال کی حقیقت کا علم نہیں ہے بے شک اس کی ظاہری زندگی بڑی پاکیزہ تھی اور اس کو صحابی ہونے کی سعادت بھی حاصل ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ اپنی زبان سے اس نے ایسا لفظ نکالا ہو جو اس کیلئے مواخذہ کا سبب بنے اور اس کو جنت میں داخل ہونے سے روک دے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

احمد بن نصر نیشاپوری، ابومسہر، اسماعیل بن عبداللہ بن سماعۃ، اوزاعی، قرۃ، زہری، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی شخص کے بہترین مسلمان ہونے کا تقاضا ہے کہ لغو باتوں کو چھوڑ دے یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف ابوسلمہ سے پہچانتے ہیں کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكَهُ مَا لَا يَعْنِيهِ وَهٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَهٰذَا عِنْدَنَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ

قتیبہ، مالک بن انس، زہری، علی بن حسین بھی مالک سے وہ زہری اور وہ علی بن حسین سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین مسلمان ہونے کے لئے کسی شخص کا لایعنی باتوں کو ترک کر دینا ہی کافی ہے زہری کے کئی ساتھی بھی علی بن حسین سے اسی طرح کی حدیث مرسلاً نقل کرتے ہیں اور علی بن حسین نے حضرت علی ابن ابی طالب کو نہیں پایا۔

تشریح: تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ: لایعنی، بے فائدہ کلام کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کامل ایمان کی نشانی یہ ہے کہ آدمی ان

بے فائدہ باتوں سے احتراز واجتناب کرے جس میں نہ دنیاوی فائدہ ہو اور نہ اخروی۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ لایعنی اور بے فائدہ باتیں وہ ہیں کہ جن کے نہ کرنے سے آدمی کو گناہ لازم نہ آتا ہو اور کرنے میں لغزش کا خطرہ ہو اسلئے ان سے بچا جائے (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۵۱) امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ربع الاسلام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ''من حسن اسلام المرء'' میں ''من تبعیضیہ'' ہے اور اس کو ''من'' بیانیہ بھی بنانا جائز ہے اگر من بیانیہ ہو تو اس صورت میں عبارت یوں ہوگی ''ترکہ مالا یعنیہ ھو حسن اسلام المرء'' یعنی لایعنی باتوں کو چھوڑنا آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے۔ یہاں پر خبر کو مقدم کرنا ''علی التمرۃ مثلھا زبدًا'' کی قبیل سے ہے۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ من تبعیضیہ ہے یہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان چار احادیث میں سے شمار کی جاتی ہے جن کا دارومدار اسلام پر ہے۔

الاوّل: حدیث نعمان بن بشیر ''الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھن الا اللّٰہ''۔

الثانی: ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ'' الثالث: ''لا یؤمن عبدٌ حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ''

الرابع: ''انما الاعمال بالنیات'' بعض حضرات نے تیسری حدیث کی جگہ یہ حدیث لکھی ہے۔

''ازھد فی الدنیا یحبك اللّٰہ وأزھد فیما فی أیدی الناس یحبك الناس'' مشہور پہلی ہے (التعلیق الصبیح ج ۵ ص ۱۸۶)

بَابُ مَا جَاءَ فِي قِلَّةِ الْكَلَامِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ

ہناد، عبدۃ، محمد بن عمرو، ان کے والد، ان کے دادا، حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جو کوئی ایسی بات کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور وہ ایسے مرتبے پر پہنچتی ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتا پس اللہ تعالیٰ اس بات کے سبب سے اس شخص کے لئے اس دن تک رضامندی لکھ دیتا ہے جس دن وہ ان سے ملاقات کرے گا جبکہ کوئی شخص ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اس بات کا وبال کتنا زیادہ ہوگا وہ سوچ بھی نہیں سکتا لہٰذا اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے اس باب میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے کئی راوی محمد بن عمرو سے اسی کی مثل نقل کرتے ہوئے اس طرح سند

مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَ هٰذَا وَ قَالُوا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ

بیان کرتے ہیں عن محمد بن عمرو عن ابیہ عن جدہ بلال بن الحارث جبکہ مالک اس سند میں اپنے دادا کا ذکر نہیں کرتے۔

تشریح: ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من الخیر: یعنی انسان زبان سے اللہ کی رضا وخوشنودی کی کوئی بات نکالتا ہے کہ یہ خوشنودی عالم برزخ اور قبر میں ساتھ رہتی ہے حتی کہ اللہ کی رضا وخوشنودی کی وجہ سے جنت میں اس کو داخل کردیا جائے گا اور وہاں کی نعمتیں اس کو حاصل ہوں گی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بننے والے الفاظ کا تکلم کرے گا اس کا حال اس کے برخلاف بنے گا۔

إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ: اس دن تک کیلئے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ تو اس توقیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا یا اس کی ناراضگی بس اسی دن تک محدود رہے گی اور اس کے بعد منقطع ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ابلیس لعین کے متعلق فرمایا ہے ''وان علیك لعنتی الی یوم الدین'' اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مورد صرف قیامت کے دن تک ہی ہے بلکہ ابلیس ہمیشہ ہمیشہ تک اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار رہے گا۔ اسی طرح حدیث میں مذکورہ لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا تعلق قیامت کے دن کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور اللہ کی ناراضگی کا تعلق اگر کفار سے ہو تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن کے بعد بھی ہوگا اور مؤمن گنہگار سے ناراضگی کا تعلق گناہوں کی سزا ملنے کے بعد معافی سے یا اللہ کے فضل سے ختم ہو سکتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ کے نزدیک کلمہ خیر سے مراد ظالم جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے اسی پر قیاس کرکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کلمہ شر سے مراد کسی ظالم جابر حاکم وسلطان کے سامنے اسکی تعریف اور تائید وتوثیق ہے تاہم حدیث کا مفہوم عام ہے اس کو عموم پر ہی رکھا جائے۔

يَلْقَاهُ کی ضمیر میں مختلف اقوال ہیں ① ضمیر مفعول یوم کی طرف راجع ہو ② ضمیر مفعول رجل کی طرف راجع ہو ③ ضمیر لفظ اللہ کی طرف راجع ہو ④ ضمیر مفعول رجل کی طرف راجع ہو۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۱۴۷)

وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ: یہ حدیث محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص لیثی سے دو طرح سے مروی ہے عبدۃ بن سلیمان وغیرہ سند میں محمد بن عمرو کے دادا کا ذکر کرتے ہیں اور امام مالکؒ محمد کے دادا کا ذکر نہیں کرتے محمد اپنے والد عمرو سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت بلال مزنی سے امام ترمذیؒ نے ان دونوں سندوں میں سے کسی کے بارے میں نتیجہ خیز بات نہیں کہی ہو سکتا ہے دونوں سندیں ٹھیک ہوں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ

قتیبہ، عبدالحمید بن سلیمان، ابوحازم، حضرت سہل بن سعد، حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی مچھر کے پر

الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

کے برابر بھی قدر ہوتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس دنیا کی کچھ بھی وقعت ہوتی تو اس دنیا کی کوئی ادنیٰ ترین چیز بھی کافر کو نصیب نہ ہوتی کیونکہ کفار اللہ پاک کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کافروں کو مال و دولت اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ اس دنیا کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی فراوانی انسان کی عنداللہ مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ ذمہ داری اور مسئولیت سخت عذاب کی علامت ہے۔ قرآن کی آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ "لو لا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضة"۔ اگر یہ بات متوقع نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائینگے (یعنی کافر ہو جائیں گے) تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لئے ان کی گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ الرَّكْبِ الَّذِينَ وَقَفُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيِّتَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرَوْنَ هٰذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِينَ أَلْقَوْهَا قَالُوا مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ عَلَى أَهْلِهَا وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ حَدِيثُ الْمُسْتَوْرِدِ حَدِيثٌ حَسَنٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، مجالد، قیس بن ابی حازم، مستورد بن شداد کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ آپ کے ساتھ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری کے مردہ بچے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ کس طرح اس کے مالکوں نے اسے بے قیمت سمجھ کر کیسے پھینک دیا ہے جانتے ہو کیوں اس لئے کہ یہ ان کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہو گیا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ یہی وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی ذلیل ہے اور حقیر ہے اس باب میں حضرت جابر اور ابن عمر سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: السَّخْلَةِ: بکری یا بھیڑ کا بچہ، حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قدر ذلیل ہے کہ وہ عموماً ذلیلوں کو دی گئی ہے اگر دنیا عنداللہ محبوب ہوتی تو محبوب کو دی جاتی مگر اہل محبت کو یہ ذلیل چیز نہیں دی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر حقیر اور بے وقعت بنایا ہے جس طرح بکری کا مرا ہوا بچہ باہر کوڑے کے ڈھیر پر ڈال دیا جاتا ہے اس کی کوئی قدر مالکوں کو نہیں ہوتی اس سے زیادہ دنیا اللہ کی نظر میں ذلیل ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ ضَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمد بن حاتم مودب، علی بن ثابت، عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، عطاء بن قرة، عبداللہ بن ضمرة، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا اور اس کی تمام چیزیں ملعون ہیں البتہ اللہ کا ذکر اور اس کی معاون چیزیں اور عالم یا متعلم اللہ کے نزدیک محبوب ہیں یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ: دنیا کی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ملعون ہیں ان سے مراد حرام اور ناپسندیدہ اشیاء ہیں مطلب یہ ہے کہ ان ناجائز امور سے اجتناب کرو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل نفرت ولعنت ہیں۔

إِلَّا ذِكْرُ اللهِ: وہ امور بجالاؤ جن سے اللہ خوش ہوتا ہے مثلاً اللہ کا ذکر تعلیم وتعلم اور طاعات وعبادات وغیرہ یا مذکورا مور سے محبت کرنیوالے بن جاؤ ان کو اپنانے سے تم بارگاہ الٰہی میں مقبول بن جاؤ گے کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

وَمَا وَالَاهُ: اس کے تین معنی ہیں ① یہ لفظ موالات سے ہے اس کا ایک معنی محبوب اور پسندیدہ کا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، اللہ تعالیٰ کو محبوب ومقبول ہے ذکر اللہ کے علاوہ جو اچھے اعمال ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ومقبول ہیں ② موالات کا دوسرا مفہوم، تابع کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر اللہ بہت پسند ہے اور اس کے لوازمات ومقتضیات اور توابع بھی بہت پسند ہیں جو ذکر اللہ ہی کی قسم کی دوسری اقسام ہیں ③ موالات کا تیسرا معنی قرب اور نزدیک ہونے کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر اللہ بہت پسند ہے اور جو چیزیں ذکر اللہ کے قریب قریب ہیں یعنی انبیاء کرام واولیاء عظام کے تذکرے اور ان کے اعمال صالحہ کی پیروی۔ اس تیسرے مفہوم سے مراد لیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذکر اللہ بہت پسند ہے اور ہر وہ عمل پسند ہے جو ذکر اللہ کا باعث اور ذریعہ بنتا ہو اور آدمی کو ذکر اللہ کے قریب لاتا ہو یہ عمدہ معنی بنتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي فِهْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں نے مستورد سے سنا جو بنی فہر کے بھائی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا آخرت کے مقابلہ میں صرف اتنی حیثیت ہے کہ کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈال کر نکال لے چنانچہ دیکھ لے کہ اس کی انگلی کو کتنا پانی لگا ہے۔

تشریح: مَا الدُّنْيَا: اس سے نعمتوں کے اعتبار سے مقابلہ کرنا مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتی اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص انگلی سمندر میں داخل کرکے نکال دے تو اس کی انگلی پر کتنا معمولی پانی

آئے گا اس کو کوئی شمار نہیں کر سکتا اسی طرح آخرت کی نعمتیں بے شمار ہیں دنیا کی نعمتوں کے مقابلے میں۔ لہٰذا اس دنیا میں جی لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس دنیا سے اعراض کرتا ہے اور دنیا کی نعمتوں کو عارضی تصور کرے کہ وہ فنا ہونے والی ہیں۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

بَابُ مَا جَاءَ اِنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، علاء بن عبدالرحمن، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ: اس جملہ کی مختلف وضاحتیں کی گئی ہیں۔ ① مومن کے تکوینی محنت و مشقت میں محبوس رہنے کی وجہ سے دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ اور جیل کی طرح ہے اور کافر کے لذات وشہوات میں مستغرق رہنے کی وجہ سے دنیا کافر کیلئے جنت ہے ② یا حقیقی مومن کیلئے اس دنیا کی فضا تنگ ہے اس لئے حقیقی مؤمن ہمیشہ اس تنگ فضا سے نکل کر وسیع فضا ملکوت میں جانے کی خواہش کرتا ہے جیسا کہ قیدی قید خانے سے نکل کر وسیع فضا میں رہنا چاہتا ہے اس اعتبار سے دنیا کو مؤمن کیلئے سجن کہا ③ مؤمن مؤمن ہونیکی حیثیت سے قیدی کی طرح دنیا کے اندر تکلیفات شرعیہ یعنی جواز وحلت وحرمت کے قوانین کے درمیان پابند و جکڑا ہوا ہے جیسے قیدی قید خانہ کے ضوابط اور قوانین کے درمیان جکڑا ہوا ہوتا ہے اور کافر منکر خدا و رسول و منکر شرع ہونے کی وجہ سے بے لگام گھوڑے کی طرح ہے جس طرف چاہے چلا جاتا ہے جو چاہے کھاتا ہے کسی روک ٹوک و پابندی کو نہیں مانتا اس اعتبار سے دنیا کافر کیلئے جنت ہے کیونکہ جنت میں کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی ④ بعض حضرات نے کہا کہ مؤمن کو آخرت میں جو اجر وثواب ملے گا اس کو وہاں کی جن نعمتوں اور راحتوں سے نوازا جائے گا ان کی بنسبت یہ دنیا اس مؤمن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کو آخرت میں جتنے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اس کے مقابلے میں یہ دنیا اس کیلئے جنت ہے جس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے راستے میں ایک یہودی سے ملاقات ہوئی جو خستہ حال تھا تو اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے نانا جان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث "الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ" کیسے صحیح ہوئی حالانکہ میں تمہارے خیال میں کافر ہوں اور اتنی محنت و مشقت اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں اور تم اتنی نعمت و راحت میں ڈوبے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر خوشی میں چل رہے ہو تب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مؤمن کو آخرت میں جو "مالا عین رأت ولا اذن سمعت" نعمتیں ملیں گی کہ جن کی ایک چھڑی کے برابر جگہ پوری دنیا و مافیہا سے افضل ہوگی ان نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی ہزار نعمتیں کمتر ہیں گویا اس وجہ سے دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے آخرت میں

جو ہولناکیاں ہیں اس کا ایک عذاب بھی پوری دنیا اور اس کی ہر قسم کے مصائب کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے تو آخرت کے عقاب وعذاب کے مقابلے میں دنیا کافر کیلئے جنت ہے اگرچہ دنیا میں کافر کے لئے ہزار ہا مصائب ہی کیوں نہ ہوں۔

الحاصل مومن دنیا میں کتنا ہی آرام وراحت میں ہو مگر مومن کے لئے آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا جیل خانہ ہے قیدی جیل خانہ سے کبھی بھی دل نہیں لگا تا اگرچہ جیل فرسٹ کلاس ہی کیوں نہ ہو اسی طرح کافر دنیا میں خواہ کتنی ہی تکالیف میں کیوں نہ ہو مگر آخرت کے عذاب کے مقابلے میں دنیا کافر کے لئے جنت ہے اس لئے کافر دنیا میں دل لگا کر رہتا ہے۔

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دنیا مومن کے لئے جیل اور قبر مومن کے لئے چھٹکارے کی جگہ ہے اور جنت مومن کے لئے رہنے کا مقام ہے جبکہ یہی دنیا کافر کے لئے جنت ہے اور موت کافر کی پکڑ کا دن ہے اور جہنم کافر کا ٹھکانہ ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ سَعِيدٍ الطَّائِيِّ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللهُ عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ فَقَالَ إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي رَبَّهُ فِيهِ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالًا وَلَمْ

ابوالبختری کہتے ہیں کہ مجھے ابوکبشہ انماری نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتوں کے متعلق قسم کھاتا اور تم لوگوں کے سامنے ایک حدیث بیان کرتا ہوں تم اسے محفوظ کرلو (یاد کرلو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی یہ کہ کسی صدقہ یا خیرات کرنے والے کا مال صدقے یا خیرات دینے سے کبھی کم نہیں ہوتا دوسری یہ کہ کوئی مظلوم ایسا نہیں کہ اس نے ظلم پر صبر کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی عزت نہ بڑھائیں تیسری یہ کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر ومحتاجی کا دروازہ کھول دیتے ہیں یا اس کے مانند جملہ ارشاد فرمایا: اور میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے تم لوگ محفوظ کرلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا چار اقسام کے لوگوں پر مشتمل ہے ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم سے نوازا ہو اور وہ اپنے رب سے مال کے بارے میں تقویٰ اختیار کرتا ہے اور وہ اس کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس (مال وعلم) میں وہ اللہ کا حق بھی جانتا ہے یہ شخص سب سے افضل مرتبہ پر ہے۔ دوسرا وہ شخص جسے علم تو دیا گیا لیکن دولت سے نہیں نوازا گیا وہ اپنی نیت میں سچا ہے کہتا ہے کہ کاش میرے پاس دولت ہوتی جس سے میں فلاں شخص کی طرح خرچ کرتا اسے اس نیت کی وجہ سے ثواب ہوگا ان دونوں شخصوں کے لئے برابر اجر وثواب ہے تیسرا وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا

يَرْزُقْهُ عِلْمًا يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهُوَ بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہے علم نہیں دیا وہ اپنے مال کو علم کے بغیر خرچ کرتا ہے (ناجائز جگہوں پر) اس میں وہ اپنے رب سے بھی نہیں ڈرتا اور نہ اس سے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں وہ اللہ تعالیٰ کا حق (زکوٰۃ) بھی نہیں جانتا یہ شخص سب سے بدتر ہے چوتھا وہ شخص جس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ علم لیکن اس کی تمنا ہے کہ کاش میرے پاس دولت ہوتی تو میں فلاں (جاہل گناہگار مالدار) کی طرح خرچ کرتا یہ شخص بھی اپنی نیت کا مسؤل ہے اور ان دونوں (تیسرے اور چوتھے بندے) کا گناہ برابر ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی یقینی اور پکی ہیں کہ ان پر میں قسم کھا سکتا ہوں ① ایک یہ کہ صدقہ اور خیرات سے کبھی مال کم نہیں ہوتا نہ گھٹتا ہے اگرچہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مال گھٹتا ہے ② مظلوم کے ظلم پر صبر کرنے سے مظلوم کی عزت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے اگرچہ لوگ سمجھتے ہیں کہ عزت گھٹتی ہے ③ بھیک مانگنے سے فقر و فاقہ آتا ہے اگرچہ سائل سمجھتا ہے کہ مانگنے سے مال بڑھتا ہے اور فقر و فاقہ کم ہوتا ہے۔

وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ: یعنی میں نے جو کہا تھا کہ تمہارے سامنے ایک حدیث بیان کروں گا تو اس کو سنو اور اس کو یاد رکھو کہ دنیا اور مال کے اعتبار سے لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ① وہ آدمی جس کو اللہ نے مال و علم دونوں عطا کئے اور اس نے ان دونوں کو حق کے راستے پر خرچ کیا ② جس کو اللہ نے علم دیا اور مال نہیں دیا جب یہ علم پر عمل کرتا ہے تو یہ بھی بہت اچھا آدمی ہے اگر اس کے پاس مال آ بھی جائے تو اچھے کاموں میں خرچ کرتا ہے لہٰذا یہ بھی پہلے آدمی کی طرح اچھا ہے ③ جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب مال دیا ہے اور علم کچھ نہیں دیا وہ جہالت کے ساتھ مال کے اندر ناجائز تصرف کرتا پھرتا ہے یہ بدترین آدمی ہے ④ چوتھا وہ آدمی جس کے پاس نہ مال ہے نہ علم ہے لیکن یہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں غلط کاموں میں اڑا دیتا تو یہ آدمی بھی تیسرے نمبر کے آدمی کی طرح برا ہے کیونکہ اس نے گناہ کی تمنا کی ہے۔ **وِزْرُهُمَا سَوَاءٌ:** اگر مفلس جاہل ہے اور تمنا کر کے کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال آ جاتا تو میں بھی فلاں فاسق و فاجر مالدار کی طرح عیش و عشرت کرتا تو اس کو گناہ ہوگا لیکن اگر یہ اچھی نیت کرتا تو اچھا ثواب ملتا۔ **سوال:** معصیت کے ارتکاب سے پہلے نیت پر مؤاخذہ نہیں ہوتا تو یہاں کیسے ہوا؟ **جواب:** یہ عزم کی قبیل سے ہے **وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا:** "فيه" کے ضمیر کے مرجع میں مختلف اقوال ہیں۔ ① شیخ عبدالحق نے اس ضمیر کو مال کی طرف لوٹایا ہے ② ملا علی قاریؒ نے مال کے بجائے علم کی طرف ضمیر لوٹائی ہے اس صورت میں اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا اور وہ شخص اس علم کے تعلق سے اور اس کے حق کے مطابق اللہ تعالیٰ کیلئے کام کرتا ہے بایں معنی کہ اس علم پر عمل کر کے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کر کے اس علم کا حق ادا کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي هَمِّ الدُّنْيَا وَحُبِّهَا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَشِيرٍ أَبِي

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، بشیر ابو اسماعیل، سیار، طارق بن شہاب، عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول

إِسْمٰعِيلَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو فاقے میں مبتلا کیا گیا اور اس نے اپنی حالت لوگوں سے بیان کرنی شروع کر دی (اور چاہا کہ لوگ اس کی حاجت پوری کر دیں) تو ایسے شخص کا فاقہ دور نہیں کیا جائے گا اور جس شخص پر فاقہ نازل ہوا اس نے (صبر کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا پس اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اسے رزق عطا فرمائے گا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: **فَاقَةٌ:** اس کا استعمال اکثر فقر اور تنگدستی کے لئے ہوتا ہے یہاں مراد شدید حاجت ہے۔

أَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ: لوگوں کے سامنے فقر و فاقہ پیش کرے اور شکوہ وشکایت ظاہر کرے اور ان لوگوں سے فاقہ دور کرنے کی شکایت کرے بعنوان آخر اپنے فاقہ کے بارے میں لوگوں سے سائل بن جائے اللہ سے اس کے ازالے کو طلب نہ کرے تو اس شخص کا فاقہ بند نہیں ہوگا مگر مزید حاجات وضروریات اس کے اوپر نازل ہوں گی جو اس سے دور نہیں ہوں گی اس کے برخلاف جس نے اپنا فاقہ اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا فاقہ کے ازالے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہی فاقہ سے دوری عطا فرما دیتے ہیں۔

بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ: رزق عاجل سے مراد کسی رشتہ دار غنی کی موت کے ذریعہ اسکو مال حاصل ہوگا یا کوئی اجنبی اس کیلئے وصیت کر کے انتقال کریگا جلد ہی اسکی حاجات اللہ تعالیٰ پوری فرما دیں گے اکثر نسخوں میں ہمزہ کے ساتھ "اٰجل" ہے یہی اصح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَاءَ مُعَاوِيَةُ إِلَى أَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ يَعُودُهُ فَقَالَ يَا خَالُ مَا يُبْكِيكَ أَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ أَوْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كُلٌّ لَا وَلٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا لَمْ آخُذْ بِهِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَجِدُنِي الْيَوْمَ قَدْ جَمَعْتُ وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ وَعَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ سَهْمٍ قَالَ دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلَى أَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ

محمد بن غیلان، عبدالرزاق، سفیان، منصور و اعمش، حضرت ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ ابوہاشم بن عتبہ کے مرض میں ان کی عیادت کے لئے آئے تو عرض کیا ماموں کیا وجہ ہے کہ آپ رو رہے ہیں کیا کوئی تکلیف ہے یا دنیا کی حرص اس کا سبب ہے انہوں نے کہا ایسی بات نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جسے میں پورا نہ کر سکا آپ نے فرمایا تھا کہ تجھے زیادہ مال جمع کرنے کے بجائے صرف ایک خادم اور جہاد کے لئے ایک گھوڑا کافی ہے جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے پاس بہت کچھ ہے زائدہ اور ابوعبیدہ بن حمید بھی یہ حدیث منصور سے وہ ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ سمرہ بن سہم سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں اس باب میں بریدہ

بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسلمی سے بھی مرفوعاً منقول ہے۔

تشریح: وَأَجِدُنِي الْيَوْمَ: آج میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے پاس دنیا جمع ہو رہی ہے رزین نے روایت کیا ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے پاس دنیا صرف اتنی تھی جس کی مقدار تیس درہم ہوتی ہے اور ایک پیالہ تھا۔

علامہ رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بوقت وفات انکے پاس صرف سولہ درہم تھے یہ صحابی رسول زہاد صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سَعْدِ بْنِ الْأَخْرَمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمود بن غیلان، وکیع بن سفیان، اعمش، شمر بن عطیہ، مغیرۃ بن سعد بن اخرم، اخرم، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا باغات اور کھیتیاں وغیرہ نہ بناؤ کیونکہ اس کی وجہ سے دنیا میں رغبت ہو جائے گی یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: فَتَرْغَبُوا فِي الدُّنْيَا: اس حدیث میں مطلق ذریعہ معاش اختیار کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے کسب میں اس قدر مشغول ہونا کہ اللہ کی عبادت سے آدمی غافل ہو جائے اس سے ممانعت ہے نیز کسب معاش فرض ہے جس کی فضیلت احادیث میں بکثرت وارد ہے بلکہ معاش کے وہ اسباب جو یقینی ہیں ان کا اختیار کرنا فرض ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي طُولِ الْعُمُرِ لِلْمُؤْمِنِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوکریب، زید بن حباب، معاویہ بن صالح، عمرو بن قیس، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا آدمی لوگوں میں سب سے بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور جابر سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ: عمل میں اچھا ہو اور عمر بھی طویل ہو وہ شخص خیر الناس ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اوقات وساعات بمنزلہ رأس المال ہے تو تاجر اپنی تجارت کے ذریعے رأس المال کی حفاظت کے ساتھ نفع کے لئے محنت کرتا ہے جس قدر رأس المال زیادہ ہوگا نفع بھی زیادہ ہوگا لہٰذا آخرت کے تاجر کو طویل عمر دی گئی تو اس کو کثیر رأس المال دیا گیا اب اس نے حسن عمل کے ذریعے رأس المال پر نفع کثیر حاصل کیا اور کامیاب ہو گیا اور اس کے بالمقابل جو مال میں لگا رہا اس نے رأس المال کو ضائع کر دیا اور نفع بھی کچھ نہ ہوا۔ لہٰذا خسران میں مبتلا رہا۔

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ قَالَ فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوحفص عمرو بن علی، خالد بن حارث، شعبہ، سعید، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ: کونسا آدمی سب سے بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں پھر سوال کیا کون سا آدمی سب سے برا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل برے ہو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ملاعلی قاریؒ اس حدیث کے ذیل میں عمر وعمل کے اعتبار سے چار اقسام ذکر کرتے ہیں۔

اول: طویل العمر حسن العمل **ثانی:** طویل العمر سیئ العمل ان دونوں قسموں کو اس حدیث میں ذکر کیا گیا۔

ثالث: قصیر العمر حسن العمل **رابع:** قصیر العمر سیئ العمل ان دونوں قسموں میں نہ زیادہ خیر ہے اور نہ زیادہ شر بلکہ دونوں برابر ہیں اس لئے حدیث الباب میں ان کو ذکر نہیں فرمایا نیز آخری دونوں صورتیں سائل کے سوال میں بھی مذکور نہیں۔

بہر حال روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طویل العمر ہونا جب ہی محمود ہے جب حسن عمل ہو۔ اگر حسن عمل نہ ہو تو پھر طویل عمر مذموم ہے

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَعْمَارِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى سَبْعِيْنَ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمُرُ أُمَّتِي مِنْ سِتِّينَ سَنَةً إِلَى سَبْعِينَ سَنَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

ابراہیم بن سعید جوہری، محمد بن ربیعۃ، کامل ابوعلاء، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے لوگوں کی عمر عموماً ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوگی یہ حدیث ابوصالح کی روایت سے حسن غریب ہے اور کئی سندوں سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے۔

تشریح: آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود تھے جن کی عمر ستر سے بھی تجاوز کر گئی تھی مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے سو سال کی عمر پائی آخر عمر تک ان کے دانت نہیں گرے اور عقل وحواس برقرار رہے ان سے زیادہ عمر پانے والے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر میں اس دنیا کو خیرآباد کہا ابتدائی ساٹھ سال تک کفر میں رہے اور بعد والے ساٹھ سال اسلام کی حالت میں رہے ان سے بھی طویل عمر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پائی کہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان کی وفات اس وقت ہوئی جب ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کی وفات ساڑھے تین سو سال کی عمر میں ہوئی لیکن اول قول زیادہ راجح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقَارُبِ الزَّمَانِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَيَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَسَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ

عباس بن محمد دوری، خالد بن مخلد، عبداللہ بن عمر، سعد بن سعید انصاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک زمانہ آپس میں قریب ہو جائے یعنی سال مہینے کے برابر اور مہینہ ایک ہفتہ کے برابر اور ہفتہ دن کے برابر اور دن ایک ساعۃ (گھنٹہ) کے برابر اور گھنٹہ آگ کی چنگاری کے برابر نہ ہو جائے یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔

تشریح: يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ: ساعۃ وہ ادنیٰ حصہ جس پر زمانے کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وہ ایک لمحہ ہو یا ایک لحظہ ہو۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں یہ امام مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ظاہر ہوگا۔ ”يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ“ کے کئی مطلب ہیں ① کہ زمانہ جلدی گزرے گا، وقت میں برکت ختم ہو جائیگی انسان ایک کام نہ کر سکے گا کہ دن ختم ہو جایئگا ② لوگ آفتوں اور مصائب میں ایسے مبتلا ہو جائینگے کہ ان کو وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوگا کیونکہ وقت کا احساس کیا جائے تو وقت لمبا محسوس ہوتا ہے اگر احساس نہ کیا جائے تو پھر وقت محسوس نہیں ہوتا ③ لوگ عیش وعشرت میں اتنے مست ہونگے کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوگا قیامت یا موت آ جائیگی۔

ضَرْمَةِ: اس کا معنی ہے آگ سلگانا، آگ سلگانے کے وقت کا اندازہ نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آگ جلدی جلتی ہے اسی طرح وہ لمحہ بھی جلدی گزر جائے گا۔ (مرقاۃ جلد ۱۰ ص ۱۶۹)

بَابُ مَا جَاءَ فِي قِصَرِ الْأَمَلِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِي

محمود بن غیلان، ابو احمد، سفیان، لیث، مجاہد، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بدن کا ایک حصہ پکڑ کر فرمایا کہ تم دنیا میں یوں رہو جیسے تم ایک پردیسی ہو یا راہ گیر ہو اور خود کو قبر والوں میں شمار کرو مجاہد کہتے ہیں کہ پھر ابن عمر نے مجھ سے فرمایا اگر صبح ہو جائے تو

أَهْلِ الْقُبُورِ فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي يَا عَبْدَ اللهِ مَا اسْمُكَ غَدًا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

شام کا بھروسہ نہ کرو اور اگر شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو بیماری آنے سے پہلے صحت سے اور موت آنے سے پہلے زندگی سے فائدہ حاصل کرو کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ کل تم زندہ رہو گے یا مرجاؤ گے، احمد بن عبدہ ضبی بصری، حماد بن زید، لیث، مجاہد، ابن عمرؓ بھی حماد بن زید سے وہ لیث سے وہ مجاہدؒ سے وہ ابن عمرؓ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح حدیث نقل کرتے ہیں پھر یہ حدیث اعمشؒ بھی مجاہدؒ سے ابن عمر کے حوالے سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

تشریح: كُنْ فِي الدُّنْيَا: ''ای عش وحیداً وعن الخلق بعیدًا'' یعنی دنیا میں اکیلے رہو اور مخلوق سے دور رہو۔

كَأَنَّكَ غَرِيبٌ: ''ای فیما بینهم لعدم مؤانستك بهم وقلة مجالستك معهم'' یعنی دنیا میں اس طرح رہو جس طرح ایک اجنبی ہوتا ہے کہ اس کو لوگوں سے انس نہیں ہوتا کیونکہ وہ ان کی مجالس میں بہت کم بیٹھتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس دنیا کو وطن نہ بناؤ اور اس دنیا کے ساتھ گہرا تعلق نہ بناؤ مگر صرف اتنا سا کہ جتنا مسافر حالت سفر میں فائدہ اٹھاتا ہے۔

أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ: حرف او یا تو تنویع کیلئے ہے یا حرف بل کے معنی میں ہے اس صورت میں پورے جملے کا ترجمہ یوں ہوگا تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو بلکہ راہ گیر ہو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دو قسمیں ہیں ایک کہ سفر کے بعد مسافر اقامت پذیر ہو جائے اور دوسری قسم مسافر ہمیشہ سفر کی حالت میں ہو۔ حدیث مذکورہ میں دوسری قسم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان آخرت کی طرف ہمیشہ سفر کی تیاری میں لگا رہے اور آخرت کی منزلیں طے کرتا رہے اور سامان سفر کو ہمہ وقت تیار کرے کہ کب منزل مقصود تک پہنچنے کا بلاوا آجائے۔ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِي أَهْلِ الْقُبُورِ: یعنی اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر۔ اس کی وضاحت دوسری حدیث ''موتوا قبل ان تموتوا'' کے تحت ہے چنانچہ ایک موت تو وہ ہے جو اچانک روح و بدن کے باہمی رشتہ کو یکسر منقطع کر دیتی ہے اور ایک موت وہ ہے جس کو انسان مذکورہ بالا صفات کی صورت میں اختیار کر کے اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالتا ہے اور یہی موت اختیاری موت کہلاتی ہے اور یہی حدیث الباب سے مراد ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَهَا فَقَالَ وَثَمَّ أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کا وقت موت ہے یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اپنی گردن سے ذرا اوپر رکھا اور پھیلایا پھر فرمایا وہاں اس کی امیدیں ہیں۔ وہاں اس کی امیدیں ہیں اس کی امیدیں ہیں (یعنی لمبی امیدیں)۔ اس باب میں حضرت ابو سعید سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ: آپ ﷺ نے پہلے اپنے ہاتھ کو اپنی گردن پر بالکل متصل رکھا اور فرمایا کہ انسان کی موت اتنی قریب ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک کو اپنی گردن سے ہٹا کر دور کر دیا اور اشارہ فرمایا کہ وہ انسان کی امید ہے یعنی موت انسان کے بالکل قریب آ گئی ہے جبکہ انسان کی تمنائیں بہت طویل اور دور تک بندھی ہوئی ہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي السَّفَرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْنَا قَدْ وَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو السَّفَرِ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ يُحْمِدَ وَيُقَالُ ابْنُ أَحْمَدَ الثَّوْرِيُّ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، ابوسفر، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے تو ہم لوگ اپنے مکان کے لئے گارا بنا رہے تھے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے ہم نے عرض کیا گھر پرانا ہو گیا ہے اس لئے ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میں موت کو اس سے بھی جلدی دیکھ رہا ہوں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوسفر کا نام سعید بن یحمد ہے انہیں ابواحمد ثوری بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح: خُصًّا لَنَا: اس سے مراد چھپر ہے۔ مَا أَرَى الْأَمْرَ: اس سے مراد موت ہے حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو چھپر ٹھیک کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا مکان تو تم اس لئے ٹھیک کر رہے ہو کہ کہیں یہ مرنے سے پہلے گر نہ جائے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ موت اس کے گرنے سے پہلے آنے والی ہے لہٰذا عمل کی اصلاح کی فکر مکان کی اصلاح سے پہلے ہونی چاہیے اس حدیث میں زاد آخرت کی ترغیب دی گئی ہے ارشاد فرمایا دنیا مومن کا گھر نہیں لہٰذا مومن کو دنیا کی زیادہ فکر نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کے پیش نظر ہمیشہ عقبیٰ اور اعمال آخرت ہونے چاہئیں۔

بَابُ مَا جَاءَ إِنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْمَالِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ

احمد بن منیع، حسن بن سوار، لیث بن سعد، معاویہ بن صالح، عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر، جبیر، حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کی آزمائش مال دولت ہے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف معاویہ بن صالح کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: فِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ: اس امت کے لئے مال بہت بڑا فتنہ ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ کوئی بھی شخص مال سے بے نیاز نہیں اگر مال حاصل ہو جائے مال اس کی آفات سے محفوظ رہنا دشوار ہے اور اگر مال حاصل نہ ہو تو فقر ہے اور ''کاد الفقر ان یکون کفرًا'' بھی ہو سکتا ہے اب مال کے دو پہلو ہیں ایک خیر دوسرا شر ان دونوں پہلوؤں میں امتیاز کرنا بہت مشکل ہے

اس لئے اس کو فتنہ وابتلا سے تعبیر کیا اسی طرح اگر انسان مال جمع کر کے رکھے خرچ نہ کرے تو بخل اور اگر بے جا خرچ کرے تو اسراف، ظاہر ہے یہ اوصاف مذموم ہیں ان کے علاوہ آدمی کو مال گناہوں کے راستے پر ڈال دیتا ہے مال سے بسا اوقات تنعم تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ پھر حلال آمدنی سے تنعم کے تقاضے پورے نہ ہوں تو مشکوک اور حرام ذرائع اختیار کرنے پر انسان مجبور ہوتا ہے تاکہ اس کی دنیا کا نظام اس کی پسند کے مطابق ہو جائے اس کے تنعم میں کمی نہ آئے۔ لہٰذا جس کے پاس مال زیادہ ہوگا وہ اپنا کام نکالنے میں منافقانہ روش اختیار کرتا ہے اور لوگوں کی رضا حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی گریز نہیں کرتا پھر مخلوقات کی احتیاجی سے دوستی و دشمنی پیدا ہوتی ہے اور اس سے حسد و کینہ، ریا، کبر، کذب، چغل خوری، تمام معاصی کے پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع ملتا ہے اور مال کمانے اور مال کو حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے انسان غافل رہتا ہے۔ اور ظاہر ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کی یاد سے انسان کو غافل کر دے وہ ایک خسارہ ہے جس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔ مذکورہ بالا بیان سے مال کا فتنہ ہونا بالکل ظاہر ہو گیا کہ مال انسان کے لئے زہر ہے اور تریاق اس طور پر ہے کہ انسان کا گزر بسر اسی پر ہوتا رہے۔

بَابُ مَا جَاءَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ ثَانِيًا وَلَا يَمْلَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَائِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي وَاقِدٍ وَجَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عبداللہ بن ابی زیاد، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ان کے والد، صالح بن کیسان، ابن شہاب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر انسان کے لئے سونے کی ایک وادی بھی ہو تو اسے دوسری کی چاہت ہوگی اس کا منہ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ ضرور قبول کرتا ہے اس باب میں حضرت ابی بن کعب ابوسعید عائشہ ابن زبیر ابوواقد جابر ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث مبارکہ منقول ہیں یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں انسان کے حرص کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان اتنا حریص ہے کہ اگر اس کو سونے کی دو وادیاں عطا کی جائیں تو تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ انبیاء کرام کی تعلیمات کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ ''تُرَابُ'' سے مراد قبر کی مٹی ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے اور مرنے کے بعد ہی انسان کی ہوس ختم ہوتی ہے۔

نیز یہ حکم عمومی ہے اللہ پاک کے مقرب بندے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں وہ صابر بھی ہوتے ہیں اور شاکر بھی۔

مَنْ تَابَ: یعنی انسان اگرچہ گناہوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کرکے اللہ پاک کی طرف رجوع کرے تو رحمت کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہوا ہے اور اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ طُولِ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، لیث، ابن عجلان، قعقاع بن حکیم، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت پر جوان ہے ایک لمبی زندگی اور دوسرے مال کی محبت اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: انسان کی زندگی کا اختتام تو ہوجاتا ہے لیکن دو اشیاء ایسی ہیں جن کا اختتام نہیں ہوتا ایک مال کی خواہش دوسرا طول حیات۔ طول حیات کا اصل سبب حب الدنیا وکراھیۃ الموت ہے۔ گویا یہ دونوں اشیاء (طول حیات مال کی تمنا) قریب قریب ہیں۔ یہ لاعلم لوگوں کا حال ہے اور اہل علم جنہوں نے اپنے نفسوں کو کنٹرول میں کیا ہوا ہے ان کا حال ذرا ان سے مختلف ہے وہ اپنے نفس کو اپنی خواہشات کی بجائے اللہ کی رضا کی طرف موڑتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل میں آخرت کی نعمتوں کا جذبہ وشوق بڑھتا ہے اور آخرت کے عذاب سے خوف بڑھتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، ابوعوانہ، قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان بوڑھا ہوجاتا ہے لیکن اس میں دو چیزیں جوان ہوجاتی ہیں ایک لمبی عمر ہونے کی اور دوسرے مال کی حرص یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ حقیقت میں انسان تو بوڑھا ہوجاتا ہے لیکن اس کی دو حرصیں کبھی ختم نہیں ہوتیں ایک مال جمع کرنے کی حرص اور ایک زیادہ جینے کی حرص نیز ان دونوں صفات کو جو قوی کہا گیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ انسان بوڑھا ہونے کے باوجود بڑھاپے کی منزل تک پہنچ جاتا ہے تو اس میں نفسانی خواہشات وجذبات کا وجود جوں کا توں باقی رہتا ہے کیونکہ اس کی قوت عقلیہ اس کی قوت شہوانیہ کے محرکات کو دفع نہیں کرسکتی اسی اعتبار سے ان دونوں چیزوں کو جوان اور قوی ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

عبداللہ بن عبدالرحمن، محمد بن مبارک، عمرو بن واقد،

بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَلْبَسٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلَكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِمَّا فِي يَدِ اللهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

یونس بن حلبس، ابوادریس خولانی، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ زہد صرف حلال کو حرام کردینے اور مال کو ضائع کردینے ہی کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے وہ اس سے زیادہ قابل اعتماد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جب تجھے مصیبت پہنچے تو اس کے ثواب میں زیادہ رغبت رکھے اور یہ خواہش ہو کہ کاش یہ میرے لئے باقی رہتی یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اس سند سے جانتے ہیں کہ ابوادریس خولانی کا نام عائذ بن عبداللہ ہے اور عمرو بن واقد منکر الحدیث تھا۔

تشریح: حدیث الباب کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی زہد ترک اسباب کا نام نہیں ہے کہ اپنے اوپر حلال اشیاء پھل فروٹ گوشت وغیرہ کو حرام قرار دیا جائے بلکہ اصل زہد یہ ہے کہ انسان کے اپنے ہاتھ میں جو مال واسباب ہیں ان پر اتنا بھروسہ واعتماد نہ ہو جتنا اعتماد اللہ کے خزانے پر ہو۔ دوسری صورت زہد کی ”وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ“ ہے اس کا مطلب یہ ہے کامل زہد کی علامت یہ ہے کہ تمہاری حالت یہ ہو کہ جب کوئی مصیبت تم کو پہنچ جائے تو تمہاری آرزو اس مصیبت کے اجر وثواب کو دیکھ کر یہ ہو کہ کاش یہ مصیبت باقی رہے یعنی اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت کو نعمت شمار کر کے نعمت نہ گردانے کیونکہ بسا اوقات مصائب دنیا وآخرت کی فلاح، کثرت اجر وثواب کا باعث ہے۔

زہد اور ورع میں فرق: ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ایک زہد ہے دوسرا ورع ہے۔ زہد کہتے ہیں اس چیز کو چھوڑنا جو آخرت میں نفع نہ دے اور ورع کہتے ہیں اس چیز کو چھوڑ دینا جس سے آخرت (خراب ہونے کا) خوف ہو۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ زہد فی الدنیا امیدوں کو مختصر کرنے کا نام ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ زہد تین قسم پر ہے ① حرام کو چھوڑ دینا یہ عوام کا زہد ہے ② حلال سے مالایعنی کو چھوڑ دینا یہ خواص کا زہد ہے ③ ان اشیاء کو چھوڑ دینا جو اللہ سے مشغول کردینے والی ہوں یہ عارفین کا زہد ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُرَيْثُ بْنُ السَّائِبِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنِي حُمْرَانُ بْنُ أَبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ

ہم سے روایت کی عبد بن حمید نے انہوں نے عبدالصمد بن عبدالوارث سے انہوں نے حریث بن سائب سے انہوں نے حسن سے انہوں نے حمران بن ابان سے وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابن آدم کو دنیا میں ان چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں رہنے کے لئے گھر تن

وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ الْحُرَيْثِ بْنِ السَّائِبِ وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنَ سَلْمٍ الْبَلْخِيَّ يَقُولُ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ جِلْفُ الْخُبْزِ يَعْنِي لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ

ڈھانپنے کے لئے مناسب کپڑا اور بغیر سالن کے روٹی اور پانی کے برتن۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابوداؤد اور سلمان بن سلم بلخی نضر بن شمیل سے نقل کرتے ہیں کہ "جلف الخبز" بغیر سالن کی روٹی کو کہتے ہیں۔

تشریح: لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ: "حق" سے مراد وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے واجب کی گئی ہے اور جس سے آخرت میں کوئی سوال وجواب نہیں ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی جن چیزوں کو ضروریات زندگی کے طور پر بنایا ہے ان سے انسان اسی قدر حاجت پوری کرے جتنا اس کو حق اور جواز حاصل ہے تو اس کے لئے آخرت میں ان چیزوں کے بارے میں کوئی سوال ومواخذہ نہیں ہوگا بشرطیکہ حلال طریقہ سے یہ چیزیں حاصل کی گئی ہوں کیونکہ بقدر ضرورت مذکورہ چیزیں ان لوازمات میں سے ہیں جن کے بغیر نفس انسانی کے لئے کوئی چارہ نہیں ہے۔

جِلْف: وہ موٹی روٹی جو بغیر سالن کے کھائی جائے ایک روایت میں یہ لفظ بفتح الجیم کے ساتھ بھی منقول ہے جو جلفة کی جمع ہے اور اس کے معنی خشک روٹی کا ٹکڑا ہے جس کے ذریعے بھوک کو دور کیا جائے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِي مَالِي وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، وہب بن جریر، شعبہ، قتادہ، حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ" پڑھ رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تمہارا مال صرف وہی ہے جو تم نے صدقہ یا خیرات کر کے جاری رکھا یا کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مَالِي: یعنی فخریہ انداز میں لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ یہ میرا مال ہے میری جائیداد ہے ایسا شخص برا ہے اس لئے انسان کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جو کچھ میرے پاس مال ہے یہ اللہ کا دیا ہوا ہے اور میرے پاس عارضی ہے۔

فَأَبْلَيْتَ: یعنی کپڑا مال ہے جس کو پہن لیا اور پرانا کر دیا۔

تَصَدَّقْتَ: یعنی خیرات وصدقہ کر کے آخرت کیلئے مال کو جاری رکھا کیونکہ صدقہ کے مال کو اللہ پاک بڑھاتے رہتے ہیں۔

الحاصل انسان کا اصل مال جو اس کے کام آیا وہ تین قسم پر ہے ① جو اس نے کھالیا ② جو پہن لیا ③ جو اللہ تعالیٰ کے نام پر دے دیا۔ اس کا اجر آخرت میں ملے گا اس کے علاوہ جو مال ہے وہ انسان کے لئے وبال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے لئے مال کی ایک منفعت حقیقی ہے جو صدقہ کرنے کی صورت میں باقی رہنے والی ہے جبکہ مال کی دوسری دو صورتیں فنا ہونے والی ہیں۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَشَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُكْنَى أَبَا عَمَّارٍ

محمد بن بشار، عمر بن یونس، عکرمہ بن عمار، شداد بن عبد اللہ، حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم تم اگر اپنی ضرورت سے زائد مال کو محاسن میں خرچ کر دو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر خرچ کرنے سے روکو گے تو یہ تمہارے لئے بدتر ہوگا جبکہ حاجت کے بقدر اپنے اوپر خرچ کرنے پر ملامت نہیں کی جائیگی اور (صدقات و خیرات کی ادائیگی میں) ابتداء اس سے کرو جس کی تم کفالت کرتے ہو اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شداد بن عبد اللہ کی کنیت ابوعمار ہے۔

تشریح: إِنَّكَ إِنْ تَبْذُلِ: قدر حاجت سے زائد مال دوسروں کو دینا دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے بہتر ہے اور اس کو روک کر رکھنا برا ہے کیونکہ اگر مال روکا کہ کوئی واجب ادا نہ کیا تو ظاہر ہے آدمی عذاب کا مستحق ہوگا جو نہایت برا ہے اور اگر امر مندوب میں خرچ کرنے سے روکا جائے تو نقص اجر کا باعث ہوگا۔

وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ: اس سے مراد رزق کی اتنی مقدار ہے جو بوقت ضرورت کفایت کر جائے اور لوگوں سے سوال کی حاجت نہ پڑے لہٰذا اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بقدر کفایت مال حاصل کرنے اور اس کو روک کر رکھنے کو برا نہیں کہا جائے گا البتہ ضرورت سے زائد کو روکا جائے اور خرچ نہ کیا جائے تو یہ مذموم ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ بقدر کفایت مال روکنے پر کوئی ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے شرعی حقوق ادا کئے جاتے ہوں یعنی کسی کے پاس بقدر نصاب مال ہے اور اس کا حق شرعی ادا کرتا رہتا ہے تو یہ بھی کفایت میں داخل ہے۔

وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ: بقدر کفاف سے زائد ان لوگوں پر خرچ کرے جن کے خرچ کرنے کی ذمہ داری اس کے اوپر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے پھر اوروں پر جن پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى: ید علیا اور ید سفلی کی مراد کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ① ید علیا سے مراد ید منفقہ ہے اور ید سفلی سے مراد ید سائلہ ہے ② ید علیا سے مراد ید منفقہ اور ید سفلی سے مراد ید آخذہ ہے ③ ید علیا سے مراد ید متعففہ ہے اور ید سفلی سے مراد ید غیر متعففہ ہے ④ ید علیاء سے مراد ید معطیہ ہے اور سفلی سے مراد ید مانعہ ہے ⑤ ید علیا سے فقیر صابر اور ید سفلی سے بھکاری مراد ہے۔ ان اقوال میں اوّل قول زیادہ راجح ہے۔

الحاصل اس حدیث میں لینے اور دینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا والدین کو دینا اور معتقدین کا اپنے شیخ کو یا استاذ کو دینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہدایا پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہے۔ بہر حال حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے پھر ساری زندگی کسی سے سوال نہیں کیا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بار بار دینے پر بھی انکار فرما دیتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ هُبَيْرَةَ عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوا خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَأَبُو تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَالِكٍ

علی بن سعید کندی، ابن مبارک، حیوۃ بن شریح، بکر بن عمرو، عبداللہ بن ہبیرۃ، ابوتمیم جیشانی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم اُسے صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں ابوتمیم جیشانی کا نام عبداللہ بن مالک ہے۔

تشریح: تَغْدُوا: ''ای تذهب اول النهار'' صبح رزق کی تلاش میں نکلنے کو ''تغدوا'' کہتے ہیں۔

خِمَاصًا: ''خمیص'' کی جمع ہے خالی پیٹ کو کہتے ہیں۔

بِطَانًا: یہ ''بطین'' کی جمع ہے بھرے اور بڑے پیٹ کو کہتے ہیں یعنی صبح پرندے خالی پوٹوں کے ساتھ نکلتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو ان کے پوٹے بھرے ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی تلاش کیلئے صبح کے وقت نکلنا توکل کے منافی نہیں جیسا کہ قرآن پاک کی آیت ہے ''وما من دابة في الارض الا على الله رزقها'' لہٰذا انسان کی سعی اور کسب کی تلاش توکل کے خلاف نہیں کیونکہ رزق کا وعدہ اس آیت میں اجمالی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے تحت دو واقعے لکھے ہیں۔ **پہلا واقعہ:** کہ کوّے کے بچے جب انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور کوا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت برے لگتے ہیں چنانچہ وہ ان بچوں کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور بچے اکیلے رہ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ مکھیوں کو ان بچوں کی طرف متوجہ کرتا ہے مکھی اس کی چونچ پر زردی دیکھ کر اپنے رزق کی تلاش میں آ جاتی ہے تو یہ بچے اس کو کھا جاتے ہیں اور بچے اس طرح آہستہ آہستہ بڑے ہو جاتے ہیں ان کا رنگ بھی بدل جاتا ہے اور وہ سیاہ ہو جاتے ہیں پھر جب کوا کچھ عرصے کے بعد ان بچوں کے پاس آتا ہے ان کو سیاہ رنگ کا دیکھتا ہے تو وہ ان کو لیکر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنے لگ جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سعی کے بھی اپنی مخلوقات کو رزق پہنچا دیتا ہے۔

دوسرا واقعہ: ایک بار اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے ترس بھی آیا حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ایک بچے پر ترس آیا اور ایک بادشاہ پر جس نے محل تیار کروایا لیکن جب اس نے محل میں قدم رکھا تو مجھے حکم دیا گیا کہ اس کی روح قبض کرلو۔ بچے کے متعلق تو یہ قصہ ہے کہ ایک دفعہ جب دریا میں کشتی ٹوٹ گئی تو ایک شیرخوار بچہ ماں کے ساتھ ایک تختے پر رہ گیا تو آپ کا حکم آیا کہ اسکی ماں کی جان لے لو میں نے جان لے لی اور بچہ روتا ہوا رہ گیا اور مجھے اس پر بڑا ترس آیا کہ اس بچے کو کون بچائے گا اور اس کی پرورش کس طرح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزرائیل! تم سنو کہ میں نے اسکو ایک

جزیرہ پر پہنچادیا اور ایک شیرنی کو دودھ پلانے پر مقرر کیا جب یہ بچہ کچھ بڑا ہو گیا تو جنات کے ذریعے اسکو بولی سکھادی جب یہ بچہ اور بڑا ہو گیا تو یہ آبادی میں آ گیا یہاں تک کہ اسکو حکومت مل گئی جب خوب مضبوط ہو گیا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کر لیا پھر اس نے جنت کے نام پر ایک محل بنوایا جب وہ اس محل میں داخل ہونے لگا تو میں نے اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا اس کا نام شداد تھا تو یہ وہی بچہ ہے جس پر تجھے دو مرتبہ ترس آیا ـــــــ ماں کے مرتے وقت اور اس کا اپنے محل میں داخل ہوتے وقت "واللہ رؤوف بالعباد. فالرحیم الذی یرزق اعدائه کیف ینسی احبائهٗ" کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے جب وہ اپنے دشمنان کو رزق دیتا ہے تو وہ اپنے دوست کو رزق دینا کیسے بھول سکتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ

محمد بن بشار، ابوداؤد، حماد بن سلمۃ، ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا اور دوسرا محنت مزدوری کرتا ایک مرتبہ مزدوری کرنے والے نے اپنے بھائی کے متعلق کام نہ کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں بھی اس کی وجہ سے رزق ملتا ہو۔

تشریح: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا موجب رزق نہیں بلکہ عطائے رزق فضل خداوندی پر مبنی ہے کہ بسا اوقات ضعفا اور کمزوروں کے طفیل اقویا اور کمانے والوں کو رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: ترزقون بضعفائکم ہے

فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ: "احتراف" کاریگری کو کہتے ہیں یہ دو بھائی مدینہ منورہ میں رہتے تھے ایک کام کاج کرتا تھا اور دوسر اصحاب صفہ میں سے تھا آپ ﷺ کے درس اور مجلس علم میں آ کر بیٹھتا تھا تو ظاہر ہے اس کا سارا وقت حصول علم دین میں صرف ہوتا تھا اس کے بھائی نے شکایت کی کہ میرا بھائی کام نہیں کرتا میں اکیلا ہوں گھر کا بوجھ زیادہ ہے اگر یہ بھی کمائی میں میرے ساتھ لگ جائے تو ہمارے گھریلو حالات بہتر ہو جائیں لہٰذا اس کو میرے ساتھ کر دیں تاکہ یہ بھی کمائے اور ہم سب کھائیں۔ اس کی بات کے تہہ تک آپ ﷺ پہنچ گئے آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ تمہیں جو رزق ملتا ہے وہ تمہاری کمائی کی وجہ سے ملتا ہے تم اس طرح خیال کیوں نہیں کرتے کہ اس طالب علم کی خدمت کرنیکی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے رہا ہے پس اس صورت میں تمہاری شکایت اور احسان جتلانے کی کوئی وجہ نہیں ہے تمہیں تو اس کا احسان ماننا چاہیے کہ اس کی وجہ سے تمہارے مال میں برکت آئی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی علوم کے حصول کیلئے دنیا سے کنارہ کش ہونا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کمزور اور ضرورت مند افراد کی کفالت سے مال میں برکت آتی ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے "انما تاکلون بضعفائکم"۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین والوں کی برکت سے دنیا والوں کو رزق اور نعمتیں ملتی ہیں۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَمَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي شُمَيْلَةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْخَطْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَوْلُهُ حِيزَتْ يَعْنِي جُمِعَتْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ نَحْوَهُ

عمرو بن مالک ومحمود بن خداش بغدادی، مروان بن معاویہ، عبدالرحمن بن شمیلۃ انصاری، سلمۃ بن عبید اللہ، عبداللہ بن خطمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ خوش حال تھا بدن کے لحاظ سے تندرست تھا اور اس کے پاس اس دن کے لئے روزی موجود تھی تو گویا کہ اس کے لئے دنیا سمیٹ دی گئی یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف مروان بن معاویہ کی روایت سے جانتے ہیں "حِيزَتْ" کے معنی جمع کی گئی کے ہیں ہم سے روایت کی محمد بن اسماعیل نے انہوں نے حمیدی سے انہوں نے مروان بن معاویہ سے اسی کی مثل اور باب میں ابو درداء سے بھی روایت ہے

تشریح: سِرْبِهِ: سین کے کسرہ کے ساتھ مشہور ہے بعض حضرات نے کہا کہ سرب کے معنی جماعت کے ہیں یہاں مراد اہل و عیال ہے یعنی جو شخص اپنے اہل وعیال میں صبح امن کے ساتھ کرے۔ روایت کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کو اپنے گھر میں امن وسکون حاصل ہو جائے کسی چیز کی فکر نہ ہو ذہنی وجسمانی بھی تندرستی ہو اور حلال روزی بھی ہو تو اسے اور کیا چاہیے۔ اتنی نعمتوں کا دنیا میں ملنا پوری دنیا ملنے کے مترادف ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِيَائِي عِنْدِي لَمُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنَ الصَّلَاةِ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَأَطَاعَهُ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلَى ذٰلِكَ ثُمَّ نَقَرَ بِيَدِهِ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهُ قَلَّتْ بَوَاكِيهِ قَلَّ تُرَاثُهُ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَرَضَ عَلَيَّ

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے دوستوں میں سب سے قابل رشک وہ شخص ہے جو ہلکی پیٹھ والا نماز میں زیادہ حصہ رکھنے والا اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرنے والا ہے اور جو خلوت میں بھی اپنے رب کی اطاعت کرے لوگوں میں گمنام رہے اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کئے جائیں اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور وہ اسی پر صبر کرتا ہو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ذریعے چٹکی بجائی اور فرمایا اس کی موت جلدی آئے اور اس پر رونے والیاں کم ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اس کی میراث بھی کم ہو۔ اس سند سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے رب نے میرے لئے وادی بطحا کو سونا بنانے کی پیشکش کی میں

رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا قُلْتُ لَا يَارَبِّ وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا وَقَالَ ثَلَاثًا أَوْ نَحْوَ هٰذَا فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ وَفِي الْبَاب عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَالْقَاسِمُ هٰذَا هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ شَامِيٌّ ثِقَةٌ وَعَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ

نے عرض کیا نہیں اے میرے رب بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں یا فرمایا تین دن تک یا اسی طرح کچھ فرمایا پس جب میں بھوکا رہوں تو تجھ سے التجا کروں اور عجز و انکساری بیان کرتے ہوئے تجھے یاد کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیرا شکر اور تعریف وتحمید کروں اس باب میں فضالہ بن عبید سے بھی حدیث منقول ہے یہ حدیث حسن ہے اور قاسم بن عبدالرحمن کی کنیت ابو عبدالرحمن اور عبدالرحمن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے مولیٰ ہیں یہ شام سے تعلق رکھتے ہیں اور ثقہ ہیں جبکہ علی بن زید ضعیف ہیں اس کی کنیت عبدالملک ہے۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عباس بن محمد دوری، عبداللہ بن یزید مقری، سعید بن ابی ایوب، شرحبیل بن شریک، ابو عبدالرحمن جبلی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اسلام لایا اور اسے کفایت کے بقدر رزق عطا کیا گیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے قناعت دی تو وہ شخص کامیاب ہو گیا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَغْبَطَ: اسم تفضیل قابل رشک غبطہ اسی سے آتا ہے کسی پر رشک کرنا۔ یعنی کسی کی خوشحالی کو دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کئے بغیر اپنے لئے اس حالت کی آرزو کرنا۔

الْحَاذِ: پیٹھ یعنی جس کی پیٹھ اہل وعیال کی ذمہ داریوں سے بوجھل نہ ہو کم مال اور چھوٹے کنبے والا ہو۔

غَامِضٌ: باب نصر سے آتا ہے اس کے معنی گمنام آگے لا يشار اليه بالا صابع یہ غَامِضًا کی تعبیر ہے۔

كَفَافًا: بقدر ضرورت روزی۔ **نَقَرَ نَقْرًا:** ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا جیسے ہاتھوں کو مٹی وغیرہ سے جھاڑتے ہیں۔ **عُجِّلَتْ:** جلدی کرنا۔ **مَنِيَّةٌ:** موت اس کی جمع منایا آتی ہے۔

بَوَاكِي: باکیۃ کی جمع ہے رونے والیاں۔ **تُرَاثُ:** میراث کو کہتے ہیں۔

وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ رَبِّي: یہ عرض حسی ہے یا معنوی ان میں دونوں احتمالات ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں دنیا کی وسعت کو اختیار کروں یا دنیا کی تنگی کو اختیار کروں اور اس تنگی کو آخرت کا ذریعہ بناؤں۔

بَطْحَاءَ مَكَّةَ: اس سے مراد مکہ کی زمین ہے مرقات میں ہے کہ اس سے مراد مکہ کی زمین کے سنگریزوں کو سونا بنانا ہے یا ان

سنگریزوں کے بقدر سونا بنانا ہے یا اس کے بقدر سونے کا عطا کرنا ہے اور بعض روایات میں جبالھا ذھبًا واقع ہے یعنی اس کے پہاڑوں کو سونا تانبا بنانا مراد ہے۔

وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور تیرا شکر ادا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں جو تیری یاد اور تیری توجہ کا ذریعہ بنے جب یہ دونوں حالتیں ہوں گی تو صابر بھی ہوں گا اور شاکر بھی اگر بطحا کو سونا بنا دیا تو صرف شاکر ہوں گا کیونکہ ہر چیز کی فراوانی ہوگی تو ایک صفت حاصل ہوگی۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ أَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا وَقَنَعَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ

عباس بن محمد دوری، عبداللہ بن یزید مقری، حیوۃ شریح، ابو ہانی خولانی، ابو علی عمرو بن مالک جنبی، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے بشارت ہے جسے اسلام کی ہدایت دی گئی ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اس پر اس نے صبر کیا یہ حدیث صحیح ہے اور ابو ہانی کا نام حمید بن ہانی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: كَفَافًا: یعنی حلال رزق بقدر ضرورت اس کو دیا گیا کہ اپنی حاجات کو اس کے ذریعے پوری کرے اور مضرتوں کو اس کے ذریعے دفع کرے۔

قَنَعَ: اللہ تعالیٰ نے جو اسے عطا کیا ہے اس پر اکتفا کرے اور مزید کی طرف نظر نہ کرے جس شخص کو یہ صفات حمیدہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی ہوں ایسا شخص درجہ فلاح کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ شخص دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی کامران ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْفَقْرِ

فقراء فقیر کی جمع ہے فقیر کے معنی مفلس محتاج اور غریب کے ہیں اس کے ہم معنی لفظ مسکین بھی آتا ہے۔ فقیر اور مسکین ایک ہی ہیں یا ان میں فرق ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ① بعض علماء کے نزدیک یہ دونوں مترادف لفظ ہیں دونوں کے معنی ایک ہیں ② بعض دوسرے علماء کا خیال ہے کہ دونوں کے معنی الگ الگ ہیں فقیر اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس کچھ مال موجود ہو مگر نصاب سے کم ہو اور مسکین اس شخص کو کہتے ہیں کہ جسکے پاس کچھ بھی نہ ہو ③ بعض علماء نے اس کا عکس بیان کیا ہے ④ اور بعض علماء نے فقیر اور مسکین کیلئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ جہاں فقیر اور مسکین ساتھ ساتھ مذکور ہوں تو دونوں کا الگ الگ معنی مراد لیا جائیگا اور جہاں دونوں الگ الگ مذکور ہوں تو پھر بطور ترادف ایک ہی مفہوم میں لیا جائیگا۔ ضابطہ یہ ہے کہ ''الفقير والمسكين اذا اجتمعا افترقا واذا افترقا اجتمعا''۔ فقراء کی فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ ان کو فقر وفاقہ پر جو ثواب ملتا ہے وہ بہت بڑا ہے اور قیامت میں فقراء کو بہت بڑے درجے ملیں گے۔

نیز فقر و فاقہ افضل ہے یا مالداری اور غنا افضل ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں ① بعض علماء کے نزدیک غنا اور مالداری افضل ہے کیونکہ اس میں عبادات سکون کے ساتھ ادا ہوتی ہیں اسکے علاوہ صدقات وغیرہ کے ذریعے سے بڑے بڑے درجات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ② بعض علماء اور جمہور صوفیاء کے نزدیک فقر و فاقہ غنا سے مطلقاً افضل ہے۔

فریق اول کی دلیل: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ فقراء کو چند تسبیحات کا وظیفہ بتا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے تم اغنیاء سے آگے بڑھ جاؤ گے لیکن اغنیاء نے بھی جب انہی تسبیحات کو شروع کر دیا تو وہ اغنیاء اُن فقراء سے نیکیوں میں بڑھ گئے۔

جمہور حضرات کی دلیل: فقر و فاقہ کی زندگی کو تمام انبیاء کرام نے اختیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کو طلب کیا ہے معلوم ہوا کہ یہ افضل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الفقر فخري'' کہ فقر میری شاہی ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر شاہانہ قسم میں سے تھا عاجزانہ نہیں تھا وہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ رہتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور اپنے اہل بیت کیلئے عزیمت پر مبنی ایک امتیازی فقیرانہ زندگی اختیار فرمائی تھی اور عام امت کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ وسعت کی زندگی جائز حدود کے دائرے میں رہ کر اپنا سکتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ أَبُو طَلْحَةَ الرَّاسِبِيُّ عَنْ أَبِي الْوَازِعِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ فَقَالَ لَهُ انْظُرْ مَا تَقُولُ قَالَ وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ

محمد بن عمرو بن نبہان بن صفوان ثقفی بصری، روح بن اسلم، شداد ابوطلحہ راسبی، ابوالوازع، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا سوچو کیا کہہ رہے ہو کہنے لگا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں اس نے تین مرتبہ یہ بات کہی آپ نے فرمایا اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر کے لئے ڈھال تیار کر کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف فقر اس سیلاب سے بھی تیز رفتاری سے آتا ہے جو اپنے بہاؤ کی طرف تیزی سے چلتا ہے۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شَدَّادٍ أَبِي طَلْحَةَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو الْوَازِعِ الرَّاسِبِيُّ اسْمُهُ جَابِرُ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ بَصْرِيٌّ

نصر بن علی، شداد ابی طلحہ اپنے والد سے اور وہ شداد بن ابی طلحہ سے اسی کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور ابووازع راسبی کا نام جابر بن عمر بصری ہے۔

تشریح: تِجْفَافًا: تاء مکسورہ جیم ساکن فاء مفتوحہ دوران جنگ گھوڑے کو ایک زرہ نما لباس پہنایا جاتا ہے تاکہ گھوڑا دشمن کے وار سے بچ سکے جس طرح زرہ انسان کو محفوظ رکھتی ہے اسی طرح گھوڑے کو یہ زرہ محفوظ کرتی ہے۔ یہاں حدیث میں اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس طرح زرہ نما لباس گھوڑے کو دشمن کے وار سے بچاتی ہے اسی طرح صبر و استقامت اختیار کرنا فقر و فاقہ کی

زندگی اختیار کرنا جہنم سے بچاؤ کیلئے ڈھال ہے۔ حضرت شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہ جملہ کہ فقر کیلئے ڈھال تیار کرلو۔ یہ صبر کی راہ پر چلنے سے کنایہ ہے کیونکہ یہ صبر ہی ہے جو فقر وافلاس کی آفتوں اور صعوبتوں کو برداشت کرنے کی طاقت پہنچاتا ہے دینی و دنیاوی ہلاکت وتباہی سے محفوظ رکھتا ہے جزع فزع اور شکوہ شکایت کرنے سے دور رکھتا ہے اور غضب خداوندی سے بچاتا ہے کیونکہ حقیقت میں اسوۂ نبی کی اتباع اور حضور ﷺ کی محبت دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں اور محبوب کی اتباع و پیروی کے بغیر محبت کا دعویٰ درست ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قاعدہ ہے ''ان المحب لمن یحب مطیع''۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن موسیٰ بصری، زیاد بن عبد اللہ، اعمش، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین اغنیا سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اس باب میں حضرت ابوہریرہ عبداللہ بن عمر اور جابر سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: روایات میں تعارض ورفع تعارض: روایات میں فقراومہاجرین کا جنت میں اغنیا سے پہلے داخل ہونا بیان کیا گیا ہے مختلف روایات میں مختلف معلوم ہوتا ہے بعض میں پانچ سو سال کا ذکر ہے بعض میں چالیس خریف کا ذکر ہے بعض میں خمس مائۃ عام نصف یوم ہے اس تعارض کا رفع کیا ہوگا۔

جواب اول: ان روایات میں تحدید مراد نہیں بلکہ تکثیر مراد ہے صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اغنیا سے کافی زمانہ پہلے فقرا جنت میں داخل ہونگے۔ **جواب ثانی:** ممکن ہے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس کے عدد کی وحی کی گئی پھر بعد میں پانچ سو سال کی وحی کی گئی ہو۔

جواب ثالث: بعض حضرات نے فرمایا کہ چالیس اقل مراتب کا بیان ہے اور پانچ سو سال اکثر مراتب کا بیان ہے۔

جواب رابع: بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا کہ فقرا، مہاجرین اغنیاء مہاجرین سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے اور خمس مائۃ والی روایت کا مطلب یہ ہے کہ فقرا مہاجرین اغنیا غیر مہاجرین سے پانچ سو سال قبل جنت میں جائیں گے لہٰذا دونوں روایات کے محمل جدا جدا ہو گئے۔

جواب خامس: یا یہ اختلاف مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہے کہ بعض فقرا اپنے صبر ورضا اور شکر کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے ہوں گے وہ اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض فقرا کم درجہ کے ہوں گے وہ چالیس سال قبل داخل ہوں گے۔

سوال: ان روایات سے فقر کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق فقر سے پناہ نہیں مانگی بلکہ ایسا فقر جو ہلاکت کا سبب ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دینے والا ہو اور کفر کا موجب بن جائے یا ایسا فقر جو جزع وفزع پیدا کرے اور جس سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے عدم رضا معلوم ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر عدم رضا کا موجب ہو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَابِدُ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اللَّيْثِيُّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّهُمْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِينَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي الْمَسَاكِينَ وَقَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

عبد الاعلی بن واصل کوفی، ثابت بن محمد عابد کوفی، حارث بن نعمان لیثی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ یا اللہ مجھے مسکینوں میں زندہ کرنا اور حالت مسکینی میں موت دینا اور مسکینوں کی جماعت میں مجھے اٹھانا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کیوں یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ یہ اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اے عائشہ کبھی کسی مسکین کو واپس نہ لوٹا ؤ اگرچہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ دو مسکینوں سے محبت کرو اور انہیں اپنے قریب کر اس لئے کہ اس سے اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اپنا قرب نصیب کرے گا یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: سوال: آپ ﷺ کا اپنے حق میں مسکین بننے کی دعا کرنا کیا مفہوم رکھتا ہے حالانکہ آپ ﷺ تو امام الانبیاء ہیں پھر مساکین کے زمرے کی دعا کیوں فرما رہے ہیں۔ جوابات: ① امت کو تعلیم دینا مقصود ہے تاکہ فقراء و مساکین کی فضیلت کو پہچان لیں ② یا اس ارشاد گرامی سے فقراء و مساکین کو تسلی دینا مقصود ہے کہ ان کیلئے بڑے درجات ہیں ③ یا اس دعا سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بس اتنی روزی دے جو گزارہ کے بقدر ہو جس سے زندگی کا وجود باقی رہ سکے۔

قَالَ إِنَّهُمْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ: سوال: فقراء و مساکین مطلقاً چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقراء دولت مند انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی پہلے جنت میں جائیں گے حالانکہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔

جواب: آنحضرت ﷺ کی مذکورہ دعا کا اصل مقصد فقراء کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے یا یہ طلب و خواہش کرنا ہے کہ مجھے تمام انبیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی سعادت ہو خواہ وہ انبیاء دولت مند ہوں یا فقراء۔

يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِينَ: گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت فرمائی کہ جو مسکین وفقیر تمہارے پاس حاجت لیکر آئے اسکو کمتر وحقیر نہ جانو اس کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاؤ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر اس ارشاد گرامی کے علاوہ کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی حدیث اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کافی تھی کہ صبر کرنے والا فقیر و مسکین شکر گزار دولت مند سے افضل ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، قبیصۃ، سفیان، محمد بن عمرو، ابوسلمۃ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے اور یہ قیامت کے دن کا آدھا حصہ ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ: سوال: آدھے دن سے مراد قیامت کا آدھا دن ہے مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ سو سال قیامت کے آدھے دن کے برابر ہوں گے قیامت کے دن کی مدت طوالت دنیاوی شب و روز کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ''وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون'' جبکہ دوسری آیت میں فرمایا ہے ''فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا تو دونوں روایات میں مختلف مقدار ثابت ہورہی ہے۔ جواب: ہزار سال والی آیت عمومیت پر محمول ہے جبکہ دوسری آیت میں خصوصیت کی طرف اشارہ ہے یعنی اصل بات تو یہی ہے کہ دنیاوی حساب کے اعتبار سے قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا لیکن چونکہ وہ دن سختیوں اور شدت والا ہوگا لہٰذا جو شخص دنیا میں دین و ہدایت سے جتنا دور ہوگا اتنا ہی اس کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا۔ الحاصل مؤمنین کے لئے قیامت کے اس دن کو سمیٹ دیا جائے گا حتیٰ کہ بعض مؤمنین کے لئے فجر کی دوسنت کے برابر وہ دن محسوس ہوگا اور کافر و منافقین کیلئے وہ دن طویل کیا جائیگا کہ ان کو پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا۔ کما قولہ تعالیٰ ''فاذا نقر فی الناقور فذلك يومئذ يوم عسير على الكافرين غير يسير''۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

عباس بن محمد دوری، عبداللہ بن یزید مقری، سعید بن ایوب، عمرو بن جابر حضرمی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے فقراء جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے یہ حدیث حسن ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوکریب، محاربی، محمد بن عمرو، ابوسلمۃ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا فقراء مسلمان جنت میں اغنیاء سے نصف دن پہلے داخل ہوں گے اور وہ آدھا دن پانچ سو سال کا ہوگا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي مَعِيشَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلِهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، عباد بن عباد مہلبی، مجالد، شعبی، حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا میں کسی کھانے سے سیر نہیں ہوتی کہ پھر میں رونا چاہوں تو رو دیتی ہوں مسروق کہتے ہیں میں نے پوچھا: ایسا کیوں؟ ام المومنین نے فرمایا: مجھے وہ حال یاد آتا ہے جس میں آپؐ نے دنیا کو چھوڑا ہے اللہ کی قسم! آپؐ نے ایک دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، ابواسحاق، عبدالرحمن بن یزید، اسود، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سوال: آپ ﷺ اور صحابہ ؓ کثرت فتوحات کی وجہ سے آسودہ حال ہو گئے تھے پھر یہ فاقے کیسے؟

جواب: آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا آخر وقت میں بھی آپ ﷺ نے دنیا سے فائدہ نہیں اٹھایا اور فاقے میں آخری دن گزارے اگرچہ سہولت ہوگئی تھی یہ معیار آپ ﷺ نے اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کیلئے قائم فرمایا تھا عام امت کیلئے یہ معیار نہیں تھا۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ ثَلَاثًا تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوکریب، محمد بن علاء، محاربی، یزید بن کیسان، ابوحازم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں تین دن تک متواتر گیہوں کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ

عباس بن محمد دوری، یحیی بن ابی بکیر، حریز بن عثمان، سلیم بن عامر، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے کبھی جو کی روٹی حاجت سے زائد نہ نکلتی تھی یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِي الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عبداللہ بن معاویہ جمحی، ثابت بن یزید، ہلال بن خباب، عکرمہ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والے کئی کئی راتوں بھوک سے رہتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کے پاس شام کا کھانا نہ ہوتا اور عام طور پر ان کا کھانا جو کی روٹی ہوتی تھی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوعمار، وکیع، اعمش، عمارۃ بن قعقاع، ابوزرعۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت) کا رزق بقدر کفایت کر دے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قُوتًا: اس سے مراد اتنی روزی جس سے جان کو بچایا جا سکے اور یہ دعا اس وجہ سے تھی تا کہ لوگوں سے سوال کی نوبت نہ آئے۔ اصل مراد اس سے طلب کفاف ہے کہ بدن جو امانت ہے وہ باقی رہے اور حاجات پوری ہو جائیں ظاہر ہے کہ اس حالت میں سلامتی ہی ہے۔ قُوتًا: ''ای ما یکسب قوۃ علی الطاعۃ'' یعنی اتنی کمائی کرنا جس کے ذریعے نیکی پر قوت حاصل ہو جائے۔ ''کفاف'' کف سے ہے بمعنی روکنا اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو سوال کرنے سے بچائے یا بھیک مانگنے سے روک لے یعنی بقدر ضرورت چونکہ ہر شخص کی مالی ضرورت مختلف ہے اس لئے ''کفاف'' بھی ہر شخص کا علیحدہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت مال پر قناعت کرنا چاہیے زیادہ کی حرص میں ذلیل وخوار ہونے سے بچنا چاہیے نیز آپ ﷺ کا اپنی ذات کیلئے یہ معیار تھا کہ اپنے پاس کچھ جمع کر کے نہیں رکھتے تھے اور اہل بیت کیلئے یہ معیار تھا کہ بقدر کفاف قوت لا یموت کی مقدار رکھنے کی اجازت فرماتے تھے اور عام امت کیلئے یہ معیار تھا کہ رزق حلال کمانے اور اسے صحیح استعمال کرنے کی اجازت فرماتے تھے بعض علماء کے نزدیک حلال مال کی وسعت فقر و فاقہ سے افضل ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

قتیبہ، جعفر بن سلیمان، ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

وسلم کل کے لئے کسی چیز کو ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے یہ حدیث غریب ہے اور جعفر بن سلیمان کے علاوہ بھی مرسلاً منقول ہے۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب پر اتنا بھروسہ تھا کہ کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے ہاں دوسروں کے اوپر خرچ کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا اوقات اشیا کو روک کر رکھا جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم ازواج مطہرات کو ایک سال کا نفقہ عطا کر دیتے تھے۔

سوال: روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ازواج مطہرات کے ہاں ایک ایک ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا جبکہ یہاں روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچہ دے دیتے تھے تو دونوں باتوں میں تعارض ہے۔

جواب: ایک ایک مہینہ چولہا نہ جلنے کی روایت درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو جو خرچ ملتا تھا وہ آگے صدقہ کر دیتی تھیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ

عبداللہ بن عبدالرحمن، ابو معمر عبداللہ بن عمرو، عبدالوارث، سعید بن ابی عروبۃ، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چوکی یا میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ چپاتی کھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ يَعْنِي الْحُوَّارٰى فَقَالَ سَهْلٌ مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتّٰى لَقِيَ اللهَ فَقِيلَ لَهُ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ قِيلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ قَالَ كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ

عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبیداللہ بن عبدالمجید حنفی، عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار، ابو حازم، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی میدہ کھایا حضرت سہل نے جواب دیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر میدہ نہیں دیکھا پھر ان سے پوچھا گیا کیا عہد نبوی میں آپ لوگوں کے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں عرض کیا گیا تو پھر جو کے آٹے کو کس طرح چھانتے تھے انہوں نے فرمایا ہم اسے پھونک مارتے جو اڑنا ہوتا اڑ جاتا پھر باقی میں پانی ڈال کر گوندھ

نُعَرِّيهِ فَنَعْجِنُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ

لیتے یہ حدیث حسن صحیح ہے اس حدیث کو مالک بن انس نے ابوحازم سے نقل کیا ہے۔

تشریح: **الْحُوَّارَى:** گیہوں کا وہ آٹا جس کو باریک پیا جاتا ہے۔ **مَا رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ:** یہ بطور مبالغہ ہے اور ممکن ہے حقیقت پر محمول ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بعد البعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ نہیں کھایا۔

النَّقِيَّ: امام عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ کے ذریعے اس زمانہ کو ذکر کرنے سے احتراز کیا جو مرتبہ رسالت پر فائز ہونے سے پہلے گزرا تھا اور اس احتراز کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے بعثت سے پہلے جو دو مرتبہ ملک شام کا تجارتی سفر اختیار فرمایا تھا اور اس سفر کے دوران بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا اور آپ ﷺ نے اسکے ہاں دعوت کھائی اور چونکہ وہاں کے لوگ خوشحال اور مالدار تھے اسلئے بظاہر یہ امکان ہے کہ آپ ﷺ نے انکے ہاں یہ چیزیں ضرور دیکھی ہوں گی لیکن آپ ﷺ کا بعثت کے بعد سے وصال تک جو زمانہ گزرا وہ تنگدستی میں معروف تھا تو یہی انہوں نے مراد لیا ہے۔

نیز اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر وقت کھانے پینے کی اشیاء کی طرف متوجہ رہنا بیوقوف اور غافل لوگوں کا شیوہ زندگی ہے۔

وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكٌ: یہاں اس روایت کے دوسرے طرق کی طرف اشارہ ہے کہ ابوحازم نے جس طرح دینار سے اس روایت کو نقل کیا ہے اسی طرح مالک بن انس سے بھی روایت کو نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْزُو فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةِ حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيرُ وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُونَنِي فِي الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ بَيَانٍ

عمرو بن اسماعیل بن مجالد بن سعید، ان کے والد، بیان، حضرت قیسؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں (کافر کا) خون بہایا اور پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں (پہلا) تیر چلایا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد میں شریک تھا تو ہم لوگ درختوں کے پتوں اور خاردار جھاڑیوں کے پھل کھا کر گزارا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمارا پاخانہ بکریوں اور اونٹوں کی مینگنی کی طرح ہوتا اب قبیلہ بنو اسد میرے دین کے بارے میں طعن کرتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو اس وقت میں نامراد رہا اور میرے اعمال ضائع ہوئے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے بیان کی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، اسماعیل بن ابی خالد، قیس، حضرت

سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنِّي أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْحُبْلَةَ وَهٰذَا السَّمَرَ حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُنِي فِي الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَاب عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ

سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عرب کا پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکا مجھے یاد ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کر رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لئے خاردار درختوں کے پتوں اور ببول کے پھل کے سوا کچھ نہ تھا یہاں تک کہ ہمارا پاخانہ بکریوں کی مینگنیوں کی طرح ہوتا لیکن اب بنو اسد نے مجھے دین کی وجہ سے ملامت کرنی شروع کر دی تو میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر ایسا ہے تو میں تو برباد ہو گیا اور میری نیکیاں ضائع ہو گئیں یہ حدیث صحیح ہے اس باب میں عتبہ بن غزوان سے بھی روایت ہے۔

تشریح: إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا جس کو ابن اسحاقؒ نے نقل کیا ہے کہ مکہ میں مسلمان ابتدا چھپ کر عبادت کرتے تھے اور مشرکین سے طاقت نہ ہونے کی بنا پر اسلام کو چھپاتے تھے اتفاقاً صحابہ کرامؓ کسی گھاٹی میں چھپ کر عبادت کرتے تھے کہ مشرکین حملہ آور ہو گئے تو اس وقت حضرت سعدؓ نے ایک تیر مارا جس سے ایک مشرک زخمی ہو گیا تھا اور خون بہہ پڑا اور یہ سب سے پہلا خون تھا جو اسلام میں سعد نے بہایا۔

وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ: اس سے مراد وہ لشکر ہے جو حضرت عبیدہ بن الحارث کی زیر قیادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوامقام کی طرف بھیجا اور وہ ساٹھ افراد تھے ان کا مقابلہ کفار مکہ کی بڑی جماعت سے ہو گیا جس کے امیر ابوسفیان تھے جانبین سے تیراندازی ہوئی سب سے پہلے حضرت سعدؓ نے تیر پھینکا۔

وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ: بنو اسد بن خزیمہ بن مدرکہ مراد ہے یہ وہ خاندان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان سے جہاد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور طلحہ نے بھی توبہ کر لی اسلام لے آیا یہ لوگ کوفہ میں رہے اس وقت کوفہ کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے تو ان لوگوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان کی شکایتیں کیں منجملہ شکایت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے تھے۔

لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي: اگر ایسا ہے جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں تو میرے سارے مجاہد بے کار ہو جائیں گے اور اب تک جو نمازیں پڑھی ہیں بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سب بے کار ہو جائیں گی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوال: حضرت سعدؓ نے اپنی تعریف و مدح کیوں فرمائی حالانکہ اپنی تعریف کرنا درست نہیں۔

جواب: اظهارٌ للحق و شكرًا للنعمة اگر تعریف کی جائے تو کوئی مذائقہ نہیں بالخصوص ایسے موقع پر جہاں ضرورت ہے چونکہ بعض مرتبہ بتانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِي أَحَدِهِمَا ثُمَّ قَالَ بَخْ بَخْ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُوعِ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي يَرَى أَنَّ بِيَ الْجُنُونَ وَمَا بِي جُنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قتیبہ، حماد بن زید، ایوب، محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ کے پاس تھے ان کے پاس دو سرخ رنگ کے کپڑے تھے انہوں نے اس میں سے ایک کپڑے سے ناک صاف کیا اور فرمایا واہ واہ ابو ہریرہ آج اس کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے اور ایک زمانہ تھا کہ میں منبر رسول اور حضرت عائشہ کے حجرے کے درمیاں بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر گیا تو گزرنے والے یہ سمجھتے ہوئے میری گردن پر پاؤں رکھنے لگے کہ شاید یہ پاگل ہو گیا ہے حالانکہ میں بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوا تھا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: **مُمَشَّقَانِ:** سرخ رنگ والی۔ **كَتَّانٍ:** ایسا عمدہ کپڑا جو نہ زیادہ گرم اور نہ زیادہ ٹھنڈا اور بدن کو بھی نہ چپکے اور اس میں جوں بھی پیدا نہیں ہوتی۔ **فَتَمَخَّطَ:** ناک صاف کرنا، ناک سے رینٹ نکالنا۔ **بَخْ بَخْ:** یہ وہ کلمہ ہے جو خوشی کے وقت نکالا جاتا ہے یا بطور فخر اور مدح کے استعمال ہوتا ہے۔ **فَيَضَعُ رِجْلَهُ:** اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ مجنون کی گردن پر بطور علاج پیر رکھتے تھے۔

بہر حال روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گورنر ہو گئے اور دنیاوی نعمتیں ان کو حاصل ہوئیں تو اچھے کپڑے پہنتے تھے اس وقت انہوں نے عمدہ قسم کے کپڑوں سے ناک صاف کی جب یہ نعمت حاصل ہوئی تو اپنا پرانا وقت یاد آ گیا کہ تنگی معاش کی وجہ سے ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ بھوک کی وجہ سے بے ہوشی آ جاتی تھی لوگ مجھے پاگل سمجھتے تھے اور گردن پر پیر رکھ دیتے تھے تاکہ سکون ہو جائے اور آج اللہ پاک نے کس قدر نعمتیں عطا کی ہیں کہ عمدہ قسم کے کپڑے سے ہم ناک صاف کر رہے ہیں۔

حدیث الباب میں صحابہ کرامؓ کی تنگی معاش ثابت ہو گئی یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تنگدستی کے بعد فراخی عطا فرماتے ہیں تو پھر تنگی کے زمانہ کو بھولنا نہیں چاہیے بلکہ تنگی کے زمانہ کو یاد رکھتے ہوئے فراخی کے زمانہ پر اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ أَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ

عباس بن محمد، عبداللہ بن یزید مقری، حیوۃ بن شریح، ابو ہانی خولانی، ابو علی عمرو بن مالک جنبی، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھا کرتے تو اصحاب صفہ میں سے بعض حضرات بھوک سے نڈھال ہو کر بے ہوش کر گر جاتے تو دیہاتی لوگ کہتے کہ یہ پاگل ہیں چنانچہ جب

أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى تَقُولَ الْأَعْرَابُ هٰؤُلَاءِ مَجَانِينُ أَوْ مَجَانُونَ فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً قَالَ فَضَالَةُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو ان سے فرماتے اگر تم جان لو کہ اس فقر وفاقے پر اللہ تعالیٰ تمہیں کس قدر انعام واکرام سے نوازیں گے تو تم اس سے بھی زیادہ فقر وفاقے کو پسند کرنے لگو فضالہ کہتے ہیں کہ میں اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **الْخَصَاصَةِ:** اس کے اصل معنی فقر وفاقہ اور حاجت کے ہیں یہاں شدت بھوک کی وجہ سے ضعف مراد ہے۔
أَصْحَابُ الصُّفَّةِ: صحابہ کرامؓ کی وہ جماعت جو مسجد کے ساتھ متصل چبوترہ والے مدرسہ میں تھی یہ وہ لوگ تھے جو پر توکل تھے جن کی کوئی رہائش اور جائیداد وغیرہ نہیں تھی ان صحابہ کرامؓ کی تعداد ستر سے متجاوز تھی صحابہ کرامؓ ان پر صدقہ کرتے تھے اور اسی پر ان کا مدار ہوتا تھا۔ **لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ:** اس سے فاقہ پر اجر وثواب یا قدر وقیمت مراد ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ أَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتْ انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو

محمد بن اسماعیل، آدم بن ابی ایاس، شیبان ابو معاویہ، عبدالملک بن عمیر، ابوسلمۃ بن عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ خلاف عادت گھر سے نکلے اس وقت آپ سے ملاقات کے لئے بھی کوئی نہیں حاضر ہوا کرتا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ صرف آپ کی ملاقات زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگئے آپ نے ان سے پوچھا کیسے آنا ہوا عرض کیا یا رسول اللہ بھوک کی وجہ سے آیا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے کچھ بھوک محسوس ہو رہی ہے پھر وہ جب ابوالہیثم بن تیہان انصاری کے گھر کی طرف چل پڑے ابوالہیثم کے ہاں بہت سی کھجوروں کے درخت اور کثیر تعداد میں بکریاں تھیں البتہ خادم کوئی نہیں تھا جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو انہیں موجود نہ پا کر ان کی بیوی سے پوچھا کہ کہاں گئے ہیں عرض کیا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں اتنے میں وہ ایک مشک اٹھائے ہوئے پہنچ گئے پھر مشک

الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفَدِّيهِ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا أَوْ قَالَ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ قَالَ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ اخْتَرْ لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ تُعْتِقَهُ قَالَ هُوَ عَتِيقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

رکھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں پھر ابوالہیثم ان تینوں حضرات کو لے کر اپنے باغ میں چلے گئے ان کے لئے کپڑا بچھایا اور درخت سے کھجور کا گچھا توڑ کر حاضر کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ہمارے لئے صرف تازہ پختہ کھجوریں کیوں نہ لائے انہوں نے عرض کیا میں اس ارادہ سے تازہ پختہ اور نیم پختہ کھجوریں لایا ہوں تا کہ آپ جو چاہیں اختیار فرمائیں پس انہوں نے کھجوریں کھائیں اور میٹھا پانی پیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ ٹھنڈا سایہ پاکیزہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ایسی نعمتیں ہیں کہ قیامت کے دن ان کے متعلق تم لوگوں سے پوچھا جائے گا پھر جب ابوالہیثم آپ کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے جانے لگے تو آپ نے فرمایا دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا چنانچہ ابوالہیثم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور پکا کر پیش کیا تو ان حضرات نے کھانا کھایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی خادم نہیں انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو آنا (تھوڑے ہی دنوں میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو قیدی پیش کئے گئے۔ تو ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں سے جسے چاہو لے جاؤ انہوں نے عرض کیا آپ جو چاہیں دیدیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے یہ لے لو کیونکہ میں اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا ہوں اور سنو میں تمہیں اس سے بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ جب ابوالہیثم نے بیوی کے پاس جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا وہ کہنے لگیں کہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل اس صورت میں کر سکتے ہو کہ اسے آزاد کر دو۔ ابوالہیثم کہنے لگے تو پھر

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

یہ اسی وقت آزاد ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی یا خلیفہ کے ساتھ دو قسم کے رفقاء رکھتے ہیں ایک وہ جو اسے اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں اور دوسرے وہ جو اسے خراب کرتے ہیں۔ لہٰذا جسے برے رفقاء سے نجات دیدی گئی وہ نجات پا گیا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ شَيْبَانَ أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَأَطْوَلُ وَشَيْبَانُ ثِقَةٌ عِنْدَهُمْ صَاحِبُ كِتَابٍ

صالح بن عبد اللہ، ابوعوانہ عبدالملک بن عمیر، ابی سلمہ بن عبدالرحمن نے انہوں نے ابوعوانہ سے وہ عبدالملک بن عمیر سے اور وہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر اور عمر باہر تشریف لائے اس کے بعد مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی روایت نقل کی لیکن اس میں حضرت ابوہریرہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا شیبان محدثین کے نزدیک ثقہ اور صاحب کتاب ہیں۔

تشریح: **فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ:** علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا تکلف کسی معتمد شخص کے ہاں ایسی حالت میں جانا جائز ہے جبکہ میزبان شخص کو مہمان کے آنے سے مسرت ہو اور مہمان قابل افتخار بھی ہو چنانچہ صحابیؓ نے آپ کی آمد اور ساتھیوں کی آمد کو اپنے لئے سعادت و شرافت سمجھا اور وہ صحابی از راہ محبت آپ سے چمٹ گئے۔

فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ أَيْنَ صَاحِبُكِ: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبیہ سے ضرورۃً بات کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت غیر شوہر کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتی ہے جب عورت کو غیر شوہر سے کوئی خوف وغیرہ نہ ہو۔ اور شوہر کو اس کا آنا برا بھی نہ لگے۔

يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ: یستعذب میٹھا پانی جس میں نمک نہ ملا ہوا ہو۔ ان کی بیوی نے کہا کہ آپ حضرات ٹھہرے رہیں واپس نہ جائیں کیونکہ ان کے شوہر آنے والے ہیں چنانچہ تھوڑی دیر تک وہ آگئے اور مشکیزہ پانی کا بھرا ہوا ساتھ لا رہے تھے جو انہوں نے مشقت کے ساتھ اٹھایا ہوا تھا ابوالہیثم نے مشکیزہ رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور محبت کے چمٹ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس وقت کیسے تشریف لے آئے ہیں یہ تو میرے لئے انتہائی سعادت کی بات ہے چونکہ قاعدہ ہے کہ جب بڑا آدمی کسی کے ہاں اچانک آجائے تو یہ اس کے لئے قابل فخر بات ہوا کرتی ہے اس موقع پر وہ اپنی جان و مال پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے چنانچہ صحابیؓ نے یہ پیش کش کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باغ میں چلیں وہاں ان صحابی نے ان حضرات کو کھجوریں پیش کیں مہمانی کی ابتدا پھل فروٹ سے کی۔ یعنی ابتدا ناشتے سے کروائی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سیر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے کہا کہ اب آپ سیر ہو گئے ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تم نے استعمال

کر لیا قیامت کے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے ان کا شکریہ ادا کیا یا نہیں یہاں سوال سے یہی مراد ہے۔
فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ: پھر اس کے بعد ابو الہیثم نے آپ ﷺ کے لئے کھانے کی تیاری کرنی شروع کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دیکھو دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا کیونکہ اس میں تمہارا نقصان ہے چنانچہ انہوں نے بکری کا بچہ یا بھیڑ کا بچہ ذبح کیا۔ **عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا:** بعض نے ان دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ عناق بھیڑ کا مذکر بچہ اور جدی مؤنث بچہ۔
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ: دعوت سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ آپ لوگوں کے پاس خادم نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہمارے آئندہ قیدی آئیں گے تو تم ہم کو یاد دلانا چنانچہ جب دو قیدی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو لے جاؤ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی پسند فرما دیجئے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی رسول کو مشورہ دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ کے وقت اچھا مشورہ دے اور حسب موقع مصلحت کو نہ چھپائے لہٰذا تم اس قیدی کو لے جاؤ کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز فحاشی اور منکر سے روکتی ہے اور وہ برہان اور نور ہے جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر لہٰذا تم اسے لے جاؤ اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ بہر حال حضرت ابو الہیثم اس غلام کو گھر لے گئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بارے میں بیوی کو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کی تعریف فرمائی ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے تو بیوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا تم نہیں سمجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس کو آزاد کرنا ہے اور اس غلام کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اس کو آزاد کر دیا جائے چنانچہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اس کو آزاد کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی بیوی نے یہ مشورہ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لم یبعث نبیًا ولا خلیفۃً یعنی کوئی نبی ہو یا اس کا خلیفہ بلکہ کوئی بھی ذمہ دار ہو۔ اللہ پاک اس کے ساتھ دو رفقاء رکھتے ہیں۔ **بِطَانَتَانِ:** اس سے مراد فرشتہ اور شیطان ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفس امارۃ اور نفس لوامۃ ہے۔ نفس لوامۃ خیر کا حکم اور نفس امارۃ شر کا حکم کرتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد ذمہ دار کے دو وزیر ہوتے ہیں ایک خیر کا مشورہ دینے والا دوسرا فساد کا مشورہ دینے والا۔
باقی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بطانۃ من الشیطان ہے تو اس کا آسان جواب ہے ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطانۃ شر سے محفوظ کر لیا گیا۔
حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: یہ روایت کا دوسرا طریق ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں ہے امام موصوفؒ فرماتے ہیں کہ پہلی روایت جو شیبان والی ہے وہ ابو عوانۃ کی روایت کے مقابلہ میں اتم ہے نیز شیبان ثقہ راوی ہے اس لئے متصل روایت ارسال پر راجح ہوگی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنْصُورٍ عَنْ أَنَسٍ

عبد اللہ بن ابی زیاد، سیار، سہل بن اسلم، یزید بن ابی منصور، انس بن مالک ابوطلحہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی

بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بھوک کی شدت بیان کی اور پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ ہم نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کپڑا اٹھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ جب بھوک کی شدت ہوتی ہے اور پیٹ بالکل خالی ہوتا ہے تو اس صورت میں پیٹ پر پتھر باندھ لینا پیٹ اور معدہ اور آنتوں کو اس حد تک تقویت پہنچا دیتا ہے کہ آدمی کو اپنا کام کاج کرنے کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے حدیث مذکور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ ہم تو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری بھوک کا علم نہ ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں خیال آیا ہو کہ ہمیں بھوک لگی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک نہ لگی ہوگی لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے پیٹ دکھائے تو ان میں سے ہر ایک نے ایک پتھر باندھا ہوا تھا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اوپر کیا تو محبوب عالم کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اس حدیث سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے قول سے بھی صبر کرنے کا حکم دیا اور اپنے حال سے بھی۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَى أَبُو عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سِمَاكٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ عُمَرَ

قتیبہ، ابوالاحوص، سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ کیا تم لوگ کھانے پینے کی چیزوں میں فراوانی کے ساتھ نہیں ہو کہ جس قدر چاہو کھاؤ پیو۔ تحقیق میں نے تمہارے نبیؐ کو دیکھا کہ وہ ردی کھجور بھی اتنی نہ پاتے تھے جس سے آپ اپنے پیٹ کو بھر سکیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابوعوانہ اور کئی راوی سے سماک بن حرب سے اس کے ہم معنی نقل کرتے ہیں شعبہ یہی حدیث سماک سے وہ نعمان بن بشیر سے اور وہ حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ: ما موصولہ یا مصدریہ ہے یہ کلام بطور توبیخ و تعبیر ہے اسی لئے بطور الزام فرمایا لقد رایت نبیکم۔

لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ: وَمَا يَجِدُ حلال ہے اگر رؤیت بمعنی المعلم ہے تو یہ مفعول ثانی ہے لیکن ملا علی قاریؒ نے اس کے حال ہونے کو راجح قرار دیا۔ مِنَ الدَّقَلِ یہ يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ کا بیان ہے خشک اور ردی کھجور کو کہتے ہیں۔ مَا يَمْلَأُ میں ما موصولہ اور موصوفہ دونوں کا احتمال ہے خلاصہ کلام کا یہ ہوا کہ نعمان بن بشیر تابعین حضرات سے مخاطب ہو کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہایت عسرت کی تھی بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کھجور بھی میسر نہیں آتی تھی اور

آپ لوگوں کو کھانے پینے کی فراوانی ہے۔ لہٰذا آپ کی یہ فراوانی کہیں دنیا کی طرف مائل نہ کردے اس لئے دنیا سے اعراض کرتے ہوئے ماکولات ومشروبات میں اتنی وسعت نہیں کرنی چاہیے جو آخرت سے غفلت تک پہنچادے۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن بدیل بن قریش یامی کوفی، ابوبکر بن عیاش، ابوحصین، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا حقیقی مالداری مال ومتاع کی کثرت نہیں بلکہ نفس کا غنی ہونا ہی حقیقی مالداری ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اَلْغِنَی: اس کے معنی بے نیازی اور امیری ہے۔ اَلْعَرَضِ: عین اور را کے فتحہ کے ساتھ بمعنی دنیا کا سامان جس سے نفع حاصل کیا جائے۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ انسان کو غنی النفس حاصل ہونا چاہیے انسان اللہ کے دیئے ہوئے پر اکتفا کرے مزید کا متلاشی نہ ہو اور کسی سے سوال نہ کرے بلکہ اپنے نفس کو اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا یقین دلادے اور دنیاوی اشیاء کو دیکھ کر ان کا متمنی نہ ہو یہی اصل غنیٰ دل کا غنی ہے کہ دل قناعت والا ہو باقی رہا اسباب کا کثیر ہونا یہ غنیٰ نہیں بلکہ اصل غنی وہ ہے جو آدمی کو غیر اللہ سے مستغنی کردے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَخْذِ الْمَالِ بِحَقِّهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ قَيْسٍ وَكَانَتْ تَحْتَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ مَنْ أَصَابَهُ بِحَقِّهِ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِيمَا شَاءَتْ بِهِ نَفْسُهُ مِنْ مَالِ اللهِ وَرَسُولِهِ لَيْسَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا النَّارُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْوَلِيدِ اسْمُهُ عُبَيْدُ سَنُوطَا

قتیبہ، لیث، سعید، مقبری، ابوولید کہتے ہیں میں نے حمزہ بن عبدالمطلب کی بیوی خولہ بنت قیس سے سنا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جس نے اسے حق اور حلال طریقے سے حاصل کیا اس کے لئے اس میں برکت دی گئی اور بہت سے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے مال سے نفسانی خواہشات پوری کرتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے ابوولید کا نام عبید بن سنوطا ہے۔

تشریح: خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا سرسبز شاداب نہایت لذیذ اور ظاہراً چمکدار اور پررونق ہے کہ دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے

اگر کسی کو یہ حاصل ہو جائے اور اس نے اس کے حقوق پورے پورے ادا کئے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرماتے ہیں اور اگر خواہشات نفسانی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دنیا کو حاصل کیا اور جس طرح چاہا تصرف کیا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال سانپ کی طرح زہر بھی ہے اور تریاق بھی ہے تریاق میں اس کے فوائد ہیں اور زہر میں نقصان۔ جو شخص اس کے فوائد و نقصانات سے واقف ہوتا ہے اس کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اس کے زہر سے بچ سکے اور اس کے تریاق سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس طرح جو شخص دنیا کے فوائد و نقصانات سے واقف نہ ہو تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْوَلِيدِ اسْمُهُ عُبَيْدٌ: اس حدیث کا ایک راوی ابوالولید عبید مدنی ہے اس کا لقب سنوطا تھا یہ راوی ٹھیک ہے سنوطا یہ عبید محدث کا لقب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ان کے والد کا نام ہے۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّينَارِ لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا أَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَأَطْوَلَ

بشر بن ہلال صواف، عبدالوارث بن سعید، یونس، حسن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دینار اور دراہم کے بندوں پر لعنت کی گئی یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور اس کے علاوہ بھی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے جو اس سے طویل ہے۔

تشریح: عَبْدُ الدِّينَارِ سے مراد دینار و درہم کا پجاری اور اس کا حریص ہے جو شخص درہم و دینار کا لالچی ہوگا وہ گویا اس دنیا کا خادم ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ عبدالدینار فرمایا نہ کہ جامع الدینار لہٰذا دنیا کا مالک ہونا مذموم نہیں بلکہ بقدر ضرورت دنیا کا حاصل کرنا ضروری ہے قوت لایموت ضروری ہے البتہ دنیا سے محبت کرنا اور ان کا حریص ہونا حرام ہے اور اللہ کی لعنت کا موجب ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَيُرْوَى فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، زکریا بن ابی زائدہ، محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارۃ بن کعب انصاری اپنے والد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر وہ بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص انسان کے دین کو خراب کرتی ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔

تشریح: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ: بھیڑیا ویسے ہی درندہ جانور ہے وہ کسی پر ترس نہیں کھاتا پھر جب کہ بھیڑیا کو بھوک لگی ہو تو وہ پاگل ہو کر حملہ کرتا ہے تو حدیث میں دو بھیڑیوں کا تذکرہ اس لیے کیا کہ شاید فساد برپا کرنے میں یہ کامل اور مکمل ہوتے ہیں۔ کیونکہ دو کی جوڑی خوب مل کر بکریوں کے ریوڑ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اس حدیث میں ایک طرف اس فساد اور نقصان کی صورت پیش کی گئی ہے اور دوسری طرف ایک مسلمان آدمی کے حب مال اور حب جاہ کی وجہ سے اس کے دین اور ایمان کے نقصان کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دو بھیڑیوں کا نقصان بکریوں کے لئے اس نقصان سے کم تر ہے جو نقصان آدمی کے دین کو حب مال اور حب جاہ کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ یہ ایک ہیئت کی تشبیہ دوسری ہیئت کے ساتھ ہے جس کو تمثیل کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنِي الْمَسْعُودِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

موسیٰ بن عبدالرحمن کندی، زید بن حباب، مسعودی، عمرو بن مرۃ، ابراہیم، علقمۃ، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹائی پر سوئے سو کر اٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ کے لئے ایک نرم بچھونا بنا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام؟ میں تو دنیا میں اس طرح ہوں کہ جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سائے کی وجہ سے بیٹھ گیا پھر وہاں سے روانہ ہو گیا اور درخت کو چھوڑ دیا اس باب میں حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: وِطَاءً: اس کا لغوی معنی روندنا ہے مراد یہاں پر بستر تیار کرنا ہے۔ لو یا تو برائے تمنی ہے یا شرطیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی لو اتخذ نا لك بساطًا حسنًا و فراشًا لينًا لكان احسن من اضطجاعك على هذا الحصير الخشن۔

مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ما نافیہ ہے ای ليس لی الفة و محبة لی مع الدنيا ولا للدنيا الفة و محبة معی حتى ارغب اليها و انبسط عليها واجمع ما فيها ولذتها۔

بعض نے کہا کہ اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ ما استفہامیہ ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی ای الفة و محبة لی مع الدنيا او ای شئ لی مع الميل الدنيا او ميلها الى فانی طالب الاخرة وهی ضرتها المضادة لها۔

وَلِلدُّنْيَا: لام زائدہ برائے تاکید ہے اس صورت میں واؤ بمعنی مع کے ہے اور اگر واؤ عاطفہ ہے تو تقدیری عبارت یہ ہوگی مالی مع الدنيا وما للدنيا معی۔

حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عسرت کے ساتھ گزری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی خاص بستر بھی نہیں تھا بلکہ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا بچھونا تھا یا صرف چٹائی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بدن پر چٹائی کے نشانات دیکھ کر نرم بستر کی گزارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے رغبتی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ دنیا تو انسان کے لئے قرارگاہ نہیں ہے بلکہ گزرگاہ کی طرح ہے۔۔۔۔گذرگاہ میں انسان جب تھوڑی دیر ٹھہرتا ہے تو اس کے لئے طویل انتظامات نہیں کئے جاتے بلکہ مختصر انتظامات کر کے آگے کی تیاری کرنی پڑتی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمد بن بشار، ابو عامر وابو داؤد، زہیر بن محمد، موسیٰ بن وردان، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے پس تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: دین خلیل سے مراد عادت، طریقہ، سیرت ہے۔اس حدیث میں جس دوستی کا ذکر کیا گیا اس سے مراد دلی اور سچی دوستی ہے نہ کہ ظاہر داری اور مطلب کی دوستی کیونکہ ضرورت کی بناء پر ہر ایک کے ساتھ تعلق استوار کرنے کی گنجائش ہے البتہ دلی اور سچی دوستی صرف انہی لوگوں کے ساتھ کرنی چاہیے جن کے عقائد ونظریات صالح ہوں۔امام غزالیؒ نے فرمایا کہ حریص کی ہم نشینی مخالطت حرص کا ذریعہ بنتی ہے اور زاہد کی ہم نشینی دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے کیونکہ صحبت کا بہت اثر ہوتا ہے۔امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کے آخر میں مؤلف مشکوٰۃ جو طویل عبارت لائے ہیں اس کا مقصد ان لوگوں کے خیال کی تردید کرنا ہے جو اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔(مرقاۃ ج۹ ص ۲۵۷)۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ابی بکر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں ان میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک وہیں رہ جاتی ہے اس کے پیچھے اس کا مال اولاد اور عمل جاتے ہیں اولاد اور مال واپس آجاتے ہیں اور عمل باقی رہتا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ: اس سے مراد اس کی اولاد، اقارب، دوست وغیرہ ہیں۔علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اتباع اہل سے مراد حقیقت ہے کہ وہ جنازے کے پیچھے جاتے ہیں اور دفن کے بعد لوٹ کر آجاتے ہیں باقی رہا اتباع مال اس سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد مال کا تعلق بطور تجہیز وتکفین وغیرہ میت سے رہتا ہے جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو اس کا تعلق بھی میت سے ختم ہو جاتا ہے تو یہ دونوں چیزیں گویا میت کو دفن کر کے واپس ہو جاتی ہیں۔

يَبْقَى عَمَلُهُ: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بقاءعمل سے مراد اس کے عمل کا قبر میں باقی رہنا ہے چنانچہ دوسری روایت براء بن عازب سے مروی ہے جس میں عمل صالح اچھی صورت میں اس کے پاس قبر میں آتا ہے اور میت کو بشارت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا اچھا عمل

تجھے مبارک ہو اس طرح کافر کے پاس برا عمل بری شکل میں آتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اہل مال سے زائد اپنی توجہ اعمال صالحہ کی طرف مبذول کرے کیونکہ عمل صالح باقی رہنے والا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الْأَكْلِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ الْحِمْصِيُّ وَحَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ نَحْوَهُ وَ قَالَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ بن مبارک، اسماعیل بن عیاش، ابوسلمۃ حمصی و حبیب بن صالح، یحیی بن جابر طائی، حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انسان نے پیٹ سے بدتر برتن نہیں بھرا چنانچہ ابن آدم کے لئے کمر سیدھی کرنے کے لئے چند لقمے کافی ہیں اگر اس سے زیادہ ہی کھانا ہو تو پیٹ کے تین حصے کر لے ایک کھانے کے لئے دوسرا پانی کے لئے اور تیسرا سانس لینے کے لئے حسن بن عرفہ بھی اسماعیل بن عیاش سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ مقدام بن معدیکرب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی لیکن اس میں (سَمِعْتُ النَّبِيَّ) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کے الفاظ نہیں ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث میں ہے کہ واجب تو یہ ہے کہ کھانے کے معاملے میں اس حد سے تجاوز نہ کیا جائے جو پیٹھ کو قائم رکھنے یعنی جسمانی توانائی کو برقرار رکھنے کیلئے کافی ہو اور یہ بھی اس لئے ہے تاکہ خدا کے احکام بجالانے کی طاقت وقدرت حاصل رہے ہاں اگر کوئی شخص اس حد کفایت پر قناعت نہ کر سکے اور وہ زیادہ مقدار میں کھانے کی خواہش کرے تو وہ بھی بس اس قدر کھائے کہ پیٹ کے تین حصوں میں سے ایک حصہ پانی کیلئے ایک حصہ سانس لینے کیلئے اور ایک حصہ کھانے کیلئے رکھے۔

امام غزالیؒ نے بھوک اور کم کھانے کے دس فوائد لکھے ہیں۔ ① دل صاف اور طبیعت بیدار ہوتی ہے ② دل نرم رہتا ہے ③ انسان میں عاجزی آتی ہے اور تکبر دور ہو جاتا ہے ④ خوف خدا اور عذاب الٰہی کا دھیان باقی رہتا ہے ⑤ تمام گناہوں کی خواہشات مر جاتی ہے ⑥ کثرت نیند سے چھٹکارا مل جاتا ہے اور راتوں کو جاگنا نصیب ہوتا ہے جو پیٹ بھر کر کھائے گا تو وہ خوب پانی پیئے گا اور جو پانی پیئے گا اسکو نیند آئے گی پھر اس کی تہجد چھوٹ جائے گی اور طبیعت بوجھل ہو جائے گی اور دل میں سختی آئے گی ⑦ عبادت میں مداومت حاصل ہوتی ہے کیونکہ بسا اوقات انسان کھانے پینے میں لگا رہتا ہے اور اس سے نماز رہ جاتی ہے، کھانے پینے میں زیادہ مشغول رہنے سے انسان غسل یا اور وضو کی طرف محتاج ہوتا ہے لہٰذا یہ سارے اوقات اگر ذکر و مناجات میں لگ جاتے تو کیا

خوب ہوتا ⑧ امراض سے نجات اور جسمانی صحت حاصل ہو جاتی ہے ⑨ مال زیادہ جمع کرنے کی مشقتوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے ⑩ مخلوق خدا کے لئے ایثار اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

الرياء: بمعنی دکھانا اصطلاح شریعت میں "ریاء" کی حقیقت یہ ہے کہ انسان لوگوں کو دکھانے کے لئے عبادت کرے اور یہ دکھانا اپنی بڑائی اور شیخی کے لئے ہو۔ بعض نے آسان الفاظ میں یوں فرمایا ہے "اظهار العبودية للناس ليحمدوه" یعنی اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے اچھا پیش کرنا تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں اس کو دکھاوا کہا جاتا ہے یا لوگوں کے سامنے اپنی عبادت اور بندگی کا اظہار کرنا تاکہ لوگ واہ واہ کریں۔

والسمعة ... شهرة تسميعا: لوگوں کو سنانے اور بتانے کیلئے کوئی کام کرنا مثلاً کسی نے تہجد کی نماز پڑھی تو وہ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے تو وہ شخص اس طرح مثال دیتا ہے کہ میں صبح فجر سے پہلے وضو کر کے تہجد پڑھنے جارہا تھا کہ گرا لیکن چوٹ سے بچ گیا۔ بہر حال ریاء کا تعلق بصر کے ساتھ ہے اور سمعہ کا تعلق سمع سے ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاء کاری کا تعلق عبادات اور نیکیوں کے ساتھ ہے یعنی اچھے اعمال میں ریاکاری ہوتی ہے جو اعمال ظاہری طور پر عبادات کی قبیل سے نہیں ہیں مثلاً تیر اندازی مسابقت، ذہانت، کثرت اموال، کثرت جمال یہ چیزیں ریا میں نہیں آتیں۔ اسی طرح لوگوں کو نیکی کی ترغیب دلانے کیلئے ان کے سامنے نیکی کرنا، دکھلاوا مقصود نہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ بعض مشائخ اپنے مریدوں کو اعمال کی ترغیب دلانے کیلئے ان کے سامنے معمولات کرتے ہیں تاکہ مریدین بھی اس طرح عمل کر سکیں اس لئے کہا گیا ہے "رياء الصديقين خير من اخلاص المريدين"۔

ریاکاری کی اقسام: اس کی چار اقسام ہیں۔ پہلی قسم: کوئی شخص عبادت و ریاضت اللہ کی رضا اور ثواب کے بجائے محض لوگوں کے دکھاوے اور اپنے آپ کو بڑا کر نیکی غرض سے لمبی لمبی نمازیں پڑھے یہ ریاکاری کی بڑی اور بری سنگین قسم ہے۔ دوسری قسم: کوئی عبادت بھی کرے دکھاوے کے طور پر اور اس کو ثواب کی امید بھی ہو لیکن دکھاوے کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اور نیکی کا غلبہ کم ہوتا ہے اس کا حکم پہلی قسم کی طرح ہے۔ تیسری قسم: دکھاوے اور ثواب دونوں کی نیت برابر سرابر ہو۔ اس قسم سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ہوں گے یہ صورت بھی نہایت مذموم اور قبیح ہے اور یہ عمل بھی ناقابل قبول ہے۔ چوتھی قسم: حصول ثواب اور رضاء الٰہی کا جذبہ غالب ہے لیکن معمولی ریاکاری بھی شامل ہے اس صورت میں عمل تو باطل نہیں ہوگا البتہ اگر یہ ریاکاری عمل کے شروع میں آجائے تو بہت بری بات ہے اور اگر درمیان میں آجائے تو اس سے کم برا ہے۔ اسی طرح اگر ریاکاری کا جذبہ اگر پختہ قصد و عزم کی صورت میں ہے تو اس میں زیادہ برائی ہوگی اور اگر محض ایک خیال کی صورت میں ہو اور وہ اس خیال تک ہی محدود رہا آگے کچھ نہیں کیا تو وہ نقصان دہ نہیں ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ریا کی پانچ قسمیں مزید ذکر کی ہیں۔

اول: بدن میں ریاکاری کرنا۔ یعنی بدن کو دبلا پتلا لاغر رکھنا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ دین میں بہت مجاہدے کرتا ہے مثلاً وہ اس

مقصد کے لئے روزے رکھنا، راتوں کو جاگنا۔ ثانی: لباس میں ریا کاری کرنا۔ اپنے لباس کو موٹا رکھنا، بالوں کو پراگندہ رکھنا راستے میں گردن نیچے کر کے چلنا کپڑوں کا پھٹا ہوا رکھنا وغیرہ یہ ساری باتیں ریا کاری میں شامل ہیں تا کہ لوگ کہیں کہ دیکھو اتنا عبادت گزار ہے کہ اس کو اپنی دیکھ بھال کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ثالث: اقوال میں ریا کاری۔ یعنی وعظ نصیحت وحکمت ودانائی اخبار و آثار کا اس لئے یاد کرنا تا کہ روزمرہ محاوروں میں استعمال کرے تا کہ لوگ واہ واہ کریں کہ دیکھو اس کو عربی جملوں پر بہت عبور حاصل ہے۔ رابع: عمل میں دکھاوا۔ لوگوں کے سامنے نماز کے ارکان لمبے لمبے ادا کرنا اور نماز کے بعد گردن جھکائے رکھنا لیکن خلوت میں مختصر اور جلدی جلدی نماز پڑھنا۔ خامس: ملنے والوں کے ذریعے دکھاوا۔ کوئی شخص اس بات کا بتکلف خواہاں ہو کہ فلاں عالم یا عابد میری ملاقات کیلئے آئے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ فلاں شخص بڑا دیندار ہے کہ اس کے پاس بڑے بڑے علماء آتے ہیں بہر حال ریا کی اقسام میں سے جو بھی ہوں ان سے حتی الامکان اپنے آپ کو بچانا چاہیے کیونکہ اس سے نیکیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللهُ بِهِ وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ بِهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللهُ وَفِي الْبَاب عَنْ جُنْدُبٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوکریب، معاویہ بن ہشام، شیبان، فراس، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عبادت لوگوں کو دکھا دیتے ہیں اور جو شخص لوگوں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عبادت لوگوں کو سنا دیتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا اس باب میں حضرت جندب اور عبداللہ بن عمرو سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ: حدیث کی تشریح میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ اول: کوئی شخص نیک کام محض شہرت ونا موری اور حصول عزت وجاہ کیلئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کے یہ عیوب اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر کر دے گا جن کو وہ چھپاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں اس کو ذلیل ورسوا کر دیگا۔ ثانی: جو شخص اپنا کوئی نیک عمل لوگوں کو سنانے اور دکھانے کیلئے کرے گا اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس نیک عمل کا ثواب اسے سنائے اور دکھائے گا عطا نہیں کرے گا۔ ثالث: بعض حضرات نے کہا کہ جو شخص نیک عمل لوگوں میں مشہوری اور دکھاوے کیلئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقصد کے مطابق اس کا بدلہ اسے دیدے گا اور لوگوں میں اس کو شہرت حاصل ہو جائے گی اور آخرت میں نیک اعمال کی جزا سے محروم رہے گا۔ رابع: بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کے دکھاوے کیلئے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت کے دن اس کی بری نیت لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیں گے جس سے وہ ذلیل ورسوا ہوگا۔ خامس: جو شخص اپنے اعمال لوگوں کو سنائے گا یا دکھائے گا تا کہ لوگ اس کے معتقد ہو جائیں تو اللہ اس کے اعمال کا ثواب آخرت میں لوگوں کو سنائے گا اور دکھائے گا تا کہ لوگوں کو حسرت وافسوس نہ ہو۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ أَبُو عُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ شُفَيًّا الْأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا أَبُو هُرَيْرَةَ فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلَا قُلْتُ لَهُ أَسْأَلُكَ بِحَقٍّ وَبِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَفْعَلُ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُهُ وَعَلِمْتُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً فَمَكَثَ قَلِيلًا ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً ثُمَّ أَفَاقَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ أَفْعَلُ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَهُوَ فِي هٰذَا الْبَيْتِ مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرُهُ ثُمَّ نَشَغَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلَى وَجْهِهِ فَأَسْنَدْتُهُ طَوِيلًا ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ حَدَّثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَرَجُلٌ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَرَجُلٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، حیوۃ بن شریح، ولید بن ابوالولید ابوعثمان مدائنی، عقبہ بن مسلم، حضرت شفیا اصبحی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ ایک آدمی کے گرد جمع ہوئے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا گیا ابوہریرہ میں بھی ان کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ ان کے بالکل سامنے بیٹھ گیا وہ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے اللہ کے واسطے ایک سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اچھی طرح سمجھا ہو فرمایا ضرور بیان کروں گا پھر چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اسی گھر میں بیان کی تھی اس وقت میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں تھا اس کے بعد ابوہریرہ نے بہت زور سے چیخ ماری اور دوبارہ بے ہوش ہو گئے تیسری مرتبہ بھی اسی طرح ہوا اور منہ کے بل نیچے گرنے لگے تو میں نے انہیں سہارا دیا اور کافی دیر تک سہارا دیئے کھڑا رہا پھر انہیں ہوش آیا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے نزول فرمائیں گے اس وقت ہر امت گھٹنوں کے بل گری پڑی ہو گی پس جنہیں سب سے پہلے بلایا جائے گا وہ تین شخص ہوں گے ایک حافظ قرآن دوسرا شہید اور تیسرا دولتمند شخص اللہ تعالیٰ قاری سے پوچھیں گے کیا میں نے تمہیں وہ کتاب نہیں سکھائی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی عرض کرے گا کیوں نہیں یا اللہ، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو نے اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق

كَثِيرُ الْمَالِ فَيَقُولُ اللهُ لِلْقَارِءِ أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عُلِّمْتَ قَالَ كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ إِنَّ فُلَانًا قَارِءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ قَالَ كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ وَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ فِي مَاذَا قُتِلْتَ فَيَقُولُ أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ الْوَلِيدُ أَبُو عُثْمَانَ فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُ أَنَّ شُفَيًّا هُوَ الَّذِي دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا قَالَ أَبُو عُثْمَانَ وَحَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ قَالَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ

عمل کیا وہ عرض کرے گا میں اسے دن اور رات پڑھا کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جھوٹ بولتے ہو اسی طرح فرشتے بھی اسے جھوٹا کہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اس لئے ایسا کرتے تھے کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص قاری ہے چنانچہ وہ تو کہہ دیا گیا پھر مالدار آدمی کو پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کیا میں نے تمہیں مال میں اتنی وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا وہ عرض کرے گا ہاں یا اللہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا اور خیرات کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے سو ایسا کہا جا چکا پھر شہید کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لئے قتل ہوا وہ کہے گا تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ میں شہید ہوا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں فلاں بڑا بہادر ہے سو ایسا کہا جا چکا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے زانو پر مارتے ہوئے فرمایا اے ابوہریرہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے انہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا ولید ابوعثمان مدائنی کہتے ہیں مجھے عقبہ نے بتایا کہ یہی شخص حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جلاد تھے کہتے ہیں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور انہیں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بتائی تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا تینوں کا یہ حشر ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا پھر حضرت امیر معاویہؓ اتنا روئے یہاں تک کہ ہم سوچنے لگے

مُعَاوِيَةُ قَدْ فُعِلَ بِهَؤُلَاءِ هَذَا فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِيَ مِنَ النَّاسِ ثُمَّ بَكَى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ وَقُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هَذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

کہ وہ اب فوت ہو جائیں گے اور ہم نے کہا یہ آدمی ہمارے پاس شر لے کر آیا ہے پھر جب حضرت امیر معاویہؓ کو ہوش آیا تو آپ نے چہرہ پونچھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا پھر یہ آیت پڑھی (مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا الاية) جو شخص دنیاوی زندگی اور اس کی رونق چاہتا ہے ہم ایسے لوگوں کے اعمال کا بدلہ دنیا میں دیدیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں رکھتے یہ ایسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں پس جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا وہ ضائع ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہو گئے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: آیت تفسیر: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف قول ہیں۔

اول: حضرت قتادہؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ **ثانی:** ضحاکؒ کے نزدیک اس سے مراد اہل شرک ہیں مطلب یہ ہے کہ کفار و مشرکین جو نیک اعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی جزا دنیا میں ہی دے دیتے ہیں کہ ان کو دنیا میں فراوانی دے دیتے ہیں۔ **ثالث:** یہ آیت ان منافقین کے بارے میں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے کہ ان کی نیت مال غنیمت کے حصول کی ہوتی ہے آخرت میں ثواب کی نیت نہیں ہوتی تھی۔ **رابع:** یا آیت شریف میں عام افراد مراد ہیں خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر، یہود ہوں یا نصاریٰ، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ طاعات وعبادات میں ریا و سمعہ کی نیت کرتے ہیں یعنی وہ ریاکار ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نیت کے مطابق دنیا میں نتائج مرتب فرما دیتے ہیں۔

سوال: اگر اس آیت میں ریاکار مؤمنوں کو شامل کریں تو پھر اولئك الذين ليس لهم فی الاخرة الا النار کا ترتب ان کے حق میں کیسے ہوگا وہ تو اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔

جواب: آیت شریفہ میں اعمال باطلہ جو غیر اللہ کیلئے کیے ہوں گے اُس پر جزائے شدید کو مرتب فرمایا ہے یعنی ان اعمال کی جزا تو جہنم ہی ہے ہمیشہ کیلئے ہاں البتہ مؤمن کے پاس چونکہ ایمان ہے جسکی وجہ سے بالاخر وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

باب (بلا ترجمہ)

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَيْفٍ الضَّبِّيِّ عَنْ أَبِي مُعَانٍ الْبَصْرِيِّ عَنِ

ابو کریب، محاربی، عمار بن سیف ضبی، ابو معان بصری، ابن سیرین، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَدْخُلُهُ قَالَ الْقُرَّاءُ الْمُرَاؤُونَ بِأَعْمَالِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا غم کے کنویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ غم کا کنواں کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں کون داخل ہوگا آپ نے فرمایا ریا کاری سے قرآن پڑھنے والے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: **وَادٍ فِي جَهَنَّمَ:** جیسے دنیا میں آگ کی مختلف تاثیر ہیں کسی کی زیادہ کسی کی کم، اسی طرح جہنم میں بھی ہے۔

يَتَعَوَّذُ مِنْهُ: جہنم کا تعوذ یا تو حقیقت پر محمول ہے یا فرشتوں کا زبانی تعوذ مراد ہے جو جہنم میں مقرر ہیں۔

كل يوم اربع مأة: اس سے مراد تکثیر ہے تحدید نہیں یوم سے مراد دن بھی ہوسکتا ہے اور وقت بھی۔

قَالَ الْقُرَّاءُ: اس سے علماء سوء مراد ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُسِرُّهُ فَإِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ أَعْجَبَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ السِّرِّ وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَى الْأَعْمَشُ وَغَيْرُهُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ إِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ فَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنْ يُعْجِبَهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ بِالْخَيْرِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ فَيُعْجِبُهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ لِهٰذَا فَأَمَّا إِذَا أَعْجَبَهُ لِيَعْلَمَ النَّاسُ مِنْهُ الْخَيْرَ وَيُكَرَّمَ وَيُعَظَّمَ عَلَى ذٰلِكَ فَهٰذَا رِيَاءٌ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ

محمد بن مثنی، ابوداؤد، ابوسنان شیبانی، حبیب بن ابی ثابت، ابوصالح، حضرت ابوہریرہؓ سے روایات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو اپنے کسی نیک عمل کو چھپاتا ہے لیکن جب وہ ظاہر ہوجاتا ہے تو بھی وہ اس کے ظاہر ہوجانے کو پسند کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کیلئے دو اجر ہیں ایک اجر چھپانے کا اور دوسرا اجر ظاہر ہوجانے کا یہ حدیث غریب ہے اعمش نے حبیب بن ابی ثابت سے اور وہ ابوصالح سے یہ حدیث مرسلاً نقل کرتے ہیں بعض اہل علم اس حدیث کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ جب اس کی نیکی لوگوں پر ظاہر ہوجاتی ہے اور وہ اس کی تعریف کرتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور اسے آخرت میں بہتر معاملے کی امید ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اللہ کی زمین پر گواہ ہو لیکن اگر کوئی شخص لوگوں کے اس سے مطلع ہونے کو اس لئے پسند کرے کہ وہ اس کی تعظیم کریں گے تو یہ ریا کاری ہے جبکہ بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کے اس کے بھلائی سے مطلع ہونے پر خوشی کا

فَأَعْجَبَهُ رَجَاءَ أَنْ يَعْمَلَ بِعَمَلِهِ فَيَكُونَ لَهُ مِثْلُ أُجُورِهِمْ فَهٰذَا لَهُ مَذْهَبٌ أَيْضًا

مطلب یہ ہے کہ لوگ بھی اس نیک کام میں اس کی اتباع کریں گے اور اسے بھی اجر ملے گا تو یہ ایک مناسب بات ہے۔

تشریح: فاعجبنی الحال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گھر کے اندر پوشیدہ طور پر نماز پڑھتا ہوں لیکن اس نیکی کی حالت میں جب مجھے کوئی دیکھتا ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں تو کیا یہ ریا کاری میں شامل تو نہیں ہوتی۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ریا کاری نہیں بلکہ اس پر دو اجر ملیں گے ایک اجر تو پوشیدہ طور پر نماز پڑھنے کا اور دوسرا اجر اس پر ملے گا کہ تم اپنی عبادت کی حالت پر خوش ہوئے عبادت پر خوش ہو جانا بھی عبادت ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''من سرته حسنته وساء ته سيئة فهو مومن'' نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون'' (یونس:۵۸) لہٰذا مومن کی شان یہی ہے کہ وہ نیکی پر خوش ہو اور برائی پر غمگین ہو غافل انسان مال کی زیادتی سے خوش ہوتا ہے جبکہ مومن عاقل انسان توفیق اعمال سے خوش ہوتا ہے۔

وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: امام ترمذیؒ اس حدیث کی دو توجیہات کر رہے ہیں۔

ایک توجیہ یہ ہے جس کو شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی تفسیر کی ہے کہ جب اس کا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہوا اور وہ مقبولیت زمین میں اتری تو لوگوں نے اس نیک بندے کی تعریف شروع کی تو یہ ریا نہیں ہے کیونکہ نیک بندے زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

دوسری توجیہ وہ ہے جو حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی کی ہے اس کا یہ عمل دوسروں کے لئے ترغیب کا باعث بنا اس لئے عمل کے آشکار ہونے کا بھی ثواب ملے گا نیز امام ترمذیؒ نے تفسیر یہ بیان کیا ہے کہ ریا و سمعہ اس صورت میں ہے جب آدمی چاہے کہ اس کے نیک عمل کا لوگوں کو پتہ چلے اور لوگ اس کے نیک عمل کی وجہ سے اس کا اکرام اور تعظیم کریں۔

بَابُ مَا جَاءَ الْمَرْءِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَلَهُ مَا اكْتَسَبَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَصَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ

ابو ہشام رفاعی، حفص بن غیاث، اشعث، حسن، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے وہ پسند کرے گا اور اسے اپنے کئے ہوئے عمل کا ہی اجر ملے گا اس باب میں حضرت علی عبداللہ بن مسعود صفوان بن عسال اور ابو موسیٰ سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن بصری بواسطہ انس کی روایت سے حسن غریب ہے۔

تشریح: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ: یعنی جو شخص علماء و صلحاء کے ساتھ محبت و عقیدت رکھتا ہو تو قیامت کے دن وہ شخص ان

حضرات کے ساتھ ہوگا اور ان کے ساتھ ہونے کے دو مطلب ہیں ① کہ جنت میں ان سے ملاقات ہوگی اکٹھے ہوں گے اور بڑے بڑے درجات والے اپنی جگہوں سے نکل کر ان کے پاس آئیں گے ② ایک ساتھ ہوں گے مگر اس معیت کے باوجود اپنے اپنے درجات کے موافق جنت کی نعمتوں کی لذت محسوس کریں گے لہٰذا جو شخص دینداروں کو پسند کرے گا وہ قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوگا اور جو بدکاروں کو پسند کرے گا قیامت کے دن وہ ان کے ساتھ اٹھے گا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ فَمَا رَأَيْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور جب فارغ ہوئے تو پوچھا سوال کرنے والا کہاں ہے ایک شخص نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے اس نے عرض کیا میں نے اس کی تیاری میں لمبی نمازیں اور بہت زیادہ روزے تو نہیں رکھے ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور تم بھی اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو راوی کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی چیز سے خوش ہوتے نہیں دیکھا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے صرف اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کو ذکر کیا لیکن اس نے بدنی قلبی اور مالی عبادتوں کا کوئی ذکر نہیں کیا اس کی تین وجوہ ہیں۔ **اول:** ایک تو اظہار عجز وانکساری اور اپنے مرتبہ عبودیت کا اخفاء تھا جو ایک مخلص مؤمن کی شان ہے۔ **ثانی:** خدا اور خدا کے رسول کے ساتھ محبت ہی اصل چیز ہے اور تمام عبادتیں اسی محبت کی شاخیں اور اس کا لازمی اثر ہوتی ہیں کیونکہ محبت ہی اطاعت پر لاتی ہے لہٰذا جس شخص کا قلب اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار ہو جاتا ہے تو طاعت وعبادت اس کیلئے عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ **ثالث:** محبت بذات خود سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے "**یحبھم و یحبونہ۔ الآیۃ**" بہر حال معیت رکھنے کیلئے شرط اول یہ ہے کہ اس کی اطاعت ہو مخالفت نہ ہو۔

تعصی الالہ وانت تظہر حبہ ۔ ۔ ۔ ہذا العمری فی القیاس بدیع

لو کان حبک صادقاً لاطعتہ ۔ ۔ ۔ ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ: تم خدا کی نافرمانی اختیار کئے ہوئے در آنحالیکہ تم اس کی محبت کا دم بھرتے ہو اپنی جان کی قسم یہ چیز قیاس میں بھی انوکھی ہے

اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو یقیناً تم اس کی اطاعت کرتے (کیونکہ) محبت کرنے والا درحقیقت اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔
باقی اس کی تائید میں ملا علی قاریؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ حقیقت یہ ہے کہ آپ مجھ کو اپنی جان اپنے اہل خانہ اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ عزیز و محبوب ہیں میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں محو رہتا ہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بہت ستاتی ہے اور چہرہ انور کی زیارت کے بغیر چین نہیں آتا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں اور دل کی تسکین حاصل ہوتی ہے جب مجھے آپ کی اور اپنی موت کا خیال آ جاتا ہے اور اس دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت ہو جانے کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جائیں گے تو جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ میں انبیاء کے ساتھ ہوں گے اور اگر خدا نے مجھے بھی جنت میں داخل کیا تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں آپ کی زیارت سے محروم رہوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کی بات سنی لیکن کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ''ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین'' (النساء:٦٩) باقی رہی یہاں معیت سے کیا مراد ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ والے ان لوگوں کے پاس آئیں گے جو نیچے کے درجات میں ہونگے اور پھر سب جنت کے باغات میں یکجا ہو جائیں گے۔ وہاں ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات کریں گے اور درجہ عالیہ والے اپنے انعامات کا ذکر کریں گے جو ان کو اللہ کی طرف سے بطور انعام حاصل ہوئی ہوگی پھر حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں گے پھر نچلے درجات والے ان کی خاطر تواضع کریں گے اور دوڑ دوڑ کر ہر وہ چیز لائیں گے اور ان کو دیں گے جن کی وہ خواہش و طلب کریں گے۔ الحاصل جس درجہ کی معیت اور جس درجہ کا حسن معاملہ ہوگا اس درجہ کی یہ معیت و ملاقات بھی نصیب ہوگی۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۲۵۱)

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ جَهْوَرِيُّ الصَّوْتِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، یحیی بن آدم، سفیان، عاصم، زر بن حبیش، حضرت صفوان بن عسال سے روایت ہے کہ ایک بلند آواز والا دیہاتی آیا اور عرض کیا اے محمد اگر کوئی آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہو لیکن وہ ان سے مل نہیں سکا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اس آدمی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَحْمُودٍ

احمد بن عبدہ ضبی، حماد بن زید، عاصم زر، صفوان بن عسال انہوں نے حماد بن زید سے انہوں نے عاصم سے انہوں نے زر سے انہوں نے صفوان سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محمود کی حدیث کی مانند روایت نقل کی ہے۔

تشریح: وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ: یعنی ابھی تک اس قوم سے جس سے محبت کرتا ہے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی ہے۔ جس

درجہ میں قوم پہنچی ہوئی ہے مگر اس قوم سے محبت کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخلاص کی بنا پر اس کا حشر محبوبین کے ساتھ ہوگا کیونکہ ان کے قلوب کے درمیان تقارب پایا گیا امید ہے کہ ان سے یہ محبت معیت تک پہنچا دے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحا و اخیار سے محبت کرنی چاہیے امید ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہو کر جہنم سے نجات ہو جائے گی۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تَعَالَىٰ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں جو اس نے میرے بارے میں قائم کیا ہوتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي: اس کے مختلف معانی و مفہوم کئے جاتے ہیں۔

شرح (۱): علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مجھ سے دعا کرتے وقت جیسا قبولیت دعا کا یقین ہوگا تو میں اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کروں گا اگر جزم و یقین کے ساتھ دعا مانگے تو اس کی دعا ضرور قبول کروں گا لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ دعا مانگتے وقت کامل یقین رکھنا چاہیے۔ شرح (۲): بندہ میرے بارے میں جو کام کرتا ہے خواہ وہ کام خیر کا ہو یا شر کا ہو میں اس کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو چاہیے کہ وہ مجھ سے امید غالب رکھے بہ نسبت خوف کے نیز اللہ سے حسن ظن رکھے۔ شرح (۳): ممکن ہے ظن سے مراد یہاں یقین ہو اور مطلب یہ ہے کہ بندے کو جو یقین میرے بارے میں ہوتا ہے میں اس کے یقین کے مطابق رہتا ہوں مثلاً اس کا گمان ہے کہ مرنے کے بعد وہ میرے پاس حاضر ہوگا اور جو کچھ میں نے اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا اس کو ٹالنے والا کوئی نہیں اس کو جو میں دینے والا ہوں کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے میں روکنے والا ہوں اس کو دینے والا کوئی نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِرِّ وَالْإِثْمِ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موسیٰ بن عبدالرحمن کندی کوفی، زید بن حباب، معاویہ بن صالح، عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر حضرمی، ان کے والد، حضرت نواس بن سمعان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نیکی

عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ عَلَيْهِ

عمدہ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم لوگوں کا اس سے مطلع ہونا پسند نہ کرو۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہم سے روایت کی بندار نے انہوں نے عبدالرحمن بن مہدی سے وہ معاویہ بن صالح سے اور وہ عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں البتہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات پوچھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: البر کی شرح شروع ابواب البر والصلۃ کے عنوان میں گزر چکی ہے۔

وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ: گناہ وہ ہے جس کے کرنے سے انسان کے دل میں کھٹکا محسوس ہو اور اس کا خیال یہ ہو کہ لوگ اس پر مطلع نہ ہوں یا گناہ وہ چیز ہے کہ جس کے بارے میں شک ہو اور گناہ ہونے کا اندیشہ ہو یا گناہ وہ ہے جس کی قباحت دل میں آئے اور اس کے برا ہونے کی وجہ سے ظاہر کرنا بھی برا معلوم ہو۔ اس کی وضاحت ما قبل ابواب میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحُبِّ فِي اللهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ ثُوَبٍ

احمد بن منیع، کثیر بن ہشام، جعفر بن برقان، حبیب بن ابی مرزوق، عطاء بن ابی رباح، ابو مسلم خولانی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری عظمت و جلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہدا بھی رشک کریں گے اس باب میں حضرت ابوذر ابن مسعود عبادہ بن صامت ابو مالک اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور ابو مسلم خولانی کا نام عبداللہ بن ثوب ہے۔

تشریح: "يَغْبِطُهُمْ" غبطہ رشک کو کہتے ہیں۔

سوال: اس حدیث کے تحت ایک سوال ہوتا ہے کہ قیامت کے روز بھی انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ سب سے افضل ہوگا اور پھر اس کے بعد شہداء کا درجہ بھی اونچا ہوگا۔ ان کے درجات جب اتنے بلند ہیں تو انبیاء و شہدا کا ان دونوں آدمیوں پر رشک کرنا سمجھ میں نہیں

آ تا۔ دوسرا یہ کہ اس سے اس شخص کا انبیاء اور شہداء پر افضل ہونے کا وہم پیدا ہو سکتا ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

جوابات: ① رشک سے مراد ان کے اجر و انعام پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا ہے رشک کا حقیقی مفہوم نہیں ہے ② یہ کلام بالفرض والتقدیر کی قبیل سے ہے یعنی فرض کر لو اگر انبیاء اور شہداء کسی پر غبطہ کرتے تو ان دو آدمیوں کے درجہ پر کرتے ③ کسی مفضول کے پاس کوئی عمدہ چیز ہو اور فاضل اس کی تمنا کرے تو اس سے مفضول کا درجہ فاضل سے نہیں بڑھتا اور بسا اوقات مفضول کی چیز فاضل کو عمدہ لگتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ چیز میرے پاس ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ فَاجْتَمَعَا عَلَى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِثْلَ هٰذَا وَشَكَّ فِيهِ وَقَالَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَوَاهُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيهِ فَقَالَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

انصاری، معن، مالک، حبیب بن عبد الرحمن، حفص بن عاصم حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا انصاف کرنے والا حکمران وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے نشو نما پائی ہو وہ شخص جو مسجد سے نکلتا ہے تو واپس مسجد جانے تک اس کا دل اسی میں لگا رہتا ہے ایسے دو شخص جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں وہ شخص جسے حسین و جمیل اور حسب و نسب والی عورت زنا کے لئے بلائے اور وہ یہ کہہ کر انکار کر دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ایسا شخص اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور مالک بن انس سے بھی کئی سندوں سے اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں شک ہے کہ ابو ہریرہ راوی ہیں یا ابو سعید پھر عبید اللہ بن عمر بھی اسے خبیب بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ حفص بن عاصم سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

سوار بن عبد اللہ، محمد بن مثنیٰ، ہم سے روایت کی یحییٰ بن سعید نے انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے انہوں نے خبیب بن عبد الرحمنؒ

بْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ بِمَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسَاجِدِ وَقَالَ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ

انہوں نے حفص بن عاصم سے انہوں نے ابوہریرہؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالک بن انس کی حدیث کے ہم معنی روایت کی لیکن اس میں تیسرا شخص وہ ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے اور ذات وحسب کی جگہ ذات ومنصب وجمال کے الفاظ ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ: اس سے مراد اللہ کا اعزاز واکرام ہے اور اس کی حفاظت کے تحت ہونا ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد اللہ کا عرش ہے۔ اللہ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا۔

بعض نے کہا کہ اس سے مراد ظل طوبیٰ اور بعض نے ظل الجنۃ فرمایا ہے۔ مگر یہ مرجوح ہے ظاہر یہ ہے کہ ظل سے عرش مراد ہے۔ امام عادل سے مراد بادشاہ ہے اور اس کے ساتھ ہر وہ حاکم لاحق ہے جو امور مسلمین کا ذمہ دار ہو اور عدل کرتا ہو۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کی تخریج امام مسلم نے عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل کی ہے۔

وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسْجِدِ: تعلیق قلب فی المسجد سے مراد دیر تک مسجد میں بیٹھا رہنا ہے کہ اس کا دل مسجد کے باہر لگتا ہی نہیں بس ایک نماز کے بعد دوسری نماز کیلئے مسجد میں ہی انتظار کر رہا ہوتا ہے۔

تعلیق بالمسجد سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ وہ شخص مسجد سے نماز کے بعد نکل گیا مگر اس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے کہ کب اذان ہو اور میں مسجد میں جاؤں اور دیر تک عبادت کرتا رہوں۔

یا تعلیق علاقہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی شدت محبت کے ہیں یعنی مسجد سے محبت کرتا ہو اور اس کو آباد رکھتا ہو یہ ایسے شخص کے کامل مؤمن ہونے کی علامت ہے۔ کما فی القرآن الکریم انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ و الیوم الاخر۔ ایسے شخص کو بھی اللہ تعالیٰ خصوصی اعزاز بخشیں گے۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ: ایسے دو شخص بھی قیامت کے دن سایہ میں ہوں گے جو باہم حقیقۃً ایک دوسرے سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہوں جب اکٹھے ہوں تب بھی محبت ہو اور جب ایک دوسرے سے الگ ہوں تب بھی باہم محبت ہو گویا غیوبت اور حضوریت میں بھی سلسلہ محبت کو باقی رکھتے ہوں کسی غرض دنیاوی کی بنا پر ان کا یہ سلسلہ ختم نہ ہو۔ تفرقا سے مراد موت ہے کہ حیات میں ان کی محبت کو اس قدر دوام ہو کہ آخری وقت تک ان کی باہمی محبت باقی رہے۔

وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ: ایسا شخص بھی انعام کا مستحق ہے جس کو اچھے خاندان والی، حسن و جمال والی عورت زنا کی دعوت دے اور وہ زبان سے کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر ہے یا دل میں اللہ کا خوف کر کے اس گناہ سے رک جائے گویا وہ خود بھی گناہ سے بچ گیا اور اس عورت کو بھی بچا لیا۔

ظاہر ہے کہ یہ عمل وہ شخص کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہو کہ اسکے دل میں اللہ کا خوف جاگزیں ہوگا۔

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ: صدقہ سے مراد عام ہے خواہ مفروضہ ہو یا نافلہ ہو مگر دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صدقہ نافلہ ہے

کیونکہ صدقہ مفروضہ میں اظہار اولیٰ ہے۔ حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ: اس سے مقصود مبالغۃ فی الاخفا ہے یا مراد اس سے دائیں بائیں جانب کے افراد ہیں ان کے پاس رہنے والوں کو صدقہ کرنا معلوم نہ ہو سکے۔

وَهٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَالِكٍ: روایت مذکورہ کو امام مالکؒ نے متعدد طرق سے نقل کیا ہے مگر حدیث کے راوی صحابی کے بارے میں شک کے ساتھ ذکر کیا ہے عن ابی ہریرۃ او ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اور ایک روایت میں او کی جگہ واو کا ذکر کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِعْلَامِ الْحُبِّ

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ إِيَّاهُ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ حَدِيثُ الْمِقْدَامِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

بندار، یحیی بن سعید قطان، ثور بن یزید، حبیب بن عبید، حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی کسی بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ اسے بتادے اس باب میں ابوذر اور انس سے بھی احادیث منقول ہیں حضرت مقدام کی حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ: اس محبت سے مراد دینی محبت ہے کہ تم کو اپنی یہ محبت اپنے دینی بھائی کو بتادینی چاہیے یہ حکم مندوب اور موکد ہے جب اپنے مسلمان بھائی کو اپنی دینی محبت کی خبر دے گا تو اس مسلمان کا قلب بھی اس کی طرف مائل ہو جائے گا پھر وہ بھی اس سے محبت کرنے لگے گا اور یہ باہم محبت فی اللہ اور محبت للہ ہو گی جس کی فضیلت ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ الْقَصِيرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَامَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا نَعْرِفُ لِيَزِيدَ بْنِ نُعَامَةَ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا الْحَدِيثِ وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ

ہناد وقتیبہ، حاتم اسماعیل، عمران بن مسلم قصیری، سعید بن سلیمان، حضرت یزید بن نعامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی سے بھائی چارگی قائم کرلے تو اس سے اس کا نام اس کے والد کا نام اور اس کے خاندان کا نام پوچھے کیونکہ یہ بات محبت کو زیادہ قائم کرتی ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں یزید بن نعامہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع ہمیں معلوم نہیں حضرت ابن عمر سے بھی اس حدیث کی مثل مرفوع روایت منقول ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔

تشریح: إِذَا آخَى الرَّجُلُ: ''من المؤاخاة أي اذا اتخذ أخا في الله'' یعنی وہ اللہ کی رضا کیلئے بھائی چارہ بناتا ہے۔
وَمِمَّنْ هُوَ: ''من أي قبيلة وقوم هو'' یعنی وہ کس قبیلہ سے ہے یا کس قوم سے ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمِدْحَةِ وَالْمَدَّاحِينَ

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى أَمِيرٍ مِنَ الْأُمَرَاءِ فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ التُّرَابَ وَقَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْثُوَ فِي وُجُوهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَدِيثُ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ أَصَحُّ وَأَبُو مَعْمَرٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَخْبَرَةَ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ هُوَ الْمِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ وَيُكْنَى أَبَا مَعْبَدٍ وَإِنَّمَا نُسِبَ إِلَى الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ لِأَنَّهُ كَانَ قَدْ تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيرٌ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، حبیب بن ابی ثابت، مجاہد، ابومعمر سے روایت ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور امراء میں سے ایک امیر کی تعریف کرنے لگا مقداد بن اسود نے اس کے منہ میں مٹی ڈالنا شروع کر دی اور فرمانے لگے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے زائدہ بھی یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے وہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں مجاہد کی ابومعمر سے روایت اصح ہے ابومعمر کا نام عبداللہ بن سخبرہ ہے اور مقداد بن اسود سے مقداد بن عمر کندی مراد ہیں ان کی کنیت ابومعبد ہے یہ اسود بن عبدیغوث کی طرف منسوب ہیں کیونکہ انہوں نے بچپن میں انہیں متبنی بنایا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سَالِمٍ الْخَيَّاطِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَحْثُوَ فِي أَفْوَاهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

محمد بن عثمان کوفی، عبیداللہ بن موسیٰ سالم خیاط، حسن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالیں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے غریب ہے۔

تشریح: حثو تراب سے کیا مراد ہے: یا تو حقیقت پر محمول ہے کہ مٹی ان کے منہ میں ڈال دی جائے۔ یا اس سے مراد عطائے قلیل ہے کہ کچھ تھوڑا بہت دے دیا جائے۔ یا یہ کنایہ ہے عدم اعطا سے یعنی ایسے تعریف کرنے والے کو کچھ نہ دیا جائے تاکہ آئندہ وہ اس حرکت سے باز رہیں۔

یا اس سے مراد مال کا دینا ہے کہ مال حقیر چیز ہے مٹی ہے لہٰذا ایسے مداحین کو کچھ مال دے دیا جائے تا کہ وہ آئندہ مدح نہ کریں اور ان کی زبان بند ہو جائے۔

حضرت مقداد نے حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے تعریف کرنے والے کے منہ پر مٹی ڈال دی اور اشارہ کیا کہ انسان کی حقیقت تو مٹی ہے کیونکہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور مٹی میں جانا ہے۔

مداحین کے منہ میں مٹی ڈالنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ جب کسی انسان کے سامنے تعریف کی جاتی ہے تو اس میں غرور و تکبر آ جاتا ہے اور عجب جیسی چیز میں مبتلا ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس میں صفات ذمیمہ پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کی ہلاکت کا سبب ہے۔ اس وجہ سے تعریف کرنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مدح کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ غَيْلَانَ أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ قَيْسٍ التُّجِيبِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ سَالِمٌ أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، حیوۃ بن شریح، سالم بن غیلان، ولید بن قیس تجیبی، حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ صرف مومن ہی کی محبت اختیار کرو اور متقی آدمی ہی کو کھانا کھلاؤ اس حدیث مبارکہ کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: لَا تُصَاحِبْ: یعنی برے لوگوں کی دوستی اور ہم نشینی سے بچو کہ "صحبت طالح ترا طالح کند"۔

وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ: اس کے دو مطلب ہیں ① تمہیں چاہیے کہ تم اپنی روزی حلال و جائز وسائل و ذرائع سے حاصل کرو تا کہ وہ نیک و پرہیزگار لوگوں کے کھانے کے قابل ہو ② تمہیں چاہیے کہ تم اپنا کھانا صرف متقی اور پرہیزگار مسلمانوں کو کھلاؤ تا کہ اس کھانے کے ذریعے انہیں عبادت خداوندی اور نیک کام کرنے کی طاقت حاصل ہو اور بدکار لوگوں کو اپنا کھانا نہ کھلاؤ کہ جس سے ان کو گناہ کرنے کی طاقت حاصل ہو۔ حضرت خطابیؒ نے لکھا ہے کہ اس حکم کا تعلق محض دعوت طعام اور تقاریب سے ہے ضرورت مندی اور احتیاجی کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کیلئے کسی قسم کا امتیاز نہیں ہے۔ یہ بات اس آیت کریمہ "و يطعمون الطعام على حبه مسكينا و يتيماً و اسيرًا" (الدھر:۸) سے ثابت ہوتی ہے۔ آیت کریمہ میں "یسیرًا" سے مراد کافر ہیں۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ "لا یاکل" والی نہی غیر متقی کے لئے ہے کہ غیر متقی کو چاہیے کہ متقی کو حرام آمدن سے نہ کھلائے۔

بَابٌ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

قتیبہ، لیث، یزید بن ابی حبیب، سعد بن سنان، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور دنیا ہی میں (گناہوں) کی سزا دے دیتا ہے اور اگر کسی کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا قیامت تک مؤخر کر دیتا ہے۔ اس سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا زیادہ ثواب بڑی آزمائش ہے بے شک اللہ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے پس جو راضی ہو جائے اس کے لئے رضا اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضگی مقدر ہو جاتا ہے یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خیر کا معاملہ کرتا ہے تو اس کو دنیا ہی میں آزمائش دے دیتا ہے جس سے اس کے گناہوں کی دھلائی ہو جاتی ہے اور دنیا کی سزا، آزمائش آخرت کے مقابلے میں بہت کم ہے اگر گناہوں کی سزا کا معاملہ دنیا میں ہی نمٹ جائے تو بہت اچھا ہے یہ بہتر ہے تا کہ آخرت میں عذاب سے بچ سکیں۔

آگے حدیث میں فرما دیا کہ جزا کا عظیم ہونا آزمائش کے عظیم ہونے کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ جتنی بڑی آزمائش دنیا کی ہوگی اتنی بڑی جزا آخرت کی ملے گی جتنی آزمائش چھوٹی ہوگی اتنی جزا مختصر ملے گی۔

اور جب اللہ رب العزت کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اللہ ان کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور آزمائش سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام پر آئی ہے اس آزمائش پر جو راضی رہا اللہ تعالیٰ اس سے راضی رہتے ہیں اور جو شخص اس آزمائش سے تنگ آیا اور ناراضگی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراضگی کا اظہار کریں گے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ الْوَجَعَ عَلَى أَحَدٍ أَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، اعمش کہتے ہیں میں نے ابا وائل کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درد سے شدید کسی کا درد نہیں دیکھا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اَلْوَجَعَ: اس سے مراد مرض کی شدت ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام لوگوں کے مقابلے میں مرض کی شدت زیادہ ہوتی تھی حتیٰ کہ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی کے مقابلے میں دوگنا بخار ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجرو ثواب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ عطا ہوتا تھا معلوم ہوا کہ مصائب اور پریشانیوں کا ہونا انسان کے عند اللہ غیر مقبول ہونے کی علامت نہیں ہے جس طرح امراض واسقام نہ ہونا مقبول ہونے کی علامت نہیں بلکہ بسا اوقات مقبولین کو رفع درجات کے لئے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى قَدْرِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، شریک، عاصم، مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون لوگ زیادہ آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں فرمایا انبیاء پھر ان کے مثل اور پھر ان کے مثل پھر انسان اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر دین پر سختی سے کاربند ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر دین میں نرم ہو تو آزمائش بھی اس کے مطابق ہوتی ہے پھر وہ آزمائش اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک وہ گناہوں سے پاک نہیں ہو جاتا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ: یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی افضل کے ہیں۔ ابن مالک فرماتے ہیں کہ جو بھی اقرب الی اللہ ہوگا وہ اشد بلا بھی ہوگا تاکہ اس کو زیادہ ثواب عنایت ہو۔ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ: دین کے اعتبار سے انسان کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جتنا دین مضبوط اتنی ہی آزمائش بھی بڑی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن مرد و عورت پر ہمیشہ آزمائش رہتی ہے کبھی اس کی ذات میں کبھی اولاد میں اور کبھی مال میں یہاں تک کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہوتا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور خذیفہ بن یمان کی بہن سے بھی حدیث منقول ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب اوپر گزر چکا ہے کہ مسلمان کے پاس بلائیں آتی ہیں اور اس کے متعلقین میں بھی اور اس کی اولاد اور مال وسامان میں بھی اور وہ سب بلائیں اس مسلمان کے گناہ معاف کر کے چلی جاتی ہیں لہٰذا مصائب کے آنے کی وجہ سے گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ ہی پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔

مصائب میں نہ گھبرانا یہی مؤمن کی پہچان ہے
ستم ہنس کے جو سہہ جائے وہی کامل مسلمان ہے

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَهَابِ الْبَصَرِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو ظِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَقُولُ إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتَيْ عَبْدِي فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِنْدِي إِلَّا الْجَنَّةُ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو ظِلَالٍ اسْمُهُ هِلَالٌ

عبداللہ بن معاویہ جمحی، عبدالعزیز بن مسلم، ابوظلال، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں نے کسی بندے سے دنیا میں اس کی آنکھیں سلب کر لیں تو اس کا بدلہ صرف اور صرف جنت ہے اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور زید بن ارقم سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور ابوظلال کا نام ہلال ہے۔

تشریح: كَرِيمَتَيْ عَبْدِي: دونوں آنکھوں کو کریمتین سے تعبیر کیا کیونکہ آنکھوں جیسی بڑی نعمت اور کوئی نہیں جو اللہ رب العزت نے اپنے کرم سے عطا کی ہیں۔

لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ: اس سے مراد یا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں داخل ہونا ہے یا بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہونا مراد ہے کیونکہ آنکھوں کی بینائی کا چلا جانا تمام مصائب سے بڑھ کر بڑی مصیبت ہے اور اس مصیبت پر اس نے صبر کیا۔ دوسری روایت میں یہ قید موجود ہے کہ سب سے بڑی مصیبت کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا یہ رضا بالقضا ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُونَ الْجَنَّةِ وَفِي الْبَاب عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، عبدالرزاق، سفیان، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوع حدیث قدسی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اگر کسی بندے کی بینائی زائل کر دی اور اس نے اس آزمائش پر صبر کیا اور مجھ سے ثواب کی امید رکھی تو میں اس کے لئے جنت سے کم بدلہ دینے پر بھی راضی نہیں ہوں گا اس باب میں عرباض بن ساریہ سے بھی حدیث منقول ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حَبِيبَتَيْهِ: اس کی تفسیر عینیہ سے کی گئی ہے حبیبتیہ اس لئے کہا گیا ہے کہ دونوں آنکھیں احب الاعضا ہیں کہ آنکھوں کے ذریعے انسان دنیا و مافیہا کو دیکھتا ہے منفعت ومضرت خیر وشر کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔

فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ: دونوں آنکھوں کے چلے جانے کے بعد اسی پر صبر کرے اور اس بات کا استحضار کرے کہ صابرین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا وعدے کئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر رضا بالقضار ہے اور جب بینائی چلی جائے تو اس وقت صبر کرے

یہ نہ ہو کہ جب مایوس ہو جائے پھر صبر کرے۔ دوران حادثہ شکوہ شکایت نہ کرے بعض روایات ضعیفہ میں حمدنی علیہا بھی واقع ہوا ہے۔ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے باقی لذات جنت میں جمع کر کے رکھی ہیں کہ یہ شخص دنیا میں لذت حاصل نہیں کر سکا تو آخرت میں لذت حاصل کر سکے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ وَيُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَغْرَاءَ أَبُو زُهَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ مَسْرُوقٍ شَيْئًا مِنْ هٰذَا

محمد بن حمید رازی و یوسف بن موسیٰ قطان بغدادی، عبدالرحمن بن مغراء ابوزہیر، اعمش، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جب آزمائش والوں کو ان مصیبتوں کا بدلہ دیا جائے گا اہل عافیت تمنا کریں گے کاش ان کی کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دی جاتیں تاکہ انہیں بھی اسی طرح اجر ملتا حدیث حسن غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں بعض حضرات اسے اعمش سے بھی نقل کرتے ہیں اعمش طلحہ بن مصرف سے اور وہ مسروق سے اس کے ہم معنی حدیث بیان کرتے ہیں۔

تشریح: يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ: تمنا کریں گے دنیا میں عافیت کے ساتھ رہنے والے، جب دیکھیں گے کہ مصائب و مشکلات اٹھانے والوں کو آخرت میں بہت بڑا اجر مل رہا ہے تو وہ آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں بھی دنیا میں قینچیوں سے کاٹا جاتا مطلب یہ ہے کہ ان کو بڑی آزمائش میں ڈالا جاتا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا تاکہ آج انہیں بھی اتنا ثواب حاصل ہوتا۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ قَالُوا وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ

سوید بن نصر، عبداللہ، ان کے والد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو موت کے بعد شرمندہ نہ ہو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کس چیز پر اس کو ندامت ہوگی آپ نے فرمایا اگر وہ نیک ہو تو نادم ہوگا کہ میں نے زیادہ عمل کیوں نہ کیا اور اگر گناہ گار ہے تو اس بات پر ندامت ہوگی کہ میں گناہ سے کیوں نہ بچا اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں شعبہ نے یحییٰ بن عبیداللہ کے بارے میں کلام کیا ہے۔

تشریح: خلاصہ یہ ہے کہ آخرت میں نیک شخص بھی نادم ہوگا اور برا شخص بھی نادم ہوگا نیک شخص اس لئے نادم ہوگا کہ اس نے زائد نیک عمل کیوں نہیں کئے اور نیک اعمال کرتا تاکہ مجھے مزید ثواب ملتا اور خوشی حاصل ہوتی۔ برے شخص کا نادم ہونا واضح ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُونَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّينِ أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَبِي تَغْتَرُّونَ أَمْ عَلَيَّ تَجْتَرِئُونَ فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولَئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عُمَرَ

سوید، ابن مبارک، یحیٰی بن عبیداللہ، عبیداللہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دنیا کو دین سے حاصل کریں گے وہ دنبوں کی کھال کا لباس پہنیں گے اور ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہوں گی جبکہ ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں سے بدتر ہوں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم میرے سامنے غرور کرتے اور مجھ پر اتنی جرأت رکھتے ہو میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان میں ایک ایسا فتنہ برپا کردوں گا کہ انکا بردبار ترین شخص بھی حیران رہ جائے گا اس باب میں حضرت ابن عمر سے بھی حدیث منقول ہے۔

تشریح: يَخْتِلُونَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ: دنیا کو دین کے ذریعے حاصل کریں گے ختالا کہتے ہیں کسی کو دھوکہ دیکر کوئی چیز حاصل کرنا۔ يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ: (۱) یہ کنایہ ہے لوگوں کے ساتھ نرم برتاؤ سے یعنی لوگوں کے ساتھ بڑے نرم دل شیریں زبان اسلام کے ہمدرد نظر آئیں گے۔ (۲) ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہری معنی مراد ہوں گے کہ دنبوں کی کھال اور اس کے بنے ہوئے کمبل پہنیں گے تاکہ لوگ ان کو زھاد وعباد وتارک الدنیا سمجھیں۔ (۳) یا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا لباس نرم و نازک ہوگا جیسے زاہدوں، متقیوں کا ہوتا ہے لوگ لباس دیکھ کر کہیں گے اصل دیندار تو یہی ہیں۔

أَحْلَى مِنَ السُّكَّرِ: ان کی زبان شکر سے زیادہ میٹھی ہوگی گویا کہ سننے والا سمجھتا ہے کہ اصل دین دار امانت دار بس یہی ہیں لیکن جب معاملہ کرتا ہے تو یہ شخص معاملہ کرنے والے کو بھیڑیئے کی طرح کاٹتا ہے حالانکہ اس کا دل بھیڑیا ہے مال حب وجاہ ودنیا سے اس کا دل لبریز ہے یہ سب ظاہری برتاؤ، میٹھا بول، نرم لباس محض دکھاوے کے لئے ہے۔ اب گویا کہ یہ صورت بظاہر دینداری کی انہوں نے اختیار کی تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دے کر دنیا حاصل کرسکیں۔

يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَبِي تَغْتَرُّونَ: یہ کہنا کنایہ ہے عدم خوف سے یعنی کیا تم میرا خوف نہیں کرتے اور اس ریاکاری سے باز نہیں آتے۔ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولَئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً: میں اپنے جلال وعظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم پر ایسا فتنہ مسلط کروں گا جس سے عقل مند اور بردبار بھی پریشان ہوجاتا ہے اور اس فتنہ کے دفاع پر قادر نہیں ہوگا اور اس فتنہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ فَبِي حَلَفْتُ لَأُتِيحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانًا فَبِي يَغْتَرُّونَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُونَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

احمد بن سعید دارمی، محمد بن عباد، حاتم بن اسماعیل، حمزہ بن ابی محمد، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ایسے لوگ بھی پیدا کئے ہیں جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں اور ان کے دل مصبر سے زیادہ کڑوے ہیں میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں انہیں ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ ان میں سے عقل مند شخص بھی حیران رہ جائے گا کیا وہ لوگ میرے سامنے گھمنڈ کرتے ہیں یا میرے سامنے اتنی جرات کرتے ہیں یہ حدیث ابن عمر کی روایت ہے حسن غریب ہے ہم اس حدیث کو اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: الصَّبْرِ: اس کا معنی ایلوا، کڑوا ہوتا ہے۔ أُتِيحَنَّهُمْ: بمعنی نازل کرنا، مقدر کرنا۔ اس کی شرح ماقبل حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي حِفْظِ اللِّسَانِ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح و حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا النَّجَاةُ قَالَ أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

صالح بن عبداللہ، ابن مبارک، سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، یحیی بن ایوب، عبیداللہ بن زحر، علی بن یزید، قاسم، ابوامامۃ، حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی زبان قابو میں رکھو اپنے گھر میں رہو اور اپنی غلطیوں پر رویا کرو یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا النَّجَاةُ: یعنی اخروی نجات کے ذریعے اور اسباب و طریقے کونسے ہیں آپ ﷺ نے تین باتوں کو اخروی نجات کیلئے کافی قرار دیا ہے "أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ" اس جملہ کے شارحین نے مختلف معانی کئے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی زبان کو ایسی چیزوں اور باتوں سے صاف رکھو جن میں خیر و بھلائی نہیں ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس جملہ کے یہ معنی درست نہیں بلکہ صحیح معنی یہ ہیں کہ اپنی زبان کو بند رکھو گویا تم اپنے لئے اپنے امور کی نگہداشت رکھتے ہو۔ یعنی اپنے دین کے معاملے میں محتاط و پرہیزگار رہو۔ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ: اور تمہارا گھر تمہیں کفایت کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ

بری مجلسوں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی خاطر یکسوئی اختیار کر و اپنے گھر سے اس وقت باہر نکلو جب نکلنے کی ضرورت پیش آئے جیسا کہ عربی کا محاورہ ہے ''هذا زمان السكوت و ملازمة البيوت والقناعة بالقوة الى ان تموت''۔
امام طیبیؒ کہتے ہیں کہ اس حکم کا ظاہر مورد تو گھر ہے مراد اس سے مخاطب ہے مطلب یہ ہوگا کہ مخاطب کو چاہیے کہ وہ یکسوئی کے ساتھ گھر میں عبادت کے اندر مشغول رہے۔

وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ: اور اپنے گناہوں پر روئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خطاؤں اور اپنی تقصیرات پر نادم وشرمسار ہو کر اللہ کے حضور خوب گڑگڑ کر دعا کرے اور اللہ سے معافی طلب کرے۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ جواب اسلوب حکیم کے طور پر ہے بایں معنی کہ سائل کا سوال نجات کی حقیقت کے متعلق تھا لیکن جواب میں حقیقت سے اعراض کرتے ہوئے سبب کی طرف نشاندہی فرمادی کیونکہ سبب کا جاننا حقیقت جاننے کے مقابلے میں اہم اور اعلیٰ ہے۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۵۰)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهُ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ اتَّقِ اللَّهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا

محمد بن موسیٰ بصری، حماد بن زید، ابوصہباء سعدی بن جبیر، حضرت ابوسعید خدری مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے تمام اعضاء اس کی زبان سے التجاء کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈر ہم بھی تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی ہوگی تو ہم سے سیدھے ہوں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم سب بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ

ہناد ابواسامہ، حماد بن زید بھی ابواسامہ سے اور وہ حماد بن زید سے اسی حدیث کی طرح غیر مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں اور یہ زیادہ ہے اس حدیث کو ہم صرف حماد کی روایت سے جانتے ہیں اور کئی راوی اسے حماد بن زید سے غیر مرفوع نقل کرتے ہیں۔

تشریح: إِذَا أَصْبَحَ: صبح کا وقت خاص طور پر اس وجہ سے ذکر کیا کہ باقی دن کی بنسبت صبح کے وقت انسان کی زبان محفوظ ہوتی ہے۔ ''الْأَعْضَاءَ'' سے مراد وہ اعضاء ہیں جن میں ''عصیان'' کی صلاحیت موجود ہے یا مطلق اعضاء مراد ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی تواضع وانکساری کرتے ہیں کہ اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۵۰)

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام اعضاء کا دارومدار زبان پر ہے جبکہ دوسری احادیث میں آتا ہے ''الا وان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله'' کہ تمام اعضاء کا دارومدار دل پر ہے تو دونوں روایات میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے۔ **جواب:** زبان دل کی ترجمان ہے تو دل کی طرف نسبت حقیقی ہے اور زبان کی

طرف نسبت مجاز اً ہے جیسا کہ شرح عقائد میں ایک شعر ہے "ان الکلام لفی الفؤاد وانما ... جعل اللسان علی الفؤاد دلیلاً" لہٰذا دونوں احادیث میں تعارض نظر نہ رہا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَكَفَّلْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَتَوَكَّلْ لَهُ بِالْجَنَّةِ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

محمد بن عبدالاعلی صنعانی، عمر بن علی مقدمی، ابوحازم، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دیتا ہے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: بَيْنَ لَحْيَيْهِ: دونوں جبڑوں کے درمیان سے زبان مراد ہے۔ اور مابین رجلیہ دونوں ٹانگوں کے درمیان سے مراد فرج ہے کیونکہ انسان کی تمام شہوتوں میں سب سے زیادہ شرمگاہ کی شہوت غالب ہوتی ہے جو شخص اپنی شہوت کو کنٹرول نہیں کرے گا تو وہ مختلف آفتوں کا شکار ہو جائے گا جس سے اس کی دنیا بھی کھو دی جائے گی اور آخرت بھی برباد ہو جائے گی شہوت کا اعتدال یہ ہے کہ آدمی شہوت کے تابع نہ ہو بلکہ شہوت اس کے تابع ہو۔ أَتَوَكَّلْ لَهُ بِالْجَنَّةِ: جواب شرط ہے جنت سے مراد اولاً داخل ہونا یا بلند درجات کا حاصل ہونا ہے۔ حدیث الباب کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَاهُ اللهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ أَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ هُوَ أَبُو حَازِمٍ الزَّاهِدُ مَدِينِيٌّ وَاسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ دِينَارٍ وَأَبُو حَازِمٍ الَّذِي رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ وَهُوَ كُوفِيٌّ

ابوسعید اشج، ابوخالد احمر، ابن عجلان، ابوحازم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے زبان اور شرمگاہ کے شر سے محفوظ کر دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوحازم جو سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث نقل کرتے ہیں وہ ابوحازم زاہد مدینی ہیں ان کا نام مسلم بن دینار ہے جبکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث نقل کرنے والے کا نام سلمان بن اشجعی ہے اور وہ عزۃ الاشجعیہ کے مولیٰ ہیں اور کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

تشریح: حدیث کی شرح آسان ہے اس حدیث میں ابوحازم کا ذکر ہے۔ ابوحازم دو ہیں ایک ابوحازم وہ جو سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں ان کا نام سلمہ بن دینار ہے یہ مدنی اور پانچویں طبقہ کے ثقہ راوی ہیں۔

دوسرے وہ ابوحازم جو اس روایت میں ہیں یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کا نام سلمان اشجعی ہے اور یہ کوفی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَاعِزٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ قُلْ رَبِّيَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، معمر، زہری، عبدالرحمن بن ماعز، حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسے بات بتائیے کہ میں اس کو مضبوطی سے عمل کروں آپ نے فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے اور اسی پر قائم رہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز سے ڈرتے ہیں آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا اس سے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سفیان بن عبداللہ ثقفی ہی سے کئی سندوں سے منقول ہے۔

تشریح: مَا أَخْوَفُ: میں ''مَا'' استفہامیہ مبتدا اور ''أَخْوَفُ'' مضاف۔

مَا تَخَافُ عَلَيَّ: ''مَا'' موصولہ ہے اس کی ضمیر محذوف کی طرف راجع ہے ''ای شئی اخوف اشیاء تخاف منها علی''

تَخَافُ فعل، انت ضمیر فاعل، علی حرف جار، جار مجرور سے ملکر متعلق ہوا فعل تَخَافُ کے۔ فعل فاعل متعلق سے ملکر ماصول کے لئے صلہ ہوا۔ موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، مضاف، مضاف الیہ سے ملکر خبر۔ مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ''مایخاف'' میں ما موصولہ ما موصوفہ یا مصدریہ تینوں ہو سکتے ہیں۔

قَالَ هٰذَا: ''هٰذَا'' میں دو ترکیبی احتمالات ہیں ① مبتداء ہے ② خبر ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي ثَلْجٍ الْبَغْدَادِيُّ صَاحِبُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي

ابوعبداللہ محمد بن ابوثلج، احمد بن حنبل کے ساتھی ابوعبداللہ محمد بن ابی ثلج بغدادی، علی بن حفص، ابراہیم بن عبداللہ بن حاطب، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذکر الٰہی کے علاوہ کثرت کلام سے پرہیز کرو کیونکہ ذکر الٰہی کے بغیر کثرت کلام سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے بہت دور رہتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ

ابوبکر بن ابی نضر، ابونضر، ابراہیم بن عبداللہ بن حاطب، عبداللہ دینار، ابن عمر بھی ابونضر سے وہ ابراہیم سے وہ عبداللہ بن دینار سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ نبی صلی اللہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاطِبٍ

علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف ابراہیم بن عبداللہ حاطب کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ: قساوت قلب سے مراد یہ ہے کہ جب دل سخت ہو جاتا ہے تو حق بات کو وہ قبول نہیں کرتا اور نہ حق کی طرف مائل ہوتا ہے خوف وخشیت اس میں نہیں رہتی آخرت سے بے فکری ہو جاتی ہے دنیا کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے اور اکثر لہو ولعب میں مبتلا رہتا ہے لہٰذا جس شخص کا دل سخت ہوگا وہ شخص اللہ سے بعید تر ہوگا کہ اس کا میلان حق کی طرف نہیں ہوگا۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُومِيَّ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ ذِكْرُ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ

محمد بن بشار، محمد بن یزید بن خنیس مکی، سعید بن حسان مخزومی، ام صالح، صفیہ بن شیبہ، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا انسان کو اپنی گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ وہ نیکی کا حکم برائی سے مخالفت اور اللہ کے ذکر پر مشتمل نہ ہو یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف محمد بن یزید بن خنیس کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ: یہ نافع اس لئے ہے کہ اس میں غیر کو فائدہ پہنچتا ہے اور یہ اوامر شرع میں سے ہے اور اس طرح نہی عن المنکر میں لوگوں کا نفع ہے اس میں غیر کی خیر خواہی ہے جو مطلوب ومرغوب ہے۔

سوال: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ روایت الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے علاوہ کوئی چیز مفید نہیں بلکہ مضر ہے حالانکہ بہت سارے کلام مباح ہیں اور ان کی اجازت بھی ہے۔

جواب اول: یہ روایت الباب مبالغہ پر دلالت کرتی ہے نیز تقلیل کلام کی ترغیب وتاکید کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

جواب ثانی: یا یہاں نفع سے مراد آخرت کا نفع ہے مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کا ہر کلام نافع فی العقبی نہیں سوائے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اور ذکر اللہ کے اور ظاہر ہے کہ کلام مباح بھی کلام ابن آدم کے تحت اسی اعتبار سے داخل ہے کہ وہ نافع فی العقبی نہیں۔

جواب ثالث: یا تقدیری عبارت یہ ہے کہ کل کلام ابن آدم حسرة علیه لا منفعة له فیه الا المذکورات۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ

محمد بن بشار، جعفر بن عون، ابو عمیس، حضرت عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

عَنْ أَبِيهِ قَالَ آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَبَيْنَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ مَا شَأْنُكِ مُتَبَذِّلَةً قَالَتْ إِنَّ أَخَاكَ أَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا قَالَ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ قَالَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لِيَقُومَ فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَقُومَ قَالَ لَهُ نَمْ فَنَامَ فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ قَالَ لَهُ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَقَامَا فَصَلَّيَا فَقَالَ إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ صَدَقَ سَلْمَانُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْعُمَيْسِ اسْمُهُ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ أَخُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَسْعُودِيِّ

وسلم نے سلمان کو ابودرداء کا بھائی بنایا تو ایک مرتبہ سلمان ابودرداء سے ملنے کے لئے آئے اور ام درداء کو میلی کچیلی حالت میں دیکھ کر اس کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا کہ تمہارے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی رغبت نہیں پھر ابودرداء گئے اور سلمان کے سامنے کھانا لگا دیا اور کہنے لگے کہ تم کھاؤ میں روزے سے ہوں سلمان نے کہا میں ہرگز اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ شریک نہیں ہو گے راوی کہتے ہیں کہ اس پر ابودرداء نے کھانا شروع کر دیا رات ہوئی تو ابودرداء عبادت کے لئے جانے لگے لیکن سلمان نے انہیں منع کر دیا اور کہا سو جاؤ چنانچہ وہ سو گئے تھوڑی دیر بعد دوبارہ جانے لگے تو اس مرتبہ بھی سلمان نے انہیں سلا دیا پھر جب صبح قریب ہوئی تو سلمان نے انہیں کہا کہ اب اٹھو چنانچہ دونوں اٹھے اور نماز پڑھی پھر سلمان نے فرمایا تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور اسی طرح تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے لہٰذا ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو اس کے بعد وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا سلمان نے ٹھیک کہا یہ حدیث صحیح ہے اور ابوعمیس کا نام عقبہ بن عبداللہ ہے یہ عبدالرحمن بن عبداللہ مسعودی کے بھائی ہیں۔

تشریح: أُمُّ الدَّرْدَاءِ: ان کا نام خیرہ ہے یہ صحابیہ ہیں ان کے انتقال کے بعد ابوالدردا نے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا ان کا نام ھجیمہ ہے یہ تابعیہ ہیں ان کو بھی ام الدردا کہا جاتا ہے یہ ابوالدردا کے بعد زندہ رہیں۔

مُتَبَذِّلَةً: ام الدردا کو میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ممکن ہے یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے پیش آیا ہو۔

لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا: یعنی تمہارے بھائی کو دنیا سے کوئی غرض ہی نہیں دن بھر روزہ رکھتے ہیں رات بھر قیام کرتے ہیں میری طرف کبھی توجہ نہیں کرتے کہ میں ان کے لئے زیب و زینت کروں۔ **مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ:** اس عبارت میں حضرت سلمان کا منشا حضرت ابودردا کو تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ اپنے اوپر اتنی سختی کیوں رکھی تھی۔

فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ: یہ دونوں نماز کے لئے آئے حضرت ابوالدردا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تاکہ سلمان کی کہی ہوئی

بات کا ذکر کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابودرداء سے فرمایا ان لجسدك علیك حقًا معلوم ہوا کہ بذریعہ وحی یا بذریعہ مکاشفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں کی گفتگو معلوم ہوگئی تھی مگر ابودرداء نے بھی ذکر کردیا ہو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدق سلمان۔ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ: ابوالعمیس راوی کا تعارف کروار ہے ہیں ان کا نام عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الہندلی الکوفی ہے عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی کے بھائی ہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ الْوَرْدِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ كِتَابًا تُوصِينِي فِيهِ وَلَا تُكْثِرِي عَلَيَّ فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، حضرت عبدالوہاب بن ورد مدینہ کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ مجھے ایک خط لکھیے جس میں نصیحتیں ہوں لیکن زیادہ نہ ہوں راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے حضرت معاویہ کو لکھا (سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کو لوگوں کے غصے میں تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کی تکلیف دور کردے گا اور جو شخص لوگوں کی رضامندی کو اللہ کے غصے میں تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے انہیں کے سپرد کردے گا وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَتَبَتْ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

محمد بن یحیی، محمد بن یوسف، سفیان، ہشام بن عروہ، عائشہ سے وہ سفیان وہ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے اور حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ کو لکھا اس کے بعد گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت موقوفاً منقول ہے۔

تشریح: كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ: ایسے شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کی ایذا سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس نے اپنے کو حزب اللہ میں داخل کردیا اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو محروم نہیں فرماتے بلکہ دنیا و آخرت میں کامیاب فرماتے ہیں۔

وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ: لوگوں کے حوالے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی ایذا و تکلیف میں اس کی حفاظت نہیں فرمائیں گے کیونکہ اس کی نظر غیر اللہ کی طرف ہے اور اس نے اللہ کے احکام کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

حدیث الباب سے خط و کتابت کا یہ ادب بھی معلوم ہوا کہ خط کے اول و آخر میں سلام لکھا جائے۔ جیسا کہ فقط والسلام لکھا جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: دوسری سند ذکر کی اس میں یہ روایت مرفوع منقول نہیں ہے بلکہ خود عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت معاویہ کو اپنی طرف سے یہ مضمون لکھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ روایت الباب مرفوع ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے بھی مرفوع نقل کیا ہے۔

اَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ

عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

ربط: امام ترمذیؒ نے اس سے پہلے اعمال کا ذکر کیا ہے کہ ان میں سے اعمال صالحہ کا اختیار کرنے اور اعمال سیئہ سے اجتناب اور بچنے کا ذکر ہے کہ تم اعمال صالحہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب پاؤ گے اور اعمال سیئہ کرو گے تو سزا پاؤ گے، اعمال کے بیان کے بعد امام ترمذیؒ ان کے ٹھکانے کا ذکر رہے ہیں۔

قیامة: مصدر ہے اس کا معنی کھڑا ہونا چونکہ اس دن سب مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے اس کو قیامہ کہا گیا۔

قیامۃ کی وجہ تسمیہ: (۱) قیامت اس لئے کہا گیا کہ اس دن اللہ رب العزت کے سامنے تمام مردہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (۲) یا یہ قامت السوق سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب بازار خوب گرم ہو جائے اور خرید و فروخت زور پر ہو اسی طرح قیامت کے دن بھی حساب و کتاب کی دوڑ بھاگ ہوگی اس دن خریدان حور و غلمان و نور و نار جمع ہوں گے کوئی تو ہنس رہے ہوں گے اور کوئی افسوس کر رہے ہوں گے۔ (۳) یا یہ قامت المرأۃ تنوح سے مشتق ہے کہ عورت کھڑی ہوئی تا کہ نوحہ اور بین کرے چونکہ قیامت کے دن نافرمان اپنے اس خسارہ کو دیکھ کر روئیں گے اور اپنا منہ ندامت سے دھوئیں گے اس لئے اس دن کا نام یوم قیامت رکھا۔ (۴) یا یہ قام الامر سے مشتق ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص منزل مقصود تک پہنچ جائے اور اسے اپنا مطلوب حاصل ہو جائے۔

قیامت کے نام: قرآن پاک میں قیامت کے بہت سارے نام آئے ہیں۔

(۱) رافعة ، (۲) واقعة ، (۳) رادفة، (۴) راجفة، (۵) غاشية، (۶) صاخة، (۷) حاقة، (۸) ساعة، (۹) طامة ، (۱۰) قارعة۔ آیات یہ ہیں خافضة الرافعة، اذا وقعة الواقعة ، تتبعها الرادفة ، ترجف الرادفة ، حديث الغاشية ، فاذا جائت الصاخة ، الحاقة ما الحاقة ، يوم تقوم الساعة ، فاذا جاءت الطامة الكبرٰى، القارعة ما القارعة۔

ان ناموں کے علاوہ وہ قیامت کے نام بھی ہیں جن کے ساتھ یوم کا لفظ بھی ہے۔

و انذرهم يوم الحسرة ، انذرهم يوم الآزفة، ذلك يوم التغابن ، يوم التلاق، يوم يجمعكم ليوم الجمع، ذلك يوم الخروج، ذلك يوم الخلود، يومًا عبوسًا قمطريرًا ، انهم مبعوثون ليوم عظيم، يوم عسير، على الكافرين غير يسير، الى ميقات يوم معلوم، ذلك يوم مشهود، واليوم الموعود، مالك يوم الدين، ذلك يوم الوعيد، انى اخاف عليكم عذاب يوم التناد۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ ثُمَّ يَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ ثُمَّ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ ثُمَّ يَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، خیثمہ، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بات نہ کریں اور اس دوران بندے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا پھر بندہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے بائیں طرف نظر دوڑائے گا تو اس طرف بھی اس کے کئے ہوئے اعمال ہی ہوں گے پھر جب سامنے کی طرف دیکھے گا تو اسے دوزخ نظر آئے گی پس اگر کسی میں اتنی بھی استطاعت ہو کہ وہ خود کو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر دوزخ کی آگ سے بچا سکے تو اسے چاہئے کہ ایسا ہی کرے

حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ يَوْمًا بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْأَعْمَشِ فَلَمَّا فَرَغَ وَكِيعٌ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ فَلْيَحْتَسِبْ فِي إِظْهَارِ هَذَا الْحَدِيثِ بِخُرَاسَانَ لِأَنَّ الْجَهْمِيَّةَ يُنْكِرُونَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوسائب سے روایات ہے کہ وکیع نے ایک دن یہ حدیث اعمش سے (روایت کرتے ہوئے) ہم سے بیان کی جب وکیع بیان کر چکے گا فرمایا اگر کوئی خراسان کا باشندہ یہاں ہو تو وہ یہ حدیث اہل خراسان کو سنا کر ثواب حاصل کرے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ جہمیہ اس بات کے منکر ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ**: اللہ پاک ہر ایک سے قیامت کے دن بے حجاب کلام فرمائیں گے اور ہر ایک کو دیدار بھی کروائیں گے لیکن نیک لوگوں سے رحمت کا دیدار و کلام ہوگا جبکہ بدکار لوگوں سے غضب وقہر والا کلام و دیدار ہوگا قرآن میں جہاں آیا ہے کہ اللہ پاک بدکاروں سے کلام نہیں کریں گے تو اس سے مراد رحمت وشفقت والے کلام کی نفی ہے۔

الحاصل پریشان اور مضطرب انسان ادھر ادھر دائیں بائیں دیکھتا ہے تاکہ اسکی کوئی مدد کر سکے۔ قیامت میں انسان جب دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو وہ اعمال صالحہ نظر آئینگے جو اس نے دنیا میں کئے اور سامنے دیکھے گا تو آگ نظر آئیگی بائیں جانب دیکھے گا تو کئے ہوئے گناہ نظر آئینگے لہٰذا جو شخص اس وقت ایسی صورتحال سے نجات پانا چاہے اور دوزخ سے بچنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیک کام اور فرائض وواجبات کی پابندی کرے اور برے اعمال سے اجتناب کرے۔

وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ: اس کے دو مطلب بیان کئے جاتے ہیں ① اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں جانے سے بچاؤ اور کسی پر ظلم و

زیادتی نہ کرو اگرچہ وہ ظلم وزیادتی کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کی صورت میں یا اس کے برابر کیوں نہ ہو ② اگر دوزخ سے بچنا چاہتے ہو تو "فان الصدقة جُنة و وسیلة الی جنة" کے پیش نظر ضرورت مندوں اور محتاج لوگوں کی مدد و اعانت اور خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو (مرقاۃ ج ١٠ ص ٢٦٢)

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ أَبُو مِحْصَنٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ الرَّحَبِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهِ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ وَحُسَيْنٌ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ

حمید بن مسعدة، حصین بن نمیر ابو محصن، حسین بن قیس رحبی، عطاء بن ابی رباح، ابن عمر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ کرلیا جائے کہ عمر کہاں صرف کی جوانی کہاں خرچ کی مال کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا جو کچھ سیکھا اس پر کتنا عمل کیا یہ حدیث غریب ہے ہم اسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً صرف حسین بن قیس کی سند سے پہچانتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں اس باب میں حضرت ابو برزہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَا فَعَلَ؟ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ وَأَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ اسْمُهُ نَضْلَةُ بْنُ عُبَيْدٍ

عبداللہ بن عبدالرحمن، اسود بن عامر، ابوبکر بن عیاش، اعمش، سعید بن عبداللہ بن جریج، حضرت ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے قدم بارگاہ الٰہی سے نہیں ہٹ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس نے کس چیز میں اسے صرف کیا اپنے حاصل کردہ علم پر کتنا عمل کیا مال کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا اور اپنا جسم (جوانی) کس چیز میں پرانا (خرچ) کیا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سعید بن عبداللہ ابو برزہ اسلمی کے مولیٰ ہیں ابو برزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبید ہے۔

تشریح: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عویمر قیامت کے دن

تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم سے سوال کیا جائے گا کہ آیا تم عالم تھے یا جاہل اگر تم یہ جواب دو گے کہ عالم تھا تو پھر تم سے یہ پوچھا جائے گا کہ جو کچھ تم نے علم حاصل کیا اس کے موافق عمل کیا اگر تم نے یہ جواب دیا کہ میں جاہل تھا تو تم سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے لئے جاہل رہنے کی کیا وجہ تھی اور تم نے علم کیوں حاصل نہیں کیا تھا مزید تشریح ترجمہ سے ظاہر ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُفْلِسُ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيَقْعُدُ فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْتَصَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، علاء بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوۃ لے کے آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کا مال غصب کیا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا لہذا ان برائیوں کے بدلے میں اس کی نیکیاں مظلوموں میں تقسیم کردی جائیں گی یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن اس کا ظلم ابھی باقی ہوگا چنانچہ مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دیا جائے گا اور پھر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَتَدْرُونَ مَنِ الْمُفْلِسُ: عرف میں مفلس وہی ہے جس کا ذکر آپ ﷺ کے سوال کے جواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا لیکن شارع علیہ السلام کی نظر میں اصل اور حقیقی مفلس وہ ہے جو میدان حشر میں آخرت کا مفلس ہوگا لہٰذا حدیث الباب کا مقصد یہی ہے کہ مال کی مفلسی تو عارضی ہوتی ہے جو موت آنے پر بلکہ کبھی زندگی میں مال مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے جبکہ حقیقی مفلسی تو مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ اس کی کمائی کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے حقیقی مفلسی کا بیان کیا۔ **خَطَايَاهُمْ:** اس سے مراد سیأت ہیں سیأت سے مراد برے عقائد نہیں بلکہ برے اعمال ہیں۔

فَطُرِحَ عَلَيْهِ: یعنی جب لوگوں کے مظالم کے مقابلے میں ظالم کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر لوگوں کی برائیاں اور گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے۔ طرح کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اعمال جسمانی شکل میں ہونگے اور ظالم پر لادے جانے کے قابل ہوں گے۔ اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ **پہلی صورت:** اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر عمل کو ایک جسم عطا فرمائے گا تو پھر تولنا یا کسی پر ڈالنا ممکن ہو جائے گا۔ **دوسری صورت:** یہ اعمال قیامت کے دن کاغذات و دستاویزات کی شکل میں ہوں گے۔

ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ: اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد بندے کے معاف کرنے کے بغیر معاف نہیں ہوسکتے یا

توحقوق ادا کرے گا وگرنہ دوزخ میں جانا پڑے گا۔ باقی دوزخ میں جانا دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ درحقیقت مظالم اور حقوق کی تلفی چونکہ اس کے اپنے کئے ہوتے ہیں اس لئے اس کو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے دوزخ میں جانا پڑے گا لہٰذا یہ قرآن کی اس آیت ''ولا تذرُ وازرۃ وزر اخریٰ'' (الانعام: ۶۴) کے مقابل اور متضاد نہیں ہوگا۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَنَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ عَنْ أَبِي خَالِدٍ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللهُ عَبْدًا كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ فِي عِرْضٍ أَوْ مَالٍ فَجَاءَهُ فَاسْتَحَلَّهُ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ وَلَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ حَمَلُوا عَلَيْهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

ہناد و نصر بن عبدالرحمن کوفی، محاربی، ابوخالد، یزید بن عبدالرحمن، زید بن ابی انیسۃ، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کریں جس نے اپنے کسی بھائی کی عزت یا مال میں کوئی ظلم کیا ہو اور پھر وہ آخرت میں حساب و کتاب سے پہلے اس کے پاس آ کر اپنے ظلم کو معاف کرالے کیونکہ اس دن نہ تو درہم ہوگا اور نہ دینار اگر ظالم کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس سے لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس ظلم کے بدلے میں مظلوموں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی یہ حدیث حسن صحیح ہے مالک بن انس بھی اسے سعید مقبری سے وہ ابوہریرہؓ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: **مَظْلِمَةٌ:** یعنی اگر کسی کے ذمے مظلوم کا ایسا حق باقی ہو جو اس نے مظلوم پر بصورت ظلم کیا تھا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ مرنے سے پہلے پہلے مظلوم سے معافی مانگ لے اور اس کا حق مالی ادا کر دے اگر صاحب حق فوت ہو گیا ہو تو اس کے وارثوں کو ادا کر کے خلاصی پالے۔ اس دن اس قدر عدل ہوگا کہ حیوانات کا بھی آپس میں بدلہ دیا جائے گا بعض علماء کا کہنا ہے کہ حیوانات کا قصاص تکلیفی نہیں بلکہ قصاص مقابلہ کا ہوگا۔

سوال: حیوانات تو غیر مکلف ہیں ان سے قصاص کیونکر ہوگا؟ **جواب:** اصل مقصود بندوں کو آگاہ کرنا ہے کہ تم ایک دوسرے کے حقوق کو تلف نہ کرو ورنہ قصاص دینا پڑے گا۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ (مرقاۃ)

فِي عِرْضٍ: یعنی اس حق کا تعلق خواہ مظلوم کی عزت وعظمت سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو گالی دی ہو یا قول وفعل کے ذریعے سے کسی کو ایذاء پہنچائی ہو۔ **أَوْ مَالٍ:** یا کوئی چیز مال وغیرہ اس نے چھینا ہو یا چرایا ہو یا دبایا ہو تو تین پیسہ قرضہ کے عوض سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلوائی جائینگی۔

فَاسْتَحَلَّهُ: مطلب یہ ہے کہ صاحب حق سے قیامت سے پہلے پہلے ہر قسم کا حق معاف کرالے اگر مالی معاوضہ ہے تو اس کو ادا کردے یا اس سے معاف کرالے ورنہ قیامت کے دن نہ دینار ہونگے اور نہ درہم ہونگے وہاں ظالم کو مظلوم کیلئے اپنی نیکیاں دینی

پڑیں گی اور اگر نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر مظلوم کی برائیاں اور گناہ ظالم کو اپنے ظلم کے بدلے لینے پڑیں گے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، علاء بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل حقوق کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کرنا ہوں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس باب میں حضرت ابوذر اور عبداللہ بن انیس سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **الْجَلْحَاءِ:** یعنی بغیر سینگ والی مظلوم بکری کیلئے سینگ والی ظالم بکری سے قصاص اور بدلہ لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جس حیوان نے دوسرے حیوان پر ظلم و زیادتی اور تعدی کی ہوگی اس ظالم سے بدلہ لیا جائے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے وصف عدل کا اتنا ظہور ہو جائے گا کہ انسانوں کے علاوہ جانوروں میں بھی عدل کا ظہور ہو جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلف ہوتے ہیں۔

سوال: حیوان تو غیر مکلف ہیں ان سے قصاص و بدلہ لینے کا کیا مطلب ہے۔

جوابات: ① اللہ تعالیٰ کی صفت عالی ہے جہاں بھی بدلہ لے اور جس سے بدلہ لے وہ مختار علی الاطلاق ہے کما فی القرآن ''لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون'' جانوروں میں بدلہ مکلف ہونے کے طور پر نہیں ہوگا بلکہ بدلہ مقابلے کا ہوگا ② بعض حضرات نے کہا کہ حدیث میں سینگ دار بکری سے ظالم انسان مراد ہے اور بے سینگ بکری سے مظلوم انسان مراد ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا الْمِقْدَادُ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتَّى تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ أَوِ اثْنَتَيْنِ قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ لَا أَدْرِي أَيَّ الْمِيلَيْنِ عَنَى أَمَسَافَةُ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي يُكْحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟ قَالَ فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُونُونَ فِي

سوید بن نصر، ابن مبارک، عبدالرحمن بن یزید بن جابر، سلیم بن عامر، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج بندوں سے صرف ایک یا دو میل کے فاصلے پر رہ جائے گا سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کون سا میل مراد لیا زمین کی مسافت یا وہ سلائی جس سے سرمہ لگایا جاتا ہے پھر فرمایا کہ سورج لوگوں کو پگھلانا شروع کر دے گا چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے

الْعَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى عَقِبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی کمر تک اور کوئی منہ تک ڈوبا ہوگا پھر میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گویا کہ اسے لگام ڈال دی گئی ہو اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَمَّادٌ وَهُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوعٌ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ يَقُومُونَ فِي الرَّشْحِ إِلَى أَنْصَافِ آذَانِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوزکریا یحیی بن درست بصری، حماد بن زید، ایوب نافع، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وہ ایوب سے وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی حدیث غیر مرفوع نقل کرتے ہیں حماد کہتے ہیں یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے آپ نے فرمایا پسینہ ان کے آدھے کانوں تک ہوگا یہ حدیث حسن صحیح ہے

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

ہناد، عیسیٰ بن یونس، ابن عون، نافع، ابن عمر بھی عیسیٰ سے وہ ابن عون سے وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کے مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ: حدیث میں راوی بتا رہے ہیں کہ میل کی تعین نہیں کی کہ زمین کی مسافت کا میل مراد لیا یا سرمہ لگانے والی سلائی مراد لی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سرمہ کی سلائی مراد لینا بعید ہے سورج انسان سے ایک میل پر ہوگا۔

سوال: قرآنی آیات میں تو آتا ہے کہ جب قیامت واقع ہو جائے گی آسمان پھوٹ جائے گا اور سورج بے نور ہو جائے گا تو محشر میں سورج کہاں سے آئے گا حالانکہ وہ آسمان پر آتا ہے اس وقت آسمان ہوگا ہی نہیں۔

جواب اول: ہوسکتا ہے محشر میں سورج کو دوبارہ روشنی عطا کی جائے اور وہ گرمی سے تپش آنے لگے۔

جواب ثانی: یا اس سے مراد کوئی اور سورج ہو یہ دنیا والا نہ ہو۔ کیونکہ دنیا والا سورج بھی اپنا حساب دینے کے لئے محشر میں ہوگا۔ اگر آخرت میں بھی اس کو گرم کیا گیا تو یہ تکلیف دینے کے مترادف ہوگا۔

جواب ثالث: یہ امور آخرت میں سے ہے جس کو ہم عالم دنیا میں ہوتے ہوئے نہیں سمجھ سکتے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر جانتے ہیں۔ واللہ اعلم

أُدْنِيَتِ: باب افعال سے فعل مجہول ہے، قریب کرنا۔ **فَتَصْهَرُهُمْ:** پگھلانا۔ حدیث میں اس سے مراد پسینہ ہے۔

حَقْوَيْهِ: کوکھ، کمر **إِلْجَمْ:** جانور کو لگام دینا۔ **الْعَرَقِ:** پسینہ۔

حضرت ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ سورج کو قیامت کے روز اسی سال کی گرمی کے برابر حرارت دی جائے گی پھر وہ لوگوں کی پیشانیوں کے برابر ہوگا۔ یہاں تک کہ کمان کے برابر ہوگا لوگوں کا پسینہ بہے گا اور ان کے قد کے برابر ہوگا اور بلند ہوتے ہوتے وہ اس پسینہ میں ڈوب جائیں گے۔

میل سے مراد مسافت کا میل ہے جو کوس کا تہائی حصہ ہوتا ہے اور سرمہ لگانے والی سلائی کو بھی کوس کہتے ہیں بعض حضرات نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ سورج ایک میل کے فاصلے پر ہوگا اور بعض حضرات نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ سورج سرمہ کی سلائی کے بقدر فاصلہ پر ہوگا۔ اس حدیث کے تحت دو سوال و جوابات جان لیں۔

سوال: موجودہ وقت میں سورج ہم سے سینکڑوں میل دور ہے اور اس کی حرارت ہم برداشت نہیں کر سکتے تو میدان حشر میں اتنے قریب ہونے کے باوجود سورج کی حدت لوگ کس طرح برداشت کریں گے۔

جواب: وہاں کی گرمی اور جسم کو دنیا کی گرمی اور جسم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جس قدر دنیا کے اجسام ہیں اسی طرح دنیا میں سورج کی حرارت ہے اور آخرت میں جس قدر جسموں کو بنایا جائے گا اسی قدر سورج کو قریب کیا جائیگا چونکہ وہاں موت نہیں آئیگی اسلئے وہاں لوگ سورج کی حدت برداشت کرلیں گے۔

سوال: ہر شخص اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کا پسینہ دوسرے شخص کے پسینے سے نہیں ملے گا بلکہ اپنے ساحل پر رک جائیگا۔ **جواب:** اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر شخص کے پسینہ کو اس کے اعمال کی تناسب سے روکے رکھے گی کہ کسی کا پسینہ تو اس کے منہ یعنی دندان دھانوں تک پہنچ جائے گا اور کسی کا پسینہ گردن تک کسی کا پسینہ سینہ تک کسی کا پسینہ کمر تک کسی کا گھٹنے تک کسی کا ٹخنوں تک گناہوں کے بقدر پہنچ جائیگا علی ھذا القیاس جیسا کہ ایک قبر میں دو مردے اکٹھے دفن ہوتے ہیں لیکن ان دونوں پر الگ الگ حالات طاری ہوتے ہیں کہ ان میں ایک تو عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور دوسرا راحت و سکون کے ساتھ ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے احوال سے بے خبر ہوتے ہیں دنیا میں اس کی مثال یہ ہے کہ دو شخص ایک ہی بستر پر ایک طرح کی نیند سوتے ہیں اور وہ دونوں الگ الگ خواب دیکھتے ہیں ایک خواب دیکھ کر رنج و غم محسوس کرتا ہے اور دوسرا خوش ہوتا ہے جب دنیا میں ایسا ممکن ہے کہ دو آدمی اکٹھے ہوں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ علیحدہ ہو تو آخرت میں بطریق اولیٰ ایسا ہونا ممکن ہوگا لہٰذا آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الْحَشْرِ

''حشر'' کے لغوی معنی ہے جمع کرنا چونکہ قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا اس لئے اس کو یوم الحشر کہا جاتا ہے اور حشر کا دوسرا معنی ہانکنا بھی ہے اور وہ حشر قیامت سے قبل ہوگا جیسا کہ ماقبل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ قیامت سے پہلے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدان حشر کی طرف جمع کردے گی۔ گویا حشر دو ہوئے ایک قیامت سے پہلے علامات قیامت مثلاً آگ کا نکلنا۔ دوسرا حشر سے مراد میدان حشر جو قیامت کے وقوع کے بعد ہوگا یہاں دوسرا حشر مراد ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حشر چار ہوں گے، دو حشر دنیا میں اور دو حشر آخرت میں ہوں گے۔ پہلے حشر سے مراد سورۃ حشر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ھوالذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر'' (الحشر:۲)۔ دنیا میں دوسرا حشر وہی ہے جس کو علامات قیامت میں سے شمار کیا گیا ہے ان میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ قیامت سے پہلے قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی اور آخرت کے دو محشروں میں سے پہلے محشر میں مُردوں کو قبروں سے اُٹھا کر میدانِ حشر کی طرف لے جایا جائے گا دوسرے محشر میں لوگوں کو جنت یا دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا یا اس دن ''المرء مع من احب'' کے پیش نظر ہر شخص اپنے اعمال کے حساب سے اپنے احباب کے ساتھ جمع ہوگا مومن مؤمنین کے ساتھ اور کافر کفار کے ساتھ اس لئے اس کو یوم الحشر کہتے ہیں۔ حشر کے ساتھ نشر کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی جدا کرنا بکھیرنا چونکہ قیامت کے دن بعض لوگ بعض وقت اکٹھے ہوں گے اور بعض وقت ایک دوسرے سے الگ و بیزار ہوں گے کما فی القرآن ''یوم یفر المرء من اخیه الخ'' اس لئے اس کو یوم حشر ونشر بھی کہتے ہیں۔ (التعلیق الصبیح ج۶ ص ۲۷۰)

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا خُلِقُوا ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى مِنَ الْخَلَائِقِ إِبْرَاهِيمُ وَيُؤْخَذُ مِنْ أَصْحَابِي بِرِجَالٍ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

محمود بن غیلان، ابواحمد زبیری، سفیان، مغیرۃ بن نعمان، سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں برہنہ جسم اور بغیر ختنہ کے اکٹھے کئے جائیں گے جس طرح کہ انہیں پیدا کیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر مخلوق میں سب سے پہلے ابراہیم کو کپڑے پہنائے جائیں گے پھر میرے اصحاب میں سے بعض کو دائیں اور بعض کو بائیں طرف سے لے جایا جائے گا میں عرض کروں گا اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا نئی چیزیں نکالی تھیں جس دن سے آپ نے انہیں چھوڑا یہ اسی دن سے اپنی ایڑیوں پر پیچھے کی طرف لوٹ رہے ہیں پھر میں وہی بات کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے صالح بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہی) اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے پس تو بے شک غالب حکمت والا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ

محمد بن بشار اور محمد بن مثنی بھی محمد بن جعفر سے وہ شعبہ سے اور وہ مغیرہ بن نعمان سے اسی کے مانند حدیث

بْنِ النُّعْمَانِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

مبارکہ نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ رِجَالًا وَرُكْبَانًا وَتُجَرُّونَ عَلَى وُجُوهِكُمْ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع ، یزید بن ہارون، بہز بن حکیم اپنے والد وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے دن پیادہ اور سوار اٹھائے جاؤ گے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں منہ کے بل گھسیٹا جائے گا اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: **إِنَّكُمْ**: حدیث الباب میں ''انکم'' فرما کر اشارہ کر دیا کہ تم لوگ اپنی قبور سے ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بے ختنہ اٹھو گے جبکہ رسول کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص اولیاء اللہ اپنی قبور سے ننگے بدن نہیں اٹھیں گے بلکہ اپنے کفنوں میں اٹھیں گے۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ میں جب اپنی قبر سے اٹھوں گا تو مجھے فوراً جنتی جوڑا پہنایا جائے گا اس لئے حدیث میں ''انکم'' فرمایا ''نحن'' نہیں فرمایا لہٰذا اس فرمان سے رسول کریم ﷺ اور انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص اولیاء مستثنیٰ ہوں گے۔

حُفَاةً: ننگے پاؤں والا۔ **عُرَاةً**: ننگے بدن والا۔ **غُرْلًا**: غیر مختون۔ **أَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى**: قیامت کے دن جب سب کو اٹھایا جائے گا تو سب ننگے ہو کر اٹھیں گے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے ہمارے نبی کریم ﷺ مستثنیٰ ہونگے۔ آپ ﷺ کو جس لباس میں دفن کیا گیا ہے اسی لباس میں اٹھایا جائے گا۔ جس طرح آپ ﷺ کے جسم کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے کفن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ صاحب مرقاۃ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام اولیاء کرام کو قبور سے عاری اٹھایا جائے گا لیکن فوراً ان پر کفن ڈال دیئے جائیں گے کہ ان کے ستر کسی پر بھی ظاہر نہیں ہونگے پھر اونٹوں پر سوار ہو کر میدان محشر کی طرف لایا جائے گا۔ اس کے بعد عام لباس پہنایا جائے گا۔ اس وقت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جزوی فضیلت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے وقت ان کے کپڑے اتارے تھے یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے لباس کیا گیا تھا تو اس کے بدلے میں بطور اعزاز قیامت کے دن ان کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے سب سے پہلے فقراء کو لباس دیا تھا یا اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے روحانی باپ ہیں تکریماً ان کو پہلے لباس پہنایا جائے گا نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنائے جانے میں اولیت حقیقی نہیں بلکہ اولیت اضافی ہے کیونکہ دوسری روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے مجھے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۲۵۱)

''**أُصَيْحَابِي**'' سے شرعی صحابہ مراد نہیں شرعی صحابہ وہ ہیں جن کو بحالتِ ایمان رسول کریم ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو لہٰذا حدیث الباب میں لغوی صحابہ مراد ہیں یعنی رسول کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھنے والے لوگ یہ وہ لوگ ہیں جو رسول کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے چنانچہ ایسے لوگوں کو جہنم میں جاتے ہوئے دیکھ کر رسول کریم ﷺ فرشتوں

سے فرمائیں گے کہ تم ان کو بائیں طرف کہاں دوزخ لے جا رہے ہو تو فرشتے جواب دیں گے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ لوگ آپ کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے یہ اسی فتنہ ارتداد کی طرف اشارہ ہے جو آپ ﷺ کے بعد دورِ صدیقی میں پیش آیا تھا بعض لوگ جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی اتباع کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے اور بعض زکوٰۃ کا انکار کرنے کی وجہ سے مرتد ہوئے تھے بعض حضرات نے کہا کہ ''اصحابی'' سے مراد آپ ﷺ کے ساتھی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی امت مراد ہے جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے ہونگے پھر یہ ارتداد بھی عام ہے خواہ دین اسلام سے پھرنا مراد ہو یا دین میں نئی چیز ایجاد کرنا ہو۔

فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: یعنی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اپنی قوم کی گمراہی اور بدعقیدگی سے برأت کا اظہار کریں گے اور گمراہ قوم کے معاملے کو حق تعالیٰ کے عدل وانصاف پر چھوڑ دیں گے۔ اسی طرح میں بھی یہی کہوں گا کہ میری موجودگی میں میرے دین پر تھے لیکن میرے چلے آنے کے بعد شیطان کے دھوکے میں پڑ گئے اے اللہ! اب ان کا معاملہ تیری مرضی پر موقوف ہے ان کے بارے میں جو آپ چاہیں فیصلہ فرمائیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي الْعَرْضِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ وَهُوَ الرِّفَاعِيُّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوکریب، وکیع، علی بن علی، حسن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ پیش کئے جائیں گے۔ پہلی دو مرتبہ تو گفت وشنید اور عفو ودرگزر ہوگی جبکہ تیسری مرتبہ نامہ اعمال ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ چنانچہ کوئی دائیں ہاتھ میں اور کوئی بائیں ہاتھ میں لے گا۔ یہ حدیث صحیح نہیں اس لئے کہ حسن کا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کی سند متصل نہیں۔ بعض اسے علی بن علی رفاعی سے وہ حسن سے وہ ابوموسیٰ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ: قیامت کے دن تین پیشیاں لگیں گی۔ پہلی پیشی میں لوگ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام نے دین نہیں پہنچایا ہم اس سے بے خبر تھے۔ ''کما فی القرآن ماجاءنا من بشیر ولا نذیر'' دوسری پیشی پر انبیا کو بلایا جائے گا اور انبیا سے پوچھا جائے گا ہاں آپ نے ہمارا دین پہنچایا تھا یا نہیں وہ کہیں گے ہم نے ان کو دین پہنچایا تھا پس انبیا سے گواہ طلب کئے جائیں گے وہ امت محمدیہ کو گواہی میں پیش کریں گے کفار ان گواہوں کو پر جرح کریں گے کہ یہ ہمارے زمانے کے لوگ نہیں یہ لوگ کیسے گواہی دیتے ہیں پس گواہوں سے پوچھا جائے گا کہ جب تم ان اقوام کے زمانہ میں نہیں

تھے تو تم گواہی کیسے دے رہے ہو یہ امت جواب دے گی ہمیں یہ باتیں ہمارے پیغمبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دربار میں لایا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! میری امت صحیح کہتی ہے میں نے اس کو یہ باتیں بتائی ہیں اور میں نے ان کو اس بنیاد پر یہ باتیں بتائی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید میں یہ باتیں نازل فرمائی ہیں پھر بات اللہ تعالیٰ کی طرف چلی جائے گی تو اللہ پاک ان مجرمین کے منہ پر مہر لگا دیں گے چنانچہ ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ''كما فی القرآن اليوم نختم علىٰ افواهہم و تكلمنا ايديهم و تشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون'' پھر یہ مجرمین اپنے اعضاء کو کہیں گے کہ تم ہمارے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہو تو اعضاء ان کو جواب دیں گے ''كما فی القرآن انطقنا الله الذی انطق كل شئ'' پھر ان مجرمین کو اعتراف کرنا ہی پڑے گا چنانچہ کفار اپنے جرم کا اعتراف کریں گے کہ ہم سے بھول ہوگئی، چوک ہوگئی، ہم نادان تھے، ہمیں بڑوں نے گمراہ کیا ابھی ان کے بارے میں فیصلہ نہیں سنایا جائے گا کہ تیسری پیشی شروع ہو جائے گی۔ اس وقت نامۂ اعمال اڑائے جائیں گے وہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں گے نیک بختوں کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پہنچیں گے اور بدبختوں کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں۔ پھر اس کے بعد فیصلہ کر دیا جائے گا جنتی جنت میں اور دوزخی جہنم میں چلے جائیں گے۔

وَلَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ: یہ حدیث، حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت حسن بصریؒ سے بھی مروی ہے مگر یہ دونوں روایتیں منقطع ہیں کیونکہ حسن بصری کا سماع نہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے اور نہ ہی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ابن ماجۃ میں ہے۔

بَابُ مِنْهُ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَ ذَاكَ الْعَرْضُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ وَرَوَاهُ أَيُّوبُ أَيْضًا عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ

سوید، ابن مبارک، عثمان بن اسود، ابن ابی ملیکۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا حساب کتاب سختی سے کیا گیا وہ ہلاک ہو گیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جسے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا اس سے آسان حساب لیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا وہ آسان حساب لینا صرف پیش کرنا ہو گا یہ حدیث حسن صحیح ہے ایوب نے بھی اسے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کی منشاء حضرت عائشہ ؓ کو سمجھ میں نہ آئی کیونکہ یہ قرآن

کی صریح آیت سے متعارض ہے کہ اللہ فرماتا ہے ''فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم فرمارہے ہیں کہ جس سے حساب لیا جائیگا وہ ہلاک ہوجائیگا تو قرآن کے مطابق ''حِسَابًا يَسِيرًا'' کیسے ہوا تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا کہ ''حِسَابًا يَسِيرًا'' سے مراد عرض اعمال ہے کہ صرف اسکے سامنے پیش کیا جائیگا اور وہ اقرار کرے گا اس پر کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حساب کی دو قسمیں کردیں ایک حساب لغوی کہ جس میں کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی صرف موٹے موٹے اعمال پیش کئے جائینگے اور اکثر نظر انداز کردیئے جائینگے اور حساب عرفی جس میں جرح اور تحقیق والا حساب کیا جائیگا اور ہر عمل پر پوچھ گچھ کی جائے گی اسکو مناقشہ بھی کہا جاتا ہے۔ عند البعض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس کو ''حِسَابًا يَسِيرًا'' سے تعبیر کیا وہ درحقیقت حساب ہی نہیں بلکہ اس کا نام عرض ہے کہ بشارت ومغفرت کے ساتھ بندہ کے سامنے تقصیرات پیش کی جائیں گی۔

بَابٌ مِنْهُ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ أَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَاذَا صَنَعْتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ فَيَقُولُ لَهُ أَرِنِي مَا قَدَّمْتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ كُلِّهِ فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضَى بِهِ إِلَى النَّارِ قَالَ أَبُو عِيسَى وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ قَوْلَهُ وَلَمْ يُسْنِدُوهُ وَإِسْمَعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

سوید، ابن مبارک، اسماعیل بن مسلم، حسن وقتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان کو اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہیں دولت غلام لونڈیاں اور بہت سے انعام واکرام سے نوازا تھا تم نے اس کا کیا کیا وہ عرض کرے گا میں نے اسے جمع کیا اور اتنا بڑھایا کہ پہلے سے زیادہ ہوگیا اے اللہ تو مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں وہ سب کچھ لے آؤں پس اگر اس بندے نے نیکی آگے نہ بھیجی ہوگی تو اسے دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متعدد راویوں نے یہ حدیث حسن سے ان کے قول کے طور پر بیان کی مسند بیان نہیں کی اسماعیل بن مسلم حدیث میں ضعیف ہیں حافظہ کی وجہ سے اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: كَأَنَّهُ بَذَجٌ: البذج: بکری کا بچہ، ذلت وحقارت کی وجہ سے انسان کو اس طرح پیش کیا جائے گا جیسا کہ متکبرین کے متعلق وارد ہے کہ چیونٹیوں کی مانند روندے جائیں گے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مال دیا اور انسان نے اس کی زکوۃ

نہیں دی اور نہ ہی اللہ کے راستے میں خرچ کیا بلکہ اس مال کو بڑھاتا رہا اور اسے کثیر مال کی صورت میں چھوڑ کر مر گیا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں بھیج دیں گے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْكُوفِيُّ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَهُ أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا، وَبَصَرًا، وَمَالًا وَوَلَدًا وَسَخَّرْتُ لَكَ الْأَنْعَامَ وَالْحَرْثَ وَتَرَكْتُكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ فَكُنْتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلَاقِي يَوْمَكَ هٰذَا؟ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ لَهُ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَمَعْنَى قَوْلِهِ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي الْيَوْمَ أَتْرُكُكَ فِي الْعَذَابِ وَكَذَا فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذِهِ الْآيَةَ فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ قَالُوا مَعْنَاهُ الْيَوْمَ نَتْرُكُهُمْ فِي الْعَذَابِ

عبداللہ بن محمد زہری بصری، مالک بن سعیر، ابومحمد کوفی تمیمی، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الٰہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا یہ حدیث صحیح غریب ہے اس قول کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے عذاب میں ڈالوں گا بعض علماء نے اس آیت (فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ)۔ الاعراف) کا مطلب یہی بیان کیا ہے اہل علم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہم ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے۔

تشریح: اس حدیث کی وضاحت قرآن پاک کی آیت مبارکہ سے بھی ہو رہی ہے۔ اس میں یہ مضمون آیا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اپنا مشغلہ لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگانی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا آج ہم ان کو بھول جائیں گے جس طرح انہوں نے اپنے اس دن کو بھلا دیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے اور ان کی بخشش نہیں فرمائیں گے اور ایسا معاملہ تو پھر کفار ہی کے ساتھ ہوگا کیونکہ مؤمنین کا حال اس سے ذرا مختلف ہوگا ان سے آسان حساب لیا جائے گا اور آسان حساب کی مختلف صورتیں ہوں گی پھر آسان کی بھی مختلف صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ بے حساب بخش دیئے جائیں دوسرا یہ کہ ان سے مناقشہ نہیں کیا جائے گا صرف پیشی ہوگی اور ان کے سامنے ان کے اعمال رکھ دیئے جائیں گے پھر بخشش کر دی جائے گی تیسرا یہ کہ دائمی عذاب نہیں ہوگا بلکہ کچھ سزا بھگت کر جنت میں اللہ کے فضل سے بھیجے جائیں گے۔

بَابٌ مِنْهُ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا قَالَ أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا أَنْ تَقُولَ عَمِلَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا قَالَ بِهٰذَا أَمَرَهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن سعید بن ابی ایوب، یحیی بن ابی سلیمان، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس دن زمین اپنی سب چیزیں بیان کردے گی) اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا خبریں ہوں گی صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن یہ ہر غلام و باندی کے متعلق گواہی دے گی کہ اس نے اس پر کیا کیا اعمال کئے ہیں چنانچہ وہ کہے گی کہ اس نے فلاں دن مجھ پر یہ عمل کیا آپ نے فرمایا زمین کو اللہ تعالیٰ نے اسی کام کا حکم دیا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں آیت ''يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا'' کی تفسیر کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ آپ جانتے ہو کہ زمین کس چیز کی خبر دے گی؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر بندے اور بندی کے خلاف ان باتوں کی گواہی دے گی جو اس نے زمین کی پیٹھ پر کئے ہیں، زمین کہے گی تو نے فلاں، فلاں دن میری پیٹھ پر یہ کام کئے ہیں اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے زمین کو دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین ساری باتیں اُگل دے گی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصُّورِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَسْلَمَ الْعِجْلِيِّ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا الصُّورُ قَالَ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ

سوید، عبداللہ بن مبارک، سلیمان تیمی، اسلم عجلی، بشر بن شغاف، حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ صور کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ایک سینگ ہے جس میں قیامت کے دن پھونک ماری جائے گی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی راوی اسے سلیمان تیمی سے نقل کرتے ہیں، ہم اسے صرف انہی کی روایت سے پہچانتے ہیں

تشریح: ''نفخ'' کے معنی پھونکنا اور ''صور'' اس قرن کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے یہ ایک قدرتی سینگ ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونکیں گے جب سے دنیا بنائی گئی اس وقت سے اسرافیل علیہ السلام اس سینگ کو منہ میں رکھے ہوئے حکم الٰہی کے منتظر ہیں اور یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا پہلی مرتبہ پھونکنے سے تمام آسمان وزمین کی مخلوق فنا وہلاک ہوجائے گی ''الا ماشاء اللہ'' اور قیامت برپا ہوجائے گی پھر چالیس سال بعد دوسری مرتبہ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس سے تمام مردے زندہ ہوکر حساب کے لئے میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔

نفخہ اولیٰ کے ساتھ تمام جاندار مر جائیں گے ابلیس بھی اس نفخہ اولیٰ میں ہلاک ہوجائے گا ابلیس اولاً بھاگنے کی کوشش کرے گا مگر فرشتے آتشی گرز لیکر اس کو لوٹائیں گے پھر تمام انسانوں کی حالت نزع کی تکلیف اکیلے ابلیس پر ڈالی جائے گی نفخہ اولیٰ مسلسل چھ ماہ تک جاری رہے گا اس سے تمام مخلوق ختم ہوجائیگی فرشتے بھی ختم ہوجائینگے صرف آٹھ اشیاء باقی رہیں گی جن کا ذکر آنے والی حدیث کی تشریح میں آرہا ہے۔

قَالَ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ: یہ سینگ ایک طرف سے نوک دار ہوتا ہے اور دوسری طرف سے کشادہ ہوتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام جس صور میں پھونکیں گے اس کی پوری حقیقت ابھی کوئی نہیں جانتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سینگ سے تشبیہ دی ہے اور سینگ کی طرح کے باجے آج بھی بنتے ہیں اس کا باریک حصہ منہ میں لے کر پھونکا جائے تو بہت اونچی آواز پیدا ہوتی ہے یہ حدیث ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے اور البدایۃ والنہایۃ میں علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ أَبُو الْعَلَاءِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْأُذُنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ قُولُوا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

سوید، عبداللہ، خالد ابوعلاء، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے کیسے چین آئے جبکہ سینگ والے نے سینگ اپنے منہ میں لے رکھا ہے اور کان لگا کر اللہ کے حکم کے منتظر ہیں کہ وہ کب پھونکنے کا حکم دیں اور وہ پھونکیں یہ بات صحابہ کرامؓ کے دلوں پر گراں گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کہو اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور کئی سندوں سے عطیہ سے بحوالہ ابوسعید مرفوعاً اسی طرح منقول ہے۔

تشریح: **أَنْعَمُ:** میں کیسے خوش ہوں باب سمع سے خوش ہونا۔ **اَلْتَقَمَ:** منہ میں لیا **حَسْبُنَا اللهُ:** مجھے اللہ ہی کافی ہے۔

حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ کلمات ''حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ'' بڑی سے بڑی اور سخت سے سخت مصیبت کو دفع کردیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تھا تو اس وقت انہوں نے بھی یہی کلمات پڑھے تھے۔ اسی

طرح ایک غزوہ کے موقع پر جب لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا ''ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم'' یعنی دشمنوں نے آپ لوگوں کے مقابلہ کیلئے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور آپ کو نقصان پہنچائیں گے اس پر آپ ﷺ نے یہی پڑھا۔ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ''۔ حدیث الباب کی مزید تشریح ترجمہ سے واضح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ

علی بن حجر، علی بن مسہر، عبدالرحمن بن اسحاق، نعمان بن سعد، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومنوں کا پل صراط پر یہ شعار ہوگا اے رب سلامت رکھ اے رب سلامت رکھ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف عبدالرحمن بن اسحاق کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: شِعَارُ: ''شعار'' اس علامت کو کہتے ہیں جو فوج والے آپس میں ایک دوسرے کو پہچاننے کیلئے رکھتے ہیں تاکہ کوئی دشمن جب آئے تو وہ پکڑا جائے جس کو عام اصطلاح میں نام شب اور جواب شب بھی کہا جاتا ہے۔

الْمُؤْمِنِينَ: مومنین سے مراد دوسری امتوں کے مومنین ہیں اس دن سب کی زبان عربی ہوگی لہٰذا انبیاء علیہم السلام بھی ''سَلِّمْ، سَلِّمْ'' فرمائیں گے جبکہ رسول کریم ﷺ ''یارب امتی، یارب امتی'' فرمائیں گے اب انبیاء علیہم السلام کا ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' فرمانا اپنی امتوں کی شفاعت کے طور پر ہوگا جبکہ مومنین کا ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' فرمانا اپنے لئے دعا کے طور پر ہوگا۔

نیز پل صراط سے گزرتے وقت دوسری امتوں کے مؤمنین کی پہچان ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' سے ہوگی جبکہ امت محمدیہ کے مومنین کی پہچان ''لا الہ الا انت'' سے ہوگی بعض حضرات نے کہا کہ یہ شعار مؤمنین کاملین کے بارے میں ہے۔ ابن مردویہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اس وقت اہل ایمان کا شعار ''لا الہ الا اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون'' ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی اور اندھیروں میں اہل ایمان کا شعار ''لا الہ الا انت'' ہوگا یا ہوسکتا ہے کہ مومنین کے مختلف طبقات کے مختلف شعار (علامات) ہوں۔ اس توجیہ سے روایات میں تطبیق بھی ہو جائیگی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ مَيْمُونٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو الْخَطَّابِ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ

عبداللہ بن الصباح ہاشمی، بدل بن محبر، حرب بن میمون انصاری، ابوخطاب، نضر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے دن اپنی شفاعت کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کروں گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو کہاں

أَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ قَالَ اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

تلاش کروں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا میں نے عرض کیا اگر میں آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا میں نے عرض کیا اگر وہاں بھی نہ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حوض کوثر پر دیکھ لینا کیونکہ میں ان تین جگہوں کے علاوہ کہیں نہیں جاؤں گا یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تین مقامات ایسے ہیں کہ جہاں پر مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامات میں سے کسی مقام پر ضرور ہوں گے یا ان تین جگہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری باری آئیں گے تاکہ مشکل میں رہنے والے مسلمانوں کی شفاعت کے ذریعے مدد کریں۔

حدیث شریف میں تین مقامات کا تذکرہ کیا سب سے پہلے پُل صراط کا کہ یہ سب سے مشکل مرحلہ ہے معلوم نہیں کہ کون اس کو پار کر سکے گا اور کون پار نہیں کر سکے گا اور دوسرے نمبر پر میزان کا ذکر کیا میزان پر یہ ڈر لگا رہے گا کہ کونسا پلڑا جھکتا ہے اس میں خوف پہلے مقام (پل صراط) کی بنسبت کم ہوگا۔ تیسرا مقام حوض کوثر کی جگہ ہے اس میں یہ خوف ہوگا کہ فرشتے لائن سے ہٹا نہ دیں اور یہ خوف پہلے دو مقام کی بنسبت کم ہے۔ یہ ترتیب ہوسکتا ہے کہ راوی کا وہم ہو۔

اشکال: ابوداؤد شریف کتاب السنۃ فی ذکر المیز ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''هل تذكرون أهليكم يوم القيامة'' کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین جگہوں میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا جبکہ حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی تین جگہیں بتائی ہیں کہ مجھے ان تین مقامات میں تلاش کرنا میں آپ کے لئے سفارش کروں گا۔

جواب: ان تین جگہوں پر از خود کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہوگی البتہ کوئی ڈھونڈنے لگے تو وہ ان مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرلے گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ان مقامات میں امت کے فائدہ کے لئے ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّفَاعَةِ

الشفاعة: شفاعت کا مطلب ہے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنا۔ چنانچہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار اور مجرم بندوں کے گناہوں اور جرموں کے معاف کئے جانے کی درخواست پیش کریں گے۔ شفاعت کے متعلق سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کسی کافر کے متعلق شفاعت قبول نہیں ہوگی۔ شفاعت صرف اہل ایمان کے متعلق قبول ہوگی دوسری بات یہ کہ شفاعت کیلئے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے اجازت ضروری ہے اللہ پاک کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا کما فی القرآن ''من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ''۔

شفاعت کی قسمیں: شفاعت کی دو قسمیں ہیں۔ایک شفاعت کبریٰ،دوسری شفاعت صغریٰ،شفاعت کبریٰ کا تعلق تمام بنی آدم سے ہے کہ تمام انسان پریشان ہوکر انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے تو ہر نبی اپنا عذر بیان کردے گا۔بالاخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہوجائیں گے اور اس سجدہ میں اللہ پاک کی محامد بیان کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سجدے سے سر اٹھالو،جو مانگو گے دیا جائے گا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھائیں گے تو عرض کریں گے کہ میدان محشر میں لوگ بہت زیادہ پریشان ہوچکے ہیں ان کا حساب وکتاب شروع کیا جائے۔پھر اللہ تعالیٰ حساب وکتاب شروع کردے گا پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کیلئے شفاعت صغریٰ فرمائیں گے۔

پھر شفاعت صغریٰ میں اور بھی اقسام آتی ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام،فرشتے،شہداء،علماء،حفاظ یہ سارے شفاعت کریں گے۔ان سب کی شفاعت،شفاعت صغریٰ میں شامل۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متعدد مواقع ① حساب شروع کرانے کیلئے اس کا فائدہ کفار کو بھی ہوگا ② بغیر حساب اہل جنت کو جنت میں داخل کرانے کیلئے ③ جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی انکی نیکی کا پلہ بھاری کرانے کیلئے ④ عصاۃ مؤمنین جو دوزخ میں چلے گئے ان کو دوزخ سے نکالنے کیلئے ⑤ صالحین کے رفع درجات کیلئے ⑥ جنت کا دروازہ کھلوانے کیلئے ⑦ اہل مدینہ اور زائرین روضہ اقدس کو اپنا قرب دلانے کیلئے ⑧ تخفیف عذاب کی سفارش جیسے ابوطالب کے حق میں۔

اب سب اقسام شفاعت کا ذکر آگے احادیث میں تدریجا آئے گا غرضیکہ تمام مواقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بہت شفقت والا معاملہ فرمائیں گے اور اپنی امت کو اللہ کے فضل سے جنت میں داخل کراکے چھوڑیں گے۔''رزقنا اللہ بشفاعة النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم''۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ فَأَكَلَهُ وَكَانَ يُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهُ نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَلْ تَدْرُونَ لِمَ ذَاكَ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اسے کھایا چونکہ آپ دستی کے گوشت کو پسند کرتے تھے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھایا پھر فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں تم جانتے ہو کیوں اس طرح کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک ہی میدان میں اس طرح اکٹھا کرے گا کہ انہیں ایک شخص اپنی آواز سنا سکے گا اور وہ انہیں دیکھ سکے گا سورج اس دن لوگوں سے قریب ہوگا لوگ اس قدر غم وکرب میں مبتلا ہوں گے کہ اس کے متحمل نہیں ہوسکیں گے چنانچہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم

وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَتَحَمَّلُونَ فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِآدَمَ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا! اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ نُوحٌ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي

لوگ کس قدر مصیبت میں گرفتار ہیں کیا تم لوگ کسی شفاعت کرنے والے کو تلاش نہیں کرتے اس پر کچھ لوگ کہیں گے کہ آدم کو تلاش کیا جائے چنانچہ حضرت آدمؑ سے کہا جائے گا کہ آپ ابوالبشر ہیں اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے بنایا آپ میں اپنی روح پھونکی اور پھر فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہذا آج آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے کیا آپ ہماری مصیبت کا اندازہ نہیں کر رہے آدم فرمائیں گے کہ میرے رب نے آج ایسا غضب فرمایا جیسا اس سے پہلے کبھی نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا مجھے اس نے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا پس مجھ سے عدولی ہوگئی لہذا میں شفاعت نہیں کر سکتا مجھے اپنی فکر ہے تین مرتبہ فرمایا تم لوگ کسی اور کی طرف جاؤ ہاں نوح کے پاس جاؤ پھر نوح کے پاس لوگ آئیں گے اور عرض کریں گے اے نوح آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں آپ دیکھتے نہیں ہم کس قدر مصیبت میں گرفتار ہیں کیا آپ ہماری حالت اور مصیبت کا اندازہ نہیں کر رہے حضرت نوح فرمائیں گے کہ میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا جو نہ اس سے پہلے فرمایا اور نہ ہی اس کے بعد فرمائے گا مجھے ایک دعا دی گئی تھی میں نے اپنی قوم کے لئے ہلاکت کی دعا مانگ کر اس موقع کو ضائع کر دیا مجھے اپنے نفس کی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ پھر وہ ابراہیم کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ابراہیمؑ آپ اللہ کے نبی اور زمین والوں میں سے آپ اللہ کے خلیل ہیں آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں حضرت ابراہیم فرمائیں گے آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا جو نہ اس سے پہلے فرمایا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا میں نے تین مرتبہ ظاہری واقعہ کے خلاف بات کی میں تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا مجھے اپنی فکر ہے تم لوگ کسی اور کو تلاش کرو موسیٰ کے پاس جاؤ وہ

اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيَقُولُ عِيسَى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَغُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى

حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہم کلام ہونے کے شرف سے نوازا آج آپ ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس تکلیف وکرب میں مبتلا ہیں موسیٰ فرمائیں گے میرے رب نے آج وہ غصہ فرمایا جیسا نہ تو اس سے پہلے فرمایا اور نہ ہی بعد میں فرمائے گا میں نے ایک نفس کو قتل کیا حالانکہ مجھے قتل کا حکم نہ تھا لہذا میں سفارش نہیں کر سکتا مجھے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم لوگ عیسیٰ کے پاس جاؤ پس وہ عیسیٰ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے عیسیٰ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں پھر آپ نے گود میں ہونے کے باوجود لوگوں سے بات کی ہماری مصیبت کا اندازہ کیجئے اور ہماری شفاعت کیجئے حضرت عیسیٰؑ فرمائیں گے آج کے دن میرے رب نے ایسا غضب فرمایا جیسا نہ تو اس سے پہلے فرمایا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا آپ اپنی کسی خطا کا ذکر نہیں کریں گے ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جاؤ پس وہ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں آخری نبی ہیں آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے آپ اللہ رب العزت سے ہماری شفاعت کیجئے ہم بری مصیبت میں مبتلا ہیں چنانچہ میں چلوں گا اور عرش کے نیچے آکر سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ میری زبان اور دل سے اپنی ایسی حمد وثنا اور تعظیم عطا کرے گا مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ہوگی پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ جو مانگو گے عطا کئے جاؤ گے اور جو شفاعت کرو قبول کی جائے گی پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب میں اپنی امت کی نجات اور فلاح کا طلب گار ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے محمد آپ کی امت میں سے جن لوگوں پر حساب کتاب نہیں جنت کے دائیں جانب کے دروازے سے داخل کر دیجئے اور وہ لوگ دوسرے دروازوں سے بھی

ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَأَنَسٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

داخل ہونے کے مجاز ہوں گے پھر آپ نے فرمایا قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت کے دروازوں کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان ہے اور مکہ مکرمہ اور بصری کے درمیان کا فاصلہ اس باب میں حضرت ابوبکر انس عقبہ بن عامر اور ابوسعید سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت کیوں پسند تھا اس کی وجوہات ابواب الاطعمۃ کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

یہ حدیث حدیث شفاعت کے نام سے بھی موسوم ہے۔ یہ طویل حدیث ہے اس میں چند سوالات اور اس کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

ائتو نوحًا اوّل نبی بعثه الله: **سوال:** حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تین نبی حضرت آدم علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام گزرے ہیں تو پھر حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق کیسے فرمادیا کہ وہ اول نبی ہیں۔ **جوابات:** ① حضرت نوح علیہ السلام اس اعتبار سے اول نبی ہیں کہ جس علاقہ میں ان کو مبعوث کیا گیا تو اس علاقہ کی تمام آبادی کافروں کی تھی جبکہ اور انبیاء علیہم السلام کو کفار ومسلمانوں کی مخلوط آبادی میں مبعوث کیا گیا ② حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے والے حضرات صرف انبیاء علیہم السلام تھے رسول نہ تھے جبکہ حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہونیوالے پہلے رسول ہیں۔ **سوال:** جب اللہ تعالیٰ نے میدان محشر میں لوگوں کے دل میں ڈالا کہ وہ آدم علیہ السلام سے سفارش کا کہیں پھر چلتے چلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے پہلا خیال لوگوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیوں نہیں ڈالا تا کہ تمام لوگ سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شفاعت کیلئے آتے۔ **جواب:** اگر تمام لوگ سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شفاعت کی درخواست کرنے آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء سے فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور یہ گمان بھی ہوتا کہ شاید کسی اور نبی کے پاس شفاعت کیلئے جاتے تو وہ بھی سفارش کر لیتے۔ اس خدشہ کو دور کرنے کیلئے آدم علیہ السلام سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک شفاعت کی بات چلائی گئی لیکن کوئی نبی شفاعت نہ کرے گا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت کریں گے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سب انبیاء وانسانوں کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

سوال: تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی لغزشوں کو کیوں سامنے رکھیں گے حالانکہ تمام انبیاء سے لغزشوں کی معافی کی گئی ہے۔ اور جو چیز معاف کردی جائے تو اس سے خوف تو نہیں ہوتا تو پھر تمام انبیاء اپنی لغزشوں کو کیوں سامنے کریں گے۔ **جواب:** چونکہ انبیاء کرام کا درجہ ومرتبہ عالی ہے اس مقام کے اعتبار سے بھی ان کو چھوٹی سی لغزش بڑی معلوم ہوتی ہے ''**حسنات الابرار سیئات المقربین**'' کے پیش نظر جو شخص رب کے زیادہ قریب ہو اور اس سے چھوٹی سی لغزش بھی ہو جائے تو اس کو سفارش کرنے میں حیاء اور رکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔

سوال: حضرت نوح علیہ السلام کونسی لغزش کو سامنے رکھتے ہوئے عذر کرینگے۔ **جواب:** حضرت نوح علیہ السلام یہ عذر کریں گے کہ شاید میری اس لغزش کا تذکرہ ہو جائے کہ جب میری قوم پر عذاب نازل ہوا تھا تو میں نے اپنے بیٹے کے حق میں غرق ہونے سے بچنے کیلئے دعا

مانگی تھی ''رب ان ابنی من اھلی وان وعدك الحق وانت احکم الحاکمین'' تو حضرت نوح علیہ السلام پر عتاب نازل ہوا کہ نوح ہم سے وہ چیز نہ مانگو جس کی حقیقت کا تمہیں علم نہیں ہے کما فی القرآن ''فلا تسئلنی ما لیس لك به علم''

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کونسی لغزش کو سامنے رکھ کر عذر پیش کریں گے؟ **جواب:** انہوں نے عذر میں وہ تین باتیں پیش کی تھیں جو ظاہراً جھوٹ تھیں حقیقتاً جھوٹ نہیں تھیں لیکن انہوں نے ان کو لغزش سے تعبیر کیا وہ ظاہری تین جھوٹ یہ ہیں۔ ① جب قوم نے میلے پر جانے کو کہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں بیمار ہوں بظاہر جھوٹ سمجھا جا سکتا ہے لیکن اگر حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ان کی یہ بات جھوٹ میں شمار نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے جب یہ بات کہی تو ان کی مراد یہ تھی کہ تمہارے کفر و شرک اور بت پرستی نے میرے دل کو دکھ میں مبتلا کیا ہے اور میں تمہارے غم میں اندرونی طور پر بیمار ہوں ② جب بتوں کو کلہاڑے سے توڑا تو بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا جب کافروں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بت توڑے ہیں تو انہوں نے بڑے بت کا کہا۔ درحقیقت آپ ان کے بتوں کی تذلیل کرنا چاہتے تھے کہ ان سے پوچھو جب وہ پوچھنے سے جواب نہیں دے سکتے اور اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تو تم ان کی عبادت کیونکر کرتے ہو ③ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کو ساتھ لیکر ایک کافر بادشاہ کے پاس سے گزرے تو کافر بادشاہ کے پوچھنے پر کہ ساتھ کون ہے فرمایا کہ یہ بہن ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ دینی بہن ہے انہوں نے نسبی بہن مراد نہیں لی۔ **سوال:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بظاہر تو کوئی لغزش معلوم نہیں ہوتی تو وہ کونسا عذر پیش کریں گے؟ **جواب:** ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ عذر پیش کیا ہو کہ عیسائیوں نے ان کو ابن اللہ کہا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا ''أأنت قلت للناس اتخذونی ... الخ'' یا اس لئے انہوں نے وہ عذر پیش کیا کہ شفاعت کبریٰ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے۔ الحاصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب امتوں کے متعلق حساب و کتاب کی شفاعت کریں گے۔ جس کی تفصیل ترجمہ سے واضح ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عباس عنبری، عبدالرزاق، معمر، ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری شفاعت امت کے ان افراد کے لئے ہے جنہوں نے کبیرہ گناہ کئے اس باب میں حضرت جابر سے بھی روایت منقول ہے یہ حدیث اس سند سے صحیح غریب ہے۔

تشریح: کبیرہ گناہوں سے معافی کیلئے میری شفاعت میری امت کیلئے ہی خاص ہے دوسری امتوں کے لوگوں کیلئے نہیں۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جس شفاعت کا ذکر ہے اس سے وہ شفاعت مراد ہے جو عذاب سے نجات اور خلاصی دلانے کے لئے ہوگی ورنہ جو شفاعت درجات کی بلندی کیلئے یا اعزاز و کرامات میں اضافہ کے لئے ہوگی وہ اتقیاء، اولیاء و صلحاء کے حق میں بھی ثابت ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ لِي جَابِرٌ يَا مُحَمَّدُ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْكَبَائِرِ فَمَا لَهُ وَلِلشَّفَاعَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن بشار، ابوداؤد طیالسی، محمد بن ثابت بنانی، جعفر بن محمد، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت اُمت کے اہل کبائر کے لئے ہے محمد بن علی کہتے ہیں کہ مجھ سے جابر نے فرمایا اے محمد جو کبیرہ گناہوں والے نہ ہوں گے ان سے شفاعت کا کیا تعلق یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

تشریح: شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ: اہل کبائر سے مراد وہ لوگ جو جہنم میں جا چکے ہوں گے ان کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کی جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے ان کو جہنم سے چھٹکارا ملے گا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا یہی مطلب ہے کہ صغائر والے تو جہنم میں نہیں جائیں گے پس ان کو سفارش کی حاجت نہیں ہوگی۔ شفاعت کی ضرورت اہل کبائر کو ہوگی اور یہ خاص شفاعت کا بیان ہے کیونکہ جو شفاعت ترقی درجات کے لئے ہوگی وہ تو متقیوں کے لئے ہوگی۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حسن بن عرفۃ، اسماعیل بن عیاش، محمد بن زیاد الہانی، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب وکتاب وعذاب کے جنت میں داخل کرے گا پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور میرے رب کی مٹھیوں سے تین مٹھیاں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اللہ پاک کا یہ وعدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے اعزاز وتکریم کی وجہ سے ہے اور یہ وعدہ حکمی شفاعت ہے اور آخر میں اللہ پاک تین لپیں بھر کر جہنم سے جنت میں ڈالیں گے یہ بھی حکمی شفاعت ہے کیونکہ اس کا بھی وعدہ فرمایا گیا ہے اللہ پاک کی ایک لپ میں کتنی تعداد آئے گی اس کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَهْطٍ بِإِيلِيَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ

ابوکریب، اسماعیل بن ابراہیم، خالد حذاء، حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایلیا کے مقام پر ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول بیان کیا آپ نے فرمایا میری امت میں سے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں کی تعداد سے

رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ سِوَاكَ قَالَ سِوَايَ فَلَمَّا قَامَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا هٰذَا ابْنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَابْنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيثُ الْوَاحِدُ

بھی زیادہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے علاوہ آپ نے فرمایا ہاں پھر جب حدیث بیان کرنے والے کھڑے ہوئے تو میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابن ابی الجذعاء ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ابن ابی جذعا کا نام عبداللہ ہے ان سے صرف یہی ایک حدیث معروف ہے۔

تشریح: فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اس رجل سے کون مراد ہے اس میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔(۱) اس سے حضرت عثمان بن عفانؓ مراد ہیں۔(۲) یا اس سے اویس قرنی مراد ہیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جو قبیلہ ربیعہ ومضر کے لوگوں کے برابر سفارش کرے گا۔(۳) بعض حضرات نے کہا کہ جب آپؐ نے اس شخص کی تعیین نہیں کی تو اس کی تعیین مشکل ہے لہٰذا اس سے کوئی بھی نیک شخص مراد ہوسکتا ہے۔

بَنِي تَمِيمٍ: بنو تمیم عرب کا بہت بڑا قبیلہ ہے جب کسی کی کثرت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو بنو تمیم کے قبیلہ کے افراد کی تمثیل بیان کی جاتی تھی لہٰذا حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک صالح شخص کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے تو امت محمدیہ میں اور صالحین بھی تو سفارش کریں گے تو ان کے نتیجہ میں امت محمدیہ کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد جنت میں داخل کی جائے گی واضح رہے کہ اس شفاعت سے مراد شفاعت صغریٰ ہے کیونکہ شفاعت کبریٰ تو صرف رسول کریم ﷺ ہی کریں گے نیز جب رسول کرم ﷺ کے ایک صالح امتی کی سفارش سے اتنے لوگ بخشے جائیں تو رسول کریم ﷺ کی شفاعت سے بخشے جانے والوں کا کس قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے اللہ پاک ہم سب کو رسول کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے (آمین)

هٰذَا ابْنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ: اس سے راوی حدیث مراد ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حسین بن حریث، فضل بن موسی، زکریا بن ابی زائدہ، عطیہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے بعض لوگ ایک گروہ کی سفارش کریں گے بعض ایک قبیلہ کی بعض ایک جماعت کی اور کچھ لوگ ایک آدمی کی سفارش کریں گے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: لِلْفِئَامِ: جماعت، گروہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ فئام کی جمع فوم آتی ہے۔ اَلْعُصْبَةِ: ٹولہ، جماعت، گروہ جیسا کہ قرآن پاک کی آیت میں ہے۔

لتنوء بالعصبة اولی القوہ: ایک طاقتور ٹولے کے لئے قارون کے خزانوں کی چابیوں کا اٹھانا مشکل تھا۔ فئام: یہ قبیلہ سے زیادہ ہوتا ہے اور قبیلہ کی تعداد ایک جماعت یا گروہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں سفارش کرنے کا ذکر ہے کہ کوئی شخص بڑی جماعت کے لئے سفارش کرے گا کوئی قبیلہ کے لئے اور کوئی جماعت کے لئے اور کوئی ایک شخص کے لئے سفارش کرے گا یہاں تک کہ وہ سب جنت میں چلے جائیں گے۔

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ الْكُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ

ابوہشام محمد بن یزید رفاعی الکوفی، یحییٰ بن یمان، حسین بن جعفر، حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد کے بقدر لوگوں کی سفارش کریں گے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش کا ذکر ہے کہ وہ قبیلہ ربیعہ و مضر کی تعداد کے بقدر لوگوں کے لئے سفارش کریں گے یہاں پر ربیعہ و مضر کے قبیلوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں قبیلے تعداد کے اعتبار سے دوسرے قبائل سے زائد تھے۔

یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسن بصریؒ نے اس صحابی کا نام نہیں لیا جس سے انہوں نے یہ حدیث سنی ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ

ہناد، عبدۃ، سعید، قتادہ، ابوملیح، حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھے نصف امت جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو یہ حدیث ابوملیح نے ایک دوسرے صحابی کے واسطے سے روایت کی اور عوف بن مالک کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن دو باتوں کا اختیار دیا گیا ایک یہ کہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دیا جائے دوسرا یہ کہ میں اپنی امت کے لئے سفارش کروں پس میں نے پہلی کو چھوڑ کر دوسری بات کو اختیار کیا کیونکہ میری سفارش کرنے کی صورت میں نصف سے زائد امت جنت میں جائے گی اس طرح لوگ جنت میں زیادہ جائیں گے نیز سفارش ان لوگوں کے حق میں قبول کی جائے گی جن کو موت اس حال میں آئی ہو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْحَوْضِ

سوال: آپ ﷺ کے دو حوضوں میں سے جب پہلے حوض سے پانی پی لیا گیا تو دوسرے حوض کی احتیاجی نہیں رہے گی۔

جوابات: ① میدان حشر میں حوض کوثر سے لوگ پانی پئیں گے لیکن وہ وقت قصاص اور حساب کا ہوگا ڈرتے پئیں گے کہ معلوم نہیں کیا بنے گا لیکن جب پل صراط پار کرلیں گے کسی قسم کا خوف نہیں رہے گا تو وہاں حوض کوثر سے پانی پینے کی لذت بھی آئے گی اور پیاس بھی بجھ جائے گی ② پہلے حوض سے پانی اس لئے پیا جائے گا تا کہ حساب وکتاب کیلئے قوت آجائے جب حساب کتاب ہوجائے گا تو دوسرے حوض سے خوشی کے ساتھ پانی پیا جائے گا جس سے اصل پیاس بجھے گی اور لذت بھی حاصل ہوگی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي حَوْضِي مِنَ الْأَبَارِيقِ بِعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن یحیی، بشر بن شعیب بن ابی حمزۃ، ان کے والد، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک میرے حوض میں آسمان کے ستاروں کے برابر آبخورے ہوں گے یہ حدیث اسی سند سے حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَى الْأَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ سَمُرَةَ وَهُوَ أَصَحُّ

احمد بن محمد بن نیزک بغدادی، محمد بن بکار دمشقی، سعید بن بشیر، قتادہ، حسن، سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر اپنے حوض سے زیادہ پینے والوں پر فخر کریں گے مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد زیادہ ہے یہ حدیث حسن غریب ہے اشعث بن عبدالملک بھی اسے حسن سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں اس میں سمرہ کا ذکر نہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: سوال: حوض کی وسعت کے متعلق متعدد روایات مروی ہیں ایک روایت میں ایک مہینہ کی مسافت کا ذکر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے ایک کنارہ سے لے کر دوسرے کنارہ تک کا فاصلہ عدن اور عمان کے درمیان ہوگا۔ اگلے باب میں ایک روایت ہے "حوض کما بین الی الحجر الاسود" کہ کوفہ اور حجر اسود کے درمیان مسافت کے بقدر ہوگا۔ ان تمام روایات میں تعارض ہے۔

جواب اول: ان تمام احادیث میں حوض کوثر کی متعین حد بندی بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف حوض کوثر کی وسعت کو بیان کرنا ہے۔

باقی یہ مسافتیں سامعین کو سمجھانے کے اعتبار سے ذکر کی گئی ہیں جو شخص جس شہر میں رہ رہا تھا اس کو اسی شہر کی مسافت کے ذریعے سمجھایا گیا۔ وعلی هذا القياس۔

جواب ثانی: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ عدد اقل اکثر کے منافی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اقل مسافت کا ذکر کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے زیادہ کا بتایا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مسافت کا ذکر کر دیا۔

حوض کوثر کہاں واقع ہے: اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

قول اول: بعض حضرات کہتے ہیں کہ حوض کوثر پل صراط سے پہلے ہوگی۔

قول ثانی: بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حوض کوثر پل صراط کے بعد جنت سے پہلے ہوگی۔

قول ثالث: بعض نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہیں ایک پل صراط سے پہلے اور ایک پل صراط کے بعد۔ اگر قول اول مراد لیں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر پل صراط سے پہلے ہے تو پھر جنت سے اس میں نہریں کیسے پہنچ گئیں کیونکہ درمیان میں دوزخ ہے جس پر پل صراط بنی ہے تو جنت کی نہر کوثر سے پانی حوض کوثر میں کیسے آئے گا۔

جواب: یہ سب آخرت کے حالات و واقعات ہیں جس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے ہم عالم دنیا میں رہتے ہوئے عالم آخرت کے بارے میں حتمی طور پر کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

دوسرے قول پر اعتراض: اگر حوض کوثر پل صراط کے بعد ہے تو پھر یہ اعتراض ہوگا کہ امت تو میدان محشر میں جمع ہوگی اور پیاس بھی میدان محشر میں لگے گی جبکہ حوض کوثر پل صراط کے بعد ہوگا۔

جواب: راجح قول پہلے والا ہے کہ پل صراط سے پہلے میدان محشر میں حوض کوثر ہوگا۔

سوال: جب حوض کوثر کے پینے سے پیاس ختم ہو جائے گی دوبارہ پیاس نہیں لگے گی تو جنت کی مختلف قسم کی نہریں دودھ، شہد، شراب طہور، خالص پانی کس کے لئے ہوں گے اور ان سے کون کب پیئے گا۔

جواب: یہ مسلم امر ہے کہ حوض کوثر پینے کے بعد پیاس نہیں لگے گی۔

باقی جنت میں موجود نہریں پیاس بجھانے کیلئے نہیں بلکہ لذت کیلئے ہوں گی کیونکہ پیاس تکلیف ہے اور جنت میں تکلیف نہیں ہوگی۔

اس باب کی احادیث میں حوض کوثر کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی مانند قرار دیئے گئے ہیں اس حدیث حوض کوثر کے برتنوں کی آسمان کے ستاروں کے ساتھ تمثیل بیان کی گئی ہے۔ اس تمثیل میں دو چیزیں مقصود ہیں اس لئے کہ ستاروں کی دو خوبیاں نمایاں ہیں ایک کثرت کا ہونا دوسرا روشن اور چمکدار ہونا۔ اسی طرح حوض کوثر کے آبخورے بے شمار ہوں گے مثل ستاروں کے صاف اور چمکدار بھی ہوں گے کیونکہ برتن تھوڑے ہوں پھر بھی تکلیف ہوتی ہے اور دھلے ہوئے بھی نہ ہوں تو بھی تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اس لئے فرمایا کہ وہ صاف وشفاف اور کثیر ہوں گے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ عَنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيِّ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَحُمِلْتُ عَلَى الْبَرِيدِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَقَدْ شَقَّ عَلَى مَرْكَبِي الْبَرِيدُ فَقَالَ يَا أَبَا سَلَّامٍ مَا أَرَدْتُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ وَلَكِنْ بَلَغَنِي عَنْكَ حَدِيثٌ تُحَدِّثُهُ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَوْضِ فَأَحْبَبْتُ أَنْ تُشَافِهَنِي بِهِ قَالَ أَبُو سَلَّامٍ حَدَّثَنِي ثَوْبَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِي مِنْ عَدَنَ إِلَى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَكْوَابُهُ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا أَوَّلُ النَّاسِ وُرُودًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ الشُّعْثُ رُءُوسًا الدُّنْسُ ثِيَابًا الَّذِينَ لَا يَنْكِحُونَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا تُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ قَالَ عُمَرُ لَكِنِّي نَكَحْتُ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَفُتِحَ لِيَ السُّدَدُ وَنَكَحْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ لَا جَرَمَ أَنِّي لَا أَغْسِلُ رَأْسِي حَتَّى يَشْعَثَ وَلَا أَغْسِلُ ثَوْبِي الَّذِي يَلِي جَسَدِي حَتَّى يَتَّسِخَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ اسْمُهُ مَمْطُورٌ

محمد بن اسماعیل، یحیی بن صالح، مہاجر، عباس، حضرت ابوسلام حبشی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے بلوایا چنانچہ میں خچر پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا تو عرض کیا اے امیر المومنین مجھ پر خچر کی سواری شاق گزری ہے انہوں نے فرمایا اے ابوسلام میں آپ کو مشقت میں نہیں ڈالتا لیکن میں نے اس لئے تکلیف دی کہ میں نے سنا کہ آپ ثوبان کے واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں میں چاہتا تھا کہ خود آپ سے سنوں ابوسلام نے بیان کیا کہ ثوبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا میرا حوض عدن شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں جو اس کو پیئے گا اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا اس پر سب سے پہلے جانے والے فقراء مہاجرین ہیں جن کے بال گرد آلود اور کپڑے میلے ہیں وہ ناز ونعمت میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے اور ان کے لئے بند دروازے کھولے نہیں جاتے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا لیکن میں نے تو ناز ونعمت میں پرورش پانے والیوں سے نکاح کیا اور میرے لئے بندے دروازے کھولے گئے میں نے فاطمہ بنت عبدالملک سے نکاح کیا یقینا جب تک میرا سر گرد آلود نہ ہو جائے میں اسے نہیں دھوتا اور اسی طرح اپنے بدن پر لگے ہوئے کپڑے بھی میلے ہونے سے پہلے نہیں دھوتا یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور معدان بن ابی طلحہ سے بھی ثوبان کے حوالے سے مرفوعا منقول ہے ابوسلام حبشی کا نام ممطور ہے۔

تشریح: اَلْبَرِیدِ: خچر اصل میں بریدہ تھا ڈاک کیلئے لوگ اس وقت ایسے ہی خچر استعمال کرتے تھے پھر ڈاک کو ہی ''برید'' کہنے لگے۔ **اَكْوَابُ:** کوب کی جمع ہے وہ پیالہ جس کے جانبین کنڈے نہ لگے ہوئے ہوں۔

اَلشُّعْثُ: اشعث کی جمع ہے پراگندہ بال کو کہتے ہیں یہ ممیز ہے اور اس کی تمیز رؤسا ہے۔ **اَلدُّنُسُ:** میل کچیل کو کہتے ہیں۔

اَلسُّدَدُ: سدۃ کی جمع ہے گھر کا دروازہ۔

حَوْضٍ مِنْ عَدَنَ إِلَى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ: عمان تین مقامات کا نام ہے ایک عمان بحر احمر کے پاس ہے جو پہلے شام کا علاقہ تھا اب وہ اردن کا دار السلطنت ہے دوسرا عمان شام میں واقع ایک علاقے کا نام ہے جو دیہاتی علاقہ ہے تیسرا عمان بحرین میں ہے بلقاء شام کے علاقہ دمشق کے قریب ایک قدیم شہر کا نام ہے اس حدیث میں عمان سے شام والا عمان مراد ہے اسی وجہ سے اس کی طرف اضافت کی گئی ہے تا کہ عمان اردن اور عمان بحرین سے احتراز کیا جائے۔ باقی اس حدیث میں مختلف جگہوں کا نام لیکر حوض کوثر کے طول وعرض کی تمثیل بیان کی گئی ہے اور مختلف مقامات کا نام لیا گیا ہے تا کہ جو شخص جس مقام کو سمجھ لے وہ اسی کے طول وعرض سے اندازہ لگالے۔ حوض کوثر کی مسافت کے متعلق ماقبل میں بھی ایک حدیث گزری ہے اس میں حوض کوثر کی لمبائی ایلہ، اور صنعاء کے درمیانی فاصلہ کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں دو مہینے کی مسافت کے بقدر فاصلہ کا ذکر کیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مسافت کی حتمی طور پر کوئی حد بندی نہیں کی گئی بلکہ ان مختلف روایات کا مقصد حوض کوثر کی لمبائی و وسعت کو بیان کرنا ہے۔ حدیث میں مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے۔ باقی حدیث میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن لوگوں کیلئے دروازے نہیں کھولے جاتے یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ظاہری حالت کی وجہ سے دنیا داروں کے ہاں عموماً کسی دعوت وضیافت میں بلائے جانے کے قابل نہیں سمجھے جاتے لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ان لوگوں کا اعزاز واکرام کیا جائے گا۔

أَوَّلُ النَّاسِ وُرُودًا: حوض کوثر میں سب سے پہلے پہنچنے والے اور اس سے سیراب ہونے والے وہ غریب مہاجرین ہوں گے جن کے سروں کے بال بکھرے ہوئے پراگندہ ہوں گے کہ ان کو بالوں میں ڈالنے کے لئے تیل میسر نہیں آئے گا اور کپڑے بھی اجلے ہوئے نہیں ہوں گے بلکہ میلے کچیلے ہوں گے کہ ان کو دھونے کے لئے صابن میسر نہیں آئے گا خوش عیش اور خوش حال گھرانوں کی بیٹیاں ان کے نکاح میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوں گی اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں گے تو ان کے لئے دروازے نہ کھولے جائیں ان فقرا مہاجرین کا یہ حال رہبانیت کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ دنیا کی بے رغبتی اور دین میں انہماک اور فکر آخرت کے غلبہ کی وجہ سے اُن کی یہ حالت ہوگی۔ وہ دنیا میں اس حال میں رہیں گے کہ نہ ان کو اپنی صورتوں اور بالوں کو بنانے سنوارنے کی ان کو فکر ہوگی نہ لباس پوشاک کے سلسلہ میں ان کا دھیان ہوگا اور وہ اپنی اس غربت پر خوش ہوں گے اور آخرت کے انعامات میں وہ سب سے مقدم ہوں گے۔

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے ضعیف ہے آگے دوسری سند بیان کر دی۔ **عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** ۔ ابو سلام حبشی کا نام مطور ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا أَبُو

محمد بشار، ابو عبد الصمد عمی عبد العزیز بن عبد الصمد، ابو عمران جونی، عبد اللہ بن صامت، حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا آنِيَةُ الْحَوْضِ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ مُصْحِيَةٍ مِنْ آنِيَةِ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ مَا بَيْنَ عُمَانَ إِلَى أَيْلَةَ مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ وَالْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِي كَمَا بَيْنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حوض کے برتن کس طرح کے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم کے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے برتن آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہوں گے اور ستارے بھی ایسی اندھیری رات کے کہ جس میں بادل بالکل نہ ہوں پھر وہ برتن جنت کے برتنوں میں سے ہیں جس نے اس سے ایک مرتبہ پی لیا اسے پھر پیاس نہیں لگے گی اس کی چوڑائی بھی لمبائی ہی کی طرح ہوگی یعنی عمان سے ایلہ تک اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اس باب میں حضرت حذیفہ بن یمان عبداللہ بن عمر ابو برزہ اسلمی ابن عمر حارثہ بن وہب اور مستورد بن شداد سے بھی احادیث منقول ہیں ابن عمر سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا حوض کوفہ سے حجر اسود تک ہے۔

تشریح: حدیث کی شرح ماقبل احادیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ حُصَيْنٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَمَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ أَحَدٌ حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قِيلَ مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ قَالَ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ مِنْ ذَا

ابو حصین عبداللہ بن احمد بن یونس، عبثر بن قاسم، حصین، سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج تشریف لے گئے تو آپ کا ایسے نبی یا نبیوں پر گزر ہوا کہ ان کے ساتھ ایک قوم تھی پھر کسی نبی یا نبیوں پر سے گزرے تو ان کے ساتھ ایک جماعت تھی پھر ایسے نبی یا انبیاء پر سے گزر ہوا کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا یہاں تک کہ ایک بڑے مجمع کے پاس سے گزرے تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں کہا گیا کہ موسیٰ اور ان کی قوم آپ سر کو بلند کیجئے اور دیکھئے آپ نے فرمایا اچانک میں نے دیکھا کہ وہ ایک جم غفیر ہے جس نے آسمان کے دونوں جانب کو گھیرا ہوا ہے پھر کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے

الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ فَقِيلَ هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَسِوَى هٰؤُلَاءِ مِنْ أُمَّتِكَ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْأَلُوهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ فَقَالُوا نَحْنُ هُمْ وَقَالَ قَائِلُونَ هُمْ أَبْنَاؤُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا عَلَى الْفِطْرَةِ وَالْإِسْلَامِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ وَفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

علاوہ ستر ہزار آدمی اور ہیں جو بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر چلے گئے نہ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں اور نہ ہی آپ نے بتایا چنانچہ بعض حضرات کہنے لگے کہ شاید وہ ہم لوگ ہوں جبکہ بعض کا خیال تھا کہ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہونے والے بچے ہیں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف لائے اور فرمایا وہ لوگ ہیں جو نہ داغتے ہیں نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ ہی بدفالی لیتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اس پر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں ان میں سے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور پوچھا میں بھی انہی میں سے ہوں آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے اس باب میں حضرت ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح آسان ترجمہ سے واضح ہے صرف چند سوالات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: ''سبعون'' کہ یہاں ستر ہزار لوگوں کا ذکر ہے کیا اس امت کی ابتداء میں وانتہاء میں ایسے لوگوں کی تعداد صرف ستر ہزار ہی ہوگی۔ جبکہ اس وصف سے متصف لوگ کہیں زیادہ ایک ہی زمانہ میں پائے جا سکتے ہیں۔

جوابات: ① یہاں ستر ہزار سے مراد کثرت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس کثیر جماعت کے علاوہ ستر ہزار ایسے ہیں جو حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہونگے۔

سوال: حدیث کے آخری جزء میں اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دوسرے شخص کی درخواست قبول کیوں نہیں کی اور اس کے حق میں دعا کیوں نہیں کی۔ **جواب:** ① اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مجلس میں ایک آدمی کیلئے دعا کی اجازت دی گئی تھی اور وہ رسول کریم ﷺ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کر چکے تھے اس لئے اس کے بعد کسی دوسرے شخص کے حق میں دعا کرنے کی گنجائش نہیں رہی تھی ② بعض حضرات نے کہا کہ وہ شخص دراصل منافقین میں سے تھا اور ظاہر ہے اس کی حیثیت آپ ﷺ کے حق میں ظاہر تھی اس لئے آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا نہیں فرمائی ③ بعض حضرات نے کہا کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرنا وحی خفی کے سبب سے تھا جس میں آپ ﷺ کو مذکورہ دعا کرنے کی اجازت دی گئی تھی ④ پہلے شخص کا سوال صدق دل سے تھا تو آپ نے اس کے حق میں دعا فرمادی اور دوسرے شخص کے سوال میں یہ احتمال ہے کہ بطور عادت کہہ دیا ہو اگر آپ ''نعم'' کہہ دیتے تو تیسرا کھڑا ہو جاتا پھر چوتھا اس طرح لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا اس لئے آپ نے نعم نہیں فرمایا۔ (التعلیق الصبیح ج ٦ ص ٧٦)

سَبْعُوْنَ أَلْفًا: سوال: اس حدیث میں ستر ہزار کا ذکر ہے جبکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار متبعین بھی جنت میں جائیں گے تو بظاہر دونوں روایات میں تعارض آ رہا ہے۔

جواب: اس حدیث میں وہ لوگ شامل نہیں جو متبعین کے تحت جنت میں جائیں گے۔

لَا يَسْتَرْقُوْنَ: رقیہ طلب کرنا اور رقیہ جنتر منتر کو کہتے ہیں یہ جنتر وغیرہ دو قسم کے ہیں۔

ایک زمانہ جاہلیت کے اور دوسرا زمانہ اسلام کے۔ مذکورہ حدیث میں اگر زمانہ جاہلیت کے منتر مراد لئے جائیں تو ایسے منتر کسی بھی مومن کیلئے جائز نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں منتر سے زمانہ جاہلیت کے ٹوٹکے اور مشرکانہ منتر مراد ہیں جن کا قرآن و حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ''لَا يَتَطَيَّرُوْنَ'' کا جملہ اس پر واضح دلالت کرتا ہے کیونکہ تطیر کا عمل جاہلیت کی بدفالی میں سے ہے جو اسلام میں منع کیا گیا ہے لہٰذا ایسا منتر جنتر بھی منع ہے اور ''تطیر'' کا عمل بھی منع ہے۔

رقیہ اور منتر کی دوسری قسم: دم درود اور قرآن کی آیت وغیرہ سے علاج معالجہ کرنا۔ اگر حدیث میں مطلقاً دم درود اور علاج معالجے نہ کرانے کا ذکر ہے تو اس سے خواص کا توکل مراد ہوگا یعنی عارفین و مخلصین کے درجہ توکل کا ذکر ہوگا کہ جب ان سے کہا جائے کہ علاج کیلئے ڈاکٹر کو بلائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ''واذا مرضت فهو يشفين'' کہ بیماری دینے والا وہی ہے اور وہی شفا دینے والا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہاں تین درجوں کا ذکر ہے۔ اول درجہ عوام الناس کا ہے کہ ان کو تداوی اور علاج معالجہ کی رخصت ہے جو توکل کے خلاف نہیں ہے۔ دوسرا درجہ کامل مخلصین کا ہے اس درجہ کے توکل کرنے والے خواص کو دخول جنت بلا حساب کی فضیلت کے ساتھ زیادہ یعنی رؤیۃ باری تعالیٰ کی فضیلت بھی حاصل ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''للذين احسنوا الحسنى وزيادة'' الاية تیسرا درجہ خواص الخاص کا ہے جو انبیاء کرام اور صدیقین کا ہے وہ یہ کہ اسباب دنیا ان کی نظر شہوذ سے بالکلیہ ساقط ہو کر اسباب کا وجود اور عدم برابر ہو جائے۔ یہ حضرات فنافی اللہ و باقی باللہ ہوتے ہیں۔

باقی نقصان و ضرر اور تکلیف کو دور کرنے والے علاج و معالجہ کی صورت میں اس کے تین ذرائع بیان کئے گئے ہیں۔

① جن کا مؤثر ہونا یقینی ہوتا ہے جیسا کہ پانی پیاس کو اور کھانا بھوک کو دور کرتا ہے ② دوسرے وہ اسباب جو ظنی ہوتے ہیں جیسے پچھنے لگانے، گرمی سے بچاؤ کیلئے ٹھنڈی دوائیں، جسم کو داغنا، دعاؤں کے ذریعہ جھاڑ پھونک کرنا اور تعویذ وغیرہ کرنا۔ لہٰذا جو اسباب یقین کا درجہ رکھتے ہیں ان کو ترک کرنا توکل کیلئے شرط نہیں ہے بلکہ اس صورت میں شرعی نقطہ نظر سے ترک کرنا حرام ہے۔ ان کے برخلاف وہ ذرائع جو موہوم کا درجہ رکھتے ہیں ان کو ترک کرنا توکل کیلئے شرط ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ایسے اسباب و ذرائع کو ترک کرنے والوں کو متوکلین کے زمرہ میں شمار فرمایا ہے ③ وہ اسباب جو ظنی ہیں جو اطباء کے نزدیک ظاہری اسباب کا درجہ رکھتے ہیں تو ان کو اختیار کرنا طبی اصول و قواعد کے تحت علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ مسنون ہے اسی طرح ظنی اسباب، موہوم اسباب کی طرح توکل کے منافی نہیں اور ان کو ترک کرنا یقینی اسباب کو ترک کرنے کی طرح کلی طور پر ممنوع نہیں ہے بلکہ بعض احوال میں اور بعض اشخاص کے حق میں ان کو ترک کرنا افضل ہو جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كُنَّا عَلَيْهِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَيْنَ الصَّلَاةُ قَالَ أَوَلَمْ تَصْنَعُوا فِي صَلَاتِكُمْ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ

محمد بن عبداللہ بن بزیع بصری، زیاد بن ربیع، ابوعمران جونی، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس پر ہم عہد نبوی میں عمل پیرا تھے راوی نے عرض کیا نماز ویسی ہی نہیں آپ نے فرمایا کیا تم نے نماز میں وہ کام نہیں کئے جس کا تمہیں علم ہے یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور کئی سندوں سے انس سے منقول ہے۔

تشریح: ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے نماز تاخیر سے پڑھائی تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بات کرنے کے لئے کھڑے ہوئے پس حجاج کے ضرر کے اندیشہ کی وجہ سے ان کے ساتھیوں نے ان کو روکا پس آپ مسجد سے اپنی سواری پر بیٹھ کر چل دیئے اور راستے میں فرمایا بخدا میں نہیں جانتا کہ اس حجاج بن یوسف میں کوئی ایسی چیز ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا صرف لا الہ الا اللہ کے۔لوگوں نے کہا کہ حجاج بن یوسف نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم ظہر کی نماز مغرب کے وقت پڑھو تو کیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ہے؟

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنِي زَيْدٌ الْخَثْعَمِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيرَ الْمُتَعَالِ وَبِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدَى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْأَعْلَى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهَا وَلَهَا وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلَى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغَى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَا وَالْمُنْتَهَى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّينِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّينَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُودُهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهُ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ

محمد بن یحییٰ ازدی بصری، عبدالصمد بن عبدالوارث، ہاشم بن سعید کوفی، زید خثعمی اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے کتنا برا ہے وہ بندہ جس نے اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھا اور تکبر کیا اور خدائے بزرگ و بلند و بالا ذات کو بھول گیا وہ بندہ بھی بہت برا ہے جس نے تکبر وظلم کیا اور بھول گیا جبار اعلیٰ کو جو لہو ولعب میں مشغول ہو کر قبروں اور قبر میں گل سڑ جانے والی ہڈیوں کو بھول گیا اور وہ بندہ بھی برا ہے جس نے سرکشی و نافرمانی کی اور اپنی ابتدائے خلقت اور انتہاء کو بھول گیا اسی طرح وہ بندہ بھی برا ہے جس نے دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا وہ بندہ بھی برا ہے جو دین میں شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو دین سے روکتا ہے وہ بندہ برا ہے جس نے حرص کو راہ نما بنالیا اور وہ شخص بھی برا ہے جسے اس کی خواہشات گمراہ کر دیتی ہیں اور وہ بندہ جسے اس کی حرص ذلیل کر دیتی ہے ہم اس

إلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ إسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ حدیث کوصرف اس سند سے جانتے ہیں اور یہ سند صحیح نہیں۔

تشریح: تَخَيَّلَ: تکبر کرنا اَلْمُتَعَالِ: عالی شان تَجَبَّرَ: اس کا معنی بھی تکبر کرنا ہے اعْتَدٰى: ظلم وزیادتی کرنا الْجَبَّارِ: زبردست مَقَابِرَ: مقبرہ کی جمع قبرستان الْبِلٰى: فنا ہونا، بوسیدہ ہونا عَتَا: حد سے بڑھنا طَغٰى: حد سے تجاوز کرنا الْمُبْتَدَا: ابتدا الْمُنْتَهٰى: انتہاء فتل: دھوکہ دینا طَمَعٌ: لالچ يَقُوْدُهُ: کھینچنا يُذِلُّهُ: رسوا کرنا

يُضِلُّهُ بِئْسَ الْعَبْدُ: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں ''بئس الرجل'' یا ''بئس المرء'' نہیں کہا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ آنے والے اوصاف سیۂ عبدیت کے تقاضے کے خلاف ہیں۔

عَبْدٌ تَخَيَّلَ: ''اى تكبر و تجبر'' تخیل دل کا کام ہے یعنی اپنے آپ کو بڑا جاننا جس نے عجب وتکبر اور غرور اختیار کیا اور احکم الحاکمین کو بھول گیا وہ بدترین لوگوں میں سے ہے۔ واختال: ''أى تمايل و تبختر من الخيلاء وهو الكبر والعجب بالجاه والمال والعلوم والاعمال والاحوال وتوهم الكمال حيث يخيل له انه وصل الى الكمال''۔ اختیال جسم کا کام ہے یعنی چال ڈھال میں اپنی بڑائی ظاہر کرنا نیز دنیاوی امور میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھنے سے غرور پیدا ہوتا ہے اور اپنے سے اوپر والوں کو دیکھنے سے طبیعت میں تواضع پیدا ہوتی ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۳۱۳)

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ: ''أى قهر على المظلومين'' مظلومین پر زیادتی کو تجبر کہا جاتا ہے اور غرباء ومساکین پر زیادتی کو اعتداء یعنی حد سے بڑھنا کہا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے مظلوموں پر ظلم کیا اور اپنی حدود سے تجاوز کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا خیال نہیں کیا تو ایسا شخص بدترین ہے۔ بئس العبد عبد سهى ولهى: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ''السهو'' اور ''اللهو'' سے ماخوذ ہیں اپنی حقیقت کو بھول جانا سہو ہے اور غافل کرنے والی چیزوں میں مشغول ہو جانا لہو ہے یعنی جو شخص حقوق واجبہ اور طاعات سے غافل رہا اور لہو ولعب میں لگا رہا گویا دین کو بھلا کر دنیا کی طرف لگ گیا۔ جیسے قرآن پاک کی آیت میں ہے ''فويلٌ للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون'' لہٰذا ایسا شخص برا ہے۔

ونسى المقابر: ''أى اهلها بالتذكر والعبرة بهم او بذكرهم على سبيل الرحمة عليهم وزيارتهم وذكر المقابر كناية عن الموت'' مطلب یہ ہے کہ قبر والوں کے ذکر کو بھول گیا یا اہل قبر سے عبرت حاصل کرنے کو بھول گیا یا اہل قبر پر رحمت کی دعا کرنے اور قبور کی زیارت کو بھول گیا قبروں کا ذکر یہ موت سے کنایہ ہے۔

البلى: بوسیدہ ہونا یعنی قبر اور قبرستان کی ویرانی اور انسانی جسموں کی ٹوٹ پھوٹ اور اسکے ریزہ ریزہ ہونے کو بھول گیا۔

يختل الدنيا: ''ختل'' کا معنی ہے دھوکہ دینا یعنی دین کے ذریعے دنیا کمانا اور دین کو دنیا کمانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنانا۔ یا یہ مطلب ہے کہ صلحاء اور بزرگوں کا لبادہ اوڑھ کر دین والوں کی شکل بنا کر لوگوں کو دھوکہ دے کر مال کمانا۔

يختل الدين بالشبهات: یہاں ''ختل'' فساد کے معنی میں ہے یعنی دین اسلام میں شکوک وشبہات ڈال کر لوگوں کو دین سے دور کرنا معاشرہ میں فساد کا باعث ہے۔ عبد طمع: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر عبد کی اضافت طمع کی طرف کی جائے تو اس جملہ کا ترجمہ آسان ہو جائیگا یعنی لالچ اور طمع کا بندہ۔ يقوده: اضافت کی صورت میں ''يقوده'' کا جملہ طمع کی صفت ہو جائے

گا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ اس طرح کی طمع ولالچ ہے کہ اس لالچی شخص کو جہاں کھینچ کر لے جانا چاہے گی وہیں پر جائے گا۔
هوی: خواہش نفس کو کہتے ہیں اضافت کی صورت میں عبد کی اضافت ''هوی'' کی طرف ہے اور ''یضله هوی'' کی صفت ہے عبارت یوں بنے گی ''عبد طمع و عبد هوی'' دونوں جملوں میں مبالغہ ہے کہ یہ بندہ شدت طمع اور شدت خواہش نفس کی وجہ سے گویا خود مجموعہ طمع اور ''هوی'' ہوگیا حاصل یہ ہے کہ طمع اور لالچ ایسے شخص کو دنیا داروں کی طرف کھینچ کر لاتی ہے اور دنیا داروں کے دروازوں پر گھماتی پھرتی ہے۔ عبد رغب یذله: رغب حرص اور لالچ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص مرغوبات کا غلام ہے جس نے اس کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ أُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارُودِ الْأَعْمَى وَاسْمُهُ زِيَادُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلَى عُرْيٍ كَسَاهُ اللهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ مَوْقُوفًا وَهُوَ أَصَحُّ عِنْدَنَا وَأَشْبَهُ

محمد بن حاتم مؤدب، عمار بن محمد بن اخت سفیان ثوری، ابوالجارود اعمی زیاد بن منذر ہمدانی، عطیہ عوفی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو بھوک کے وقت کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جنت کے میوے کھلائیں گے اور جو مومن کسی پیاسے مومن کو پیاس کے وقت پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مہر لگائی ہوئی خالص شراب پلائے گا اور جو مومن کسی برہنہ مومن کو لباس پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا یہ حدیث غریب ہے اور عطیہ سے بھی منقول ہے وہ اسے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً نقل کرتے ہیں یہ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح اور اشبہ ہے۔

تشریح: حدیث کی شرح ترجمہ سے واضح ہے البتہ اس کی سند پر بحث کی جاتی ہے۔
سند پر کلام: اس حدیث کا راوی ابواجارود الاعمی کوفی رافضی تھا ترمذی میں اس کی یہی حدیث ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کو کاذب کہا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابوسعید خدری سے موقوف مروی ہے اور وہی ہمارے نزدیک اشبہ بالصواب ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ فَيْرُوزَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ أَدْلَجَ

ابوبکر بن ابی نضر، ابونضر، ابوعقیل ثقفی، ابوفروہ یزید بن سنان تمیمی بکیر بن فیروز، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ڈرا (دشمن کے حملہ سے) وہ رات کے اول حصہ میں ہی چل پڑتا ہے اور جو شخص رات کے اول حصہ میں چل پڑتا ہے وہ منزل

وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللهِ الْجَنَّةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ

مقصود تک پہنچ گیا جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا سامان بہت مہنگا ہے یہ بھی جان لو کہ وہ سامان جنت ہے یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرف ابونضر کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: بَلَغَ الْمَنْزِلَ: یعنی جو شخص دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ غفلت میں رات نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے یا لُٹ جاتا ہے اسی طرح ابلیس شب خون مارنے والا دشمن ہے ہم دنیا میں آخرت کی طرف سفر طے کرنیوالے مسافر ہیں ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے لہٰذا منزل سے مراد مطلوب و مقصود کو حاصل کرنا ہے کہ شیطان اس کی تاک میں ہے نفس اور اس کی باطل آرزوئیں اس شیطان کی مددگار ہیں اور اس طرح وہ اس شخص کی مانند ہیں جو رات کی تاریکی کی انتظار میں لگا رہتا ہے کہ کب تاریکی آئے گی تو میں اس پر حملہ کروں گا پھر وہ اس وقت دھاوا بول دیتا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اس امر کی رہنمائی فرمائی کہ راہ آخرت پر چلنا نہایت دشوار ہے اس راستے میں ذرا سی غفلت و سستی بھی اس مسلمان کو منزل سے دور کر دیتی ہے۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مال یعنی جنت کی کوئی قیمت ہوسکتی ہے اور اگر اس کو کسی چیز کے بدلے میں حاصل کیا جاسکتا ہے تو وہ خدا پرستی اور خدا ترسی اور نیک اعمال کا سرمایہ ہے اگر خدا کی جنت حاصل کرنا چاہتے ہو تو نیکی کو اختیار کرو برائی کے نزدیک بھی نہ جاؤ اور زیادہ سے زیادہ اچھے کام کرو۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَقِيلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ بَأْسٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوبکر بن ابی نضر، ابوالنضر، ابوعقیل عبداللہ بن عقیل، عبداللہ بن یزید، ربیعہ بن یزید، عطیہ بن قیس، حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص اس وقت تک پرہیزگاروں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ضرررساں اشیاء سے بچنے کے لئے بے ضرر چیزوں کو نہ چھوڑے یہ حدیث حسن غریب ہے اور ہم اسے صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ: یہ ان یکون کا ظرف ہے اور مضاف کا مقدر ہے۔ ای لا يبلغ درجة المتقين کہ بندہ متقین کے درجہ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا۔

حَذَرًا لِمَا بِهِ بَأْسٌ: حَذَرًا یہ یدع کا مفعول ہے اس حدیث کا مختصر خلاصہ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ يترك فضول الحال حذرًا من الوقوع في الحرام یعنی بے فائدہ کو چھوڑ دے حرام کے ڈر کی وجہ سے یا حرام میں واقع ہونے سے بچنے سے۔ متقی ہونا صرف حرام سے بچنا نہیں بلکہ ایسی حلال اشیا کو بھی چھوڑ دے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ كَمَا تَكُونُونَ عِنْدِي لَأَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عباس عنبری، ابوداؤد، عمران قطان، قتادہ، یزید بن عبداللہ بن شخیر، حضرت حنظلہ اسیدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگوں کے دل اسی طرح رہیں جس طرح میرے پاس ہوتے ہیں تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ کریں یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی سندوں سے منقول ہے اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اے صحابہ کرامؓ جیسا کہ تم میری مجلس میں موجود رہتے ہو اور تمہارے دل ایمان سے بھرپور ہوجاتے ہیں ان میں دنیاوی باتیں نہیں رہتیں لیکن جب میری مجلس سے چلے جاتے ہو اور اپنے اہل وعیال میں مشغول رہتے ہو تو تمہارے دلوں کی وہ حالت نہیں رہتی جو میری مجلس میں ہوتی ہے اگر ایسی حالت تمہاری باہر بھی ہو تو پھر فرشتے تم پر سایہ فگن ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ تمہارے ساتھ فرشتے مصافحہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل ایک ہی حالت میں نہیں رہتا بلکہ اس کے احوال مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ سَلْمَانَ أَبُو عُمَرَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوهُ وَإِنْ أُشِيرَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ

یوسف بن سلمان ابوعمر وبصری، حاتم بن اسماعیل، محمد بن عجلان، قعقاع، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کی خوشی و شادمانی ہے اور ہر خوشی کے لئے ایک سستی ہے پس جو شخص سیدھا رہا اور اس نے میانہ روی اختیار کی تو میں اس کی امید رکھتا ہوں اور اگر اس کی طرف انگلیاں اٹھیں تو تم اس کو شمار نہ کرو یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آدمی کی برائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے دین یا دنیا کے بارے میں انگلیاں اٹھیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔

تشریح: شِرَّۃً: شین کے کسرہ راء کے فتحہ کے ساتھ بمعنی تیزی چستی اور نشاط۔ حدیث کے اس جملے کے دو مطلب ہیں۔

پہلا مطلب: کہ ہر عمل کی دو طرفیں ہیں ① زیادہ رغبت ② بے رغبتی یہ دونوں طرفیں ناقص ہیں ''خیرالامور اوسطها'' کے پیش نظر اعتدال بہتر ہے لہٰذا نیک اعمال سے اتنی رغبت کہ انسان دنیا سے الگ تھلگ ہر وقت اعمال میں مشغول رہے یہ بھی درست نہیں اور بالکل نیک اعمال سے دور رہے یہ بھی اچھا نہیں اسلئے مسلمان کیلئے بہتر یہ ہے کہ نیک اعمال بھی کرے اور بقدر ضرورت دنیاوی امور بھی بجالائے۔

دوسرا مطلب: کہ ہر عمل میں پہلے تو زیادہ رغبت ہو پھر آہستہ آہستہ بے رغبتی ہو جائے یہ بھی اچھا نہیں لہٰذا ''خیرالاعمال ادومها وان قل'' کے پیش نظر اعمال میں مداومت ہی مطلوب و محمود ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے حدیث مذکورہ میں ''سَدِّدَ وَقَارِبَ'' کے الفاظ سے میانہ روی اور اعتدال کی تعلیم دی ہے۔

فَارْجُوهُ: یعنی جس نے افراط و تفریط سے پاک ہو کر اعتدال کا راستہ اختیار کیا تو اس کی کامیابی کی امید رکھو کیونکہ وہ نمود و نمائش اور ریاکاری و شہرت سے محفوظ رہے گا۔

حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ دنیاوی شہرت حاصل کرنیکی غرض سے کوئی کام کرنا آفتوں اور فتنوں میں مبتلا ہو جانے اور ایمانی امن و سلامتی کی راہ سے دور جا پڑنے کا سبب ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے اعتبار سے مشہور و معروف ہے تو وہ بھی خطرے سے خالی نہیں کیونکہ اس صورت میں اس کے ریاکار ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے لیکن جو شخص دنیا میں مالداری و ثروت رکھتا ہے اور اس مالداری اور ثروت کی وجہ سے مشہور و معروف ہو لیکن فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو اور دین کے اعتبار سے کتاب و سنت کی اتباع و پیروی کرتا ہو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي يَعْلَى عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ فِي وَسَطِ الْخَطِّ خَطًّا وَخَطَّ خَارِجًا مِنَ الْخَطِّ خَطًّا وَحَوْلَ الَّذِي فِي الْوَسَطِ خُطُوطًا فَقَالَ هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ وَهٰذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ الْإِنْسَانُ وَهٰذِهِ الْخُطُوطُ عُرُوضُهُ إِنْ نَجَا مِنْ هٰذَا يَنْهَشُهُ هٰذَا وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْأَمَلُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، سفیان، ان کے والد، ابویعلی، ربیع بن خثیم، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے ایک لکیر کھینچی اور اس سے مربع بنایا پھر اس کے درمیان ایک لکیر کھینچی اور اسے اس چوکور خانے سے باہر تک لے گئے پھر درمیان والی لکیر کے اردگرد کئی لکیریں کھینچیں پھر درمیان والی لکیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ابن آدم ہے اور یہ اردگرد اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ درمیان میں انسان ہے اور اس کے اردگرد کھنچے ہوئے خطوط اس کی آفات اور مصیبتیں ہیں اگر وہ ان سے نجات پا جائے تو یہ خط اسے لے لیتا ہے اور یہ لمبی لکیر اس کی امید ہے یعنی جو مربع سے باہر ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ فِي وَسَطٍ: آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے زمین پر ایک نقشہ بنایا کہ انسان کی

زندگی تھوڑی سی ہے لیکن اس کی امیدیں بہت طویل ہیں۔

حدیث کا حاصل یہ نکلا کہ انسان طرح طرح کی تمناؤں میں لگا رہتا ہے کہ ایک تمنا پوری ہو جائے تو دوسری کی امید رکھتا ہے اور پھر تیسری کی حتیٰ کہ انسان کی زندگی تو ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کی امیدیں ختم نہیں ہوتیں لہٰذا انسان کو لمبی امیدیں نہیں رکھنی چاہئیں۔ باقی آپ ﷺ کا خط کھینچنا یہ بطور تمثیل کے تھا جس سے بات جلدی سمجھ آ جاتی ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، ابو عوانۃ، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انسان بوڑھا ہوتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان ہوتی ہیں مال اور طویل زندگی کی حرص یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ماقبل ابواب میں گزر چکی ہے

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَوَّامِ وَهُوَ عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُثِّلَ ابْنُ آدَمَ وَإِلَى جَنْبِهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ مَنِيَّةً إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابو ہریرۃ محمد بن فراس بصری، ابو قتیبہ سلم بن قتیبہ، ابو عوام عمران قطان، قتادہ، مطرف بن عبد اللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کی تخلیق اس صورت میں کی گئی کہ اس کے دونوں جانب ننانوے موتیں ہیں اگر وہ ان سے بچ نکلے تو بڑھاپے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ابواب القدر (باب) باب نمبر ۱۱ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ اذْكُرُوا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ قَالَ أُبَيٌّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ

ہناد، قبیصۃ، سفیان، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، طفیل بن ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو اللہ کو یاد کرو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ صور کا وقت آ گیا ہے پھر اس کے بعد دوسری مرتبہ بھی پھونکا جائے گا پھر موت بھی اپنی سختیوں کے ساتھ آن پہنچی ہے ابی بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں لہٰذا اس کیلئے کتنا وقت مقرر کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا چاہو میں نے عرض کیا اپنی عبادت کے وقت کا چوتھا حصہ مقرر کر لوں آپ نے فرمایا جتنا چاہو کر لو لیکن اگر

لَكَ مِنْ صَلَاتِي فَقَالَ مَا شِئْتَ قَالَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ فَالنِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ قَالَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ ذَنْبُكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اس سے زیادہ کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا آدھا وقت آپ نے فرمایا جتنا چاہو لیکن اس سے بھی زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا دو تہائی وقت آپ نے فرمایا جتنا چاہو لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا تو پھر میں اپنے وظیفے کے پورے وقت میں آپ پر درود پڑھا کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اس سے تمہاری تمام فکریں دور ہو جائیں گی اور تمہارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: آپ ﷺ کا "اذْكُرُوا اللهَ" بار بار کہنا دراصل ان لوگوں کو خطاب ہے جو آرام اور غفلت کی نیند سو رہے ہوتے اور تہجد کی نماز اور ذکر اللہ سے غافل رہتے چنانچہ آپ ﷺ ان کو بیدار کرتے تا کہ وہ لوگ ذکر اللہ اور تہجد کی نماز میں مشغول ہوں اور آنے والے حادثات کو یاد کریں۔ دوسری مرتبہ اذکر اللہ کے الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی عطا کی ہوئی راحتوں اور اس کی طرف سے پیش آنے والے ضرر وآرام کو یاد کرو۔

جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ: اس لفظ کے ذریعے آپ ﷺ نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا "یوم ترجف الراجفة الایة"۔ امام طیبیؒ کے نزدیک "الراجفة" سے مراد پہلی بار صور پھونکا جانا ہے جس سے تمام مخلوقات مرجائے گی۔

الرَّادِفَةُ: "رادفة" سے مراد دوسری بار صور پھونکا جانا ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ إِسْحَقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيُوا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالَ قُلْنَا يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّا لَنَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذَالِكَ وَلٰكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ وَمَا حَوَى وَتَتَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَالْبِلَى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَى مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ

یحیی بن موسی، محمد بن عبید، ابان بن اسحاق، صباح بن محمد، مرۃ ہمدانی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اتنی حیاء کرو جتنا اس کا حق ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس سے حیاء کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اس کا حق یہ ہے کہ تم اپنے سر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی حفاظت کرو پھر پیٹ اور اس میں جو کچھ اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے اس کی حفاظت کرو اور پھر موت اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو یاد کیا کرو اور جو آخرت کی کامیابی چاہے گا وہ دنیا کی زینت کو ترک کردے گا اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے حیاء کرنے کا حق ادا کردیا یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند یعنی بواسطہ ابان بن

أَبَانَ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ الصَّبَّاحِ بْنِ مُحَمَّدٍ اسحاق صباح بن محمد کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: وَالْحَیَاءُ: لغت میں حیاء کے معنی شرمندگی کے آتے ہیں اس کی چند اصطلاحی تعریفیں درج ذیل ہیں۔

پہلی تعریف: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "فقال الحکماء ھو تغیر وانکسار یعتری الانسان من خوف مایلام بہ" (مرقاۃ)

دوسری تعریف: "وقال الجنید حالۃ تتولد من رؤیۃ الالاء والتقصیر فی شکر النعماء" یعنی حیاء اس حالت وکیفیت کا نام ہے جو اللہ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (مرقاۃ) (التعلیق الصبیح ج ۵ ص ۲۸۲)

تیسری تعریف: "وقال ذوالنون الحیاء وجود الھیبۃ فی القلب مع وحشۃ ماسبق منك الی ربك" (مرقاۃ)

چوتھی تعریف: "وقال الدقاق ھو ترك الدعوی بین یدی المولی" (مرقاۃ) کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو آقا کے سامنے طلب سے باز رکھتی ہے۔ **پانچویں تعریف:** علامہ طیبیؒ نے فرمایا "خلق یمنع من التقصیر فی حق ذی الحق"۔ حیاء وہ فطری ملکہ ہے جو برائی سے اجتناب وکنارہ کشی پر آمادہ کرے اور صاحب حق کے حق میں کوتاہی سے روکے۔ (التعلیق الصبیح ج ۵ ص ۲۸۲)

چھٹی تعریف: "الحیاء انقباض النفس عن القبائح و ترکھا لذلك" برائیوں سے نفس کا رک جانا اور برائیوں کو چھوڑ دینا حیاء ہے۔ (المفردات غرائب القرآن: ۱۴۰)

ساتویں تعریف: "الحیاء ھو الخلق یمنع الشخص عن ارتکاب القبیح لاجل الایمان"

آٹھویں تعریف: "ھو ان لا یراك مولاك حیث نھاك" یہ تعریف حیاء طبعی اور حیاء شرعی دونوں کو شامل ہے۔

حیاء انسانی: وہ حیاء جو انسان میں پائی جائے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اور حیاء ایمانی کا تعلق ایمان واسلام کے ساتھ ہے لہٰذا حیاء ایمانی مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے۔

سوال: اگر حیاء کسی کافر میں پائی جائے تو کیا وہ بھی مسلمان کہلائے گا کیونکہ حدیث میں حیاء کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

جواب: مسلمان کیلئے حیاء کا ہونا لازمی ہے لیکن ہر حیاء والے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

حیا کی تین قسمیں ہیں ① حیاء حشمت وعظمت جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق مسئلہ پوچھا اور حضرت علیؓ کو خود سوال کرنے سے حیاء مانع تھی ② حیاء اجلال جیسے "تسربل اسرافیل بجناحیہ حیاء من اللہ لاجلالہ" الحاصل حیاء اس کیفیت کا نام ہے کہ قبیح کے ارتکاب کے انجام کے خوف سے اعضاء سکڑ جائیں اور آدمی ارتکاب قبیح سے پیچھے ہٹ جائے لیکن اگر جائز حق مانگنے میں ایک آدمی حیاء کرتا ہے اور شرم کے مارے اپنی بات یا اپنا حق چھوڑ دیتا ہے تو یہ حیاء نہیں بلکہ بزدلی ہے۔ ③ حیاء جنایت یعنی کوئی جنایت کا مرتکب ہوا اور وہ اپنے مالک سے حیاء کرے جیسے حضرت آدم علیہ السلام گندم کا دانہ کھانے کے بعد ایک طرف بھاگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہاں بھاگ رہے ہو "قال حیاء منك یا اللہ"۔

واما حسن الخلق: حسن خلق یہ ہے کہ انسان معاملہ میں انصاف سے کام لے اور احسان کرے اور احکام میں عدل کرے۔

بعض حضرات نے کہا کہ حسن خلق یہ ہے کہ اس چیز کی اتباع وپیروی کی جائے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے دنیا والوں کے

سامنے پیش کیا ہے۔ باقی رہی اتباع کی بات سو جس کو آپ ﷺ سے جتنی محبت ہوگی اتنی رسول کریم ﷺ کی اتباع کرنے کی توفیق ملے گی اور جس کو رسول کریم ﷺ سے محبت کا جتنا کم حصہ حاصل ہوتا ہے وہ اتباع میں بھی اُسی قدر پیچھے رہتا ہے۔

اِسْتَحْيُوا مِنَ اللهِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے یعنی اعلیٰ قسم کا تقویٰ اختیار کرو جس میں تمام معاصی خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی سب کا ترک ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں الحمدللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جو حیا کرتے ہو وہ حیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ایسا حیا کرنا جیسا اس سے حیا کرنے کا حق ہے وہ یہ ہے کہ **أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ:** اپنے سر کی حفاظت کرو اس کی حفاظت یہ ہے کہ یہ غیر اللہ کے سامنے نہ جھکے اور نہ ہی تکبر سے سر ہمیشہ اونچا رہے۔ جھکے ہی نہ۔ **وَمَا وَعَى:** اور جو اس سر میں داخل ہے سر میں اور اشیا آنکھ، کان، منہ، ناک، زبان، دماغ اور حواس باطنہ سب شامل ہیں ان سب کو گناہوں سے بچانا بھی سر کی حفاظت میں داخل ہے ان سب اشیا کو گناہوں سے محفوظ رکھنا دراصل اللہ تعالیٰ سے حیا ہے۔

وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ: پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں حرام نہ ڈالا جائے۔ **وَمَا حَوَى** اور پیٹ پر جو اشیا مشتمل ہیں ان کو حرام سے بچانا پیٹ کے ساتھ شرم گاہ، ہاتھ پاؤں شامل ہیں اور دل اور اس کے لوازمات بھی اس میں شامل ہیں۔

وَتَتَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَالْبِلَى: موت اور اس پر آنے والی مشکلات کا مذاکرہ ضروری ہے لہٰذا جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے اس کو دنیا ترک کرنا پڑے گی پس جس نے ایسا کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کیا۔

سند پر کلام: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی صباح بن محمد بن ابی حازم بجلی احمصی کوفی ضعیف راوی ہے یہ راوی موقوف روایات کو مرفوع بیان کرتا تھا۔ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قولوں کو مرفوع حدیث بیان کیا ہے ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَالَ وَمَعْنَى قَوْلِهِ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ يَقُولُ يُحَاسِبُ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ

سفیان بن وکیع، عیسیٰ بن یونس، ابوبکر بن مریم، (دوسری سند) عبداللہ بن عبدالرحمن عمرو بن عون، ابن مبارک، ابوبکر بن ابی مریم، ضمرۃ بن حبیب، حضرت شداد بن اوس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو عبادت میں لگائے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے جبکہ بے وقوف وہ ہے جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے یہ حدیث حسن ہے اور (مَنْ دَانَ نَفْسَهُ) کا مطلب حساب قیامت سے پہلے نفس کا محاسبہ کرنا ہے حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اپنے نفسوں

یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُرْوٰی عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ حَاسِبُوا أَنْفُسَکُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا وَتَزَیَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأَکْبَرِ وَإِنَّمَا یَخِفُّ الْحِسَابُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِی الدُّنْیَا وَیُرْوٰی عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ لَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ تَقِیًّا حَتّٰی یُحَاسِبَ نَفْسَهٗ کَمَا یُحَاسِبُ شَرِیْکَهٗ مِنْ أَیْنَ مَطْعَمُهٗ وَمَلْبَسُهٗ

کا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بری پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہوگا جس نے دنیا ہی میں اپنا حساب کرلیا میمون بن مہران سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا بندہ اس وقت تک پرہیزگار شمار نہیں ہوتا جب تک اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے جس طرح اپنے شریک سے کرتا ہے کہ اس نے کہاں سے کھایا اور کہاں سے پہنا۔

تشریح: اَلْکَیِّسُ: ''ای العاقل الحازم المحتاط فی الامور'' یعنی عاقل ہوشیار اور امور میں محتاط رہنے والا شخص مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ: ''أی جعلها دینة مطیعة لامره تعالیٰ منقارة لحکمه وقضائه وقدره'' یعنی اپنے نفس کو مطیع وفرمانبردار بنادیتا ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اور اس کے حکم اس کے قضاوقدر پر راضی ہوتا ہے۔

وَالْعَاجِزُ: ''أی عن استعمال العقل والاحتیاط فی الامر والحاصل ان الکیس هو المؤمن القوی والعاجز هو المؤمن الضعیف'' عاجز سے یہاں احمق، بے ہمت اور بزدل شخص مراد ہے کہ اسکے نفس نے اس کو ایسا گرادیا کہ وہ اپنے نفس کے پیچھے لگ گیا گناہوں میں آلودہ رہا اور صرف تمناؤں کے آسرے پر بیٹھ گیا نہ توبہ کی نہ استغفار کیا اللہ پر آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے مجھے جنت دے گا در اصل یہ نفس کا ایسا فریب ہے جو جہنم تک دھکیل دے گا اور اسکے ذریعے شیطان گمراہی سے نکلنے نہیں دینا چاہتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یا ایها الانسان ما غرك بربك الکریم'' اور دوسری آیات میں فرمایا ''نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی هو العذاب الالیم'' اور ایک موقع پر یوں فرمایا ''ان رحمة الله قریب من المحسنین'' ان آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ عمل تو نہ کرنا برائی کے راستے کو نہ چھوڑنا اور پھر اللہ تعالیٰ سے رحمت کا امیدوار ہونا یہ لا حاصل ہے۔

علامہ کرخیؒ فرماتے ہیں کہ عمل صالح کے بغیر جنت کو طلب کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

حسن بصریؒ نے فرمایا ''من ظن انه یصل الی الله بعمل فهو متعن ومن ظن انه یصل الی الله بغیر عمل فهو متمن'' یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ صرف عمل کے زور سے اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا تو وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے والا ہے اور جو شخص یہ خیال کرے کہ وہ عمل کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائیگا تو وہ صرف آرزو کرنیوالا ہے۔

وَیُرْوٰی عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تم اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو قبل اس سے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے قیامت کے دن۔ جس شخص نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا ہوگا آخرت میں اس کا محاسبہ کم کیا جائے گا۔

وَیُرْوٰی عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ: یہ جزری کوفی ہیں یہ بڑے فقہا میں سے شمار کئے جاتے ہیں یہ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے جزیرہ کے گورنر تھے ان کا قول ہے کہ بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرلے۔ اگر

اس کے سامنے کھانا ہے تو اس کی تحقیق کرے کہاں سے آیا حلال ہے یا حرام، پہننے کے لئے کپڑا ہے تو معلوم کیا جائے کہ کہاں سے آیا اور حلال پیسوں کا ہے یا حرام پیسوں کا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَدُّوِيْهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعُرَنِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْوَصَّافِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَلَّاهُ فَرَأَى نَاسًا كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ قَالَ أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى فَأَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيهِ فَيَقُولُ أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ أَنَا بَيْتُ الدُّودِ فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَأَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوْ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصَابِعِهِ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيِّضُ لَهُ سَبْعِينَ تِنِّينًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا

محمد بن احمد مدویہ، قاسم بن حکم عرنی، عبید اللہ بن ولید وصافی، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلی پر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز کو یاد کرتے تو تمہیں اس بات کی فرصت نہ ملتی جو میں دیکھ رہا ہوں لہذا لذتوں کو قطع کرنے والی موت کو زیادہ یاد کرو کوئی قبر ایسی نہیں جو روزانہ اس طرح نہ پکارتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں پھر جب اس میں کوئی مومن بندہ دفن کیا جاتا ہے تو وہ اسے (مَرْحَبًا وَأَهْلًا) کہہ کر خوش آمدید کہتی ہے پھر کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر جو لوگ چلتے ہیں تو مجھے ان سب میں محبوب تھا اب تجھے میرے سپرد کر دیا گیا ہے تو اب تو میرے حسن سلوک دیکھے گا پھر وہ اس کے لئے حد نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کا درواز کھول دیا جاتا ہے اور جب گنہگار یا کافر آدمی دفن کیا جاتا ہے قبر اسے خوش آمدید نہیں کہتی بلکہ (لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا) کہتی ہے پھر کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر چلنے والوں میں تم سب سے زیادہ مغبوض شخص تھے آج جب تمہیں میرے سپرد کیا گیا ہے تو تم میری بدسلوکی بھی دیکھو گے پھر وہ اسے اس زور سے بھنچتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں داخل کر کے دکھائیں پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد اس پر ستر اژدھے مقرر کر دیئے جاتے ہیں اگر ان میں سے ایک

مَا بَقِيَتْ الدُّنْيَا فَيَنْهَشْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتَّى يُفْضَى بِهِ إِلَى الْحِسَابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

زمین پر ایک مرتبہ پھونک مار دے تو اس پر کبھی کوئی چیز نہ اگے پھر وہ اسے کاٹتے ہیں اور نوچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے حساب و کتاب کے لئے اٹھایا جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: **یَکْتَشِرُونَ**: ہنستے وقت دانت کا ظاہر ہونا **ھاذم**: توڑنا، اکھیڑنا **بیت الدود**: کیڑوں کا گھر **فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ**: قبر اس پر اکٹھی ہو جائے گی **یقیض**: مقرر کرنا، کسی چیز کو مقدر کرنا۔ **التنین**: اژدھا **خدش**: زخمی کرنا **دَخَلَ رَسُولُ اللهِ مُصَلَّاهُ**: اس سے مراد نماز کی جگہ نہیں بلکہ جنازہ پڑھنے کی جگہ مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھلا کھلا کر ہنس رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لذات کو توڑنے والی (موت) کو یاد کرو تو تمہاری یہ حالت ختم ہو جائے گی جو میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔ آگے حدیث کی وضاحت ترجمہ سے واضح ہے۔

سند پر کلام: اس حدیث میں ایک راوی ہے عبید اللہ بن ولید الوصّافی ابو اسماعیل جو کہ ضعیف ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيرٍ فَرَأَيْتُ أَثَرَهُ فِي جَنْبِهِ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عبد بن حمید، عبد الرزاق، معمر، زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چٹائی پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے میں نے آپ کے پہلو میں اس کے نشانات دیکھے اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: **عَلَى رَمْلِ حَصِيرٍ**: یعنی وہی چٹائی سرکار دو عالم ﷺ کا بستر تھا جس کو چارپائی پر ڈال کر اس پر آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے یا وہ چٹائی زمین پر بچھی ہوئی تھی اور آپ اس کھردری چٹائی پر استراحت فرما رہے تھے اور بعض عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی جو چارپائی تھی وہ کھجور کی رسیوں سے بنی ہوئی تھی۔ رَمْلِ مرمول کے معنی میں استعمال ہوا ہے بہر حال اُس چارپائی پر آرام فرمانے کی وجہ سے آپ ﷺ کے جسم پر رسیوں کے نشان پڑ گئے اور آپ ﷺ جس تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا لیف کھجور کے پتوں کو کہتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشکال کیا۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصل مقصد خود حضور ﷺ کی ذات کیلئے مالی وسعت و فراخی کی خواہش کرنا ہے مگر انہوں نے اس بات کو آپ ﷺ کی شان میں مناسب نہیں سمجھا کہ براہ راست حضور ﷺ کے لئے اس ادنیٰ دنیا کی طلب کو ظاہر کریں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَعْمَرٍ وَيُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ وَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ، معمر و یونس، زہری، عروہ بن زبیر، حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عامر بن لوی کے حلیف عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تو بحرین سے کچھ مال لے کر لوٹے جب انصار نے ان کی آمد کا سنا تو فجر کی نماز آنحضرت کے ساتھ پڑھی آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں دیکھا تو مسکرائے پھر فرمایا میرا خیال ہے کہ ابوعبیدہ کی آمد کی خبر تم لوگوں تک پہنچ گئی ہے انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اور تم اس چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش رکھے اللہ کی قسم میں تم پر فقر سے نہیں ڈرتا بلکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم لوگوں کے لئے بھی پہلے لوگوں کی طرح کشادہ کر دی جائے گی تم اس سے اسی طرح طمع و حرص کرنے لگو جس طرح وہ لوگ کرتے تھے پھر وہ تم لوگوں کو بھی ہلاک کر دے جیسے ان لوگوں کو ہلاک کیا تھا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فَوَافَوْا: اچانک آنا فَتَعَرَّضُوا: کسی کے درپے ہونا أَمِّلُوا: تاملاً امید رکھنا يَسُرُّكُمْ: خوش کرنا تَنَافُسُ: کسی چیز میں باہم مقابلہ کرنا۔ حدیث الباب میں منافست کا بیان ہے یعنی ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ یہ دینی کاموں میں تو محمود ہے دنیاوی کاموں میں منافست درست نہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ، حرص کرنے والوں کو جنت کی نعمتیں حاصل کرنے میں حرص کرنی چاہیے۔ دنیاوی کاموں میں منافست سے حتی الامکان بچا جائے۔ حدیث کی تشریح ترجمہ سے واضح ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ

سوید، عبداللہ بن یونس، زہری، عروہ بن زبیر بن مسیب، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مال مانگا اور آپ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى فَقَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ شَيْئًا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

نے تینوں مرتبہ دیا پھر فرمایا اے حکیم یہ مال ہرا ہرا اور میٹھا میٹھا ہوتا ہے چنانچہ جو شخص اسے سخاوت نفس سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت ڈال دی جاتی ہے لیکن جو اسے اپنے نفس کو ذلیل کر کے حاصل کرتا ہے اس کے لئے برکت نہیں ڈالی جاتی ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھائے لیکن اس کا پیٹ نہ بھرے اور جان لو کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے حکیم نے عرض کیا یارسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ کے بعد کبھی کسی سے سوال نہیں کروں گا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق حکیم کو کچھ دینے کے لئے بلاتے تو وہ انکار کر دیتے پھر حضرت عمر نے بھی بلوایا تو انہوں نے انکار کر دیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے مسلمانو گواہ رہنا کہ میں حکیم کا مال فئی میں سے اس کا حق پیش کرتا ہوں تو یہ انکار کر دیتے ہیں پھر حکیم نے اپنی زندگی میں کبھی کسی سے سوال نہیں کیا یہاں تک کہ وفات پا گئے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار مال کا سوال کیا یہی نفس کا جھانکنا ہے مانگ کر حاصل کئے جانے والے مال سے پیٹ بھی نہیں بھرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری خوبی سمجھائی کہ انسان کی خوبی مانگنا نہیں بلکہ دینا ہے کیونکہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اس کی وضاحت بھی ماقبل میں گزر چکی ہے۔ پھر حضرت حکیم بن حزام ؓ کی یہ حالت رہی کہ اس کے بعد نہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی چیز کا سوال کیا اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کش کو تسلیم کیا بلکہ اپنی آخر عمر تک کسی سے کوئی سوال نہیں کیا۔

بقیہ شرح ترجمہ سے واضح ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ ابْتُلِينَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا ثُمَّ ابْتُلِينَا بَعْدَهُ بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قتیبہ، ابوصفوان، یونس، زہری، حمید بن عبدالرحمن، حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنگدلی اور تکلیف کی آزمائش میں ڈالے گئے جس پر ہم نے صبر کیا پھر ہمیں وسعت اور خوشی دے کر آزمایا گیا تو ہم صبر نہ کر سکے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: الضَّرَّاء: تنگی کے ایام ابتلاء: آزمائش کرنا السَّرَّاء: خوشحالی آسودگی

حدیث شریف میں خوشحالی اور بدحالی کے ذریعے سے امتحان لئے جانے کو بیان کیا گیا کہ جب بدحالی کے ذریعے ہم کو آزمایا گیا تو ہم بدحالی پر صبر کرنے کی وجہ سے کامیاب ہو گئے لیکن جب فراوانی کے ذریعے ہم کو آزمایا گیا تو ہم اس میں کامیاب نہ ہو سکے خوشحالی پر ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے الا یہ کہ جس کی اللہ مدد فرمائیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ وَهُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ

ہناد، وکیع، ربیع بن صبیح، یزید بن ابان رقاشی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسے آخرت کا فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل لونڈی بن کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کے مجتمع کاموں کو منتشر کر دیتا ہے اور دنیا بھی اسے اتنا ہی ملتی ہے جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ بْنِ نَشِيطٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ يَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ اسْمُهُ هُرْمُزُ

علی بن خشرم، عیسیٰ بن یونس، عمران بن زائدہ بن نشیط، نشیط، ابو خالد والبی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث قدسی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ میں تمہارے دل کو بے نیاز کر دوں گا اور تمہارے فقر کو دور کر دوں گا لیکن ایسا نہیں کرو گے تو تمہارے دونوں ہاتھ مشغول رہیں گے اور اس کے باوجود تمہارا فقر دور نہیں کروں گا یہ حدیث حسن غریب ہے اور ابا خالد والبی کا نام ہرمز ہے۔

تشریح: هَمَّهُ: رنج وغم الشمل: جماعت، اجتماعیت رَاغِمَةٌ: ذلیل ہونا، حقیر ہونا

الحاصل یہ ہے کہ جس شخص کو آخرت کی فکر لگی رہتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا سے مستغنی کر دیتے ہیں یعنی اس کو قلبی سکون عطا فرماتے ہیں اس کو محتاجگی کی فکر نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کی پراگندہ حالت کو درست کر دیتے ہیں اور اس کے برعکس جو دنیا میں محو رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی محتاجگی کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے احوال کو مزید پراگندہ کر دیتے ہیں نہ اس کو دنیا ملتی ہے اور نہ ہی آخرت حاصل ہوتی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لَنَا قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ عَلَى بَابِي فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْزَعِيهِ فَإِنَّهُ يُذَكِّرُنِي الدُّنْيَا قَالَتْ وَكَانَ لَنَا سَمَلُ قَطِيفَةٍ تَقُولُ عَلَمُهَا مِنْ حَرِيرٍ كُنَّا نَلْبَسُهَا قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ہناد، ابومعاویۃ، داؤد بن ابی ہند، عزرۃ، حمید بن عبدالرحمن حمیری، سعد بن ہشام، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاں ایک باریک پردہ تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں میں نے اسے اپنے دروازے پر ڈال دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اسے اتار دو کیونکہ یہ مجھے دنیا کی یاد دلاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاں ایک پرانی روئی دار چادر تھی اس پر ریشم کے نشانات بنے ہوئے تھے ہم اسے اوڑھا کرتے تھے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ وِسَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يَضْطَجِعُ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ

ہناد، عبدۃ، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس تکیے پر لیٹا کرتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قِرَامٌ: ایسا پردہ جس پر نقش ونگار بنے ہوئے ہوں تَمَاثِيلُ: تمثال کی جمع ہے وہ تصویر جو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو سَمَلٌ: بوسیدہ، پرانا قَطِيفَةٍ: جھالردار چادر یا کمبل الوِسَادَةُ: تکیہ اور گدا اللیف: کھجور کے درخت الحاصل ایسی اشیا دنیا کی طرف مگن کرنے والی ہیں اور آخرت کی یاد بھلا دینے والی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک چادر تھی جس پر ریشمی پھول بوٹے بنے ہوئے تھے ہم اس کو استعمال کرتے تھے اور دوسری حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اس کو کھجور کے خوشوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی وضاحت ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا هٰذَا حَدِيثٌ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، سفیان، ابواسحاق، ابومیسرۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ایک بکری ذبح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اس میں سے کیا باقی ہے میں نے عرض کیا صرف ایک بازو بچا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر دستی کے سوا پورا

صَحِيحٌ وَأَبُو مَيْسَرَةَ هُوَ الْهَمْدَانِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ

گوشت باقی ہے یہ حدیث صحیح ہے اور ابو میسرہ ہمدانی کا نام عمر بن شرحبیل ہے۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ جو گھر میں بچ جائے وہ باقی ماندہ نہیں بلکہ وہ تو ختم ہونے والا ہے باقی تو وہ ہے جو صدقہ کر دیئے جانے کی وجہ سے آخرت کے لئے ذخیرہ ہو گیا ہے اس لئے گھر میں بچا کر رکھنا اور خرچ کی جگہ پر خرچ نہ کرنا بخیلی ہے ہاں اگر کوئی اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور نیت صالح ہو تو اس پر بھی اجر ملتا ہے۔ حدیث کے آخر میں امام ترمذیؒ نے راوی کی وضاحت کر دی کہ ابو میسرہ یہ ہمدانی ہیں اور ان کا نام عمرو بن شرحبیل ہے۔

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنَّا آلِ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ نَارًا إِنْ هُوَ إِلَّا الْمَاءُ وَالتَّمْرُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

ہارون بن اسحاق ہمدانی، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہم آل محمد ایک ایک مہینہ گھر میں چولہا نہیں جلا سکتے تھے اس دوران ہماری خوراک پانی اور کھجور ہوتا تھا اور یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے گھروں میں اتنے فاقے ہوتے تھے کہ مہینہ مہینہ چولہا نہیں جلتا تھا جبکہ اس کے برعکس ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو پورے سال کا خرچہ ایک مرتبہ دے دیتے تھے دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب: دونوں احادیث اپنی جگہ درست ہیں اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو سال کا خرچہ دے دیتے مگر ازواج مطہرات کے ہاں جب کوئی غریب آتا تو وہ سالانہ خرچہ صدقہ کر دیتیں۔ فلا تعارض

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا شَطْرٌ مِنْ شَعِيرٍ فَأَكَلْنَا مِنْهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قُلْتُ لِلْجَارِيَةِ كِيلِيهِ فَكَالَتْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ فَنِيَ قَالَتْ فَلَوْ كُنَّا تَرَكْنَاهُ لَأَكَلْنَا مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ شَطْرٌ يَعْنِي شَيْئًا مِنْ شَعِيرٍ

ہناد، ابو معاویۃ، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہمارے پاس کچھ جو تھے چنانچہ ہم اس میں سے اتنی مدت کھاتے رہے جتنی اللہ کی چاہت تھی پھر میں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اس کا وزن کرو اس نے وزن کیا تو وہ بہت جلد ختم ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر ہم اسے اسی طرح چھوڑ دیتے اور وزن نہ کرتے تو اس سے مدت دراز تک کھاتے رہتے یہ حدیث صحیح ہے اور شطر کے معنی ہیں کہ کچھ جو تھے۔

تشریح: سوال (۱): اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کی اشیا تولے جانے سے ان میں برکت ختم ہو جاتی ہے جبکہ بخاری شریف میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کیلوا طعاکم یبارك لکم فیه اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تولنے سے برکت ختم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہے۔

جواب اول: بخاری شریف میں جو روایت ہے وہ محمول ہے اس غلہ پر جو استعمال کے لئے گھر میں رکھا ہوا ہو اور اس کو گھر کے لئے تول کر نکالتے ہوں جبکہ حدیث الباب میں سارا غلہ تولنا مراد ہے اگر سارے غلہ کو تولیں گے تو اس سے برکت ختم ہو جائے گی۔

جواب ثانی: بخاری شریف کی حدیث محمول ہے خرید و فروخت کے وقت تولنے پر جبکہ حدیث الباب محمول ہے خرچ کرنے پر کہ خرچ کرتے وقت گن گن کر خرچ نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلہ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آدھا وسق جو دیئے اس میں سے اس کی بیوی اور اس کے مہمان کھاتے رہے یہاں تک کہ ایک بار اس کو تولا گیا تو وہ جلدی ختم ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بتایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کو نہ ناپتے تو اس میں سے اور بھی کھاتے رہتے یعنی وہ غلہ کئی دنوں تک ان کے لئے کافی رہتا۔

سوال (۲): اس حدیث میں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا وسق جو، میراث میں چھوڑ کر وفات پائی حالانکہ یہ تو مشہور حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ الفاظ ہیں الانبیاء لا نورث کہ انبیا کرام علیہم السلام نہ تو وارث بنتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی جائیداد ہوتی ہے جو آگے کوئی وارث بنے تو دونوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب: یہ آدھا وسق جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں تھے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تھے جو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نفقہ کے دیئے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَلَمْ يُؤْذَ أَحَدٌ وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ حِينَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِنْ مَكَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُهُ تَحْتَ إِبْطِهِ

عبداللہ بن عبدالرحمن، روح بن اسلم ابو حاتم بصری، حماد بن سلمۃ، ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کی راہ میں اتنا ڈرایا گیا جتنا کسی دوسرے کو نہیں ڈرایا گیا پھر مجھے اتنی تکالیف پہنچائی گئیں جتنی کسی دوسرے کو نہیں پہنچائی گئیں نیز مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں ایسی گزری ہیں کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا بھی نہیں تھا جسے کوئی جگر والا کھائے مگر اتنی چیز جسے بلال کی بغل چھپا لیتی یہ حدیث حسن صحیح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت بلال مکہ مکرمہ سے تشریف لے گئے تو حضرت بلال کے پاس صرف اتنا کھانا تھا جسے انہوں نے اپنی بغل کے نیچے دبایا ہوا تھا۔

تشریح: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ: اس قدر کسی اور کو خوف و دہشت میں مبتلا نہیں کیا گیا اور اتنی زیادہ ایذاء رسانیوں سے کوئی اور دو چار نہیں ہوا " ولم یؤذ احد مثل ما اوذیت وھو حکایۃ حال لا شکایۃ "۔ اس سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ

خدا کا دین پہنچانے کی راہ میں جس قدر خوف و دہشت میں مجھے مبتلا کیا گیا اور جس قدر اذیتیں اور تکلیفیں میں نے برداشت کی ہیں اس طرح کی کسی اور نبی اور رسول کو مبتلا نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس طرح کی تکالیف کسی نبی نے برداشت کی ہیں۔ اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے ما اوذی نبی مثل ما اوذیت یعنی جتنی ایذاء مجھے پہنچائی گئی اتنی زیادہ کسی اور نبی کو نہیں پہنچائی گئی نیز اس سے رسول کریم ﷺ کا مقصد اپنے احوال کو بیان کرنا ہے شکایت کرنا نہیں۔

وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ: آپ ﷺ نے اپنے فقر و فاقہ کے انتہائی شدید و سخت دنوں کا اس لئے ذکر فرمایا ایک تو اُن دِنوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن سے آپ ﷺ کو دعوت اسلام کی راہ میں دوچار ہونا پڑا اور ظاہر ہے کہ فقر و فاقہ سے زیادہ سخت اور کوئی مشقت نہیں ہو سکتی۔

يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ: یعنی حضرت بلال کے پاس کوئی برتن بھی نہیں تھا جس میں وہ کھانا رکھتے یا یہ مطلب ہے کہ کھانا اتنا کثیر بھی نہیں تھا کہ برتن کی ضرورت پڑتی بلکہ کھانا اتنا تھوڑا سا تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی بغل میں رکھتے تھے یہ سفر طائف کا ہے جس میں حضرت بلال اور زید بن حارثہ ساتھ تھے۔ آپ نے طائف کا سفر اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ کی وفات کے تین ماہ بعد کیا جو نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں پیش آیا (التعلیق الصبیح ج ۶ ص ۵۰)۔ الحاصل اس حدیث میں آپ ﷺ کے طائف کے اندر ہونے والے مشکل ترین وقت اور مصائب کو بیان کیا گیا ہے جس کی تفاصیل کتب تفاسیر و سیر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ خَرَجْتُ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَابًا مَعْطُونًا فَجَوَّبْتُ وَسَطَهُ فَأَدْخَلْتُهُ عُنُقِي وَشَدَدْتُ وَسْطِي فَحَزَمْتُهُ بِخُوصِ النَّخْلِ وَإِنِّي لَشَدِيدُ الْجُوعِ وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ لَطَعِمْتُ مِنْهُ فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئًا فَمَرَرْتُ بِيَهُودِيٍّ فِي مَالٍ لَهُ وَهُوَ يَسْقِي بِبَكَرَةٍ لَهُ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثُلْمَةٍ فِي الْحَائِطِ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَعْرَابِيُّ هَلْ لَكَ فِي دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَافْتَحْ الْبَابَ حَتَّى أَدْخُلَ فَفَتَحَ فَدَخَلْتُ فَأَعْطَانِي دَلْوَهُ فَكُلَّمَا نَزَعْتُ دَلْوًا أَعْطَانِي تَمْرَةً حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ كَفِّي

ہناد، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، یزید بن زیاد، محمد بن کعب قرظی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت سردی کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکلا چنانچہ میں نے ایک بدبودار چمڑا لیا اور اسے درمیان سے کاٹ کر اپنی گردن میں ڈال لیا اور اپنی کمر کھجور کی ٹہنی سے باندھ لی اس وقت مجھے بہت سخت بھوک لگ رہی تھی اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کچھ ہوتا تو میں کھا لیتا چنانچہ میں کوئی چیز تلاش کر رہا تھا کہ ایک یہودی کو دیکھا جو اپنے باغ میں تھا میں نے دیوار کے سوراخ میں سے جھانکا تو وہ اپنی چرخی سے پانی دے رہا تھا اس نے مجھ سے کہا کیا ہے دیہاتی ایک کھجور کے بدلے ایک ڈول پانی کھینچو گے میں نے کہا ہاں دروازہ کھولو میں اندر گیا تو اس نے مجھے ڈول دیا میں نے پانی نکالنا شروع کیا وہ مجھے ہر ڈول نکالنے پر ایک کھجور دے دیتا یہاں تک کہ

أَرْسَلْتُ دَلْوَهُ وَقُلْتُ حَسْبِي فَأَكَلْتُهَا ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ فَشَرِبْتُ ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

میری مٹھی بھر گئی تو میں نے کہا بس پھر میں نے کھجوریں کھائیں پھر پانی پیا اور مسجد آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہیں پایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: مَعْطُونًا: کھال کو رنگنا یا نمک وغیرہ لگانا تا کہ خراب نہ ہو۔ **الاهاب:** کچی کھال **فَحَزَمْتُهُ:** بنڈل بنانا **بِخُوصٍ:** کھجور اور ناریل وغیرہ کے پتے **بِبَكَرَةٍ:** چرخہ جس سے کوئی وزنی چیز کھینچی جائے **اَطَّلَعَ:** اس کا معنی جھانکنا **الثُّلْمَةِ:** دراڑ، سوراخ **جَرَعَ:** گھونٹ گھونٹ پینا

اس حدیث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی شدید بھوک کی کسی سے سوال نہ کیا بلکہ خود جا کر مزدوری کی اور پھر اس سے کھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوال کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی خود محنت کرے اور اس کے صلہ میں کھانا کھائے۔

سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں محمد بن کعب قرظی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ایک مجہول راوی کا واسطہ ہے مگر یہ کمزوری حدیث کی صحت پر قدغن نہیں ہوسکتی۔

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوعٌ فَأَعْطَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ

ابوحفص عمرو بن علی، محمد بن جعفر، شعبہ، عباس جریری، ابوعثمان نہدی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں (یعنی اصحاب صفہ) کو بھوک لگی تو رسول اللہ نے ہمیں ایک ایک کھجور دی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر فقر وافلاس اور کھانے پینے کی تنگی کا اتنا زیادہ غلبہ تھا کہ بسا اوقات انہیں ایک ایک کھجور پر اکتفاء کرنا پڑتا تھا ایک کھجور پر اکتفاء اس طرح ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتے تھے جس کی وجہ سے ایک کھجور ایک صحابی کو کافی ہوجاتی تھی۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتَّى كَانَ تَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ فَقِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ وَأَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا وَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں جنگ کے لئے بھیجا۔ اس وقت ہمارے قافلے کی تعداد تین سو تھی۔ سب نے اپنا اپنا توشہ خود اٹھایا ہوا تھا۔ یعنی کم تھا۔ پھر وہ ختم ہونے لگا تو ہم میں سے ہر آدمی کے حصے میں ایک دن کے لئے ایک ہی کھجور آتی۔ ان سے کہا گیا کہ ایک کھجور سے ایک آدمی کا کیا بنتا ہوگا۔ فرمایا جب وہ ایک ملنا بھی بند ہوگئی تو ہمیں اس کی قدر ہوئی۔ پھر ہم لوگ سمندر کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ سمندر نے ایک مچھلی کو پھینک دیا ہے یعنی وہ

بِحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کنارے لگی ہوئی ہے چنانچہ ہم نے اس میں سے اٹھارہ دن تک خوب سیر ہو کر کھایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے کہ ان صحابہ کرام نے کتنے دن کھائی اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اٹھارہ دن تک صحابہ کرامؓ کھاتے رہے اور بعض نے کہا کہ تیس دن کھاتے رہے بخاری شریف کتاب المغازی کے آخر میں یہ روایت ذکر کی گئی ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ إِنَّا لَجُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي هُوَ فِيهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرَى وَسَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ هٰذَا هُوَ مَدِينِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ الَّذِي رَوَى عَنِ الزُّهْرِيِّ رَوَى عَنْهُ وَكِيعٌ وَمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ كُوفِيٌّ رَوَى عَنْهُ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ

ہناد، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، یزید بن زیاد، محمد بن کعب قرظی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر داخل ہوئے۔ ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی جس پر پوستین کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو رونے لگے کہ مصعب کل کس نازونعم میں تھے اور آج ان کا کیا حال ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ کل اگر تم لوگوں کو اتنی آسودگی میسر ہو جائے کہ صبح ایک جوڑا ہو اور شام کو ایک جوڑا۔ پھر انواع واقسام کے کھانے کی پلیٹیں تمہارے آگے یکے بعد دیگرے لائی جاتی ہوں نیز تم لوگ اپنے گھروں میں کعبہ کے غلاف کی طرح پردے ڈالنے لگو تو تم لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ عرض کیا یا رسول اللہ اس دن ہم آج کے مقابلے میں بہت اچھے ہوں گے کیونکہ محنت ومشقت کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے عبادت کے لئے فارغ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں! بلکہ تم لوگ آج اس سے بہتر ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور یزید بن زیاد مدنی ہیں۔ مالک بن انس اور دوسرے علماء نے ان سے روایات لی ہیں۔ یزید بن زیاد دمشقی جو زہری سے روایت کرتے ہیں ان سے وکیع اور مروان بن معاویہ نے روایت کی ہے۔ یزید بن زیاد کوفی سے سفیان، شعبہ، ابن

وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ

عیینہ اور کئی آئمہ حدیث احادیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حاصل حدیث یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں اسلام کی قبولیت سے قبل ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی بسر کررہے تھے کہ ایک دن جو کپڑوں کا جوڑا پہنتے پھر زندگی میں کبھی نہ پہنتے لیکن اسلام لانے کے بعد دین میں اتنا مشغول ہوئے کہ دنیا کی طرف رجحان ہی نہ رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل ان کو مدینہ منورہ قرآن پڑھانے کی غرض سے بھیجا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لے گئے وہاں ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا یہ حال دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گزرے ہوئے ایام اور موجودہ ایام کا آپس میں موازنہ کیا کہ کل کیا تھے اور آج کس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ وَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ فِيهِ فَمَرَّ بِي أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيَسْتَتْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِي عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيَسْتَتْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي وَقَالَ أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْحَقْ وَمَضَى فَاتَّبَعْتُهُ وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَاسْتَأْذَنْتُ فَأَذِنَ لِي فَوَجَدَ قَدَحًا مِنَ اللَّبَنِ قَالَ مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ لَكُمْ قِيلَ أَهْدَاهُ لَنَا فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ مسلمانوں کے مہمان تھے۔ نہ ان کا کوئی گھر نہیں تھا اور نہ ہی ان کے پاس مال تھا۔ اس پروردگار کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا کلیجہ زمین پر ٹیک دیا کرتا تھا اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں راستہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے صرف اس لئے ایک آیت کی تفسیر پوچھی کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر عمر گزرے تو ان سے بھی اسی طرح سوال کیا وہ بھی چلے گئے اور مجھے ساتھ نہیں لے گئے۔ پھر ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اجازت چاہی تو مجھے بھی داخل ہونے کی اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا گیا فلاں نے ہدیئے میں بھیجا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہوئے اور حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کے مہمان ہیں اور ان کا کوئی گھر بار نہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی صدقہ وغیرہ آتا تو اسے انہی کے پاس

قُلْتُ لَبَّيْكَ قَالَ الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ وَهُمْ أَضْيَافُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ إِذَا أَتَتْهُ الصَّدَقَةُ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا فَسَائَنِي ذٰلِكَ وَقُلْتُ مَا هٰذَا الْقَدَحُ بَيْنَ أَهْلِ الصُّفَّةِ وَأَنَا رَسُولُهُ إِلَيْهِمْ فَسَيَأْمُرُنِي أَنْ أُدِيرَهُ عَلَيْهِمْ فَمَا عَسَى أَنْ يُصِيبَنِي مِنْهُ وَقَدْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ أُصِيبَ مِنْهُ مَا يُغْنِينِي وَلَمْ يَكُ بُدٌّ مِنْ طَاعَةِ اللهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ فَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ فَقَالَ أَبَا هُرَيْرَةَ خُذِ الْقَدَحَ وَأَعْطِهِمْ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُنَاوِلُهُ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّهُ فَأُنَاوِلُهُ الْآخَرَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ أَبَا هُرَيْرَةَ اشْرَبْ فَشَرِبْتُ ثُمَّ قَالَ اشْرَبْ فَلَمْ أَزَلْ أَشْرَبُ وَيَقُولُ اشْرَبْ ثُمَّ قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

بھیج دیا کرتے خود اس سے کچھ نہ لیتے اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ آتا تو ان کی طرف بھی بھیجتے اور خود بھی ہدیہ سے کچھ لے لیتے حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں مجھے یہ چیز ناگوار گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پیالہ دودھ کے لئے مجھے اصحاب صفہ کو بلانے کا حکم دے رہے ہیں۔ ان کے لئے اس ایک پیالہ دودھ کی بھلا کیا حیثیت ہے۔ پھر مجھے حکم دیں گے کہ اس پیالے کو لے کر باری باری سب کو پلاؤ۔ لہٰذا میرے لئے تو کچھ بھی نہیں بچے گا۔ جبکہ مجھے امید تھی کہ میں اس سے بقدر کفایت پی سکوں گا اور وہ تھا بھی اتنا ہی۔ لیکن چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری تھی لہٰذا چارو نا چار انہیں بلا کر لایا۔ پھر جب وہ لوگ (اصحاب صفہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! یہ پیالہ پکڑو اور ان کو دیتے جاؤ۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ لے کر ایک کو دیا انہوں نے سیر ہو کر دوسرے کو دیا یہاں تک کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ حالانکہ تمام افراد سیر ہو چکے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ اپنے دستِ مبارک میں رکھا پھر سر اٹھا کر مسکرائے اور فرمایا ابوہریرہ پیو۔ میں نے پیا۔ پھر فرمایا پیو۔ یہاں تک کہ میں پیتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ پیو۔ آخر میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا اب اور پینے کی گنجائش نہیں۔ پھر آپ نے پیالہ لیا اور اللہ کی تعریف بیان کرنے کے بعد بِسْمِ اللہِ پڑھی اور خود بھی پیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث کی شرح ترجمہ سے واضح ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى

محمد بن حمید رازی، عبدالعزیز بن عبداللہ قرشی، یحییٰ بکاء، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم

الْبَكَّاءُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُفَّ عَنَّا جُشَائَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈکار لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی ڈکار کو ہم سے دور رکھو کیونکہ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے رہیں گے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ اس باب میں حضرت ابوجحیفہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ حدیث میں مذکور شخص کو زیادہ کھانے کی وجہ سے بار بار ڈکاریں آرہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کف عنا جبشائك اپنی ڈکاریں ہم سے دور رکھو یعنی ہمارے سامنے ڈکار نہ مارو کیونکہ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ جو دنیا میں شکم سیر ہوا وہ قیامت کے دن سب سے بھوکا ہوگا پھر اس صحابی رسول نے اس کے بعد وفات تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

سند پر کلام: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ: اس حدیث کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں عبدالعزیز قرشی اور یحییٰ بکاء۔ ابو جحیفہ کی روایت حاکم میں بھی ہے۔ منذری نے اس کو بھی ضعیف کہا ہے لیکن مسند بزار میں اس کی دو سندیں ذکر کی گئی ہیں ان میں ایک روایت کے راوی ثقہ ہیں جبکہ دوسری سند کے راوی ثقہ نہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابَتْنَا السَّمَاءُ لَحَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ كَانَ ثِيَابُهُمُ الصُّوفُ فَكَانَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْمَطَرُ يَجِيءُ مِنْ ثِيَابِهِمْ رِيحُ الضَّأْنِ

قتیبہ، ابوعوانہ، قتادہ، ابوبردہ، حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! اگر تم ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (یعنی عہد نبوی میں) دیکھتے اور کبھی بارش ہو جاتی تو تم کہتے ہمارے جسم کی بو بھیڑ کی بو کی طرح ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے کپڑے چونکہ اونی ہوتے تھے۔ اس لئے جب بارش ہوتی تو ان سے بھیڑ کی سی بو آنے لگتی۔

تشریح: اسلام کی ابتدا میں جب فروانی کم تھی صحابہ کرامؓ اون کے کپڑے پہنتے تھے اور اس میں پسینہ بھی آتا تھا جب بارش ہو جاتی اور کپڑے بارش میں گیلے ہو جاتے اور دوسرے کپڑے بھی نہ ہوتے تو انہی کپڑوں کو پہنے رکھنے کی وجہ سے ان میں بو پیدا ہو جاتی تھی جیسا کہ بھیڑ گیلی ہو جائے تو اس کی اون سے بو آتی ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ غربت کا زمانہ تھا دو دو جوڑے تھے نہیں کہ گرمی کا الگ ہو اور سردی کا الگ ہو۔ صحابہ کرامؓ کا گرمی اور سردی کا جوڑا بھی ایک ہی ہوتا اور اسی پر گزر بسر کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ

عباس دوری، عبداللہ بن یزید مقری، سعید بن ابی ایوب، ابومرحوم عبدالرحیم بن میمون، سہل بن حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُئُوسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے تواضع کے پیش نظر (نفیس وقیمتی) لباس ترک کیا حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ اہل ایمان کے لباسوں میں سے جسے چاہے پہن لے۔

تشریح: ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ عزت کا لباس پہنائیں گے اور مخلوقات کے سامنے اس لئے پہنائیں گے تاکہ ان کی خوب تشہیر ہو اور اعزاز واکرام۔ اس حدیث پر امام ترمذیؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا مگر بعض حضرات مثلاً امام منذریؒ نے اس کی تحسین نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا زَافِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ شَبِيبِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ هٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ شَبِيبُ بْنُ بَشِيرٍ وَإِنَّمَا هُوَ شَبِيبُ بْنُ بِشْرٍ

محمد بن حمید رازی، زافر بن سلیمان، اسرائیل، شبیب بن بشیر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نفقہ پورے کا پورا اللہ کی راہ میں شمار ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جو عمارت وغیرہ پر خرچ کیا جاتا ہے اس میں خیر نہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ محمد بن حمید نے (راوی کا نام) شبیب بن بشیر (یاء کے ساتھ) بیان کیا ہے۔ جبکہ صحیح نام (بغیر یاء کے) شبیب بن بشر ہے۔

تشریح: گھر کی ضروریات میں جو بھی مال خرچ کیا جائے وہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شمار ہوتا ہے مگر صرف وہ پیسہ جو گھر بنانے میں لگایا جائے اس میں خیر نہیں۔ اس سے مراد وہ مکان یا بلڈنگ ہے جو ضرورت سے زائد ہو۔ اگر ضرورت کے مطابق مکان ہو تو پھر اس وعید میں وہ خرچ شامل نہیں۔

راوی شبیب کے والد کے نام میں اختلاف ہے کہ ان کا نام بشیر ہے یا بشر، امام ترمذیؒ کی رائے یہ ہے کہ ان کا نام بشر ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ أَتَيْنَا خَبَّابًا نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ تَطَاوَلَ مَرَضِي وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ وَقَالَ يُؤْجَرُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا التُّرَابَ أَوْ قَالَ فِي التُّرَابِ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

علی بن حجر، شریک، اسحاق، حارثہ بن مضرب کہتے ہیں کہ خباب کی عیادت کیلئے گئے انہوں نے سات داغ دلوائے تھے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میرا مرض طویل ہو گیا ہے اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کی تمنا کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے نہ سنا ہوتا تو یقینا میں موت کی آرزو کرتا۔ نیز فرمایا (حضرت خباب نے) ہر آدمی کو نفقے پر اجر دیا جاتا ہے مگر یہ کہ وہ مٹی پر خرچ کرے (یعنی اس پر کوئی اجر نہیں) یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا الْجَارُودُ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَيْكَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ قَالَ لَا أَجْرَ وَلَا وِزْرَ

جارود، فضل بن موسیٰ، سفیان ثوری، ابوحمزہ، حضرت سے روایت ہے کہ ہر تعمیر تمہارے لئے وبال کا باعث ہے پوچھا گیا جس کے بغیر گزارہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا نہ گناہ اور نہ ہی ثواب۔

تشریح: يُؤْجَرُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَتِهِ كُلِّهَا إِلَّا التُّرَابَ: ہر مسلمان کو اس کے نفقہ کا ثواب دیا جاتا ہے علاوہ مٹی کے یا فرمایا مٹی میں خرچ کرنے کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں ''كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَيْكَ'' ہر تعمیر تیرے حق میں وبال ہے۔ ابوحمزہ نے پوچھا ضروری تعمیر کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہ تو اس میں کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ثواب ہے۔ ہاں اگر ضرورت کے درجہ میں ہو تو اس پر ثواب ملے گا کیونکہ اس کے بغیر آدمی گزارہ نہیں کرسکتا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ أَبُو الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِلسَّائِلِ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ سَأَلْتَ وَلِلسَّائِلِ حَقٌّ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْنَا أَنْ نَصِلَكَ فَأَعْطَاهُ ثَوْبًا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا إِلَّا كَانَ فِي حِفْظٍ مِنَ اللَّهِ مَا دَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

حضرت حصینؒ کہتے ہیں کہ ایک سائل نے ابن عباسؓ سے سوال کیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے عرض کیا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں پھر فرمایا کہ تم نے مجھ سے کچھ مانگا ہے اور سائل کا بھی حق ہے لہٰذا مجھ پر فرض ہے کہ میں تمہیں کچھ نہ کچھ دوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کپڑا اعطا فرمایا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے جب تک کہ پہننے والے پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی باقی ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سائل سے نماز کے بارے میں سوال اس لئے نہیں کیا کہ اس زمانے میں ہر شخص نماز پڑھتا تھا اور رہی بات زکوٰۃ اور حج کے بارے میں سوال اس لئے نہیں کیا کہ وہ شخص غریب تھا۔

لِلسَّائِلِ حَقٌّ: سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر آئے یعنی کوئی گھوڑے پر آئے یا کار پر آئے سوال کرے تو یہ نہ دیکھو کہ اس کے پاس تو عمدہ سواری ہے پھر بھی سوال کر رہا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ مسافر ہو اور اس کا زادِ راہ ختم ہوگیا ہو اور اگر وہ سواری بیچ دے تو واپس کیسے پہنچے گا اس لئے اس کا حق دے دیا جائے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَقِيلَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، عبدالوہاب ثقفی ومحمد بن جعفر وابن ابی عدی ویحیی بن سعید، عوف بن ابی جمیلۃ، زرارۃ بن اوفی، حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ دوڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آئے اور مشہور ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھوں۔ جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی تو میں بے اختیار یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر پہلی مرتبہ یہ بات فرمائی کہ اے لوگو سلام کو رواج دو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سو جائیں تو نماز پڑھا کرو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: انْجَفَلَ: تیزی سے چلنا اسْتَبَنْتُ: پہچان لینا، واضح طور پر دیکھنا

اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور چرچا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تا کہ آپ کی زیارت کروں پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور اچھی طرح دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی جھوٹے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کا چہرہ نہیں ہو سکتا کیونکہ چہرہ دل کا ترجمان ہوتا ہے اندرونی کیفیات کی چہرہ سے اچھی طرح پہچان ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چہرہ انور دیکھتے ہی پہچان لیا۔

باقی حدیث کی شرح ماقبل کتاب الاطعمۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَتَاهُ الْمُهَاجِرُونَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا رَأَيْنَا قَوْمًا أَبْذَلَ مِنْ كَثِيرٍ وَلَا أَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ لَقَدْ

ابن ابی عدی حمید انس سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ جس قوم کے پاس ہم آئے ہیں (یعنی انصار) ہم نے مال ہوتے ہوئے ان سے زیادہ خرچ کرنے والے اور قلت مال کے باوجود ہمدردی کرنے والے کبھی نہیں دیکھے اس لئے کہ ان لوگوں نے ہمیں محنت مزدوری سے بچائے رکھا اور ہمیں اپنی عیش وآرام میں بھی

كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَأَشْرَكُونَا فِي الْمَهْنَإِ حَتَّى لَقَدْ خِفْنَا أَنْ يَذْهَبُوا بِالْأَجْرِ كُلِّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

شریک کیا یہاں تک کہ ہمیں ڈر ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پورے کا پورا اجر یہی لوگ لے جائیں پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم ان لوگوں کے لئے دعا کرتے اور ان کی تعریف کرتے رہوگے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: كفى، يكفى، كفاية: کافی ہونا کسی معاملہ میں کسی کی قائمقامی کرنا۔ المؤنة: کلفت، بوجھ المهنأ: خوشگوار من پسند چیز۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ کرتا ہے تو اس کے اجر تک پہنچنے کے لئے صرف یہ کام کرے کہ ان کے لئے دعا کرتا رہے تو ان کے اجر تک پہنچ جائے گا۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ الْمَدِينِيُّ الْغِفَارِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اسحاق بن موسیٰ انصاری، محمد بن معن مدینی غفاری، ان کے والد، سعید مقبری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھانے والا شکر گزار، صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے (یعنی ثواب میں)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھا کر شکر بجالانے والا صبر کرنے والے روزے دار کی طرح ہے کیونکہ روزہ دار تو کھانے پینے سے احتراز کرتا ہے اس لئے اجر پاتا ہے پس اگر کھانے پینے والا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے تو وہ بھی ثواب کا حق دار ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھانے کے بعد شکر بجالانا چاہیے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو الْأَوْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَتَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ہناد، عبدة، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن عقبۃ، عبداللہ بن عمرو اودی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسے شخص کے متعلق نہ بتاؤں جس پر دوزخ کی آگ حرام اور وہ آگ پر حرام ہے؟ یہ وہ شخص ہے جو اقرباء کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کرتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: هَيِّنٍ: نرم مزاج سَهْلٍ: آسان یعنی اچھے اخلاق کا آدمی۔ یہ تینوں اخلاق متعارف ہیں یعنی جس کو لوگ پسند کریں اور محبت رکھیں اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے یعنی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَيُّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

ہناد، وکیع، شعبہ، حکم، ابراہیم، حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو کیا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ فَصَلَّى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا گھر کے کام کاج کرتے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو اٹھ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: الْمَهْنَةِ کام یا مشغلہ کو کہا جاتا ہے اسی لفظ کا دوسرا ترجمہ پیشہ بھی ہے جس میں آدمی کو خصوصی مہارت ہو اسی سے آتا ہے ثیاب مهنة کام کاج کے کپڑے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَيْدٍ التَّغْلَبِيِّ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتّٰى يَكُونَ الرَّجُلُ يَنْزِعُ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهِ حَتّٰى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يَصْرِفُهُ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيسٍ لَهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، عمران بن ثغلبی، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مصافحہ کرتے اور اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک سامنے والا خود نہ کھینچتا پھر اس وقت تک اس سے چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ چہرہ نہ پھیرتا اور کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے بیٹھنے والے کی طرف پاؤں بڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اخلاق کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اس کی طرف کامل توجہ رکھتے اور مصافحہ کے دوران جب تک دوسرا اپنے ہاتھ نہ کھینچتا آپ ہاتھ نہ کھینچتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ مبارک اس سے نہ پھیرتے جب تک وہ خود نہ پھیرتا۔ اور اپنے پاؤں مبارک اہل مجلس کی طرف نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اپنے پاؤں ساتھیوں کی طرف لمبے نہ کئے جائیں پاؤں لمبے کرنے سے اہل مجلس کو ناگواری ہوگی اور اس میں تواضع بھی نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فِي حُلَّةٍ لَهُ يَخْتَالُ فِيهَا فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا أَوْ قَالَ يَتَلَجْلَجُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

ہناد، ابوالاحوص، عطاء بن سائب، سائب، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی اپنے لباس میں تکبر کرتے ہوئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اسے پکڑ لیا۔ پس وہ اب زمین میں قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: يَتَجَلْجَلُ: زمین میں دھنسنا۔ اور اس کے یہ معنی بھی آتے ہیں کہ کوئی بات دل میں اتر تی جائے اور ختم نہ ہو۔ یہاں حدیث میں زمین کے اندر دھنسنا مراد ہے جیسے دل میں خیال اترتا چلا جاتا ہے ایسے ہی وہ زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ یہ شخص کون

ہوسکتا ہے اس کے بارے میں آتا ہے کہ یہ قارون تھا کہ جب یہ نیا جوڑا پہن کر اتراتا ہوا اکڑتا ہوا نکلا پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا زمین نے اس کو پکڑ لیا پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُولَسَ تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

سوید، عبداللہ، محمد بن عجلان، حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن متکبرین چیونٹیوں کی طرح آدمیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے ہر طرف سے ذلت انہیں ڈھانپ لے گی پھر وہ لوگ جہنم کے ایک قید خانے کی طرف دھکیلے جائیں گے جس کا نام بولس ہے ان پر آگ چھا جائے گی اور انہیں دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی جو سڑا ہوا بدبودار کیچڑ ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: أَمْثَالَ الذَّرِّ: چھوٹی چیونٹی کی طرح، اس کے مطلب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اوّل: بعض حضرات نے کہا کہ چیونٹیوں کی تشبیہ دراصل اس بات سے کنایہ ہے کہ تکبر کرنے والے لوگ قیامت کے دن میدان حشر میں نہایت ذلت وخواری کی حالت میں ہونگے اور لوگوں کے پاؤں کے نیچے اس طرح روندے جائینگے جس طرح چیونٹیاں بے خیالی میں روندی جاتی ہیں یعنی اُس دن ان کو ذلت وخواری حاصل ہوگی۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انکے اجسام چیونٹیوں کی طرح ہونگے۔

قول ثانی: بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے یعنی تکبر کرنے والے درحقیقت چیونٹیوں کے اجسام کی مانند اٹھیں گے البتہ ان کی شکل وصورت انسانوں جیسی ہوگی اور ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے علامہ تورپشتیؒ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ ہم اس حدیث کے ظاہری معنیٰ اس لئے مراد نہیں لیتے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ دوبارہ اٹھ کر میدان حشر میں آئیں گے تو ان کے جسم وبدن ان ہی اجزاء پر مشتمل ہوں گے جن پر دنیا میں ان کے جسم مشتمل تھے یہاں تک کہ عضو تناسل کا وہ خاص ٹکڑا بھی لگا دیا جائے گا جو ختنہ کے وقت کاٹا گیا تھا گویا قیامت کے دن تمام لوگ غیر مختون اٹھیں گے لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان کے جسم کے سارے اجزاء یہاں تک کہ ناخن اور بال وغیرہ بھی ایک چیونٹی کے جثہ میں جمع ہوجائیں۔ آخر میں ملا علی قاریؒ نے علامہ تورپشتیؒ کے قول کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیامت کے دن ان کو پورے جسم کے ساتھ اٹھائیں گے تاکہ ہر ایک کی جسمانی تخلیق کی قدرت پوری طرح ثابت ہوجائے لیکن پھر ان لوگوں کی صورتیں مسخ کردی جائیں گی بعض جہنمی کتوں کی شکل میں بعض سوروں اور گدھوں اور بعض چیونٹیوں کی شکل میں ہوجائیں گے اور یہ مسخ اس لئے ہوگا تاکہ ان کی ذلت واہانت پوری مخلوق کے سامنے عیاں ہوجائے۔ اعاذنا الله منه (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۱۰)

الحاصل قیامت کے دن متکبرین کی شکل وصورت بھی حقیر ہوگی اور ان کی حالت بھی حقارت والی جیسے دنیا میں چیونٹیوں کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ایسے ہی آخرت میں متکبرین کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہوگی متکبرین کی دنیا کی عزتیں آخرت میں ذلت میں اور

دنیاوی محبتیں عداوت میں تبدیل ہو جائیں گی کمافی القرآن ''الاخلّاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین''

بُولَس: باء پر ضمہ اور فتحہ دونوں ہو سکتے ہیں دوزخ کے اندر ایک خاص جیل خانہ اور کوٹھڑی ہے اس کا لغوی مفہوم ناامیدی ہے چونکہ جہنمی اس جگہ داخل ہونے کے بعد جہنم سے نکلنے سے ناامید ہو جائیں گے اس لئے اس کو بولس کہتے ہیں۔ شیطان کا نام ابلیس بھی اس مادہ سے مشتق ہے۔ **نَارُ الْأَنْيَارِ:** یعنی آگوں کی آگ یہ بطور مبالغہ اس آگ کی شدت کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے پانی میں ڈوبنے والا ہر طرف سے پانی میں گھرا ہوا ہوتا ہے اسی طرح متکبرین آگ میں ہر طرف سے گھرے ہوئے ہوں گے اور وہ آگ ایسی ہوگی جو دوسری آگ کو اس طرح جلا دے گی جس طرح لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ **عُصَارَةِ:** یعنی نچوڑ مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ اور ان کے جسموں سے بہنے والا خون اور پیپ پلایا جائے گا جس کا نام طینۃ الخبال ہے جو تلچھٹ کی مانند ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِءُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي أَبُو مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عبد بن حمید و عباس بن محمد دوری، عبداللہ بن یزید، سعید بن ابی ایوب، ابو مرحوم عبدالرحیم بن میمون، سہل بن حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص غصے کو پی جائے حالانکہ وہ جاری کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کرے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب کی شرح ترجمہ سے واضح ہے اس میں کوئی خاص بات نہیں جو بیان کی محتاج ہو۔

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ نَشَرَ اللهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ رِفْقٌ بِالضَّعِيفِ وَالشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَالْإِحْسَانُ إِلَى الْمَمْلُوكِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

سلمۃ بن شبیب، عبداللہ بن ابراہیم غفاری مدینی، ان کے والد، ابوبکر بن منکدر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین نیکیاں ایسی ہیں کہ جو انہیں اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنی حفاظت میں رکھے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ ضعیف پر نرمی کرنا، والدین کے ساتھ شفقت سے پیش آنا اور غلام پر احسان کرنا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: الحاصل مذکورہ تینوں یہ باتیں جس میں پائی جائیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (۱) کمزور کے ساتھ نرمی برتاؤ کرنے والا کیونکہ کمزور کے ساتھ اگر سختی کا معاملہ کیا جائے تو مزید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا اس کو سہارا اور کندھا دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (۲) ماں باپ پر مہربانی کرنا، والدین کے ساتھ اچھا حسن سلوک کرنا ان پر مہربانی کرنا قرآن سے ثابت

ہے۔ (۳) غلام یا باندی کے ساتھ حسن سلوک کرنا کیونکہ عام طور پر غلام کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جاتا ہے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کم لوگ کرتے ہیں غلاموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کی احادیث مبارکہ میں بہت تاکید آئی ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُونِي الْهُدَى أَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَسَلُونِي أَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ وَاجِدٌ مَاجِدٌ أَفْعَلُ مَا أُرِيدُ عَطَائِي كَلَامٌ وَعَذَابِي كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ

ہناد، ابوالاحوص، لیث، سہر بن حوشب، عبدالرحمن بن غنم، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگا کرو تا کہ میں تمہیں دوں، تم سب فقیر ہو مگر یہ کہ میں کسی کو غنی کر دوں لہذا تم لوگ مجھ سے رزق مانگا کرو تا کہ میں تمہیں عطاء کروں اسی طرح تم سب گناہ گار ہو مگر یہ کہ جسے میں محفوظ رکھوں۔ چنانچہ جو شخص جانتا ہے کہ میں مغفرت کی قدرت رکھتا ہوں اور مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ، مردہ، خشک اور تازہ سب کے سب تقوی کی اعلی ترین قدروں پر پہنچ جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ تمام کے تمام شقی اور بدبخت ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت و بادشاہت میں مچھر کے پر کے برابر بھی کمی نہیں آئے گی۔ نیز اگر تمہارے اگلے، پچھلے، جن، انس، زندہ، مردہ تر یا خشک سب کے سب ایک زمین پر جمع ہو جائیں اور پھر مجھ سے اپنی اپنی منتہائے آرزو کے متعلق سوال کریں پھر میں ہر سائل کو عطاء کر دوں تو بھی میری بادشاہت وسلطنت میں کوئی کمی نہیں آئے گی مگر یہ کہ تم میں سے کوئی سمندر پر سے گزرے تو اس میں سوئی ڈبو کر نکال لے یعنی اتنی کمی آئے جتنا اس سوئی کے ساتھ پانی لگ جائے گا۔ یہ سب اس لیے ہے کہ میں جواد ہوں۔ (جو نہ مانگنے پر خفا ہو جاتا اور بغیر مانگے عطاء کرتا ہے) واجد (جو بھی

إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

فقیر نہیں ہوتا) ہوں اور ماجد (جس کی شرف وعظمت کی کوئی انتہا نہیں) ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ میری عطاء اور عذاب دونوں کلام ہیں اس لئے کہ اگر میں کچھ کرنا چاہتا ہوں تو کہہ دیتا ہوں کہ ہوجا، وہ ہوجاتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حدیث کا خلاصہ کلام یہ ہے ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور مالداری بھی اللہ پاک کے اختیار میں ہے پس بندوں کو چاہیے کہ ہدایت بھی اللہ پاک سے مانگیں اور حاجتیں بھی اللہ پاک سے طلب کریں وہ حاجت روا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حفاظت کرے تو بندے گناہوں سے معصوم رہ سکتے ہیں اور گناہ گار بندے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھتے ہوئے معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اگر ساری زمین پر سب نیکوکار ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ کی ملک میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر سب مل کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئے گی اور اگر تمام مخلوق ایک چٹیل میدان میں جمع ہوکر سب اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور اللہ تعالیٰ سب کو عطا کردیں تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں اتنی کمی نہیں ہوگی جتنی کہ سوئی ڈبونے سے سمندر میں کمی آئے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سخی ہیں وہ ہر ایک کی حاجت کو پورا کرنے والے ہیں وہ فضل والے ہیں ان کے پاس فضل کی کمی نہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمادیتے ہیں اور نہ مانگنے سے اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعْدٍ مَوْلَى طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَلٰكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَأَعْطَاهَا سِتِّينَ دِينَارًا عَلَى أَنْ يَطَأَهَا فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ أُرْعِدَتْ وَبَكَتْ فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ؟ أَكْرَهْتُكِ؟ قَالَتْ: لَا وَلٰكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ وَمَا حَمَلَنِي عَلَيْهِ إِلَّا الْحَاجَةُ فَقَالَ

عبید بن اسباط بن محمد قرشی، ان کے والد، اعمش، عبداللہ بن عبداللہ، سعد مولیٰ طلحہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات سے بھی زیادہ مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کا کفل نامی ایک شخص کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے تاکہ وہ اس سے جماع کرسکے۔ چنانچہ جب وہ شخص اس سے یہ فعل (یعنی جماع) کرنے لگا تو وہ رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا تم کیوں روتی ہو۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے۔ اس عورت نے کہا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے میں نے نہیں کیا لیکن ضرورت نے مجھے مجبور کیا۔ کفل نے کہا جو کام تم نے کبھی نہیں کیا آج کر رہی ہو۔ جاؤ وہ دینار

تَفْعَلِينَ أَنْتِ هٰذَا وَمَا فَعَلْتِهِ اذْهَبِي فَهِيَ لَكِ وَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَعْصِي اللّٰهَ بَعْدَهَا أَبَدًا فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ مَكْتُوبًا عَلَى بَابِهِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاهُ شَيْبَانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَرَفَعُوهُ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فَلَمْ يَرْفَعْهُ وَرَوَى أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ فَأَخْطَأَ فِيهِ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيُّ هُوَ كُوفِيٌّ وَكَانَتْ جَدَّتُهُ سُرِّيَّةً لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ

تمہارے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسی رات مر گیا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اور اسے شیبان اور کئی راوی اعمش سے غیر مرفوع نقل کرتے ہیں۔ جبکہ بعض اعمش سے مرفوعاً بھی نقل کرتے ہیں۔ ابو بکر بن عیاش یہی حدیث اعمش سے نقل کرتے ہوئے اس میں غلطی کرتے ہیں۔ اور کہا کہ عبداللہ بن عبداللہ نے بواسطہ سعید بن جبیر، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور یہ غیر محفوظ ہے۔ عبداللہ بن عبداللہ رازی کوفی ہے اور اس کی دادی حضرت علی بن ابی طالب کی لونڈی تھیں۔ عبداللہ بن عبداللہ رازی سے عبیدہ ضبی، حجاج بن ارطاہ اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے۔

تشریح: کفل نامی شخص کا واقعہ حدیث سے واضح ہے کہ یہ کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا جس گناہ کو وہ کرنا چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت اپنی ضرورت لے کر آئی اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار دیئے اس شرط پر کہ وہ اسے زنا کرنے دے گی پھر جب وہ اس عورت کے پاس برائی کے لئے بیٹھا تو وہ عورت لرز گئی اور رونے لگی پھر اس نے عورت سے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو کیا میں نے تمہیں مجبور کیا ہے؟ عورت نے کہا نہیں مگر یہ ایک ایسا کام ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا اور میں اس کام پر صرف اسی وجہ سے آمادہ ہوئی ہوں کہ میں محتاج اور تنگدست تھی اس پر کفل نے کہا کہ تم نے یہ کام کبھی نہیں کیا پھر بھی اس کے کرنے پر مجبور ہوگئی لہٰذا تم جاؤ اور یہ دینار تیرے ہوئے اس نے کہا کہ میں آج کے بعد کبھی نافرمانی نہیں کروں گا پھر اس رات اس کا انتقال ہوگیا صبح اس کے گھر کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کی بخشش کر دی۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاهُ شَيْبَانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: بعض حضرات نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے اور بعض حضرات نے اعمش سے مرفوع بیان نہیں کیا۔ ابو بکر بن عیاش یہ حدیث اعمش سے نقل کر رہے ہیں اور اس میں انہوں نے غلطی کی پھر ان حضرات کی سند میں عبداللہ رازی اور ابن عمرؓ کے درمیان حضرت سعید بن جبیرؒ کا واسطہ نقل کیا اور یہ غیر محفوظ ہے۔

عبداللہ رازی کوفہ کے باشندے تھے اور ان کی دادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سریۃ تھیں۔ سریہ وہ باندی کہلاتی ہے جیسے مولی بیوی کے طور پر استعمال کرتا ہے یہ لفظ السر سے بنا ہے اس کے معنی جماع کے ہیں۔ عبداللہ رازی اچھے راوی تھے کوفہ کے باشندہ تھے ان سے عبیدہ الضبی اور حجاج بن ارطاۃ روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بِحَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ فِي أَصْلِ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلَى أَنْفِهِ قَالَ بِهِ هٰكَذَا فَطَارَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ رَجُلٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ دَوِيَّةٍ مَهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَطَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ فَأَضَلَّهَا فَخَرَجَ فِي طَلَبِهَا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ قَالَ أَرْجِعُ إِلَى مَكَانِي الَّذِي أَضْلَلْتُهَا فِيهِ فَأَمُوتُ فِيهِ فَرَجَعَ إِلَى مَكَانِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَ رَأْسِهِ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، عمارہ بن عمیر، حارث بن سوید، عبداللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ نے ہم سے دو حدیثیں بیان کیں ایک اپنی طرف سے اور دوسری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مؤمن اپنے گناہ کو ایسے دیکھتا ہے جیسے وہ پہاڑ کے نیچے ہے اور اسے ڈر ہے کہ کہیں وہ اس پر گر پڑے گا اور بدکار اپنے گناہ کو ایسے دیکھتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی ہوئی ہو، اس نے اشارہ کیا اور وہ اڑ گئی۔ (یہ عبداللہ کا قول تھا جبکہ دوسری حدیث یہ ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تم میں سے کسی ایک کی توبہ سے اس آدمی بھی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو ایک خطرناک چٹیل میدان میں ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر اس کا سامان کھانا پانی اور ضرورت کی اشیاء رکھی ہوں پس وہ گم ہو جائے اور وہ شخص اس کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ اسے موت آنے لگے تو کہے میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے میری سواری گم ہوئی تا کہ وہاں ہی مروں۔ جب وہ اپنے مقام پر لوٹ کر آئے تو اس پر نیند طاری ہو جائے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو اس کی اونٹنی اس کے سر پر کھڑی ہو اور کھانے پینے کا سارا سامان موجود ہو۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ نعمان بن بشیر اور انس بن مالکؓ بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مؤمن کو گناہوں سے اتنا ڈر و خوف ہوتا ہے کہ پہاڑ اس پر گر پڑے گا اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح دیکھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھ گئی اور اس کو اڑا دیا گیا یعنی مؤمن کے لئے گناہ بہت بڑی چیز ہے جبکہ بدکار کے لئے گناہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

یہ حدیث شدت فرح پر دال ہے کہ جس طرح بندہ گمشدہ سواری کے مل جانے پر اس قدر خوش ہوتا ہے اسی طرح گناہ گار بندہ اللہ کے سامنے توبہ استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلطی سے کفریہ کلمہ منہ سے نکل جانے کی صورت میں بندہ نہ کافر ہوتا ہے نہ اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے لیکن ایسے بندہ کو جب اپنی غلطی کی اطلاع ہو تو فوراً توبہ اور استغفار کرنا ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ

احمد بن منیع، زید بن حباب، علی بن مسعدۃ باہلی، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام ابن آدم انسان خطا کار ہیں اور ان میں سب سے بہترین توبہ کرنے والے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: كُلُّ ابْنِ آدَمَ: اس میں کل مجموعی ہو تو انبیائے کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ ''توابین'' کے دو مفہوم ہیں۔ ① بہترین خطا کار وہ ہیں جو معصیت سے توبہ کر کے اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ ② بہترین خطا کار وہ ہیں جو غفلت کو ترک کر کے انابت کے ذریعے ذکر کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَأَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ وَهُوَ الْعَدَوِيُّ وَاسْمُهُ خُوَيْلِدُ بْنُ عَمْرٍو

سوید، عبداللہ بن مبارک، معمر، زہری، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کر یا خاموش رہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس باب میں حضرت عائشہ، انس، شریح کعبی عدوی سے بھی روایات منقول ہیں۔ شریح کعبی عدوی کا نام خویلد بن عمرو ہے۔

تشریح: یہ حدیث ابواب البر والصلۃ میں باب ما جاء فی الضیافة و غایة الضیافة کم ھی کے ذیل میں گزر چکی ہے

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

قتیبہ، ابن لہیعۃ، یزید بن عمرو، ابوعبدالرحمن جبلی، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ اس حدیث کو ہم صرف ابن لہیعہ کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: خاموشی میں نجات ہے کیونکہ انسان جو کچھ بول رہا ہوتا ہے وہ اس کا آخرت کے لئے ریکارڈ ہوتا ہے اور دنیا میں بھی

اس کے بھلے اور برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی اس پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے لہٰذا انسان جب بولے تو سوچ سمجھ کر بات کرے تاکہ نہ دنیا میں اس کو مشکل پیش آئے ورنہ ہی آخرت میں اس کی پکڑ ہو۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى

ابراہیم بن سعید جوہری، ابو اسامۃ، برید بن عبد اللہ، ابو بردۃ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہ حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے صحیح غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی ایذا رسانیوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں جس کی ایذاء سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ ہوں وہ مسلمان تو ہوگا لیکن ناقص ہوگا نیز آپ علیہ السلام کا تہجد کیلئے اس طرح بیدار ہونا کہ ازواج مطہرات کے آرام میں خلل نہیں آتا تھا اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیدار ہونے کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا یہ امت کو تعلیم دینے کے لئے تھا۔

اَلْمُسْلِمُونَ: **سوال:** اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں کیا اہل ذمہ کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں؟

جواب: ذمی لوگ مسلمانوں کے تابع ہوتے ہیں کما فی الحدیث "دماء هم كدماء نا و اموالهم كا موالنا"۔ جیسے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں اسی طرح ذمیوں کو بھی تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔

سوال: اس حدیث میں "مسلمون" کا ذکر ہے "مسلمات" کا ذکر نہیں۔ **جوابات:** ① احکام مشترکہ میں مردوں کا ذکر تغلیباً کیا جاتا ہے عورتیں بالتبع داخل ہوتی ہیں۔ ② مردوں کے ذکر سے اصل کے ذکر پر اکتفاء کر دیا۔

مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ... **سوال:** "مِنْ لِسَانِهٖ" فرمایا "من كلامه" نہیں فرمایا۔

جواب: اگر من کلامہ فرماتے تو زبان سے جو ایذائیں بغیر کلام کے پہنچتی ہیں وہ شامل نہ ہوتیں مثلاً کسی کو زبان سے اشارہ کرنا جس کو دوسرے الفاظ میں چڑانا کہتے ہیں تو چونکہ لسان اعم ہے بنسبت کلام کے، اس لئے "مِنْ لِسَانِهٖ" فرمایا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ قَالَ أَحْمَدُ قَالُوا مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ

احمد بن منیع، محمد بن حسن بن ابی یزید ہمدانی، ثور بن یزید، خالد بن معدان، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو گناہ پر عیب لگایا تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ گناہ ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔ یہ حدیث حسن

وَرُوِيَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّهُ أَدْرَكَ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غریب ہے اس کی سند متصل نہیں۔

تشریح: مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ: جس شخص نے کسی کو گناہ کی عار دلائی تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

سوال: کسی کو گناہ میں عار دلانا اور اس کو روکنے کا نتیجہ کیسے نکلا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک موت نہیں دے گا جب تک کہ وہ خود اس میں واقع نہ ہو جائے حالانکہ یہ تو نہی عن المنکر ہے۔

جواب اول: عار دلانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو فعل پر شرم دلانا یا عیب لگانا، طعنہ دینا جبکہ نہی عن المنکر میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔

جواب ثانی: یا حدیث میں گناہ سے مراد وہ گناہ ہے جس سے بندے نے توبہ کر لی ہو پھر بھی اس کے گناہ پر عار دلائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے پس اس کو عار دلانے والا اس سزا کا مستحق ہوگا۔

سند پر کلام: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ: یہ حدیث خالد بن معدان حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں مگر خالد بن معدان کا سماع حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں اس لئے یہ حدث منقطع ہے اگرچہ خالد بن معدان کی روایت بہت سارے صحابہ سے مروی ہے چونکہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہوا اس لئے خالد بن معدان کی ان سے ملاقات نہیں مگر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالواسطہ روایت کرنے والے سارے راوی ثقہ ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی تحسین کی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَمَكْحُولٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هِنْدٍ الدَّارِيِّ وَيُقَالُ إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ

عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید ہمدانی، حفص بن غیاث، (دوسری سند) سلمۃ بن شبیب، امیہ بن قاسم، حفص بن غیاث، برد بن سنان، مکحول، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا اور تمہیں اس میں مبتلا کرے گا۔ یہ حدیث غریب ہے مکحول نے واثلہ بن اسقع، انس بن مالک اور ابوہند داری سے احادیث سنی ہیں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ان تین شخصوں کے علاوہ ان کا کسی صحابی سے سماع نہیں۔ مکحول شامی کی کنیت ابوعبداللہ ہے وہ

وَمَكْحُولٌ الشَّامِيُّ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ وَكَانَ عَبْدًا فَأُعْتِقَ وَمَكْحُولٌ الْأَزْدِيُّ بَصْرِيٌّ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، وَيَرْوِي عَنْهُ عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ

غلام تھے پھر انہیں آزاد کیا گیا۔ مکحول ازدی بصری نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث سنی ہیں اور عمارہ بن زاذان نے ان سے روایت کی ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ مَكْحُولًا يُسْأَلُ فَيَقُولُ نَدَانَمْ

تمیم بن عطیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے کئی مرتبہ لوگوں کے مسئلہ پوچھنے پر جواب میں مکحول کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے علم نہیں۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان کی کسی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اگر کوئی شخص دوسرے کی کسی مصیبت پر خوشی کا اظہار کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی کر کے اس کی مضیبت خوشی کا اظہار کرنے والے پر ڈال دے اس لئے کسی مسلمان پر مصیبت آئے تو خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کی امداد بھی کرنی چاہیے۔

سند پر کلام: اس حدیث کا ایک راوی امیہ بن القاسم ہے اس کا صحیح نام امیہ بن قاسم حذاء ہے جو بصرہ کا راوی ہے یہ راوی صحیح ہے ابن حبان نے بلا وجہ اس پر تنقید کی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس کی تحسین کی ہے اور اس تنقید کا اعتبار نہیں کیا۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکحول کا حضرت واثلہ سے سماع ثابت نہیں مگر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں مکحول کا تین صحابہ کرامؓ سے سماع ثابت ہے حضرت واثلہ بن الاسقع سے، حضرت انس بن مالکؓ اور ابو ہند داریؓ سے اور کہا جاتا ہے کہ مکحول کا انہی تین صحابہ کے علاوہ کسی صحابی سے لقاء وسماع ثابت نہیں مکحول شامی ہے اس کی کنیت عبداللہ ہے یہ پہلے غلام تھے پھر آزاد کئے گئے۔ مکحول ازدی بصری کا حضرت ابن عمر سے سماع ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع نہیں ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہناد، وکیع، سفیان، علی بن اقمر، ابوحذیفہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ کسی کا عیب بیان کروں اگر چہ اس کے بدلے مجھے یہ یہ ملے یعنی دنیا کا مال۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حکیت کا مطلب ہے حکایت کرنا، کسی کی نقل اتارنا کسی کے فعل کی طرح فعل کرنا اور عام طور پر اس کا استعمال بری بات کی نقل اتارنے کیلئے ہوتا ہے۔ وَأَنَّ لِي یہ جملہ حالیہ ہے اور کذا وکذا اسم کنایہ ہیں اور مراد دنیا کا مال وسامان ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ مجھے کسی کی نقل اتارنے پر اگر چہ مجھے دنیا کا بہت سارا سامان مل جائے پھر بھی میں نقل اتارنے کے عمل کو پسند نہیں کرتا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِاللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَكَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَقَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنِّي حَكَيْتُ رَجُلًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ صَفِيَّةَ امْرَأَةٌ وَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا كَأَنَّهَا تَعْنِي قَصِيرَةً فَقَالَ لَقَدْ مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَوْ مَزَجَ بِهَا مَاءَ الْبَحْرِ لَمُزِجَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں کسی آدمی کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے اتنا اور اتنا مل جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول بے شک صفیہ بنت حیی ایک عورت ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا گویا وہ مراد لے رہی ہیں کہ حضرت صفیہ چھوٹے قد کی ہیں پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایک ایسی بات کی ہے کہ اگر اس بات کو سمندر کے پانی کے ساتھ ملا دیا جائے تو سمندر کا پانی بھی کڑوا ہو جائے۔

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا غزوہ خیبر میں مال غنیمت میں آئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا تھا یہ خیبر کے بڑے سردار حضرت حسین بن اخطب کی بیٹی تھیں اور اولاد ہارون علیہ السلام میں سے تھیں یہ کھانا پکانے میں بہت ماہر تھیں جس کی وجہ سے ازواج مطہرات کو خطرہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات ان کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوں سوکنوں میں یہ طبعی امر پایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا کہ ان کا قد چھوٹا ہے یہ بات غیبت ،عیب نکالنے کے زمرے میں آتی تھی کیونکہ اگر یہی بات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوتی تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسے ناپسند کرتیں اور غیبت ،اسی چیز کا نام ہے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"لو مزجت بها ماء البحر لمزج"یعنی یہ کلمہ اگر سمندر میں ملا یا جائے اور وہ سمندر میٹھے پانی کا ہو تو یہ کلمہ سمندر کے پانی کو کڑوا کر دے گا جب مذکورہ الفاظ کی وجہ سے سمندر کا یہ حال ہے تو پھر غیبت کرنے والے کو اپنے اعمال کا سوچنا چاہیے کہ اس کے اعمال کا کیا حشر ہوگا۔شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "كَذَا وَكَذَا" کے الفاظ کے ساتھ اپنی بالشت کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اتنی چھوٹی ہے جیسے یہ بالشت ہے نیز کذا کو مکرر ذکر کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اس عیب کو زبان اور ہاتھ کے اشارے سے بیان کرنا تھا۔ واللہ اعلم

مزج ،اس کی کڑواہٹ سمندر پر غالب آجاتی ہے کیونکہ باب نصر کا مبالغہ باب نصر کا خاصہ ہے سمندر پر غالب آنے کا مطلب ہے اس کو بگاڑ دینا جیسے پانی پر نجاست غالب آجاتی ہے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے غیبت یا کسی کا عیب نکالنے والی بات اتنی بری تاثیر رکھنے والی ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مذکورہ یہ بات صراحۃ تو کہی نہیں صرف کنایۃ ذکر کی اور ان کی مراد چھوٹا قد تھا اور جو لوگ صراحۃ دوسرے کی نقل اتارنے میں یا غیبت سننے سنانے میں مصروف ہوتے ہیں وہ اپنے انجام کی فکر کریں۔

باب

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كَانَ شُعْبَةُ يَرَى أَنَّهُ ابْنُ عُمَرَ

ابوموسی محمد بن مثنی، ابن ابی عدی، شعبہ، سلیمان اعمش، یحیی بن وثاب ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ مسلمان جو دوسرے مسلمانوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو الگ تھلگ رہتا ہے اور لوگوں کی تکالیف ومصائب پر صبر نہیں کرتا۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ شعبہ کے خیال میں اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر ہیں۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے درمیان گھل مل کر اٹھتا بیٹھتا ہے لوگوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے اور لوگ اس کو تکلیف پہنچاتے ہیں وہ لوگوں کی تکلیف پر صبر کرتا ہے ان کو کوئی کچھ نہیں کہتا یہ زیادہ فضیلت والا ہے اس شخص سے جو لوگوں میں میل جول نہیں رکھتا اور اگر وہ اسے اذیت دیں تو وہ ان کی اذیت پر صبر نہیں کرتا اس حدیث سے ایک مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ خلوت نشینی افضل ہے یا جلوت۔ اس کے متعلق بحث گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَسُوءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَسُوءُ ذَاتِ الْبَيْنِ إِنَّمَا يَعْنِي بِهِ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ وَقَوْلُهُ الْحَالِقَةُ يَقُولُ إِنَّهَا تَحْلِقُ الدِّينَ

ابو یحیی محمد بن عبدالرحیم بغدادی، معلّٰی بن منصور، عبداللہ بن جعفر مخزمی، مسور بن مخرمہ، عثمان بن محمد اخنسی، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپس کی عداوت سے بچو کیونکہ یہ مونڈنے والی ہے یعنی تباہ کن چیز ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ اور سُوءُ ذَاتِ الْبَيْنِ کا مطلب بغض وعداوت ہے اور حَالِقَةُ کے معنی دین کو مونڈنے والی کے ہیں۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ فساد ذات البین یہ شدید نفرت دلانے والی اور دین کو مونڈنے والی ہے جب لوگ ایک دوسرے کے خلاف ایسی باتیں کریں گے تو نفرتیں پھیلائیں گے، لڑائی جھگڑے اور ایک دوسرے کو ایذا دینے کے درپے ہو جائیں گے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ سُوءُ ذَاتِ الْبَيْنِ سے مراد عداوۃ اور بغضاء ہے اور الحالقة سے مراد دین کو جڑ سے مونڈ دینا ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوا بَلَى قَالَ صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَيُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، عمرو بن مرۃ، سالم بن ابی الجعد، ام الدرداء، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو روزے نماز اور صدقے سے افضل ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپس میں محبت اور میل جول، اس لئے کہ آپس کا بغض تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپس کی پھوٹ مونڈ دیتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سر کو مونڈ دیتی ہے بلکہ یہ تو دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (یعنی انسان کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے)

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَرْبِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ مَوْلًى لِلزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَكُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں میں پہلی امتوں والا مرض گھس آیا ہے اور وہ حسد اور بغض ہے جو تباہی کی طرف لے جاتا ہے (مونڈ دیتا ہے) میرا یہ مطلب نہیں کہ بالوں کو مونڈ دیتا ہے بلکہ وہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت سے نہ رہو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تم لوگوں میں محبت کو دوام بخشے؟ وہ یہ کہ تم آپس میں سلام کو رواج دو۔

تشریح: دَبَّ إِلَيْكُمْ اس کا معنی ہے رینگ رینگ کر چلنا، پیٹ کے بل چلنا مطلب حدیث یہ ہے کہ تمہارے پاس پہلی امتوں کی امراض رینگ رینگ کر آئیں ایک دوسرے پر حسد کرنا، ایک دوسرے سے بغض کرنا، جلنا، اور شدید نفرت کرنا، یہی مونڈنے والی یعنی تباہی والی ہے آگے فرمایا کہ اکثر مونڈنے کا لفظ بالوں کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کی بھی وضاحت کر دی کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ وہ تو دین کو مونڈتی ہے۔ آگے فرمایا کہ جنت میں وہ نہیں جائے گا جو ایمان نہیں لایا اور ایمان بھی اس شخص کا معتبر ہے جو دوسروں کے ساتھ محبت اور پیار سے پیش آئے کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو تمہاری باہمی محبت

کو ثابت کرے اور دوام بخشے تو فرمایا سلام کو آپس میں رواج دو۔

سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں زبیر کا آزاد کردہ مجہول راوی ہے امام ترمذیؒ نے تو اس پر کوئی حکم نہیں لگایا البتہ منذری کہتے ہیں کہ بزدار اور بیہقی نے اس کو عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ گزشتہ حدیث کے آخر میں یُروی فعل مجہول لا کر اس حدیث کی ضعف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے باقی رہا حسد اور بغض دونوں ایک ہی طرح کے گناہ ہیں اس لئے ان کے لئے ہی ضمیر مفرد لائے ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

علی بن حجر، اسماعیل بن ابراہیم، عیینہ بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ظلم اور قطع رحمی ایسے گناہ ہیں کہ کوئی گناہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان سے زیادہ عذاب کے لائق نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: بعض گناہ متعدی ہوتے ہیں یعنی اُن کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہے اور بعض گناہ متعدنہیں ہوتے۔ یعنی ان کا ضرر دوسروں تک نہیں پہنچتا۔ جو گناہ متعدی نہیں ہوتے ان گناہوں کی سزا دنیا میں دی جاتی ہے جو گناہ متعدی ہوتے ہیں جیسے ظلم وزیادتی قطع رحمی وغیرہ ان کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔

مَا مِنْ ذَنْبٍ: ما نافیہ اور من زائدہ، نفی کے استغراق کے لئے ہے أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ سے قبل ''ب'' مقدر ہے اور جار مجرور اجدر کے متعلق ہے۔ العقوبۃ، یعجل کا مفعول ہے اور ان البغی مفضل منہ ہے اور یعنی مصدر ہے جس کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا، دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا، سرکشی اور ظلم کرنا۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ لَمْ تَكُونَا فِيهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَدَى بِهِ وَمَنْ نَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ فَحَمِدَ اللهَ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ دو خصلتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھ دے گا اور جس میں مذکورہ خصلتیں نہیں ہوں گی اللہ پاک اسے صابر شاکر نہیں لکھے گا۔ ایک یہ کہ دین کے معاملات میں اپنے سے بہتر کو دیکھے اور اس کی پیروی کرنے کی کوشش کرے دوسرے یہ کہ دنیاوی معاملات میں اپنے سے کمتر کی طرف دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اس پر فضیلت دی ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ شاکر اور

عَلَى مَا فَضَّلَهُ عَلَيْهِ بِهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَأَسِفَ عَلَى مَا فَاتَهُ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا

صابر لکھ دیتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص دینی معاملات میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھے اور دنیاوی معاملات میں اپنے سے بڑے لوگوں کی طرف دیکھے اور جو کچھ اسے نہیں ملا اس پر افسوس کرے تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر اور صابر لوگوں میں نہیں لکھتے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ حِزَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَمْ يَذْكُرْ سُوَيْدٌ عَنْ أَبِيهِ فِي حَدِيثِهِ

موسیٰ بن حزام، علی بن اسحاق، عبداللہ، مثنی بن صباح، عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اسی کی طرح مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ سوید نے اپنی روایت میں عمرو بن شعیب کے بعد ان کے والد کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: حدیث کی وضاحت ترجمہ سے واضح ہے اس میں صرف امام ترمذیؒ کے کلام پر بحث کی جائے گی۔

سند پر کلام: امام ترمذیؒ نے یہ حدیث اپنے دو اساتذہ سے سنی ہے ایک سوید بن نصر سے اور موسیٰ بن حزام سے، موسیٰ بن حزام کی سند میں یہ حدیث عمرو بن شعیب اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں جبکہ ان کے دادا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہی نہیں پایا اس لئے یہ سند منقطع ہے جبکہ سوید بن نصر کی سند میں عمرو بن شعیب عن ابیہ جدہ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں یہ سند متصل ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

ابو کریب، ابو معاویہ و وکیع، اعمش، ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیاوی معاملات میں اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف دیکھا کرو اور اپنے سے اوپر والوں کی طرف نہ دیکھو اور ایسا کرنے سے امید ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو حقیر نہیں جانو گے جو تمہارے پاس ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ: فعل مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر ازدری حقیر سمجھنا اس حدیث میں انسان کو حرص اور طمع کے لالچ سے بچنے کا عمل بتایا گیا ہے کہ دنیاوی معاملات میں اپنے سے کمتر کی دیکھو اپنے سے برتر کی طرف نہ دیکھو اگر اس سے صبر اور شکر کا جذبہ پیدا ہوگا اور شریعت کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ اللہ پاک نے جس حال میں رکھا ہے اس پر صبر و شکر بجالانا چاہے۔

باب

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا

حضرت ابو عثمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب حنظلہ اسیدی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا إِلَى الْأَزْوَاجِ وَالضَّيْعَةِ وَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ فَوَاللهِ إِنَّا لَكَذَلِكَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سے روتے ہوئے گزرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا حنظلہ کیا ہوا؟ عرض کیا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! حنظلہ منافق ہو گیا۔ اس لئے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہم اس طرح ہوتے ہیں گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں لیکن جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے لوٹتے ہیں تو اپنی بیویوں اور سامان دنیا میں مشغول ہو کر اکثر باتیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلتے ہیں۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حنظلہ تجھے کیا ہوا۔ عرض کیا۔ میں منافق ہو گیا یا رسول اللہ کیونکہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو گویا کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن جب ہم اپنے گھر بار اور بیویوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان نصیحتوں کا اکثر حصہ بھول جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ اس حال پر باقی رہو جس پر میرے پاس سے اٹھ کر جاتے ہو تو فرشتے تمہاری مجالس، تمہارے بستروں اور تمہاری راہوں میں تم لوگوں سے مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہ کوئی گھڑی کیسی ہوتی ہے اور کوئی کیسی۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ: حنظلہ دو ہیں ایک وہ جو غسیل الملائکۃ کے نام سے مشہور ہیں ان کے والد کا نام ابو عامر ہے جو کہ وقت کے راہب تھے۔ یہ حنظلہ صحابی انصاری اوسی ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے فرشتوں نے ان کو غسل دیا کیونکہ وہ حالت جنابت میں شہید کیے گئے تھے ان کے متعلق حدیث الباب میں واقعہ مذکور ہے ان کو فکر لاحق ہوئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں خوف وخشیت، فکر دین، وفکر آخرت کی اعلیٰ درجہ کی حالت جو ہوتی ہے اپنے گھر میں اعلیٰ درجہ کی یہ حالت باقی نہیں رہتی تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معمولی تغیر کو دیکھ کر اپنے اوپر نفاق کا شبہ کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

سمجھایا کہ یہ نفاق نہیں ہے بلکہ یہ حالت دائمی نہیں رہ سکتی پھر فرمایا مجلس نبوی والی اعلیٰ درجہ کی حالت اگر تم پر ہمیشہ رہے گھر میں یا میری مجلس کے علاوہ میں تو فرشتے تمہارے ساتھ مصافحہ کریں۔

دوسرے حنظلہ، حنظلۃ الکاتب ہیں جن کے باپ کا نام ربیع تھا یہ قبیلہ اسید کے ہیں جو قبیلہ بنی تمیم کی شاخ ہے یہ حکیم العرب اکثم بن صیفی کے بھتیجے ہیں یہ واقعہ انہی کا ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

حضرت انسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن محمد بن موسیٰ، عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد وابن لہیعۃ، قیس حجاج، (دوسری سند) عبداللہ بن عبدالرحمن، ابوولید، لیث بن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ (سواری پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لڑکے میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں وہ یہ کہ ہمیشہ اللہ کو یاد رکھو وہ تجھے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور اگر مدد طلب کرو تو صرف اسی سے مدد طلب کرو اور جان لو کہ اگر پوری امت اس بات پر متفق ہو جائے کہ تمہیں کسی چیز میں فائدہ پہنچائیں تو بھی وہ صرف اتنا ہی فائدہ پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر تمہیں نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ اس لئے کہ قلم اٹھا دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ أَبِي قُرَّةَ السَّدُوسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ

عمرو بن علی، یحیی بن سعید قطان، مغیرۃ بن ابی قرۃ سدوسی کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ يَحْيَى وَهٰذَا عِنْدِي حَدِيثٌ مُنْكَرٌ قَالَ أَبُو عِيسَى وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

سے پوچھا کہ کیا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا باندھو اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔ عمرو بن علی کہتے ہیں یحیی بن سعید نے فرمایا میرے نزدیک یہ حدیث منکر ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے غریب ہے اور ہم اسے صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں۔ عمرو بن امیہ ضمری سے بھی اس کے ہم معنی مرفوع حدیث مروی ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ صحابی رسول کے سوال کہ ''اونٹنی باندھ کر توکل کروں یا اونٹنی باندھے بغیر اللہ پر توکل کروں'' تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنے اونٹ کو باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔ الکوکب الدری میں لکھا ہے کہ توکل کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آدمی اسباب کو ترک نہ کرے اور نہ ہی اسباب پر بھروسہ کرے بلکہ بھروسہ اللہ پاک پر کرے۔ ہاں اسباب اختیار کیے بغیر محض اللہ پر بھروسہ کرنا یہ توکل نہیں اور اسباب اختیار کرنا اور ان پر بھروسہ کرنا بھی توکل نہیں بلکہ توکل کے منافی ہے۔ بہر حال تدبیر اور توکل میں منافات نہیں اس لئے دونوں کو اختیار کرنا ضروری ہے جیسا کہ سورۃ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بن یامین کی حفاظت کے لئے عالم اسباب کے قوانین کے مطابق تمام تدابیریں کیں پھر آخر میں یہ بھی کہا کہ تدبیر مشیت الٰہی کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتی۔ اور اصل حفاظت اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے اور مؤمن کا بھروسہ اپنی تدبیروں پر نہیں بلکہ اللہ پاک کے فضل پر ہونا چاہیے۔

سند پر کلام: یہ حدیث منکر ضعیف ہے مگر یہی روایت حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے صحیح ابن حبان میں مروی ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ایک صحابی سے صحیح ہو اور دوسرے صحابی سے وہ حدیث ضعیف ہو۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ

ابوموسیٰ انصاری، عبداللہ بن ادریس، شعبہ، برید بن ابی مریم، ابوحوراء سعدی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کون سی حدیث یاد کی ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد رکھا ہے کہ ایسی چیز جو تمہیں شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرلو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے، اس لئے کہ سچ سکون ہے اور جھوٹ شک وشبہ ہے۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوحوراء کا نام ربیعہ بن شیبان ہے۔ محمد بن

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدٍ نَحْوَهُ

بشار بھی محمد بن جعفر سے وہ شعبہ سے اور وہ بریدہ سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو کام انسان کے دل میں شبہ پیدا کرے اس کو چھوڑ دینا چاہیے پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال بیان کر کے بتائی کہ سچائی اطمینان وسکون دینے والی ہے جبکہ جھوٹ شک میں ڈالنے والا ہے۔ فی الوقت انسان جھوٹ بول کر جان چھڑا لیتا ہے لیکن اس کے بعد انسان کے دل میں یہ شبہات پیدا رہیں گے کہ معلوم نہیں اچھا کیا یا برا کیا اس کے دل میں کھٹکا رہے گا جبکہ سچ بولنے سے انسان کے دل کو اطمینان رہے گا اگرچہ بسا اوقات سچ بولنے سے نقصان ہو جاتا ہے مثلاً سبق یاد نہ ہو اور استاد کہیں کہ جس کو سبق یاد نہیں وہ کھڑا ہو جائے تو اگر یاد نہیں سچ بولے تو کھڑا ہونا پڑے گا چوری کی سچ بولا تو جیل جانا پڑے گا وغیرہ مگر یہ وقتی نقصان ہے اصل اجر تو آخرت میں ملے گا۔ اس لئے سچائی کا دامن ہمیشہ تھامے رکھنا چاہیے۔ **الصدق ینجی والکذب یھلك** کے پیش نظر سچ بولنے سے ہر جگہ کامیابی وکامرانی حاصل ہوگی۔ (اس حدیث میں طویل مضمون ہے ابو الحورائی السعدی کا نام ربیعہ بن شیبان ہے یہ مضمون مسند احمد میں بھی آیا ہے۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نُبَيْهٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَذُكِرَ آخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْدَلُ بِالرِّعَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

زید بن اخزم طائی بصری، ابراہیم بن ابی الوزیر، عبداللہ بن جعفر مخرمی، محمد بن عبدالرحمن بن نبیہ، محمد بن منکدر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی کثرتِ عبادت اور ریاضت کا تذکرہ کیا گیا جبکہ دوسرے شخص کے شبہات سے بچنے کا تذکرہ کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی عبادت (اس دوسرے شخص کی) پرہیزگاری کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: لَا يُعْدَلُ: اس کا مفعول عام ہونے کی وجہ سے حذف کیا گیا اس طرح اجتہاد فی العبادۃ کی طرف لوٹنے والی ضمیر مفعول بھی ہو سکتی ہے یعنی اجتہاد فی العبادۃ مگر اس صورت میں تعمیم کا فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

بِالرِّعَةِ: مصدر ہے اس کے معنی ہیں پرہیزگار رہنا، محتاج ہونا، ورع مشکوک اشیاء سے بچنا دین میں اہم مقام رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ پرہیزگاروں کے مقام تک نہیں پہنچتا جب تک وہ مشتبہات سے نہ بچے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی مکمل دیندار تب بنتا ہے جب وہ مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَبُو زُرْعَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مِقْلَاصٍ الصَّيْرَفِيِّ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

ہناد وابوزرعۃ، قبیصۃ، اسرائیل، ہلال بن مقلاص صیرفی، ابوبشر، ابووائل، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حلال

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيرٌ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ

کھایا سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی شرارت سے محفوظ رہیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس زمانے میں تو ایسے لوگ بہت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کے زمانوں میں بھی یہ بات ہوگی۔ یہ حدیث غریب ہے اور ہم اسے صرف اسی سند سے یعنی اسرائیل کی روایت سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مِقْلَاصٍ نَحْوَ حَدِيثِ قَبِيصَةَ عَنْ إِسْرَائِيلَ

عباس بن محمد، یحیی بن ابی بکیر، اسرائیل، ہلال بن مقلاص ہم سے روایت کی عباس بن محمد نے انہوں نے یحیی سے انہوں نے اسرائیل سے اور وہ ہلال بن مقلاص سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: البوائق: البائقۃ کی جمع ہے اس کے معنی ہیں فتنہ مصیبت۔ یعنی لوگ اس کی آفات و بلیات سے محفوظ رہیں وہ کسی کو ضرر و نقصان نہ پہنچائے۔ حدیث کے ابتدا میں ہے جو شخص حلال وطیب کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کی آفات سے بچے رہیں وہ جنت میں جائے گا۔ حدیث میں اتنے سے عمل پر جنت کی خوشخبری دی گئی کیونکہ دونوں اشیا میں سارے احکام آ گئے۔ سنت پر عمل کرنے کا مطلب یہی ہے کہ جب سنت پر عمل کرے گا گویا وہ بدعات سے بچ گیا اور سنت پر عمل پیرا تب ہی ہوگا جب تمام امور شریعت کے مطابق ہوں گے۔ گویا اس سے شریعت کے تمام احکامات کی طرف اشارہ کر دیا اور لوگ اس کی تکالیف سے بچے رہیں تو یہاں سے تمام حقوق العباد کی طرف اشارہ ہو گیا۔ ظاہر ہے جو شخص ان دونوں حقوق کو ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ وَأَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَنْكَحَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

عباس دوری، عبداللہ بن یزید، سعید بن ابی ایوب، ابومرحوم عبدالرحیم بن میمون، حضرت سہل بن معاذ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کو کچھ دیا، اللہ کیلئے کسی کو کچھ نہ دیا، اللہ ہی کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے (کسی سے) دشمنی کی۔ اللہ ہی کے لئے نکاح کیا، اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔ یہ حدیث منکر ہے۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی کو کچھ دیتا ہے اور مسلمان کا کسی کو کچھ نہ دینا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اور اگر کسی سے بھائی چارگی محبت کرتا ہے یا دشمنی کرتا ہے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اور اگر کسی سے نکاح کرتا ہے یا کسی کے نکاح میں مدد کرتا ہے اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے تو یہ سب کام اس کے کمال دین کی علامت ہیں اور کمال ایمان کی نشانی ہیں اور کمال ایمان والے اعمال مسلمان کو جنت میں لے جائیں گے۔

أَبْوَابُ صِفَةُ الْجَنَّةِ

عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''الجنة البستان من الشجر المتكائف المظل'' یعنی جنت باغ کے ان درختوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے نیچے کسی چیز کو اپنے سائے میں ڈھانپے اور چھپائے رکھے اور پھر آخر میں یہ لفظ ثواب وانعام ملنے کی جگہ یعنی بہشت کیلئے مخصوص ہو کر رہ گیا یا جنت کا معنی ہے چھپا ہوا ہونا اور اس کو جنت اس اعتبار سے کہا گیا کہ یہ بھی لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے تا کہ ایمان بالغیب رہے۔

جنت کے اسماء باعتبار مختلف صفات کے ہیں۔ ① الجنة: یہ عام ہے یہ جنت کی تمام انواع واقسام کو شامل ہے خواہ ان کا تعلق وہاں رہنے کے ساتھ ہو یا وہاں کے کھانے پینے کے ساتھ ہو یا پہننے کے ساتھ ہو علی ہذا القیاس، جنت کا علی الاطلاق ان سب کو شامل ہے۔ ② دار السلام: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''واللہ یدعوا الی دار السلام'' (یونس:۲۵) جنت کا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے بھی جنت میں ہر آفت وبلا سے سلامتی ہے اور جنت میں کلام بھی سلامتی والا ہوگا ③ دار الخلد: ہمیشہ رہنے کا گھر چونکہ جنت میں رہنے والے جنت میں ہمیشہ رہیں گے کبھی نکالے نہ جائینگے۔ کمافی القرآن ''عطاء غیر مجذوذ'' ④ دار المقامة: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''الذی احلنا دار المقامة من فضله لا یمسنا فیها نصب ولا یمسنا فیها لغوب'' (فاطر:۳۴،۳۵) ⑤ جنة الماوی: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''عندها جنة الماوی'' (النجم:۱۵) ⑥ جنات عدن: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''جنت عدن التی وعدالرحمن عباده بالغیب'' (مریم:۶۱) ⑦ دار الحیوان: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''وان الدار الآخرة لهی الحیوان'' (العنکبوت:۶۴) یعنی یہ ایسا گھر ہے جہاں موت نہیں آتی۔ ⑧ الفردوس: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اولئك هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون''۔ ⑨ جنات النعیم: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ان الذین آمنو وعملوا الصلحت لهم جنت النعیم'' (لقمان:۸) ⑩ المقام الامین: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ان المتقین فی مقام امین'' (الدخان:۵۱) ⑪ مقعد صدق: کما قال تعالی ''ان المتیقین فی جنت ونهر فی مقعد صدق'' (القمر ۵۴،۵۵)۔

(التعلیق الصبیح ج۶ ص ۳۵۸-۳۵۹)۔

جنت کے آٹھ درجات ہیں: دار السلام، دار القرار، دار الخلد، دار الجلال، جنت الفردوس، جنت الماویٰ، جنت عدن، جنت نعیم۔

جنت کی نعمتیں دائمی ہیں: قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جنت کی نعمتیں حسی اور دائمی ہوں گی یہی اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے اور آیات اور احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ جنت میں بھی اسی طرح نعمتیں ہوں گی جس طرح دنیا میں نعمتیں ملی ہیں لیکن دنیاوی نعمتیں زوال پذیر ہیں جبکہ اخروی نعمتیں دائمی ہیں۔ اور ان کے لطف وکیفیت اور حقیقت میں بہت فرق ہے جبکہ فلاسفہ اور نصاری کے ہاں

جنت اور اس کی نعمتیں ایک عقلی چیز ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ دنیا سے ملائ اعلیٰ کی طرف منتقل ہونا اسی کا نام نعمت ہے معتزلہ کے ہاں جنت کی نعمتیں اور جہنم کی اذیتیں ہیں ان کی حقیقت بھی ہے لیکن دائمی نہیں بلکہ فانی اور ختم ہونے والی ہیں۔

خیر مما طلعت علیه الشمس: اس سے مراد تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ہیں۔ ''طلعت علیه الشمس او تغرب'' کے درمیان ''او'' راوی کے شک کیلئے نہیں بلکہ بیان نوعیت کے لئے ہے۔

سوال: ایک حدیث ماقبل میں گزری ہے اس میں ایک کوڑے کا ذکر ہے اور یہاں ایک کمان کا ذکر ہے؟

جواب: دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے سواری پر سوار شخص جب کسی جگہ اترنا چاہتا ہے تو وہاں اپنا کوئی کوڑا ڈال دیتا ہے تا کہ دوسرا شخص وہاں نہ اترے اور پیدل شخص جس جگہ ٹھہرنا چاہتا ہے وہاں وہ اپنی کمان ڈال دیتا ہے تا کہ اس کے رہنے کی جگہ مخصوص ہو جائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا قَالَ وَذٰلِكَ الظِّلُّ الْمَمْدُودُ

عباس بن محمد دوری، عبید اللہ بن موسیٰ، شیبان، فراس، عطیہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایسے درخت ہیں کہ کوئی سوار اگر اس کے سایہ میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا (الظِّلُّ الْمَمْدُودُ) پھیلے ہوئے سائے سے یہی مراد ہے۔ (جو قرآن پاک میں مذکور ہے)۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

قتیبہ بن سعید، لیث، سعید بن ابی سعید، ابوسعید، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ اس باب میں حضرت انس و ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ الْفُرَاتِ الْقَزَّازُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ

ابوسعید اشج، زیاد بن حسن بن فرات قزاز، حسن، فرات، ابوحازم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ یہ حدیث غریب حسن ہے۔

تشریح: شَجَرَةٌ: اس سے مراد طوبیٰ درخت ہے جسکے ہر پتے پر کلمہ طیبہ ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' لکھا ہوا ہے۔

ظِلِّ: اس سے مراد سایہ ہے جو اس طوبیٰ درخت کے نیچے کا ایریا ہے یا پھر تجلیاتِ الٰہی کا سایہ ہے یا شجرہ طوبیٰ کا نور ہے بہر حال وہاں سورج والا سایہ نہیں ہوگا کیونکہ جنت میں سورج نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيمِهَا

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ زِيَادٍ الطَّائِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا إِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوبُنَا وَزَهِدْنَا فِي الدُّنْيَا وَكُنَّا مِنْ أَهْلِ الْآخِرَةِ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ فَآنَسْنَا أَهَالِيَنَا وَشَمَمْنَا أَوْلَادَنَا أَنْكَرْنَا أَنْفُسَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ إِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِي كُنْتُمْ عَلَى حَالِكُمْ ذٰلِكَ لَزَارَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَجَاءَ اللهُ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ كَيْ يُذْنِبُوا فَيَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَاءِ قُلْتُ الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ وَيَخْلُدُ لَا يَمُوتُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَالِكَ الْقَوِيِّ وَلَيْسَ هُوَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم اور دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اور ہم آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں سے مانوس اور اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اسی حالت میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک نئی مخلوق لے آئے گا کہ وہ گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پانی سے۔ میں نے پوچھا جنت کس چیز سے بنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی، اس کا گارا نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کے کنکر موتی اور یاقوت (سے) ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا اور کبھی مایوس نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر جنتیوں کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی پھر آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ عادل حاکم، روزہ دار جب افطار کرتا ہے اور مظلوم کی بددعا۔ چنانچہ جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر

عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

بعد ہی کروں۔ اس حدیث کی سند قوی نہیں اور میرے نزدیک یہ غیر متصل ہے۔ ابوہریرہؓ سے یہی حدیث دوسری سند سے منقول ہے۔

تشریح: حدیث الباب کے ابتدائی حصہ کی شرح ماقبل ابواب صفة القیامة باب صفة اوانی الحوض میں حضرت حنظلہ اسیدی کی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

قَالَ مِنَ الْمَاءِ: سب سے پہلے اللہ پاک نے ایک جوہر پیدا کیا پھر اس پر نظر ڈالی تو وہ جوہر پگھل کر پانی بن گیا اس پانی میں قدرتی گرمی پیدا کی گئی تو اس سے ہوا بنی کہ پانی گرمی پا کر ہوا بن جاتا ہے پھر ہوا نے پانی کو حرکت دی اس سے جھاگ پیدا ہوئی جھاگ جما دی گئی تو زمین بن گئی زمین بچھنے کی ابتداء بیت اللہ کی جگہ سے ہوئی گویا زمین پانی کا جما ہوا جھاگ ہے پھر پانی اور زیادہ گرم کیا گیا تو اس سے آگ بنی آگ سے دھواں پیدا ہوا وہ جم کر آسمان بنے چونکہ زمین پانی پر نہیں ٹھہر سکتی تھی اس لئے زمین کو مضبوط کرنے کے لئے میخوں کے طور پر بڑے بڑے پہاڑ ڈال دیئے گئے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ حدیث میں پانی سے مراد نطفہ ہے اگر اس کو صحیح مانا جائے تو پھر کہا جائے گا کہ مخلوق سے مراد حیوانات ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے **"وجعلنا من الماء کل شئی حیّ"** باقی رہی یہ بات کہ مادہ تخلیق کو پانی سے کیوں تعبیر کیا تو اس کی ایک وجہ تو بالکل ظاہر ہے کہ مادہ تخلیق پانی ہی کی صورت میں ہوتا ہے دوسرا یہ کہ ہر مخلوق کی بہت بڑی ضرورت پانی ہی ہے چنانچہ اور کچھ نہ ملے پانی پر گزارہ ہوسکتا ہے لیکن سب کچھ کے باوجود پانی کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا اور اسی وجہ سے ہر حیوان سب سے زیادہ فائدہ پانی ہی سے حاصل کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا يُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلَّى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَهُوَ كُوفِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ

علی بن حجر، علی بن مسہر، عبدالرحمن بن اسحاق، نعمان بن سعد، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے نظر آئے گا۔ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور عرض کیا وہ کس شخص کے لئے ہوں گے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اس کے لئے ہیں جس نے اچھی گفتگو کی، کھانا کھلایا ہمیشہ روزہ رکھا اور رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اللہ کے لئے نماز پڑھی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ بعض محدثین عبدالرحمن بن اسحاق کے حافظے پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ کوفی جبکہ عبدالرحمن بن اسحاق قرشی

إِسْحٰقَ الْقُرَشِيُّ مَدِينِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا

مدنی ہیں اور وہ اثبت ہیں۔

تشریح: جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر نظر آئے گا رہی یہ بات کہ یہ گھر اور مکانات کس کے لئے ہوں گے؟ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ کمرے ان لوگوں کے لئے ہوں گے جو اچھی گفتگو کرتے ہیں، غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور ہمیشہ بکثرت روزے رکھتے ہیں اور رات میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

سند پر کلام: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ: یہ حدیث ضعیف ہے اس کا ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق ابوشیبہ الواسطی ضعیف ہے اور دوسرا راوی بھی عبدالرحمن بن اسحاق ہے مگر وہ مدینہ منورہ کا باشندہ ہے پھر وہ بصرہ چلا گیا تھا یہ راوی پہلے راوی سے مضبوط ہے اور یہ مسلم اور سنن اربعہ کا بھی راوی ہے یہی حدیث ماقبل ابواب البر والصلۃ میں باب قول المعروف میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ دُرَّةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ لَا يَرَوْنَ الْآخَرِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يُعْرَفُ اسْمُهُ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ قَيْسٍ

محمد بن بشار، عبدالعزیز بن عبدالصمد عمی، ابوعمران جونی، ابوبکر بن عبداللہ بن قیس، حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں دو باغ ہیں جن کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے، چاندی کے ہیں۔ دو باغ ایسے ہیں جن کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے سونے کے ہیں۔ پھر اہل جنت اور رویت باری تعالیٰ میں ایک اس کی کبریائی کی چادر کے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہوگی جو کہ جنت عدن میں اس کے چہرہ مبارک پر ہوگی۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ جنت میں ایک ایسا خیمہ بھی ہوگا جو ساٹھ میل چوڑے موتی سے تراشا ہوا ہوگا۔ اس کے ایک کونے والے دوسرے کونے والوں کو نہ دیکھ سکیں گے (اور) ان کے پاس ایمان والے آتے جاتے رہیں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوعمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔ ابوبکر بن ابی موسیٰ کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان کا نام مشہور نہیں اور ابوموسیٰ اشعری نام عبداللہ بن قیس ہے۔

تشریح: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا: اس میں جملہ اول مِنْ فِضَّةٍ خبر مقدم اور آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا مبتدا موخر ہے اور یہ جملہ جَنَّتَيْنِ کی صفت ہے۔

سوال: اس حدیث میں ہے کہ دو جنتیں خالص چاندی کی اور دو جنتیں خالص سونے کی ہوں گی جبکہ ایک روایت میں ہے کہ محل کی ایک اینٹ سونے کی ہوگی اور دوسری اینٹ چاندی کی ہوگی تو دونوں روایات میں تعارض ہے۔

جوابات: ① اس روایت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو جنت کے اندر ہونگی جیسے برتن وغیرہ جبکہ محل کی ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی والی روایت میں جنت کی بیرونی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی جنت کے درودیوار کی خوبی بیان کی گئی ہے ② خالص سونے کی دو جنتیں کاملین خائفین کے لئے ہوں گی کیونکہ خوف کمال اطاعت میں بہت مؤثر ہوتا ہے کما فی قوله تعالی ''ولمن خاف مقام ربه جنتان'' اور خالص چاندی کی دو جنتیں اُن جنتیوں کے لئے ہوں گی جن میں کمال درجہ کا خوف نہ تھا اسی کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے لقوله تعالی ''ومن دونهما جنتان'' نیز ''جنتان'' اگرچہ تثنیہ ہے مگر کبھی تثنیہ سے کثرت مراد ہوتی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ چار جنتیں مراد ہوں اور کاملین کو دو جنتیں اور ان دو کے علاوہ دو دو جنتیں اور عطا ہوں جو سونے اور چاندی کی ہوں گی جو ان کے دائیں بائیں واقع ہوں گی۔

حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں مؤمن کو جو خیمہ ملے گا وہ کپڑے یا ٹاٹ کا نہ ہوگا بلکہ وہ ایک وسیع وعریض سچا موتی ہوگا جس کی لمبائی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی اور اس موتی کے چاروں کونوں میں جنتی کے مختلف گھر والے آباد ہونگے کہیں اپنی دنیاوی نیک بیوی اور کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاوند دوزخ میں گئے اور وہ عورتیں جنتیوں کو ملیں اور اسی طرح وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی کئے فوت ہوئیں، کہیں حوریں اور خدام وغیرہ۔

رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ: ردائے کبریا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مشہور حدیث ہے الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری، بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری لنگی ہے قیامت کے دن جنتی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کر سکیں گے بلکہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنے چہرے سے عظمت کی چادر ہٹائیں گے تو جنتیوں کو زیارت ہوگی۔

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ: ابو عمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے اور ابوبکر کا نام معلوم نہیں اور عبداللہ بن قیس حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عباس عنبری، یزید بن ہارون، شریک، محمد بن جحادہ، عطاء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور ہر درجے کے درمیان سو برس کا فاصلہ ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا حَدَّثَنَا

قتیبہ واحمد بن عبدۃ ضبی، عبدالعزیز بن محمد، زید بن اسلم،

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ إِنْ هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ مَكَثَ بِأَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ بِهَا قَالَ مُعَاذٌ أَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُونَ فَإِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَى الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا وَفَوْقَ ذٰلِكَ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ هٰكَذَا رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَهٰذَا عِنْدِي أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ هَمَّامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَعَطَاءٌ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَمُعَاذٌ قَدِيمُ الْمَوْتِ مَاتَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ

عطاء بن یسار، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے، حج کیا، (راوی کہتے ہیں) مجھے یاد نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ کا ذکر کیا یا نہیں تو اس کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس کی مغفرت کرے خواہ وہ ہجرت کرے یا جہاں پیدا ہوا ہو وہیں رہے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو عمل کرنے کیلئے چھوڑ دو کیونکہ جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان اور جنت الفردوس جنتوں میں سب سے اعلیٰ اور درمیان میں ہے۔ اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے۔ جنت کی نہریں بھی اسی سے نکلتی ہیں۔ لہٰذا اگر تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ یہ حدیث ہشام بن سعد سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ ہشام بن سعد، زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے اور وہ معاذ بن جبل سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ عطاء کی معاذ بن جبل سے ملاقات نہیں ہوئی وہ ان سے کافی مدت پہلے خلافت عمر میں انتقال کر گئے تھے۔

تشریح: الدَّرَجَۃ: اس کے معنی ہیں رتبہ، مرتبہ، درجہ کی دو اقسام ہیں درجہ حسی اور درجہ معنوی۔ درجہ جو نیچے سے اوپر کی جانب ہو درجات متفاوت ہوتے ہیں کیونکہ نچلا درجہ بنسبت اونچے درجے کے کم تر ہوتا ہے اور آخری درجہ بلند و بالا ہوتا ہے۔ جنت کے لئے لفظ درجات استعمال ہوتا ہے اور جہنم کے لئے لفظ درکات استعمال ہوتا ہے۔ درکات کا معنی وہ منزلیں جو ایک دوسرے سے نیچے ہوں۔ خلاصہ یہ کہ فضیلت کے لئے درجات اور رذالت کے لئے درکات استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔

پہلی حدیث میں مسافت کا بیان ہے کہ اس کی حسی مسافت سو سالہ ہے اور معنوی تفاوت بھی اسی قدر ہے اور بعض روایات میں پانچ سو سالہ مسافت کا ذکر ہے اور بعض میں اس سے کم و بیش۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ تفاوت چلنے کے اعتبار سے ہے بعض انسان تیز

رفتاری سے چلتے ہیں اور بعض درمیانی چال اور بعض سست رفتار چلتے تھے اس تفاوت کی وجہ سے فرق ہے۔

حدیث ثانی: یہ حدیث عبدالعزیز دراوردی کی ہے اور ان کے متابع ہشام بن سعد ہیں۔ امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ سند اصح ہے یعنی یہ حدیث حضرت معاذ ہے اور جو حدیث ہمام کی سند سے آرہی ہے وہ حضرت عباد پر پہنچی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس کو غیر اصح قرار دیا ہے۔ جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت منقطع ہے کیونکہ عطا کا حضرت معاذ سے لقاو سماع نہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں طاعون عمواس کے اندر ہوگئی تھی اس لئے عطا کا ان سے سماع نہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُونُ الْعَرْشُ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ نَحْوَهُ

عبداللہ بن عبدالرحمن، یزید بن ہارون، ہمام، زید بن اسلم، عطاء بن یسار، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین جتنا فاصلہ ہے۔ جنت الفردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے۔ جنت کی چاروں نہریں اسی سے نکلتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے۔ لہذا اگر تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ احمد بن منیع بھی یزید بن ہارون سے وہ ہمام سے اور زید بن اسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ أَنَّ الْعَالَمِينَ اجْتَمَعُوا فِي إِحْدَاهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

قتیبہ، ابن لہیعۃ، دراج، ہیثم، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں سو درجے ہیں اگر ان میں سے ایک میں تمام جہان کے لوگ اکٹھے ہو جائیں تب بھی وہ وسیع ہوگا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں یہ ضعیف ہے اس کی سند میں ابن لھیعہ ہیں جو کہ ضعیف ہیں اور اسی طرح دراج کی ابوالہیثم کی روایتوں میں بھی ضعف ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ

عبداللہ بن عبدالرحمن، فروۃ بن ابی مغرار، عبیدۃ بن حمید، عطاء بن سائب، عمرو بن میمون، حضرت عبداللہ بن مسعود

عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُرَى بَيَاضُ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ سَبْعِينَ حُلَّةً حَتَّى يُرَى مُخُّهَا وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللهَ يَقُولُ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ فَأَمَّا الْيَاقُوتُ فَإِنَّهُ حَجَرٌ لَوْ أَدْخَلْتَ فِيهِ سِلْكًا ثُمَّ اسْتَصْفَيْتَهُ لَأُرِيتَهُ مِنْ وَرَائِهِ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی عورتوں میں سے ہر عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر جوڑے میں سے بھی نظر آئے گی۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈی کا گودا بھی دکھائی دے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (یعنی گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں) اور یاقوت ایک پتھر ہے اگر تم اس میں دھاگہ داخل کرو گے اور پتھر کو صاف کرو گے تو وہ دھاگا تمہیں اس کے اندر دکھائی دے گا۔ ہناد بھی عبیدہ سے وہ عطاء سے وہ عمرو بن میمون سے وہ عبداللہ بن مسعود سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کے مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عَبِيدَةَ بْنِ حُمَيْدٍ وَهٰكَذَا رَوَى جَرِيرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَلَمْ يَرْفَعُوهُ

ہناد، ابوالاحوص، عطاء بن سائب عمرو بن میمون، عبداللہ بن مسعود سے وہ عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ عمرو بن میمون سے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے اسی کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں لیکن یہ غیر مرفوع اور اس سے زیادہ صحیح ہے۔ جریر اور کئی راوی بھی اسے عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غیر مرفوع ہی نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس باب میں جنتی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس کی پنڈلی کی سفیدی دیکھی جائے گی ستر جوڑوں کے پیچھے سے اور اس کا گودا بھی نظر آئے گا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ رحمن میں ارشاد فرمایا كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں پس رہا یاقوت تو وہ ایک پتھر ہے اگر اس میں دھاگہ ڈالیں تو صاف نظر آئے گا پرانے وقتوں میں اس کی مثال مشکل تھی لیکن موجودہ دور میں اس کی مثال مشکل نہیں۔

سند پر کلام: اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے والے عبیدہ بن حمید ہیں لیکن عطا بن السائب کے دوسرے شاگرد ابو الاحوص اس حدیث کو مرفوع بیان نہیں کرتے بلکہ اس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں جبکہ امام ترمذیؒ کا فیصلہ یہ ہے۔ یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں۔ عبیدہ کی حدیث سے ابو الاحوص کی حدیث اصح ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ

سفیان بن وکیع، وکیع، فضیل بن مرزوق، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جنت میں پہلے داخل ہونے والے گروہ کے

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلَى مِثْلِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ جبکہ دوسرے گروہ کے چہروں کی چمک آسمان کے سب سے زیادہ چمکدار ستارے کی سی ہوگی۔ ان میں ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوگی اور اس کی پنڈلی کا گودا ان جوڑوں میں سے بھی نظر آئے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَوَّلَ زُمْرَةٍ: ''ای اول جماعة وهم الانبياء والاولياء'' لیکن یہاں مراد خاص طور پر انبیاء ہیں یا انبیاء اور صحابہ کرام اور خاص اولیاء۔ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ: ''ولعل دخولها على صورة الشمس مختص بنبينا ﷺ''۔ زَوْجَتَانِ: سوال: اس حدیث میں آیا ہے کہ دو بیویاں ہوں گی جبکہ مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ادنیٰ درجہ جنتی کی ۷۲ بیویاں ہوں گی تو بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

جواب: ان روایات میں بظاہر کوئی تعارض نہیں کیونکہ بیویاں ۷۲ ہی ہوں گی لیکن ان میں دو سب سے زیادہ خوبصورت اور لطافت ہوں گی حتیٰ کہ ان کی پنڈلیوں کی ہڈی کا گودا باہر سے نظر آئے گا۔ ایک حدیث میں ان کی صفات لکھی ہیں کہ نہ وہ بیمار ہوں گی اور نہ وہ پیشاب کریں گی اور نہ پاخانہ کریں گی۔ یہ صفات تمام اہلِ جنت کی ہیں کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالثَّانِيَةُ عَلَى لَوْنِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يَبْدُو مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عباس بن محمد، عبید اللہ بن موسیٰ، شیبان، فراس، عطیۃ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی سی ہوں گی جبکہ دوسرے گروہ کی آسمان کے بہترین ستارے کی سی (یعنی ان کی چمک ان کے مشابہ ہوگی) ان میں سے ہر ایک کے لئے دو بیویاں ہوں گی اور ہر عورت پر ستر جوڑے ہوں گے جن میں سے اس کی پنڈلی کی ہڈی کا گودا ان میں سے نظر آئے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جنتی کی بیویاں تو بہت ہوں گی مگر ان بیویوں میں سے دو بیویاں ایسی لطافت والی ہوں گی کہ ستر جوڑے پہنیں گی لہٰذا حدیث الباب اُس روایت کے خلاف نہیں کہ جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کو ۷۲ بیویاں ملیں گی لہٰذا ۷۲ بیوی والی حدیث میں کل بیویوں کا ذکر ہے جبکہ حدیث الباب میں لطافت والی خاص دو بیویوں کا ذکر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ جِمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

محمد بن بشار، محمد بن غیلان، ابوداؤد طیالسی، عمران قطان قتادہ،

قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَ يُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کو جنت میں جماع کی اتنی قوت دی جائے گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا جنتی جماع کی طاقت رکھے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے سو آدمیوں کی طاقت عطا کی جائے گی۔ اس باب میں حضرت زید بن ارقم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے اور ہم اسے بواسطہ قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف عمران قطان کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ اہل جنت کو اپنی بیویوں سے جماع کرنے کی بہت طاقت دی جائے گی پھر جماع سے کمزوری بھی نہ ہوگی اسی طرح جماع میں منی بھی خارج نہیں ہوگی کہ یہ گندگی ہے جیسے جنت میں بول و براز نہ ہوگا اسی طرح خروج منی بھی نہ ہوگا صرف ہوا خارج ہوگی اور اس ہوا کے اخراج میں لذت خروج منی سے بھی زیادہ ہوگی۔

نیز اہل جنت کو جیسے ۱۰۰ مردوں کی طاقت کے بقدر قوت جماع عطاء کی جائے گی اسی طرح اس طاقت کو برداشت و کنٹرول کرنے کی بھی قوت عطاء کی جائے گی یا سو مرتبہ جماع کرنے کی طاقت دی جائے گی چنانچہ ایک وقت میں کئی عورتوں سے جماع کرنے کی صورت میں جنتی کو کوئی کمزوری محسوس نہیں ہوگی۔

وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ: اس حدیث کی سند عمران قطان سے آخر تک یہی ہے مگر سند صحیح ہے۔ حدیث کے متن میں کچھ تبدیلیاں ہیں۔ ابن حبان میں من الجماع کے بجائے من النسا ہے یہ کسی راوی کا اضافہ ہے اصل حدیث کذا و کذا تک ہے اور کذا و کذا غیر معلوم المقدار سے کنایہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُورَتُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُونَ وَلَا يَتَمَخَّطُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ آنِيَتُهُمْ فِيهَا مِنَ الذَّهَبِ وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سوید بن نصر، ابن مبارک، معمر، ہمام بن منبہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والے گروہ کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند ہوں گے وہ لوگ نہ تھوکیں گے نہ ناک سنکیں گے اور نہ ہی انہیں حاجت کا تقاضا ہوگا۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی جبکہ ان کی انگیٹھیاں عود سے ہیں۔ ان کا پسینہ مشک ہوگا۔ اور پھر ہر

وَمَجَامِرُهُمُ مِنَ الْأَلُوَّةِ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

شخص کے لئے دو بیویاں ہوں گی جو اتنی حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا تک گوشت کے اوپر سے نظر آئے گا۔ ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ان کے دلوں میں بغض۔ نیز ان کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے جو صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ کی شرح ماقبل احادیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّا فِي الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَهُ مَا بَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَا أَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُومِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَقَالَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، ابن لہیعۃ، یزید بن ابی حبیب، داؤد بن عامر بن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر جنت کی چیزوں میں سے ایک ناخن سے بھی کم مقدار دنیا میں ظاہر کر دی جائے تو آسمان وزمین کے کناروں تک ہر چیز روشن ہو جائے۔ اور اگر اہل جنت میں سے کوئی شخص دنیا میں جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو سورج کی روشنی اس طرح ماند پڑ جائے جس طرح ستاروں کی روشنی سورج کی روشنی سے ماند پڑ جاتی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی سند سے ہی جانتے ہیں۔ یحییٰ بن ایوب یہی حدیث یزید بن ابی حبیب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن سعد بن ابی وقاص سے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

تشریح: أَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ: قلت سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ دنیا کی جتنی چیزیں زیب وزینت کا سبب بنتی ہیں وہ جنت کی زیب وزینت کے مقابلے میں ایک ناخن کے برابر بھی نہیں ہیں۔ خَوَافِقِ: مشرق ومغرب کو "خَوَافِقِ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہاں سے دن، رات طلوع وغروب ہوتے ہیں اس سے "خفق" اور "خفقان" بھی آتا ہے حرکت واضطراب دل کی تیز دھڑکن کو کہتے ہیں اسی طرح "خَوَافِقِ" آسمان کے ان اطراف کو بھی کہا جاتا ہے جہاں سے چاروں ہوائیں آتی ہیں۔

بدأ، بدوًا: ظاہر ہونا، روشن ہونا **تزخرف:** سجنا، آراستہ ہونا، مزین ہونا

خوافق: خافقۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جانب، دنیا کی چار جانبیں، چہار دانگ عالم کو کہتے ہیں۔

اساور: اسورۃ کی جمع ہے کنگن، چوڑی

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: اس سند میں ابن لہیعہ ہے جوضعیف ہے مگر اس حدیث کو یزید بن ابی حبیب سے یحییٰ بن ایوب بھی روایت کرتے ہیں پس وہ ابن لہیعہ کے متابع ہیں مگر وہ اپنی سند میں داور بن عامر بن ابی وقاص عن ابی عن جدہ نہیں کہتے بلکہ عن عمرو بن سعد بن ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اور یہ عمر صحابی نہیں اور جس نے ان کا صحابہ میں تذکرہ کیا ہے وہ وہم ہے ابن معین نے کہا کہ جس دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اس دن یہ عمر پیدا ہوئے پس یہ روایت مرسل ہے اس لئے ابن الہیعہ کی روایت کے لئے شاہد نہیں بن سکتی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كُحْلٌ لَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ وَلَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

محمد بن بشار وابوہشام رفاع، معاذ بن ہشام، ہشام، عاصم احول، شہر بن حوشب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کے بدن اور چہرے پر بال نہیں ہوں گے ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی، ان کی جوانی ختم نہ ہوگی اور ان کے کپڑے بھی کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: جُرْدٌ: ''وھو الذی لاشعر علی جسدہ'' یعنی وہ مرد جس کے جسم پر بال نہ ہوں یہ ''اجرد'' کی جمع ہے۔

مُرْدٌ: ''جمع امرد وھو غلام لاشعر علی ذقنہ'' یعنی وہ جوان جس کی ٹھوڑی پر داڑھی کے بال نہ آئے ہوں۔

واضح رہے کہ جنت میں اہل جنت قدرتی طور پر ڈاڑھی کے بغیر ہونگے چونکہ جنت میں سورج، چاند، دن، رات نہیں ہوگا اسلئے اہل جنت کی عمروں میں اضافہ بھی نہ ہوگا ہمیشہ تیس یا تینتیس سال کے کوان رہیں گے۔ اور اہل جنت کے کپڑے کبھی بوسیدہ نہ ہونگے۔

كُحْلٌ: مکحول کے معنی میں ہے یعنی وہ شخص جسکی پلکوں کی جڑیں پیدائشی سیاہ ہوں اور ایسا نظر آتا ہو کہ اس نے آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہو چونکہ یہ حسن میں اضافہ کا سبب ہے اسلئے اللہ تعالیٰ اہل جنت میں یہ حسن بھی پیدا فرمادے گا۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ قَالَ ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَسِيرَةَ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي

ابوکریب، رشدین بن سعد، عمرو بن حارث، دراج ابوسمح، ابوالہیثم، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول "وفرش مرفوعۃ" کے بارے میں فرمایا ان کی بلندی اتنی ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان مسافت ہے یعنی وہ پانچ سو برس کا راستہ ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف رشدین بن سعد کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کی

تَفْسِيرِ هٰذَا الْحَدِيثِ مَعْنَاهُ أَنَّ الْفُرُشَ فِي الدَّرَجَاتِ وَبَيْنَ الدَّرَجَاتِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

تشریح میں فرمایا کہ درجات (جنت کے فرش) کا فاصلہ اور دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ زمین وآسمان کے درمیان جتنا ہے۔

تشریح: وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ: ① یعنی جنت کے درجوں میں جوفرش اور بچھونے ہونگے وہ اتنے اونچے اونچے ہونگے کہ بظاہر آسمان کی بلندی تک نظر آئینگے ② جنت میں اونچے اونچے فرش وبچھونے جنت کے ان درجات میں بچھے ہوئے ہونگے جو زمین سے آسمان کی بلندی تک ہونگے اور ان کی بلندی کی مقدار حدیث میں مذکور ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ فرش سے مراد حوران جنت ہیں اور مرفوعۃ سے مراد ان حوران جنت کا حسن وجمال میں دنیا کی عورتوں سے فائق تر ہونا ہے لیکن اسکے برخلاف ایک حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں مومن عورتیں حوروں سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہونگی اور انکو حوروں پر فضیلت اس نماز وروزہ کے سبب حاصل ہوگی جن کو وہ دنیا میں ادا کرتی تھیں۔

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: اس حدیث میں رشدین بن سعد راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ بعض اہل علم اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کے درجات میں جو بستر بچھے ہوئے ہیں اس درجہ میں اور دیگر درجات میں پانچ سو سال مسافت ہوگی خود بستر پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر اونچے ہوں گے۔ پھر اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ پھر قرآن کریم میں ان بستروں کی صفت مرفوعۃ کیوں لائی گئی جبکہ وہ خود اونچے نہیں ہیں۔ جواب: اونچا ہونا مرتبہ بھی ہوتا ہے یعنی وہ بستر بے حد بلند رتبہ ہوں گے مگر ساتھ ہی ظاہری بلندی بھی کسی درجہ میں مراد لینی ہوگی، رہی پانچ سو سالہ مسافت تو وہ بستروں کی نہیں بلکہ درجات جنت کی ہوگی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ ثِمَارِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَذَكَرَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى قَالَ يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ أَوْ يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ يَحْيَى فِيهَا فِرَاشُ الذَّهَبِ كَأَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوکریب، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، یحیی بن عباد بن عبداللہ بن زبیر، عباد، حضرت عائشہ، حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدرۃ المنتہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا سوار اس کی شاخوں کے سائے میں سو سال چل سکتا ہے یا (فرمایا) اس کے سائے میں سو سوار آرام کر سکتے ہیں۔ یحیی کو شک ہے۔ اس کے پتے سونے کے اور پھل مٹکوں کے برابر ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى: بیری کا درخت، اس درخت کو سدرۃ المنتہی کہا جاتا ہے یہ وہ درخت ہے کہ معراج کی رات اس کے آگے جبرائیل علیہ السلام بھی نہیں جا سکے جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔

فَرَاشُ الذَّهَبِ كَأَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ: یہ ہوسکتا ہے کہ ان درختوں پر جونورانی فرشتے ہیں ان کے پر پروانوں کی طرح چمکتے ہوں جس طرح شاخوں پر سونے کی ٹڈیاں اِدھر اُدھر پھدک رہی ہوتی ہیں یا درخت سے اٹھنے والے انوارات مراد ہیں۔ جن کو سونے کی ٹڈیوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ گویا آپ کا ارشاد اس آیت کا مصداق ہے "اذیغشی السدرة مایغشیٰ" امام بیضاویؒ نے اس کے تحت لکھا ہے کہ فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت (جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے) اس درخت کو ڈھانپے رہتی ہے۔

السِّدْرَةُ: بیری کا درخت الْمُنْتَهٰى: سرحد: الْفَنَنِ: درخت کی سیدھی شاخ اس کی جمع أفنان آتی ہے۔ ذواتا افنان: سیدھی شاخوں والے دوباغ الفَرَاشُ: پروانے القلة: مٹکہ اس کی جمع قلال اور قلل آتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَيْرِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْكَوْثَرُ قَالَ ذَاكَ نَهْرٌ أَعْطَانِيهِ اللهُ يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ فِيهِ طَيْرٌ أَعْنَاقُهَا كَأَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ إِنَّ هٰذِهِ لَنَاعِمَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَتُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ

عبد بن حمید، عبداللہ بن مسلمۃ، محمد بن عبداللہ بن مسلم، ان کے والد، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں عطاء کی ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی طرح ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا یہ تو بڑی نعمت میں ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں کھانے والے ان سے بھی زیادہ نعمت میں ہوں گے۔ یہ حدیث حسن ہے اور محمد بن عبداللہ بن مسلم، ابن شہاب زہری کے بھتیجے ہیں۔

تشریح: الْكَوْثَرُ: اس کے لغوی معنی خیر کثیر کے ہیں۔ اصطلاح میں جنت کی ایک نہر کو کہا جاتا ہے۔

أَعْطَانِيهِ اللهُ: لفظ اللہ فاعل ہے اور یہ ضمیر مفعول اول ہے ہٗ ضمیر مفعول ثانی ہے۔ ن وقایہ کا ہے۔ طَيْرٌ: یہ مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الجزور: اونٹ کو کہتے ہیں اور اگر جیم کے فتحہ کے ساتھ ہو تو قابل ذبح اونٹنی، کٹائی کا جانور۔

حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ حوض کوثر کے دو کنارے ہیں۔ ایک کنارہ میدان محشر کے ساتھ ہے اور دوسرا جنت میں ہے چونکہ جنت میں حوضِ کوثر کا حصہ زیادہ ہے اس لئے فی الجنة کے ذریعے وضاحت کی گئی ہے۔ جزر اونٹ کو کہتے ہیں اعناق کے معنی گردن کے ہیں۔ یعنی اونٹ کی گردن کی طرح پرندے حوض کوثر میں ہوں گے وہ پرندے نحر و ذبح کیلئے تیار ملیں گے تاکہ حوض کوثر سے سیر ہونے والے ان کے گوشت سے بھی لطف اٹھا سکیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خَيْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ إِنَّ اللهُ أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ أَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلَى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ إِلَّا فَعَلْتَ قَالَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ إِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَا قَالَ لِصَاحِبِهِ قَالَ إِنْ يُدْخِلْكَ اللهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عاصم بن علی، مسعودی، علقمہ بن مرثد، حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل کیا تو تم اس میں سرخ یاقوت کے جس گھوڑے پر سوار ہونا چاہو گے وہ تمہیں لے کر جنت میں جہاں چاہو گے اڑا کر لے جائے گا۔ راوی کہتے ہیں ایک دوسرے شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وہ جواب نہ دیا جو پہلے کو دیا تھا بلکہ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں لے جائے تو جو کچھ تمہارا جی چاہے گا اور جس سے تمہاری آنکھیں لذت حاصل کریں گی تمہیں وہی کچھ ملے گا۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الْمَسْعُودِيِّ

سوید، عبداللہ بن مبارک، سفیان، علقمہ بن مرثد، عبدالرحمن بن سابط سے وہ سفیان سے وہ علقمہ بن مرثد سے وہ عبدالرحمن باسط سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اور یہ مسعودی کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ: حدیث الباب کے آخری جملے کی تائید قرآن کریم کی آیت ''ولکم فیها ماتشتهیه الانفس وتلذ الاعین'' سے بھی ہوتی ہے کہ جنت میں اہل جنت جس چیز کی خواہش کریں گے وہ جنت میں سامنے آجائے گی، منہ سے مانگنے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی اسی طرح پھل توڑنے کے لئے اہلِ جنت کو کسی قسم کے تکلف کا سامنا نہیں ہوگا بلکہ اُن پھلوں کی شاخیں خود بخود جھک جائیں گی اور پھل سامنے ہوں گے کما فی القرآن ''ودانية عليهم ظلالها ... الخ''۔

سند پر کلام: یہ حدیث مسعودی عن علقمہ کے حوالے سے حضرت بریدہ تک پہنچتی ہے مگر یہ سند صحیح نہیں صحیح سند امام ثوریؒ کی ہے وہ یہ حدیث عبدالرحمن بن سابط سے روایت کرتے ہیں جو تابعی ہیں پس یہ حدیث مرسل ہے اور یہ حدیث اصح اس لئے ہے کہ ثوری مسعودی سے بدرجہا بہتر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ سَمُرَةَ الْأَحْمَسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ وَاصِلِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِي سَوْرَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُحِبُّ الْخَيْلَ أَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ أُتِيتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَلَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو سَوْرَةَ هُوَ ابْنُ أَخِي أَبِي أَيُّوبَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ جِدًّا قَالَ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ يَقُولُ أَبُو سَوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ يَرْوِي مَنَاكِيرَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا

محمد بن اسماعیل بن سمرۃ احمسی، ابومعاویہ، واصل بن سائب، ابوسورت، حضرت ابوایوب فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں کیا جنت میں بھی ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم جنت میں داخل ہو گئے تو تمہیں ایسا گھوڑا دیا جائے گا جو یاقوت کا ہوگا اور اس کے دو پر ہوں گے۔ تم اس پر سواری کرو گے اور جہاں چاہو گے گھومتے پھرو گے۔ اس حدیث کی سند قوی نہیں۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ ابوسورہ، ابوایوب کے بھتیجے ہیں۔ انہیں یحیی بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ امام بخاری انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ یہ ابوایوب سے منکر حدیثیں روایت کرتا ہے جن کا کوئی متابع نہیں۔

تشریح: سند پر کلام: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں اور نہ ہی حدیث ابی ایوب کو اس سند کے علاوہ سے جانتے ہیں اس حدیث کی سند میں ابوسورۃ ہیں جو ابی ایوب کے بھائی کے بیٹے ہیں یہ حدیث میں ضعیف ہیں اور ان کی تضعیف یحیٰی بن معین نے کی ہے اور محمد بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابوسورۃ منکر الحدیث ہے ابوایوب سے بہت ساری منکر روایات منقول ہیں اور ان کا کوئی متابع بھی موجود نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سِنِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ أَبُو الْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِينَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِينَ أَوْ ثَلَاثٍ

ابوہریرۃ محمد بن فراس بصری، ابوداؤد، عمران ابوعوام، قتادہ، شہر بن حوشب، عبدالرحمن بن غنم، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی اس حالت میں جنت میں داخل ہوں گے کہ ان کے جسم اور چہرے پر بال نہیں ہوں گے۔ ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی اور ان کی عمر تیس یا تینتیس برس تک

وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَبَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ مُرْسَلًا وَلَمْ يُسْنِدُوْهُ

ہوگی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض قتادہ کے ساتھی اسے قتادہ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں راوی کو عدد میں شک ہے مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں بغیر شک کے ۳۳ سال کا ذکر ہے اور اسی طرح مقدام کی حدیث میں بھی ۳۳ سال کا عدد ہے اس لئے یہی اصح ہے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ٹھیک ہے اور قتادہ کے بعض تلامذہ جو اس حدیث کو مرسل نقل کرتے ہیں وہ حدیث بھی مسند احمد میں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَمْ صَفُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الطَّحَّانُ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ ضِرَارِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ وَحَدِيْثُ أَبِي سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ حَسَنٌ وَأَبُو سِنَانٍ اسْمُهُ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ وَأَبُو سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعِيْدُ بْنُ سِنَانٍ وَهُوَ بَصْرِيٌّ وَأَبُو سِنَانٍ الشَّامِيُّ اسْمُهُ عِيْسَى بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْقَسْمَلِيُّ

حسین بن یزید طحان کوفی، محمد بن فضیل، ضرار بن مرۃ، محارب بن دثار، ابن بریدہ، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں اس امت کی اور چالیس باقی امتوں کی ہوں گی۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو علقمہ بن مرثد بھی سلیمان بن بریدہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ بعض محدثین (رحمہم اللہ) نے اسے متصل بیان کیا یعنی سلیمان بن بریدہ اپنے والد بریدہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن سنان کے واسطہ سے محارب بن دثار کی حدیث حسن ہے۔ ابوسنان کا نام ضرار بن مرہ ہے۔ ابوسنان شیبانی کا نام سعید بن سنان ہے اور وہ بصری ہے ابوسنان شامی کا نام عیسیٰ بن سنان ہے اور وہ قسملی ہیں۔

تشریح: سوال: اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے جنتیوں کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلے میں دو تہائی ہوگی جبکہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے تم اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہو نگے دونوں میں تعارض ہے۔

جواب اول: ہوسکتا ہے کہ آپ کو پہلے نصف بتایا گیا ہو پھر آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے دو تہائی کر دیا گیا ہو۔

جواب ثانی: اولاً امت محمدیہ تمام جنتیوں کا نصف ہوگی پھر بعد میں اور زیادہ ہو کر دو تہائی ہو جائے گی یہی راجح ہے۔

سند پر کلام: اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ پہلی سند ابوسنان ضرار بن مرۃ کی ہے وہ محارب سے، وہ سلیمان سے اور وہ حضرت بریدہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور دوسری سند علقمہ بن مرثد کی ہے وہ سلیمان سے مرسل روایت کرتے ہیں کیونکہ سلیمان تابعی ہیں مگر علقمہ کے بعض تلامذہ عن ابیہ کا واسطہ بڑھاتے ہیں پس یہ حدیث مرسل ہے۔

ابوسنان کنیت کے تین راوی ہیں ایک یہی ضرار بن مرۃ یہ کوفہ کے رہنے والے باشندے تھے خاندانی نسبت الشیبانی الاکبر ہے یہ بہت مضبوط راوی ہیں۔

دوسرے ابوسنان الشیبانی اصغر ہیں جن کا نام سعید بن سنان ہے یہ بصرہ کے باشندہ تھے یہ معمولی راوی ہیں اور تیسرے ابوسنان شامی ہیں یہ فلسطین کے راوی ہیں جو بعد میں بصرہ چلے گئے۔ان کا نام عیسیٰ بن سنان ہے یہ قبیلہ بنوحنیفہ کے تھے اور بصرہ کے محلہ قساملہ میں فروکش ہوگئے تھے اس لئے حنفی قسملی کہلاتے ہیں ان کی حدیثیں نرم ہوتی ہیں یعنی یہ معمولی ثقہ راوی ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ مَا أَنْتُمْ فِي الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، ابواسحاق، عمرو بن میمون، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تقریباً چالیس افراد ایک قبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اہل جنت کا چوتھا حصہ ہونا پسند کرتے ہو عرض کیا ہاں یارسول اللہ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم جنتیوں کا تیسرا حصہ ہونا پسند کرتے ہو صحابہ نے عرض کیا جی ہاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم جنتیوں کا آدھا حصہ ہونا پسند کرتے ہو اس لئے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوسکیں گے اور تم لوگ تعداد میں مشرکین کی بہ نسبت اس طرح ہو جیسے کالے بیل کی کھال پر ایک سفید بال یا سرخ بیل کی کھال پر ایک کالا بال۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں عمران بن حصین اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں دو باتوں کا بیان ہے ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ خبر دی کہ جنت میں ان کی تعداد چوتھائی ہوگی پھر تہائی کی خبر دی پھر نصف کی خبر دی یہ تفاوت اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے وحی کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چوتھائی کی خبر دے دی گئی پھر تہائی کی پھر نصف کی جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام تک پہنچائی۔ تدریجاً تدریجاً وحی آتی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تدریجاً تدریجاً لوگوں کو اس کی خبر پہنچاتے رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہنمیوں کی تعداد جنتیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوگی جنتی جہنمیوں کے مقابلے میں اتنے کم ہوں گے جیسے

کالے بیل کے بالوں میں ایک سفید بال ہو۔اس ناامیدی میں پڑ کر نیک اعمال نہیں چھوڑنے چاہئیں کیونکہ حدیث کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جنتیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی اور اس کے مقابلے میں جہنمیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔اس کی مزید وضاحت کتاب التفسیر میں سورۃ حج کی تفسیر میں آئے گی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ أُمَّتِي الَّذِي يَدْخُلُونَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّهُمْ لَيُضْغَطُونَ عَلَيْهِ حَتَّى تَكَادُ مَنَاكِبُهُمْ تَزُولُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَ قَالَ لِخَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مَنَاكِيرُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

فضل بن صباح بغدادی، معن بن عیسیٰ قزاز، خالد بن ابی بکر، حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دروازے سے میری امت جنت میں داخل ہوگی اس کی چوڑائی اتنی ہوگی کہ ایک تیز رفتار سوار اس میں تین تک چلتا رہے لیکن اس کے باوجود داخل ہوتے وقت دباؤ اتنا بڑھے گا کہ قریب ہوگا کہ ان کے کندھے اتر جائیں۔یہ حدیث غریب ہے۔میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں اسے نہیں جانتا۔خالد بن ابوبکر، سالم بن عبداللہ کے حوالے سے بہت سی منکر احادیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: **اَلْمُجَوِّدِ:** اسم فاعل بمعنی تیز رفتار، جود الفرس فی عدوہ تیز دوڑنا، **لَيُضْغَطُونَ:** بھینچے جائیں گے

ضغط، ضغطًا: بھینچنا، دبانا، **تزول:** زوال، یزول سے۔سرکنا، الگ ہونا

مَسِيرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلَاثًا: یہاں تین سے تین سال کی مسافت مراد ہے پھر تین سال سے کثرت مراد ہے اگر کثرت مراد نہ لی جائے تو ایک اور روایت کے ساتھ تعارض آئیگا۔وہ روایت یہ ہے کہ جنت کے دروازوں کے دونوں بازوں کا درمیانی فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہے۔اگر تین سال کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے کثرت مراد نہ لی جائے تو پھر جواب یہ ہوگا کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس دروازے کی چوڑائی کم بتائی گئی ہو جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال کی مسافت کے فاصلہ سے تعبیر کیا اور پھر بعد میں زیادہ سے زیادہ چوڑائی کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کے ساتھ تعبیر کیا۔

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: اس حدیث میں ایک راوی خالد بن ابی بکر ہے جو کہ ضعیف ہے علامہ ذہبیؒ نے اس کی حدیث کے متعلق کہا ہے هذا من مناكير یہ حدیث بھی ان کی منکر احادیث میں سے ہے۔امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو وہ اس حدیث کو کسی اور سند سے نہیں جانتے تھے۔امام بخاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ خالد حضرت سالم سے ضعیف راوایتیں کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ أَفِيهَا سُوقٌ قَالَ نَعَمْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوتٍ وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُورِ وَمَا يَرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَهَلْ نَرَى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذَلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقَى فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللهُ مُحَاضَرَةً حَتَّى يَقُولَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا

حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے ملاقات کی۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں اکٹھا کرے۔ حضرت سعید بن مسیب نے پوچھا کیا اس میں بازار ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جنتی جب بازاروں میں داخل ہوں گے تو اپنے اعمال کی فضیلت کے مطابق اس میں اتریں گے پھر دنیاوی جمعہ کے دن کے برابر وقت میں آواز دی جائے تو یہ لوگ اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ ان کے لئے اس کا عرش ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ باغات جنت میں سے کسی ایک باغ میں تجلی فرمائے گا۔ جنتیوں کے لئے منبر بچھائے جائیں گے جو نور، موتی، یاقوت، زمرد، سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ اور ان میں سے ادنیٰ درجے کا جنتی (اگرچہ ان میں کوئی ادنیٰ نہیں ہوگا) بھی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوگا۔ وہ لوگ یہ نہیں دیکھ سکیں گے کہ کوئی ان سے اعلیٰ منبروں پر بھی ہے (تاکہ وہ غمگین نہ ہوں)۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اللہ رب العزت کو دیکھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیا تم لوگوں کو سورج یا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی زحمت یا تردد ہوتا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کو دیکھنے میں زحمت وتردد میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ بلکہ اس مجلس میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو بالمشافہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی سے کہیں گے کہ اے فلاں بن فلاں تمہیں یاد ہے کہ تم نے فلاں دن اس طرح کہا تھا اور اسے اس کے بعض گناہ یاد دلائیں گے۔ وہ عرض کرے گا اے اللہ کیا آپ نے مجھے معاف نہیں کر دیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں

فَيُذَكِّرُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي فَيَقُولُ بَلَى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِي بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُولُ رَبُّنَا قُومُوا إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَأْتِي سُوقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُونُ إِلَى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعِ الْآذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ فَيُحْمَلُ إِلَيْنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهَا وَلَا يُشْتَرَى وَفِي ذٰلِكَ السُّوقِ يَلْقَى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيثِهِ حَتَّى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَأَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ لَكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَيَقُولُ إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّ لَنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

نہیں۔ میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تو تم اس منزل پر پہنچے ہو۔ اس دوران ان لوگوں کو ایک بدلی ڈھانپ لے گی اور ان پر ایسی خوشبو کی بارش کرے گی کہ انہوں نے کبھی ویسی خوشبو نہیں سونگھی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اٹھو اور میری کرامتوں (انعامات) کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لئے رکھے ہیں اور جو چاہو لے لو۔ پھر ہم لوگ اس بازار کی طرف جائیں گے۔ فرشتوں نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہوگا۔ اور اس میں ایسی چیزیں ہوں گی جنہیں نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل پر ان کا خیال گزرا۔ چنانچہ ہمیں ہر وہ چیز عطا کی جائے گی۔ جس کی ہم خواہش کریں گے۔ وہاں خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ پھر وہاں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان میں ان سے اعلیٰ مرتبے والے جنتی اپنے سے کم درجے والے سے ملاقات کرے گا۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی کم درجے والا نہیں ہوگا تو اسے اس کا لباس پسند آئے گا۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوگی کہ اس کے بدن پر اس سے بھی بہتر لباس ہو جائے گا۔ یہ اس لئے ہوگا کہ وہاں کسی کا غمگین ہونا جنت کی شان کے خلاف ہے۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ وہاں جب ہماری اپنی بیویوں سے ملاقات ہوگی تو وہ کہیں گی۔ مَرْحَبًا وَأَهْلًا تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو کر لوٹے ہو۔ ہم کہیں گے کہ آج ہم اپنے رب جبار کی مجلس میں بیٹھ کر آرہے ہیں۔ لہٰذا اسی حسن و جمال کے مستحق ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: مشکل الفاظ کی لغات: **بدأ:** ظاہر ہونا، روشن ہونا **تماری القوم:** جھگڑا کرنا، شک کرنا جیسا کہ قرآن پاک کی آیت میں ہے فبایّ آلاء ربك تتماری **الغدرات:** الغدرۃ کی جمع ہے بے وفائی، خیانت، دھوکہ **الکرامۃ:** عزت و شرافت **تخیل:** کسی کا خیال آنا۔

ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ: جمعہ کے دن سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کا عرصہ جتنے

وقت پر مشتمل ہے اس وقت کی تعیین کر کے کچھ وقت کو جمعہ قرار دیا جائیگا اس وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے اعلان ہوگا کہ اپنے اپنے محلات سے نکل کر فلاں باغ میں پہنچ جاؤ پھر جمعہ کا تعین اسلئے کیا کہ چونکہ لوگ جمعہ کے روز جمع ہو کر جامع مسجد پہنچتے ہیں اور جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اسی طرح اہل جنت جمعہ کے دن جمع ہو کر دیدار الٰہی کریں گے۔ اس سے جمعۃ المبارک کے دن کی بھی فضیلت معلوم ہوئی۔

وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ: عرش سے مراد رب ذوالجلال کا لطف و کرم اور رحمت وعنایت ہے باقی حدیث میں ادنی سے مراد حقارت والا معنی نہیں بلکہ اعلیٰ وارفع درجات رکھنے والوں سے کم درجہ رکھنا ہے۔ الحاصل جنت میں جن لوگوں کو جو درجات ملیں گے وہ اسی پر خوش ہونگے یہ نہیں ہوگا کہ ٹیلوں پر بیٹھنے والے کرسیوں پر بیٹھنے والوں سے غمگین ہوں بلکہ ہر کوئی اپنے اپنے درجات پر شکر گزار ہوگا اور کوئی کسی کو بڑا چھوٹا نہیں سمجھے گا۔ **فَيَرُوعُهُ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ:** اس عبارت کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ① ڈرانا ② خوش کرنا۔ اوّل معنی مراد لینے کی صورت میں اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ بلند رتبہ شخص اس کم رتبہ شخص کے لباس کو دیکھے گا تو اس کو ڈر یعنی کراہت محسوس ہوگی کیونکہ وہ لباس اس کے لباس سے کمتر ہوگا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ بلند مرتبہ شخص اس کم مرتبہ شخص کا لباس دیکھے گا تو اسے اس بات کی بہت خوشی محسوس ہوگی کہ خود اُس کے بدن پر اعلیٰ لباس ہے۔ **وَإِنَّ لَكَ مِنَ الْجَمَالِ:** ایسے شخص کے جمال میں اضافہ کیوں نہ ہو جو ایسی ذات کی خاص تجلیات کے مقام میں بیٹھا ہو جو حسن و جمال کا خالق ہے۔

جنت میں بارش اس لئے نہیں ہوگی کہ قحط پڑ گیا اور بارش کی ضرورت تھی تو بارش ہوگئی بلکہ اس وجہ سے بارش ہوگی تا کہ جنتیوں کے حسن میں مزید اضافہ ہو جائے گویا وہ بارش حسن و جمال کے لئے ہوگی اور شمال کی جانب سے خوشبودار ہوا چلے گی جس کی وجہ سے جنتیوں کا حسن دوبالا ہو جائے گا اور ان کے پیچھے ان کے اہل والوں پر بھی حسن و جمال کی بارش ہوگی جب وہ جنتی گھر لوٹیں گے تو ان کی بیویاں ان سے کہیں گی کہ تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو تو جنتی بھی اپنی بیویوں سے کہیں گے خوش نصیب تم بھی پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو وہ جواب دیں گی کہ آپ کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جمال کی بارش برسائی جس میں ہم نے غسل کیا اور حسن میں یہ اضافہ ہر ہفتہ کی مقدار میں ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا مَا فِيهَا شِرَاءٌ وَلَا بَيْعٌ إِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَإِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُورَةً دَخَلَ فِيهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

احمد بن منیع وہناد، ابومعاویہ، عبدالرحمن بن اسحاق، نعمان بن سعد، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی البتہ اس میں عورتوں اور مردوں کی تصویریں ہوں گی جو جسے پسند کرے اسی کی طرح ہو جائے گا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: جنت میں بازار ہوں گے اور اس میں خرید و فروخت کی اشیا موجود ہوں گی لیکن وہ خرید و فروخت سامان کی نہیں ہوگی بلکہ صورتوں کی ہوگی جو شخص جیسی صورت پسند کرے گا وہ ویسا ہی ہو جائے گا اس حدیث کی شرح تو آسان ہے اس حدیث کی سند میں ابوشیبہ عبدالرحمن بن اسحاق معمولی راوی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَأَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا جو کہ چودھویں رات کا تھا اور فرمایا تم لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اسی طرح دیکھ سکو گے جیسے یہ چاند دیکھ رہے ہو یعنی اسے دیکھنے میں بالکل زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ لہذا اگر ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نمازیں (یعنی فجر اور عصر) ضرور پڑھا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی یعنی تم اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو سورج طلوع ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی رویت کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آنکھوں سے دکھائی دیا جانا عقلاً ممکن ہے اور جنت میں اہل جنت اللہ کو ایسے دیکھیں گے کہ خود تو اہل جنت جہت اور مکان میں ہوں گے لیکن اللہ جہت سے پاک ہوں گے۔ اہل سنت والجماعت کے دلائل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ واجماع وقیاس سے ثابت ہیں۔

معتزلہ، خوارج اور مرجئہ کے نزدیک جنت میں رویت باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے۔ ان کے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

پہلی دلیل: قرآن پاک کی آیت "لا تدرکہ الابصار، وھو یدرك الابصار وھو اللطیف الخبیر" سے استدلال ہے۔

دوسری دلیل: اگر ہم رویت کو ثابت کریں تو اللہ تعالیٰ کیلئے جہت اور مکان کا ہونا پایا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے منزہ ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے دلائل: قرآن پاک سے ① "فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحًا فلایشرك بعبادة ربه احدا" ② "کلا انهم عن ربهم یومئذٍ لمحجوبون" (مطففین:۱۵) ③ "لهم مایشاء ون فیها ولدینا مزید" (ق:۳۵) ④ "وجوه یومئذٍ ناضرة الی ربها ناظرة" (القیامۃ:۲۲۔۲۳) ⑤ "واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملكًا کبیرًا" (الانسان:۲۰)۔ اس آیت میں "ملكًا" کی ایک قراءت میم کے فتحہ کے ساتھ بھی ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی بادشاہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ بادشاہ ہیں ⑥ "واتقوا الله واعلموا انکم ملقوه" (بقرۃ:۲۲۳) ⑦ "تحیتهم یوم یلقونه سلٰم" (الاحزاب:۴۴)۔ ⑧ "فاعقبهم نفاقًا فی قلوبهم الی یوم یلقونه" (التوبۃ:۷۷) ⑨ "انهم ملاقوا ربهم" (البقرۃ)۔

احادیث سے دلائل: اسی باب کی بہت ساری احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آخرت میں بغیر کسی دھکم پیل اور شک کے اللہ پاک کو اس طرح دیکھا جائے گا جیسے چودھویں رات کے چاند کو بغیر دھکم پیل اور شک کے دیکھا جاتا ہے۔

معتزلہ کے دلائل کا جواب: ''لا تدرکه الابصار'' یہ اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں اس لئے کہ اس آیت میں رؤیت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ ادراک ابصار کی نفی کی گئی ہے اور ادراک اور رؤیت میں بڑا فرق ہے۔ ادراک کی نفی سے رؤیت کی نفی لازم نہیں آتی لہٰذا آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ نگاہیں اللہ پاک کا احاطہ نہیں کرسکتیں البتہ وہ لطیف وخبیر تمام ابصار اور مبصرات کا احاطہ کئے ہوئے ہے لہٰذا آخرت میں اللہ پاک کی رؤیت ہوگی مگر احاطہ نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''ولا یحیطون بشیئٍ من علمه'' لہٰذا احاطہ کی نفی سے مطلق علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ اسی طرح ادراک بصر کی نفی سے مطلق رؤیت کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

امام قرطبیؒ نے اس آیت کے معنی یہی بیان کئے ہیں کہ نگاہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہیں مگر اللہ کا احاطہ نہیں کرسکتیں جبکہ اللہ تعالیٰ تمام ابصار کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ''لا تدرکه الابصار'' سے آخرت میں نہ دیکھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ یہ دنیا میں رؤیت کی نفی کے بارے میں ہے کیونکہ دنیاوی آنکھیں ضعیف ہیں اللہ تعالیٰ کا ادراک اور احاطہ نہیں کرسکتیں اگرچہ اہل سنت والجماعت کے ہاں دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست پیش کی ''رب ارنی انظر الیك'' اس میں طریق استدلال یہ ہے کہ اگر رؤیت محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام محال چیز کا سوال نہ کرتے کیونکہ یہ نبی کی شان کے خلاف ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے پس موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا رؤیت کے ممکن ہونے پر دلیل ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ولکن انظر الی الجبل فان استقرمکانه فسوف ترانی'' اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت کو معلق کیا ہے استقرار جبل کے ساتھ اور استقرار جبل ممکن ہے اور ضابطہ ہے کہ کسی چیز کو امر ممکن کے ساتھ معلق کرنے سے مقصود یہ بتانا ہوتا ہے کہ اگر معلق علیہ کا وقوع ہوجائے تو معلق کا وقوع بھی ہوسکتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ باری تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے۔

نیز آیت مبارکہ ''لا تدرکه الابصار'' سے اور بھی کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں ① اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال پر انکار نہیں فرمایا اگر رؤیت محال ہوتی تو سوال پر انکار کیا جاتا ② اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو مجھ کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی رؤیت کو ناممکن قرار دیا لہٰذا یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام دیکھ سکتے تھے چونکہ دنیا کی زندگی میں اتنی قوت نہیں اسلئے دنیا میں نہیں دیکھ سکے ③ موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں اللہ پاک نے فرمایا ''ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترنی'' جب وہ چٹان اپنی قوت اور مضبوطی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تجلی برداشت نہ کرسکی اور وہ ریزہ ریزہ ہوگئی تو ضعیف بشر اللہ پاک کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ ④ ''فلما تجلی ربه للجبل جعله دکًّا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ثابت ہے اگر جائز نہ ہوتی تو اللہ پاک اپنی تجلی ایک بے جان چیز پر نہ ڈالتے تو یہ بات کیسے ناممکن ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں، انبیاء اور اولیاء پر آخرت کے دن تجلی نہ ڈالے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا اور مناجات کیں اور موسیٰ علیہ السلام کو پکارا جب تکلم بغیر واسطہ کے ہوسکتا ہے تو رؤیت بطریق اولی ہوسکتی ہے لہٰذا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ رؤیت ہو ہی نہیں سکتی درست نہیں ہے۔

آخرت میں رؤیت صرف مؤمنین کو ہوگی یا کفار منافقین کو بھی ہوگی۔ اس میں اہل سنت والجماعت کے تین اقوال ہیں ① آخرت میں صرف مؤمنین کو اللہ رب العزت کی رؤیت ہوگی ② آخرت میں میدان موقف میں سب کو رؤیت ہوگی ③ مؤمنین کے ساتھ

منافقین کو بھی رؤیت ہوگی کفار کو نہیں ہوگی۔ یہ تینوں اقوال امام احمدؒ سے منقول ہیں۔ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مؤمنین کیلئے جو خاص رؤیت ہوگی وہ جنت میں بطور تلذذ اور انعام ہوگی اور موقف (میدان محشر) میں جو رؤیت ہوگی وہ مؤمنین اور کافروں کو ہوگی لیکن کافروں کے سامنے حجاب کردیا جائیگا تاکہ انکی حسرت میں اضافہ ہوجائے (اللمعات)۔ الحاصل اللہ تعالیٰ کی رؤیت قیامت کے دن موقف میں ہر ایک کیلئے مردوں وعورتوں سب کیلئے ثابت ہے اور ایک قول کے مطابق منافقین کو بھی رؤیت ہوگی۔ باقی جنت میں رؤیت کے متعلق اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ وہاں انبیاء علیہم السلام، رسل ہر امت کے صدیقین اور اس امت کے مؤمنین کو ہوگی البتہ اس امت کی عورتوں کو رؤیت باری تعالیٰ ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے ① عند البعض ان کو رؤیت نہیں ہوگی ''لانهن مقصورات فی الخیام''۔ ② عند البعض ان کو خصوصی ایام یعنی عید وغیرہ کے دنوں میں رؤیت ہوگی جیسا کہ دارقطنی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب کو دیکھیں گے اور مؤمن عورتوں کو یوم الفطر اور یوم النحر کو دیدار نصیب ہوگا۔ (التعلیق الصبیح ج۶ ص ۳۸۳-۳۸۴)۔

لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ: فاء کے ضمہ کے ساتھ بھی منقول ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے اور تاء کے فتحہ کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے اگر ''تضامون'' ضمہ کے ساتھ ہو تو پھر معنی یہ ہوگا کہ پروردگار کے دیدار میں تم پر ظلم نہیں ہوگا کہ کوئی دیکھے اور کوئی محروم رہے یا ان کے دیدار میں تم ایک دوسرے پر زیادتی کرو کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کا انکار کرو اور ایک دوسرے کو جھٹلاؤ جس طرح چاند کی پہلی تاریخ میں ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تاء کے فتحہ کے ساتھ ''تَضَامُونَ'' ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ کے دیدار کے وقت کسی قسم کی دھکم پیل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا بلکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر رہ کر نہایت اطمینان اور سکون سے اللہ کا دیدار کرے گا۔

فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا: اگر تم سے ہوسکے الخ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ فجر اور عصر کا وقت بہت بابرکت ہے اور اس وقت کی نمازیں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تم ان نمازوں کی پابندی کا زیادہ خیال کرو تاکہ یہ نمازیں فوت نہ ہو جائیں نیز اس موقع پر فجر وعصر کی نماز کو اسلئے خاص کیا کہ فجر کی نماز کا وقت استراحت اور آرام کا ہوتا ہے اور عصر کی نماز میں کاروبار سمیٹنے کا وقت ہوتا ہے اسلئے ان دونوں نمازوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور انکی ادائیگی میں مشقت اور مجاہدہ ہے اسلئے ان دونوں نمازوں کی تخصیص کی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ نَادٰى مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ مَوْعِدًا قَالُوا أَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوهَنَا وَيُنَجِّنَا

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، حماد بن سلمۃ، ثابت بنانی، عبدالرحمن بن ابی لیلی، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے کے بارے میں فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وعدہ ہے وہ کہیں گے کیا اس نے ہمارے چہرے روشن نہ کئے؟

مِنَ النَّارِ وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ قَالُوا بَلَى قَالَ فَيَنْكَشِفُ الْحِجَابُ قَالَ فَوَاللهِ مَا أَعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا أَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَرَفَعَهُ وَرَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَوْلَهُ

اور ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل نہ کیا؟ وہ (فرشتے) کہیں گے ہاں کیوں نہیں پھر پردہ ہٹایا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم انہیں اس کی طرف دیکھنے سے بہتر کوئی چیز نہیں ملی۔ (یعنی دیدار الٰہی سے بہتر)۔ سلیمان بن مغیرہ اسے ثابت بنانی سے اور وہ عبدالرحمن بن ابی لیلی سے انہی کا قول نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ جب جنتیوں کو تمام نعمتیں عطا کی جائیں گی اور اللہ پاک کے فرمانے پر کہ تم کوئی اور نعمت چاہتے ہو تو اہل جنت سوچیں گے کہ اب کونسی نعمت باقی رہ گئی ہے جو ہمارے اعمال کے اصل بدلہ اور جزاء سے زیادہ ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کروا کر فرمائیں گے کہ دیکھو یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جو میں تمہیں عطا کرنا چاہتا تھا اور یہ نعمت تمہارے اعمال کے اصل بدلہ و جزاء سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اور یہی اہل جنت بھی سمجھیں گے کیونکہ جس طرح دنیا میں حاصل ہونے والی تمام ذاتی اور روحانی مراتب و درجات کی رفعتیں اور بلندیاں ذات باری تعالیٰ پر ختم ہو جاتی ہیں اسی طرح آخرت میں حاصل ہونے والی تمام نعمتیں اور سعادتوں کی انتہاء میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَنْظُرُ إِلَى جِنَانِهِ وَزَوْاجَاتِهِ وَنَعِيمِهِ وَخَدَمِهِ وَسُرُرِهِ مَسِيرَةَ أَلْفِ سَنَةٍ وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللهِ مَنْ يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ غَدْوَةً وَعَشِيَّةً ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبْجَرَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَوْقُوفًا وَرَوَى عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ

عبد بن حمید، شبابۃ بن سوار، اسرائیل، ثویر، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ادنی درجے کا جنتی بھی اپنے باغوں، بیویوں، نعمتوں، خدمت گاروں اور تختوں کو ایک ہزار برس کی مسافت تک دیکھے گا۔ ان میں سے سب سے زیادہ اکرام والا وہ ہوگا جو صبح وشام اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (اس روز بہت سے چہرے بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھیں گے) یہ حدیث کئی سندوں سے اسرائیل ہی سے منقول ہے۔ اسرائیل، ثویر سے اور وہ ابن عمر سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔ پھر عبیداللہ، اشجعی، سفیان سے وہ ثویر سے وہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ابن عمر سے انہی کا قول نقل کرتے ہیں اور اسے مرفوع نہیں کرتے۔ ابوکریب، محمد بن علاء، عبیداللہ اشجعی سے وہ سفیان سے وہ

عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

ثویر سے وہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ابن عمر سے اسی کی مانند غیر مرفوع نقل کرتے ہیں۔

تشریح: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ: اسرائیل سے لے کر حدیث کے آخر تک اس حدیث کی یہی سند ہے اور اسرائیل کے بہت سے تلامذہ اس حدیث کو مرفوع نقل کرتے ہیں مگر اسرائیل کے ساتھ عبدالملک بن ابجر ثویر سے اور ابن عمرؓ کے درمیان مجاہد کا واسطہ بھی بڑھاتے ہیں اور حدیث کو موقوف بیان کرتے ہیں اور سفیان ثوریؒ ان کے متابع ہیں وہ بھی واسطہ بڑھاتے ہیں اور حدیث کو ابن عمرؓ کا قول قرار دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ نُوحٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُضَامُونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَتُضَامُونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَهٰكَذَا رَوَى يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ ابْنِ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَحَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ وَهٰكَذَا رَوَاهُ سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلُ هٰذَا الْحَدِيثِ وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ أَيْضًا

محمد بن طریف کوفی، جابر بن نوح، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کو چودھویں کا چاند یا سورج دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھ سکو گے جس طرح تم چودہویں کا چاند دیکھ سکتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوگا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ یحیی بن عیسیٰ اور کئی راوی اسے اعمش سے وہ ابوصالح سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن ادریس بھی اعمش سے وہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث متعدد سندوں سے مرفوعاً مروی ہے اور وہ بھی صحیح حدیث ہے۔

تشریح: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَهٰكَذَا رَوَى: اس حدیث کی سند میں ایک راوی جابر بن نوح جو کہ

ضعیف راوی ہے حدیث کی سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور یحییٰ بن عیسیٰ رملی اس کے متابع ہیں وہ بھی اس طرح سند بیان کرتے ہیں اعمش کے شاگرد عبداللہ بن ادریس سند حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچاتے ہیں۔ ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ سند محفوظ نہیں پہلی ہی سند اصح ہے کیونکہ اعمش کے متابع سہیل ہیں وہ بھی اسی طرح سند پیش کرتے ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُولُونَ مَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ فَيَقُولُ أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوا وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَدًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ بن مبارک، مالک بن انس، زید بن اسلم، عطاء بن یسار، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ اہل جنت سے فرمائے گا اے جنت والو۔ وہ کہیں گے اے رب ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہوئے۔ وہ کہیں گے ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا جو اس سے پہلے کسی مخلوق کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز دوں گا۔ وہ عرض کریں گے یا اللہ اس سے بہتر اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہیں اپنی رضامندی عطا کر دی۔ اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: جنت میں سب نعمتیں میسر ہوں گی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنتیوں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ کیا تم راضی ہو جنتی فرمائیں گے کہ ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے حالانکہ ہمیں وہ سب کچھ عطا کر دیا ہے جو دوسروں کو عطا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج اس سے بھی افضل چیز تمہیں عطا کروں گا جنتی عرض کریں گے اس سے افضل چیز اور کونسی ہوگی اللہ فرمائے گا کہ اب میں تم پر اپنی خوشنودی اتارتا ہوں اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْغُرَفِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي

سوید بن نصر، عبداللہ، فلیح بن سلیمان، ہلال بن علی، عطاء بن یسار، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے اپنے درجات کے مطابق بالاخانوں میں سے ایک دوسرے کو اس طرح دیکھیں

الْغُرْفَةِ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الشَّرْقِيَّ أَوِ الْكَوْكَبَ الْغَرْبِيَّ الْغَارِبَ فِي الْأُفُقِ وَالطَّالِعَ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أُولَئِكَ النَّبِيُّونَ قَالَ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَأَقْوَامٌ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

گے جس طرح مشرقی ستارے کو یا مغرب میں غروب ہونے والے ستارے کو یا طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ انبیاء ہوں گے۔ فرمایا ہاں کیوں نہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ لوگ بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے تمام رسولوں کی تصدیق کی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ سب جنتی ایک درجہ کے نہ ہوں گے بلکہ ان کے درجے مختلف ہوں گے اعلیٰ درجہ کے جنتی اوپر کے طبقوں میں ہوں گے مگر نیچے والے طبقے کے جنتیوں کو اپنے ادنیٰ ہونے کا خیال بھی نہ آئے گا بلکہ اوپر والوں کو دیکھ کر ایسی خوشی ہوگی جو نا قابل بیان ہے یعنی نیچے والے طبقے کے جنتی اپنے اوپر والی منزل کے جنتیوں کو اس طرح دیکھیں گے گویا کہ وہ چمکدار ستارہ ہے جو ڈوبنے کے قریب ہے یا اس سے اس کی بلندی کی طرف اشارہ ہے یا اس کے فرق مراتب میں زیادہ چمک والا ہونا مراد ہے۔

غابر: یہ ''غبور'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں باقی رہنا، ٹھہرنا اور ایک روایت میں غابر بھی ہے جس کے معنی نشیبی پست جگہ کے ہیں۔ باقی حدیث میں اہل جنت کے فرق مراتب کا ذکر ہے کہ اہل جنت کو ان کے اعمال کے بقدر مختلف درجات عطا کئے جائیں گے بعض اہل جنت اعلیٰ مرتبہ کے اور بعض درمیانی مرتبہ کے اور بعض ادنیٰ مرتبہ کے ہوں گے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُودِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ أَلَا يَتْبَعُ كُلُّ إِنْسَانٍ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَهُ فَيُمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِيبِ صَلِيبُهُ وَلِصَاحِبِ التَّصَاوِيرِ تَصَاوِيرُهُ وَلِصَاحِبِ النَّارِ نَارُهُ فَيَتْبَعُونَ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ وَيَبْقَى الْمُسْلِمُونَ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ أَلَا تَتَّبِعُونَ النَّاسَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ وَنَعُوذُ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، علاء بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کرے گا پھر ان کی طرف دیکھ کر فرمائے گا کہ ہر شخص اپنے معبود کے ساتھ کیوں نہیں آتا؟ چنانچہ صلیب والوں کے لئے صلیب کی صورت بن جائے گی، بت پرستوں کے لئے بتوں کی تصاویر اور آتش پرستوں کے لئے آگ کی شکل بن جائے گی۔ پھر وہ تمام لوگ اپنے معبودوں کے پیچھے چل پڑیں گے۔ پھر مسلمان باقی رہ جائیں گے تو ان کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم لوگ ان کے پیچھے کیوں نہیں گئے۔ وہ عرض کریں گے اے رب ہم تجھ ہی سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ ہمارا رب تو اللہ

بِاللّٰهِ مِنْكَ اللّٰهُ رَبُّنَا هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرٰى رَبَّنَا وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ ثُمَّ يَتَوَارٰى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيَقُولُ أَلَا تَتَّبِعُونَ النَّاسَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَهٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرٰى رَبَّنَا وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ قَالُوا وَهَلْ نَرَاهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّكُمْ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ يَتَوَارٰى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُونِي فَيَقُومُ الْمُسْلِمُونَ وَيُوضَعُ الصِّرَاطُ فَيَمُرُّونَ عَلَيْهِ مِثْلَ جِيَادِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ وَقَوْلُهُمْ عَلَيْهِ سَلِّمْ سَلِّمْ وَيَبْقٰى أَهْلُ النَّارِ فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيهَا فَوْجٌ ثُمَّ يُقَالُ هَلِ امْتَلَأْتِ فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ثُمَّ يُطْرَحُ فِيهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ هَلِ امْتَلَأْتِ فَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتّٰى إِذَا أُوعِبُوا فِيهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ قَدَمَهُ فِيهَا وَأَزْوٰى بَعْضَهَا إِلٰى بَعْضٍ ثُمَّ قَالَ قَطْ قَالَتْ قَطْ قَطْ فَإِذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ أُتِيَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا فَيُوقَفُ عَلَى السُّورِ بَيْنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَطَّلِعُونَ خَائِفِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَطَّلِعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ يَرْجُونَ الشَّفَاعَةَ فَيُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَلِأَهْلِ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا فَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ قَدْ عَرَفْنَاهُ هُوَ الْمَوْتُ الَّذِي وُكِّلَ بِنَا فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذَبْحًا

ہے لہٰذا ہماری جگہ یہی ہے یہاں تک کہ ہم اپنے رب کو دیکھ لیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیں گے۔ انہیں ثابت قدم کریں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ چودھویں کا چاند دیکھتے ہوئے شک میں مبتلا ہوتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح عنقریب تم لوگ اپنے رب کو (یقین کامل) کے ساتھ دیکھو گے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ چھپیں گے اور پھر ظاہر ہو کر انہیں اپنے متعلق بتائیں گے اور فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں لہذا میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ سب مسلمان کھڑے ہو جائیں گے اور پل صراط رکھ دیا جائے گا۔ پھر اس پر سے ایک گروہ عمدہ گھوڑوں اور ایک (گروہ) عمدہ اونٹ کی طرح گزر جائے گا۔ وہ لوگ اس موقع پر یہ کہیں گے۔ سلم سلم یعنی سلامت رکھ، سلامت رکھ۔ پھر دوزخی باقی رہ جائیں گے چنانچہ ایک فوج اس میں ڈالی جائے گی اور پوچھا جائے گا کیا تو بھر گئی۔ وہ عرض کرے گی۔ کچھ اور ہے؟ پھر ایک اور فوج ڈال کر پوچھا جائے گا تو بھی اس کا یہی جواب ہوگا۔ یہاں تک کہ سب کے ڈالے جانے پر بھی یہی جواب دے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا جس سے وہ (یعنی جہنم) سمٹ جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ بس! وہ کہے گی بس، بس۔ پھر جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے تو موت کو کھینچ کر لایا جائے گا اور دونوں کے درمیان کی دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر اہل جنت کو بلایا جائے گا تو وہ لوگ ڈرتے ہوئے دیکھیں گے اور دوزخیوں کو پکارا جائے تو وہ خوش ہو کر دیکھیں گے کہ شاید شفاعت ہو لیکن ان سب سے پوچھا جائے کہ کیا تم لوگ اسے جانتے ہو۔ وہ سب کہیں گے جی ہاں! یہ موت ہے جو ہم پر مسلط تھی۔ چنانچہ اسے لٹایا جائے گا اور اسی دیوار پر ذبح کر دیا جائے گا۔

عَلَى السُّوْرِ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ۔

پھر کہا جائے گا اے جنت والو اب تم ہمیشہ جنت میں رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وَضَعَ الرَّحْمٰنُ قَدَمَهٗ: یہ صفات متشابہات میں سے ہے اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کما یلیق بشانہ اس میں تفصیلی وضاحت یا بحث ومباحثہ کرنا ٹھیک نہیں۔ جبکہ دوسرے بعض ائمہ کے ہاں اس میں تاویلات کی جاتی ہیں جیسے ید بمعنی قدرت وغیرہ۔ بہر حال اللہ عزوجل اعضاء وجوارح سے پاک ومنزہ ہیں۔ اب اس حدیث میں وضع الرحمن قدمہ سے کیا مراد ہے اس کی مختلف تاویلیں کی جاتی ہیں۔

اول: بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد اذلال النار ہے کہ جہنم چیختی دہکتی ہوگی تو اسے اللہ تبارک وتعالیٰ دبا دیں گے کسی متکبر والے کو دبا دینا اس کی ذلت ہوتی ہے گویا اسے پاؤں تلے روند دیا۔ اسی طرح اللہ پاک دوزخ کو دبا دیں گے۔

الثانی: یا اس سے مراد سب جہنمیوں کے داخل ہونے کی اطلاع ہے کہ جہنم میں جماعت در جماعت ڈالی جائیں گی۔ لیکن پھر بھی جہنم مزید کی طلب گار ہوگی پھر جب سب کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کا داروغہ کہے گا قط، قط بس، بس، گویا سب کے آجانے کو وضع قدم سے تعبیر کیا۔

الثالث: فاما النار فلا تمتلی: یا اس سے مراد یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ تم تمام دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو پھر بھی دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ دوزخ اور کا مطالبہ کرے گی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" (ق:۳۰) لیکن اللہ تعالیٰ دوزخ کا پیٹ بھرنے کیلئے یہ نہیں کرے گا کہ نئے لوگ پیدا کر کے اس میں ڈال دے بلکہ اپنا پاؤں دوزخ میں رکھے گا جس سے دوزخ سمٹ جائے گی اور اس کا پیٹ تنگ ہو جائے گا اور "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کا مطالبہ بند ہو جائیگا۔ اسکے برعکس جنت کو بھرنے کیلئے اللہ پاک نئی مخلوق پیدا کریگا جنہوں نے کبھی کوئی عمل نہیں کیا ہوگا اور وہ جنت کے مستحق نہیں ہونگے بس یہ رب کریم کی شان رحمت کا اظہار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت اعمال پر موقوف نہیں بلکہ بغیر عمل بھی جنت مل سکتی ہے جبکہ دوزخ گناہوں پر موقوف ہے۔

حدیث کی بقیہ شرح ترجمہ سے واضح ہے تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَرْفَعُهٗ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُذْبَحُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحًا لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حُزْنًا لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ

سفیان بن وکیع، وکیع، فضیل بن مرزوق، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو سیاہ وسفید رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لا کر جنت ودوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ اور پھر ذبح کر دیا جائے گا۔ وہ سب اسے دیکھ رہے ہوں گے۔ چنانچہ اگر کوئی خوشی سے مرتا تو جنت والے مر جاتے اور اگر کوئی غم سے مرتا تو دوزخی مر جاتے۔ یہ حدیث

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مِثْلُ هٰذَا مَا يُذْكَرُ فِيهِ أَمْرُ الرُّؤْيَةِ أَنَّ النَّاسَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ وَذِكْرُ الْقَدَمِ وَمَا أَشْبَهَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ وَالْمَذْهَبُ فِي هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْأَئِمَّةِ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيعٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّهُمْ رَوَوْا هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ وَقَالُوا تُرْوَى هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ وَنُؤْمِنُ بِهَا وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟ وَهٰذَا الَّذِي اخْتَارَهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَنْ يَرْوُوا هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ كَمَا جَاءَتْ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا تُفَسَّرُ وَلَا تُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ وَهٰذَا أَمْرُ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِي اخْتَارُوهُ وَذَهَبُوا إِلَيْهِ وَمَعْنَى قَوْلِهِ فِي الْحَدِيثِ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ يَعْنِي يَتَجَلَّى لَهُمْ

حسن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث منقول ہیں جن میں دیدار الٰہی کا ذکر ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے قدم اور اس جیسی دوسری باتوں کے بارے میں سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک اور وکیع وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ ان کا ذکر جائز ہے۔ وہ فرماتے ہیں ہم ان احادیث کو روایت کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ البتہ ان کی کیفیت کے بارے میں بات نہ کی جائے۔ محدثین نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے کہ ہم ان سب چیزوں پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح یہ مذکور ہیں۔ ان کی تفسیر نہیں کی جاتی نہ ہی وہم کیا جاتا ہے اور اسی طرح ان کی کیفیت بھی نہیں پوچھی جاتی اور یہ بات کہ وہ ان کو پہچان کرائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر اپنی تجلی ظاہر کرے گا۔

تشریح: أُتِيَ بِالْمَوْتِ: یعنی موت کو حاضر کیا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ "انه يؤتى به على صورة كبش املح ليتيقنوا غاية اليقين والعرفان" یعنی موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا جو املح (سفید اور کالا) ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا چنانچہ جنتی اور دوزخی ذبح شدہ مینڈھے کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ اب موت نہیں آئے گی۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں لانے کی حکمت یہ ہے کہ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں مینڈھے کو ذبح کیا گیا تھا اس لئے اسکی مناسبت سے یہاں بھی مینڈھے کی شکل دی جائے گی۔ باقی مینڈھے کی شکل املح اہل جنت اور اہل دوزخ کی مشابہت کی وجہ سے ہوگی کہ دوزخ والے کوئلے کی طرح کالے جبکہ جنت والے سفید اور نورانی ہوں گے۔ (التعلیق الصبیح ج۶ ص ۳۴۵)

بَابُ مَا جَاءَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عمرو بن عاصم، حماد بن سلمة، حمید و ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت تکلیفوں اور مشقتوں کے ساتھ گھیری گئی ہے جبکہ دوزخ کا احاطہ کیا گیا ہے شہوات کے

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ساتھ ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب اور صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيْلَ إِلَى الْجَنَّةِ فَقَالَ انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا قَالَ فَجَائَهَا وَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا قَالَ فَرَجَعَ إِلَيْهِ قَالَ فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا قَالَ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ قَالَ اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَيْهَا فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوکریب، عبدۃ بن سلیمان، محمد بن عمرو، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ بنائی تو جبرائیل علیہ السلام کو جنت اور اس میں موجود چیزیں دیکھنے کے لئے بھیجا۔ وہ گئے اور دیکھ کر واپس لوٹے اور عرض کیا اے اللہ تیری عزت کی قسم جو بھی اس کے متعلق سنے گا اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کو تکلیفوں سے گھیرنے کا حکم دیا اور دوبارہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ وہ دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا اے اللہ تیری عزت کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ اب دوزخ اور اس میں موجود عذاب کو دیکھو۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے پر چڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ واپس آئے اور عرض کیا اے اللہ تیری عزت کی قسم! اس کا حال سننے کے بعد کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوات سے گھیرنے کا حکم دیا اور دوبارہ جبرائیل کو بھیجا۔ اس مرتبہ وہ لوٹے اور عرض کیا اے اللہ تیری عزت کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے کوئی شخص نجات نہ پا سکے گا اور اس (یعنی جہنم) میں داخل ہو جائے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ: کہ جنت گھیری گئی ہے مکارہ کے ساتھ اور جہنم گھیری گئی ہے شہوات کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح جنت و دوزخ کی حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے اس طرح ان تک پہنچنے کے اسباب میں بھی بہت بڑا فرق ہے کہ دوزخ خود خطرناک ہے مگر دوزخ کے راستے میں بناوٹی باغات و پھول ہیں دنیا کے گناہ، بدکاریاں بظاہر خوشنما لگتے ہیں مگر ہیں تو دوزخ کے راستے ہی اسی طرح جنت بہت پھل دار باغ ہے مگر جنت کا راستہ بہت دشوار اور خار دار ہے۔ نماز، روزہ، حج، عبادات، جہاد، شہادت یہ سب جنت کے راستے ہیں اسی طرح طاعات پر دوام اور نفسانی خواہشات سے بچنا مشقت کی چیزیں ہیں نیز ''مکارہ'' سے مراد عبادات کی ادائیگی پر آنے والی مشقتیں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي احْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ الْجَنَّةُ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِينُ وَقَالَتِ النَّارُ يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ فَقَالَ لِلنَّارِ أَنْتِ عَذَابِي أَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ شِئْتُ وَقَالَ لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ شِئْتُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوکریب، عبدۃ بن سلیمان، محمد بن عمرو، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ نے جھگڑا (مکالمہ، تکرار) کیا تو جنت نے کہا مجھ میں ضعفاء اور مساکین داخل ہوں گے۔ دوزخ نے کہا مجھ میں ظالم اور متکبر داخل ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا تم میرا عذاب ہو میں جس سے انتقام لینا چاہتا ہوں تمہارے ذریعے سے لیتا ہوں۔ پھر جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں تمہارے ذریعے جس پر چاہتا ہوں رحم کرتا ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ: یعنی جنت و دوزخ کا آپس میں جھگڑا (مکالمہ) بزبان حال ہوا یا بزبان قال۔ دوزخ کہنے لگی کہ اے جنت میں تجھ سے بہتر ہوں اسلئے کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار بادشاہ، وزراء، مالدار لوگ رہیں گے جبکہ تجھ میں کمزور اور مسکین لوگ رہیں گے نیز واضح رہے کہ کمزور لوگوں سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ ہیں جن کو معاشرہ میں لوگ معتبر نہ سمجھیں اور ان کی طرف التفات نہ کریں تو جنت نے اللہ پاک سے عرض کیا کہ مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ کیوں آئینگے تو اللہ پاک نے جنت کی دلجوئی کیلئے ارشاد فرمایا کہ تو میری رحمت کا مظہر ہے اور اے جنت جن لوگوں کو تو کمزور سمجھتی ہے وہ کمزور نہیں بلکہ وہ میرے رحم وکرم کا مرکز ہیں اور اونچے درجے والے ہیں اور پھر اللہ پاک نے جہنم سے فرمایا کہ تو میرے غضب کا مظہر ہے اے جہنم تجھ میں داخل ہونے والے اپنی بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں کی وجہ سے داخل ہونگے لہٰذا تم دونوں میری صفات کا مظہر ہو کہ عدل بھی میری صفت اور فضل بھی میری صفت ہے اسی طرح رحمت بھی میری صفت اور غضب بھی میری صفت لہٰذا جہنم میرے وصف عدل اور وصف غضب کا مظہر اور جنت میرے وصف فضل و وصف رحمت کا مظہر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ مَا لِأَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْكَرَامَةِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْنَى أَهْلِ

سوید بن نصر، ابن مبارک، رشدین بن سعد، عمرو بن حارث، دراج، ابوہیثم، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ادنی جنتی وہ ہے جس کے اسی ہزار خادم اور

الْجَنَّةِ الَّذِي لَهُ ثَمَانُونَ أَلْفَ خَادِمٍ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ زَوْجَةً وَتُنْصَبُ لَهُ قُبَّةٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ وَيَاقُوتٍ كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ إِلَى صَنْعَاءَ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ يُرَدُّونَ بَنِي ثَلَاثِينَ فِي الْجَنَّةِ لَا يَزِيدُونَ عَلَيْهَا أَبَدًا وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيجَانَ إِنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا لَتُضِيءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ

بہتر بیویاں ہوں گی۔ اس کے لئے موتی، یاقوت اور زمرد سے اتنا بڑا خیمہ نصب کیا جائے گا جتنا کہ صنعاء اور جابیہ کے درمیان فاصلہ ہے۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل جنت میں سے ہر شخص کی عمر تیس سال کر دی جائے گی۔ خواہ موت کے وقت وہ اس سے زیادہ کا ہو یا کم کا۔ یہی حال دوزخیوں کا بھی ہوگا۔ پھر اسی سند سے منقول ہے کہ ان کے (یعنی جنتیوں کے) سروں پر ایسے تاج ہوں گے جن کا ادنی سے ادنی موتی بھی مشرق ومغرب کو روشن کر دے گا۔ یہ حدیث غریب ہے اسے صرف رشدین بن سعد کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ماقبل میں گزرا کہ جنتیوں کی عمریں تیس یا تینتیس سال ہونگی اسی طرح جہنمیوں کی عمریں بھی تیس یا تینتیس سال ہونگی انکی تیس سال عمر مقرر کرنا شاید اس وجہ سے ہو کہ جو مستحق چین وراحت ہوں انہیں کامل راحت نصیب ہو سکے اور جو مستحق عذاب ہوں انہیں کامل عذاب ملے لہٰذا جس طرح اہل جنت اپنی اس عمر کیساتھ راحت وچین کیساتھ پورا سکھ اٹھاتے رہیں گے اسی طرح اہل دوزخ دار البوار میں ہمیشہ ہمیشہ اپنی بھرپور عمر کیساتھ عذاب وسختی کا پورا دکھ جھیلتے اور عذاب کا مزا چکھتے رہیں گے۔

سوال: اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ چھوٹے بچے تیس سال کی عمر کو لوٹائے جائیں گے جبکہ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں صغارھم دعا میص الجنة وہ جنت کے کیڑے ہوں گے یعنی بے روک وٹوک جنت میں آتے جاتے رہیں گے تو دونوں احادیث میں تعارض ہے۔ **جواب اول:** یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی رشدین ضعیف راوی ہے۔

جواب ثانی: یا یہ بچے جنت کی مخلوق ہیں اور صغارھم میں یہ اضافت ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ابوبکر محمد بن بشار، معاذ بن ہشام، ہشام، عامر احول، ابوصدیق ناجی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مؤمن جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو صرف ایک گھڑی میں حمل، پیدائش اور اس کی عمر اس جنتی کی خواہش کے مطابق ہو جائے گی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم

وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي الْجَنَّةِ جِمَاعٌ وَلَا يَكُونُ وَلَدٌ هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ طَاوُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَقَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِي وَلٰكِنْ لَا يَشْتَهِي قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُونُ لَهُمْ فِيهَا وَلَدٌ وَأَبُو الصِّدِّيقِ النَّاجِيُّ اسْمُهُ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ

کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جنت میں صرف جماع ہوگا اولاد نہیں۔ طاؤس، مجاہد اور ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا۔ امام بخاری، اسحاق بن ابراہیم کے حوالے سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو ایک گھڑی میں وہ جس طرح چاہے گا ہو جائے گا۔ لیکن وہ اولاد کی خواہش نہیں کرے گا۔ پھر امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابورزین بن عقیلی سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔ ابوصدیق ناجی کا نام بکر بن عمرو ہے۔ انہیں بکر بن قیس بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح: سند پر کلام: جنت میں اولاد ہونے نہ ہونے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔
بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جنت میں صحبت تو ہوگی لیکن اولاد نہیں ہوگی یہ قول طاؤس مجاہد، ابراہیم نخعی کا ہے امام بخاریؒ کا قول ہے کہ حضرت امام اسحاق نے اس حدیث کے بارے میں کہا کہ اولاد تو ایک لمحہ میں ہو جائے گی مگر مؤمن اولاد چاہے گا نہیں۔
مزید تشریح اس کے ترجمہ سے واضح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ الْحُورِ الْعِينِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُورِ الْعِينِ يَرْفَعْنَ بِأَصْوَاتٍ لَمْ يَسْمَعِ الْخَلَائِقُ مِثْلَهَا يَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ غَرِيبٌ

ہناد واحمد بن منیع، ابومعاویۃ، عبدالرحمن بن اسحاق، نعمان بن سعد، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں حوریں جمع ہوتی ہیں اور اپنی ایسی آواز بلند کرتی ہیں کہ مخلوق نے کبھی ویسی آواز نہیں سنی اور وہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ ہم ناز ونعم میں رہنے والی ہیں کبھی کسی چیز کی محتاج نہیں ہوتیں۔ ہم اپنے شوہروں سے راضی رہنے والیاں ہیں کبھی ان سے ناراض نہیں ہوتیں۔ خوش بخت ہے وہ جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ، ابوسعید اور انس سے بھی روایت ہے۔ حدیث علی غریب ہے۔

تشریح: الْحُوْرِ: الحورا کی جمع ہے اس کا معنی ہے خوبصورت عورت۔ الْعِينِ عيناه کی جمع ہے اس کا معنی ہے بڑی آنکھوں والی الْحُوْرِ الْعِيْنِ: جنت کی عورتوں کا لقب ہے اور اردو میں صرف حور کہتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرِ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ، ثُمَّ تُشَقَّقُ الْأَنْهَارُ بَعْدُ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَحَكِيْمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هُوَ وَالِدُ بَهْزٍ

محمد بن بشار، یزید بن ہارون، جریری، حکیم بن معاویۃ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کے سمندر ہیں پھر ان میں سے نہریں نکل رہی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حکیم بن معاویہ بہز کے والد ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں جن نہروں اور دریاؤں کے چشمے کا ذکر کیا گیا ہے ان کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے ”فيها انهار من ماء غير اٰسن وانهار من لبن لم يتغير طعمه، وانهار من خمر لذة للشربين وانهار من عسل مصفى“ بعض حضرات نے کہا ہے کہ حدیث الباب میں جن دریاؤں کا ذکر ہے وہ دراصل وہی نہریں ہیں جن کو قرآن کی مذکورہ آیت میں نہر ہی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ فرق صرف یہی ہے کہ حدیث میں ان کو دریا سے تعبیر کیا اور قرآن نے ان کو نہر سے تعبیر کیا یا حدیث الباب سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی نہریں ہیں جو دریاؤں سے نکل کر خیموں کی طرف جاری ہوں گی اور محلات کے نیچے بہیں گی۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ هٰكَذَا رَوٰى يُونُسُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَوْلُهُ

ہناد، ابوالاحوص، ابواسحاق، برید بن ابی مریم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگی۔ جنت اس کے لئے دعا کرنے لگتی ہے کہ اے اللہ اسے جنت میں داخل کر دے اور جو شخص تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگے۔ دوزخ اس کے لئے دعا کرتی ہے کہ اے اللہ اسے دوزخ سے پناہ دے۔ یہ حدیث یونس نے بھی ابواسحاق سے اسی طرح نقل کی ہے۔ وہ انس سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں جبکہ ابواسحاق سے برید بن ابی مریم کے حوالے سے حضرت انس سے موقوفاً نقل کرتے ہیں۔

تشریح: سند پر کلام: یہ حدیث ابوالاحوص کی ہے ان کے متابع یونس ہیں وہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں اور ابواسحاق کے

کچھ دوسرے شاگرد حدیث کو مرفوع نہیں کرتے بلکہ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ أُرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَغْبِطُهُمُ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ رَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَرَجُلٌ يَؤُمُّ قَوْمًا وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ وَعَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَيْرٍ وَيُقَالُ ابْنُ قَيْسٍ

ابوکریب، وکیع، سفیان، ابوالیقظان، زاذان، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کے دن کا بھی تذکرہ کیا) ان پر پہلے اور بعد والے سب رشک کر رہے ہوں گے۔ (1) مؤذن جو پانچوں نمازوں کے لئے اذان دیتا ہے۔ (2) امام جس سے اس کے مقتدی راضی ہوں (3) ایسا غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف سفیان ثوری کی روایت سے جانتے ہیں۔ ابویقظان کا نام عثمان بن عمیر ہے انہیں ابن قیس بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ابواب البر و الصلة باب ما جاء فی فضل المملوك الصالح کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ يَرْفَعُهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا قَالَ أُرَاهُ مِنْ شِمَالِهِ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَالصَّحِيحُ مَا رَوَى شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيرُ الْغَلَطِ

ابوکریب، یحییٰ بن آدم، ابوبکر بن عیاش، اعمش، منصور، ربعی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے محبت رکھتا ہے۔ (1) جو شخص رات کو کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھے۔ (2) ایسا شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے چھپا کر صدقہ وخیرات کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے (کہ یہ بھی فرمایا کہ) اور بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ (3) وہ شخص جس نے اپنے لشکر کے ساتھیوں کے شکست کھانے کے بعد دشمن کا اکیلے مقابلہ کیا۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس سند سے غیر محفوظ ہے۔ صحیح روایت وہ ہے جو شعبہ وغیرہ منصور سے وہ ربعی بن حراش سے وہ زید بن ظبیان سے وہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اور ابوبکر بن عیاش بہت غلطیاں کرتے ہیں۔

تشریح: سند پر کلام: اس حدیث کی سند صحیح نہیں بلکہ صحیح سند امام شعبہ کی ہے جو آگے آرہی ہے اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن عیاش ہے جو کثیر الخطا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں امام شعبہ اعلیٰ درجہ کے راوی ہیں اور ان کے متابع بھی ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ يَحْسِرُ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

ابوسعید اشج، عقبہ بن خالد، عبیداللہ بن عمر، خبیب بن عبدالرحمن، ان کے دادا حفص بن عاصم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عنقریب دریائے فرات ایک سونے کے خزانے کو منکشف کرے گا۔ تم میں سے جو اس وقت موجود ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوسعید اشج، عقبہ بن خالد، عبیداللہ بن عمر، ابی زناد، اعرج، ابوہریرہؓ سے وہ عبیداللہ بن عمر سے وہ ابوزناد سے وہ اعرج سے وہ ابوہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل حدیث نقل کرتے ہیں۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ عنقریب (دریائے فرات سے) ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ ایک خزانہ ظاہر ہوگا جس کے حصول کے لئے لڑائی ہوگی اور پھر سو میں سے ایک زندہ رہے گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لینے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث ابواب صفۃ الجنۃ میں اس لئے لائے ہیں کہ اس مال میں سے نہ لینا جنت جانے کا سبب ہے اور یہ حدیث ابواب الفتن میں ہونی چاہیے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللهُ فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمُ اللهُ فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللهُ وَالَّذِي أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کرتے ہیں کہ تین شخصوں سے اللہ رب العزت محبت اور تین سے بغض رکھتے ہیں۔ جن سے محبت کرتے ہیں ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور ان سے اللہ کے لئے کچھ مانگتا ہے۔ نہ کہ قرابت داری کے لئے جو اس شخص اور اس قوم کے درمیان ہوتی ہے لیکن وہ لوگ اسے کچھ نہیں دیتے۔ پھر انہی میں سے کوئی شخص الگ جا کر اسے اس طریقے سے دیتا ہے کہ اللہ اور اس سائل کے علاوہ اسے کوئی شخص نہیں جانتا۔ وہ دینے والا شخص اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ رات کو چلتا ہے یہاں تک کہ انہیں نیند کے مقابلے کی تمام چیزوں میں نیند پیاری ہو

لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ فَوَضَعُوا رُءُوسَهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتْلُو آيَاتِي وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوا وَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللهُ الشَّيْخُ الزَّانِي وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُومُ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا رَوَى شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَ هٰذَا وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ

جاتی ہے اور وہ لوگ سر رکھ کر سو جاتے ہیں لیکن وہ شخص کھڑا ہو کر اللہ کے حضور گڑ گڑاتا ہے اور اس کی کتاب (قرآن) کی آیات کی تلاوت کرنے لگتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی لشکر میں ہوتا ہے اور اس لشکر کو دشمن کے مقابلے میں شکست ہو جاتی ہے لیکن وہ شخص سینہ سپر ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ تاکہ یا تو قتل ہو جائے یا پھر فتح کر کے لوٹے (یہ تھے تین جن سے اللہ محبت کرتا ہے) اب ان تین کا تذکرہ آتا ہے جن سے اللہ نفرت کرتا ہے وہ یہ ہیں بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور ظالم غنی۔ محمود بن غیلان، نضر بن شمیل سے اور وہ شعبہ سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ شیبان بھی منصور سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ یہ روایت ابوبکر بن عیاش کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: حدیث کی شرح ترجمہ سے واضح ہے اس کی سند پر بحث کی جاتی ہے۔

سند پر کلام: یہ روایت منصور کے شاگرد شعبہ کی ہے اور ماقبل میں جو حدیث گزری ہے وہ منصور کے شاگرد اعمش کی تھی جس کو ان سے ابوبکر بن عیاش روایت کرتے تھے وہ سند صحیح نہیں تھی البتہ یہ سند صحیح ہے۔

أَبْوَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ

عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہاں سے امام ترمذیؒ جہنم کے ابواب نقل کر رہے ہیں جنت اور دوزخ کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے جہنم کا ذکر قرآن پاک میں ان الفاظ سے آیا ہے وان جهنم لموعدهم اجمعين ، لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم۔

دوزخ کے چند طبقات: ابن جریج نے کہا کہ اس کے کل سات طبقات ہیں جو ترتیب سے بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلا درجہ جہنم کا ہے اس میں عصاۃ مؤمنین ڈالے جائیں گے۔ دوسرا درجہ: لظی اس میں یہود ڈالے جائیں گے۔ تیسرا درجہ حطمۃ: اس میں نصاریٰ کو ڈالا جائے گا۔ چوتھا درجہ: سعیر کا ہے اس میں صابی بے دین ڈالے جائیں گے۔ پانچواں درجہ: سقر کا ہے اس میں مجوسی ڈالے جائیں گے۔ چھٹا درجہ: جحیم کا ہے اس میں مشرکین ڈالے جائیں گے۔ ساتواں درجہ: ھاویہ ہے اس میں منافقین کو ڈالا جائے گا۔ ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار، الاية۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ الْكَاهِلِيِّ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالثَّوْرِيُّ لَا يَرْفَعُهُ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عمر بن حفص بن غیاث، ان کے والد، علاء بن خالد کاہلی، شقیق، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس دن جہنم کو اس طرح لایا جائے کہ اس کی ستر ہزار لگام میں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔ عبداللہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ثوری ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع نہیں کرتے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

عبد بن حمید، عبدالملک بن عمر، ابو عامر عقدی سفیان سے وہ علاء بن خالد سے اسی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں مگر یہ مرفوع بیان نہیں کرتے۔

تشریح: اس حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ جہنم کو قیامت کے دن ستر ہزار لگاموں کے ساتھ میدان حشر میں لایا جائے گا ہر ایک لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچیں گے اور اس حدیث میں جہنم کو محشر سے قریب لانے کی صورت بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث کو علاء کے شاگرد حفص بن غیاث نے مرفوع ذکر کیا ہے مگر ثوری مرفوع نہیں ذکر کرتے وہ اس کو حضرت ابن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُولُ إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ وَبِالْمُصَوِّرِينَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

عبداللہ بن معاویہ جمحی، عبدالعزیز بن مسلم، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین آدمیوں کو نگلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (1) سرکش ظالم کو (2) مشرک کو (3) تصویریں بنانے والے کو (مصور) یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: جہنم سے نمودار ہونے والی یہ گردن تین اشخاص پر اس طرح مسلط کردی جائیگی کہ وہ ان کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دے یا اسلئے مسلط کی جائیگی کہ وہ ان تین شخصوں کو میدان قیامت میں رسوا کرے ''الجبار'' کے معنی ہیں سرکش، مغرور ومتکبر ''عنید'' کہا جاتا ہے تکبر کرنا، حد سے زیادہ سرکش اور نافرمان ہونا اور تصویر کشی کرنیوالے کا ذکر ابواب اللباس کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلَى مِنْبَرِنَا هَذَا مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيمَةَ لَتُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا مَا تُفْضِي إِلَى قَرَارِهَا قَالَ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ أَكْثِرُوا ذِكْرَ النَّارِ فَإِنَّ حَرَّهَا شَدِيدٌ وَإِنَّ قَعْرَهَا بَعِيدٌ وَإِنَّ مَقَامِعَهَا حَدِيدٌ لَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا مِنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ وَإِنَّمَا قَدِمَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِي زَمَنِ عُمَرَ وَوُلِدَ الْحَسَنُ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ

عبد بن حمید، حسین بن علی جعفی، فضیل بن عیاض، ہشام بن حسان، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے ہمارے اس منبر یعنی بصرہ کے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر جہنم کے کنارے سے ایک بڑا پتھر پھینکا جائے اور ستر برس تک نیچے گرتا رہے تب بھی وہ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ پھر عقبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا کہ جہنم کو بکثرت یاد کرو اس لئے کہ اس کی گرمی بہت شدید، اس کی گہرائی انتہائی بعید اس کے کوڑے حدید (لوہے) کے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں کہ حسن نے عتبہ بن غزوان سے کوئی حدیث سنی ہو کیونکہ وہ بصرہ، حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں آئے تھے اور حسن، حضرت عمر کی خلافت ختم ہونے سے صرف دو سال پہلے پیدا ہوئے۔

تشریح: الشفیر: گوشہ، کونہ هوی نهوی هویًا: اوپر سے نیچے گرنا قرآن مجید میں ہے والنجم اذا ھَوٰی القران: آخری تہ۔ القعر: گہرائی المقامع: لوہے یا لکڑی کا مڑا ہوا ڈنڈا جیسا کہ اس آیت میں ہے ولھم مقامع من حدید حاصل حدیث الباب کا یہ ہے کہ جہنم اتنی گہری ہے کہ آگ جہنم کی منڈیر پر سے ایک بڑا پتھر گرے تو اُسے جہنم کی تہہ تک پہنچتے ہوئے ستر سال لگ جائیں گے۔

سند پر کلام: یہ دونوں حدیثیں حضرت حسن بصریؒ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں مگر حضرت حسن کا حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع نہیں حضرت عتبہؓ دور فاروقی میں بصرہ تشریف لائے انہوں نے تو بصرہ کو آباد کیا اور حضرت حسن کی ولادت جب دور فاروقی کے آخری دو سال رہ گئے تھے اس وقت ہوئی۔ اس وجہ سے یہ دونوں روایتیں منقطع ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّعُودُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَتَصَعَّدُ فِيهِ الْكَافِرُ سَبْعِينَ خَرِيفًا وَيَهْوِي فِيهِ كَذٰلِكَ أَبَدًا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

عبد بن حمید، حسن بن موسیٰ، ابن لہیعۃ، دراج، ابوالہیثم، حضرت ابوسعید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک آگ کا پہاڑ ہے جس کا نام صعود ہے۔ کافر اس پر ستر سال میں چڑھے گا اور پھر اتنی ہی مدت میں نیچے گرتا رہے گا۔ اور ہمیشہ اسی عذاب میں رہے گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں۔

تشریح: الصَّعُودُ: جہنم میں ایک پہاڑی کا نام ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "سارھقه صعودًا" (المدثر ۱۷) اس پہاڑ کی چوٹی پر کافر چڑھتے ہوئے ستر برس لگیں گے اسی طرح جہنم کی تہہ میں گرتے ہوئے ستر برس لگیں گے۔ اور برابر یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: یہ حدیث غریب ہے اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي جَدِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ وَصَالِحٌ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِثْلُ أُحُدٍ وَفَخِذُهُ مِثْلُ الْبَيْضَاءِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ مِثْلَ الرَّبَذَةِ قَوْلُهُ مِثْلُ الرَّبَذَةِ كَمَا بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَالرَّبَذَةِ وَالْبَيْضَاءُ جَبَلٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

علی بن حجر، محمد بن عمار، ان کے دادا، محمد بن عمار صالح مولیٰ توائمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافر کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح، اس کی ران بیضاء پہاڑ کی طرح اور اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن تک کی مسافت ہوگی مثل الذبذۃ یعنی مدینہ اور ربذہ کے درمیان کے فاصلے کے برابر ہے جبکہ بیضاء ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ

ابوکریب، مصعب بن مقدام، فضیل بن غزوان، ابوحازم حضرت

عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَأَبُو حَازِمٍ هُوَ الْأَشْجَعِيُّ وَاسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ یہ حدیث حسن ہے اور ابوحازم، اشجعی ہیں ان کا نام سلمان ہے اور یہ عزہ اشجعیہ کے مولیٰ ہیں۔

تشریح: مِثْلُ أُحُدٍ: دوزخ میں اللہ تعالیٰ انسانی اجسام کو بڑا کردیں گے تاکہ زیادہ سے زیادہ عذاب چکھ سکیں ایک جہنمی کا جسم اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دونوں کندھوں کے برابر کا فاصلہ تین دن تیز رفتار چلنے والے مسافر کی طرح ہوگا اور اس کا ایک دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جسم کی کھال تین دن کی مسافت کے برابر موٹی ہوگی۔ سوال: اس روایت میں جہنمیوں کے موٹاپے کا ذکر ہے جبکہ ایک روایت میں ہے کہ متکبرین کو میدان محشر میں اس طور پر لایا جائے گا کہ ان کے جسم تو چیونٹیوں کے برابر ہوں گے۔

جواب: ابتداءً میدان محشر میں ان کو چیونٹیوں کے بقدر ذلیل کر کے لایا جائے گا بعد میں دوزخ میں پہنچ کر ان کے اجسام موٹے ہوجائیں گے نیز جسم کی موٹائی کفار کے لئے ہوگی گنہگار مومنوں کے لئے نہیں ہوگی۔

سند پر کلام: اس حدیث میں ایک راوی محمد بن عمار بن حفص قرظی مدنی اپنے نانا (محمد بن عمار بن سعد قرظی) سے روایت کرتے ہیں یہ راوی لا بأس بہ کے درجہ میں ہیں البتہ ان کے نانا ثقہ ہیں مگر ان کے استاد صالح مولی التوأمہ ہیں غیر صالح ہے وہ صدوق تھے مگر ان کو اختلاط کا عارضہ پیش آگیا تھا اس لئے امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی صرف تحسین کی ہے حدیث صحیح نہیں کہا۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں مصعب بن مقدام ہے جو صرف صدوق ہیں اور وہ حدیث میں غلطیاں بھی کرتے تھے اس لئے امام ترمذیؒ نے دوسری حدیث کی بھی صرف تحسین کی ہے اس لئے فی نفسہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْمُخَارِقِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُ النَّاسُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَالْفَضْلُ بْنُ يَزِيدَ كُوفِيٌّ قَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ وَأَبُو الْمُخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ

ہناد، علی بن مسہر، فضل بن یزید، ابومخارق، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کافر اپنی زبان کو ایک یا دو فرسخ تک گھسیٹے گا لوگ اسے (اپنے پاؤں تلے) روندیں گے۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ فضل بن یزید کوفی سے کئی آئمہ احادیث نقل کرتے ہیں اور ابومخارق غیر مشہور ہیں۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں کافر کتے کی طرح ہانپے گا ہانپنا اس طرح ہوگا کہ کافر کی زبان تین میل باہر لٹک جائے گی اور دوزخی لوگ بھاگتے دوڑتے ہوئے ان کی زبان کو روندیں گے مقصود اس سے کافر کی ذلت مراد ہے۔

حدیث میں ایک فرسخ اور دو فرسخ کا ذکر ہے ایک فرسخ اٹھارہ ہزار فٹ کا ہوتا ہے۔

سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں ایک راوی فضل بن یزید ہے اگرچہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس کا استاد ابوالمخارق مجہول ہے بعض

حضرات نے کہا کہ یہ راوی ابوالمخارق نہیں ہے بلکہ ابوالعجلان محاربی ہے اور وہ مقبول راوی ہے اور منذری نے یہ روایت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ابن عمرؓ سے روایت نہیں کی۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ ذِرَاعًا وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ وَإِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

عباس بن محمد دوری، عبید اللہ بن موسی، شیبان، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کافر کی کھال کی موٹائی بیالیس گز ہے۔ اس کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر اور اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان فاصلے جتنی ہے۔ یہ حدیث اعمش کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: ایک روایت میں بیالیس ہاتھ کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایات میں تین دن کی مسافت کا ذکر ہے اور بعض روایات میں مکہ اور مدینہ کے درمیان فاصلہ کا ذکر ہے ان تمام روایتوں میں مطابقت اس طرح سے ہے کہ یہ جہنمیوں کی تفاوت اور اختلاف احوال کی وجہ سے ہے کہ بعض دوزخیوں کا قد تین دن مسافت کے بقدر بڑھا دیا جائے گا اور بعض دوزخیوں کا قد مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافت کے بقدر اور بعض دوزخیوں کا چالیس ہاتھ کے بقدر بڑھا دیا جائے گا یا جو کافر سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا اس کو بڑا جسم عطا کیا جائے گا اور جو کافر اس سے کم عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس کو اس کی مناسبت سے کم جسم دیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ كَالْمُهْلِ قَالَ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلَى وَجْهِهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَرِشْدِينُ قَدْ تُكُلِّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

ابوکریب، رشدین، سعد، عمرو بن حارث، دراج، ابوالہیثم، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے کالمھل کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگی اور جب دوزخی (اسے پینے کے لئے) پس جب اس کو منہ کے قریب لے جائے گا تو اس کے منہ کی کھال اس میں گر پڑے گی۔ اس حدیث کو ہم صرف رشدین بن سعد کی روایت سے جانتے ہیں اور ان کے حافظے پر اعتراض کیا گیا ہے۔

تشریح: كَعَكَرِ: تلچھٹ الزَّيْتِ: روغن زیتون الفَرْوَةُ: بال دار چمڑا

كَالْمُهْلِ: اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ'' (الکہف:۲۹) میں ہے۔ الحاصل وہ ایسی تلچھٹ ہوگی جس کو دوزخی پینے کیلئے منہ کے قریب کریں گے کہ وہ تلچھٹ منہ کو بھون ڈالے گا

اور منہ کی کھال اس میں پڑ جائے گی کہ نیچے والا ہونٹ لٹکنے کی وجہ سے نیچے ناف تک چلا جائے گا اور اوپر والا ہونٹ سکڑنے کی وجہ سے اوپر سر کے درمیان تک چلا جائیگا۔ **سند پر کلام:** اس حدیث میں ایک راوی رشدین بن سعد ضعیف راوی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيمُ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ فَيَسْلِتُ مَا فِي جَوْفِهِ حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ وَابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُجَيْرَةَ الْمِصْرِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

سوید بن نصر، ابن مبارک، سعید بن یزید، ابوالسمح، ابوحجیرہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (کالمہل) گرم پانی ان (دوزخیوں) کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتے کرتے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو اس کے پیٹ میں ہیں اور وہ اس کے پیروں کے راستے سے باہر نکل جائیگا یہی الصھر (گل جانا ہے) اور پھر ویسے ہی ہو جائے گا جیسے پہلے تھا۔ ابن حجیرہ کا نام عبدالرحمن بن حجیرہ مصری ہے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: حَمِیمٌ: کھولتا ہوا گرم پانی نَفَذَ، نَفُوْذًا: آر پار ہونا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا خلص: پہنچنا

فَیَسْلِتُ، سلتًا: کسی چیز کے اندر کا سب کچھ نکال لینا، صاف کر دینا یَمْرُقَ: تیزی کے ساتھ دوسری طرف نکل جانا، آر پار ہو جانا

الصَّھْرُ: ''صہر'' کے معنی پگھلنے کے ہیں جیسا کہ قرآن پاک کی آیت میں ہے ''یصب من فوق رؤسهم الحمیم یصهر به مافی بطونهم والجلود'' الآیة (الحج:۲۰) اسکے پینے سے جو کچھ اسکے پیٹ میں ہوگا وہ پاخانہ کے راستے نکل جائیگا۔

ثم یعاد کما کان: پھر دوبارہ وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ دوزخیوں کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل عذاب کے طور پر مسلسل باقی رکھا جائے گا یعنی عذاب کے بعد وہ چیزیں پیٹ میں دوبارہ نئی بنادی جائیں گی۔ ثم یعاد: ''ای مافی جوفه کما کان لقوله علیه تعالیٰ ''کلما نضجت جلودهم بدلنٰهم جلودا غیرها لیذوقوا العذاب'' (النساء:۵۶)

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ قَالَ يُقَرَّبُ إِلَى فِيهِ فَيَكْرَهُهُ فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، صفوان بن عمرو، عبیداللہ بن بسر، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ" (ترجمہ۔ اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ (یعنی جہنمی) گھونٹ گھونٹ پیئے گا) کے بارے میں فرمایا جب اسے اس کے منہ کے نزدیک کیا جائے گا تو وہ اسے ناپسند کرے گا۔ جب اور قریب کیا جائے گا تو اس کا منہ اس سے بھن جائے گا اور اس کے سر کی کھال اس میں گر پڑے گی اور جب وہ

أَمْعَائَهُمْ وَيَقُولُ وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ هٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ وَلَا يُعْرَفُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ إِلَّا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَقَدْ رَوَى صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ لَهُ أَخٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُخْتُهُ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ لَعَلَّ أَنْ يَكُونَ أَخَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ

اسے پئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کر دبر سے نکل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا۔ انہیں (یعنی جہنمیوں کو) گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا۔ پھر فرمایا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا۔ یعنی اگر وہ لوگ فریاد کریں گے تو انہیں تیل کی تلچھٹ کی مانند پانی دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو بھون دے گا۔ کتنی بری ہے یہ پینے کی چیز اور کتنی بری یہ رہنے کی جگہ ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ امام بخاری بھی عبیداللہ بن بسر سے اسی طرح روایت کرتے ہیں اور عبیداللہ بن بسر صرف اسی حدیث کے ساتھ مشہور ہیں۔ صفوان بن عمرو نے عبداللہ بن بسر کے ایک بھائی اور ایک بہن کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع حاصل ہے۔ اور عبیداللہ بن بسر جن سے صفوان بن عمرو نے ابوامامہ کی روایت بیان کی شاید وہ عبداللہ بسر کے بھائی ہیں۔

تشریح: صَدِيدٍ: "صدید" کچے لہو، پتلی پیپ کو کہتے ہیں جب اہل نار پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی مانگیں گے تو پینے کے لئے یہی پانی ہوگا تو کبھی اہل نار کو "صدید" پلایا جائے گا اور کبھی "حمیم" پلایا جائے گا۔ مقصود عذاب دینا ہے۔

سند پر کلام: حضرت امامہ سے روایت کرنے والے عبیداللہ بن بسر روایت کرتے ہیں امام بخاریؒ نے بھی اسی راوی کا ہی کا نام لیا ہے مگر یہ راوی معروف نہیں اور صفوان بن عمرو حضرت عبداللہ بن بسر سے اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیثیں روایت کرتے ہیں اور یہ معروف صحابی ہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَالْمُهْلِ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَإِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَسُرَادِقُ النَّارِ أَرْبَعَةُ جُدُرٍ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مَسِيرَةُ أَرْبَعِينَ سَنَةً

سوید بن نصر، عبداللہ، رشدین بن سعد، عمرو بن حارث، دراج، ابوالہیثم، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالمھل کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ یہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہے۔ جب وہ دوزخی کے قریب کی جائے گی تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ کی چار دیواریں ہیں اور ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے۔

تشریح: لَسُرَادِقُ النَّارِ: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لام کے فتحہ کے ساتھ یہ مبتدا ہے اور اگر کسرہ کے ساتھ ہو تو یہ خبر ہے نہایہ

میں ہے کہ سرادق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شئے کو گھیر لے چونکہ دیوار بھی گھیر نے والی ہوتی ہے اس لئے اس کو سرادق کے الفاظ سے ذکر کیا جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔ ''انا اعتدنا للظالمین ناراً احاط بھم سرادقھا'' (الکہف:۲۹) قاموس میں سرادق کے معنی ہیں وہ چیز جو گھر کے اوپر پھیلائی جائے۔ یہاں آگ کو سرادق اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ ایسی موٹی اور مضبوط آگ ہے جو دھوئیں وغیرہ سے مرکب ہے۔ اور جہنمیوں کو گھیر لے گی۔

وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلَ الدُّنْيَا هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَفِي رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ مَقَالٌ

اسی سند سے منقول ہے کہ اگر جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہایا جائے تو پورے اہل دنیا سڑ جائیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس حدیث کو ہم صرف رشدین بن سعد کی روایت سے جانتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔

تشریح: غَسَّاقٍ: اہل نار کی بہتی ہوئی ایسی پیپ جو جہنمیوں کے اوپر ڈالی جائے گی یا جس سے جہنمیوں کو غسل دیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ وہ زمہریر ہے بعض نے کہا کہ وہ ایسی ٹھنڈی بدبودار پیپ ہوگی کہ جہنمی اس کو پینے کی قدرت نہیں رکھیں گے جیسا کہ گرم چیز کو پینے کی قدرت حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''فلیذوقوہ حمیم و غساق'' (ص:۵۷) اور ''لا یذوقون فیھا بردا و لا شرابا الا حمیما و غساقا'' (النباء:۲۴،۲۵)۔ الحاصل جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول اگر دنیا پر ڈال دیا جائے تو ساری دنیا والے جل جائیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداود، شعبہ، اعمش، مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں حالت اسلام میں ہی موت آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کے لئے ان کی زندگی برباد کر دے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی غذا ہی یہی ہوگی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ: ان الفاظ کی تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کی ہے ''ھو ان یطاع فلا یعصی و یشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی'' کہ اللہ پاک کی اطاعت کی جائے نافرمانی سے بچا جائے، اللہ کا شکر کیا جائے ناشکری سے دور رہا جائے اللہ کو ہر وقت یاد رکھا جائے اس کو بھولا نہ جائے۔ حق تقاته: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ''حق تقاته'' کا مطلب یہ ہے کہ تقویٰ میں اتنا مبالغہ اختیار کیا جائے کہ استطاعت کے بقدر تقویٰ کے امور میں سے کسی امر کو ترک نہ کیا جائے اور متشابہ چیزوں سے دور رہا جائے۔ غیر مشتبہ امور میں سے کوئی امر بھی نہ چھوڑا جائے۔

سوال: آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد جو مضمون ارشاد فرمایا وہ اس آیت کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے۔

جواب: دراصل تقویٰ عذاب دوزخ سے سلامت ومحفوظ رکھنے کا سبب ہے اور تقویٰ کا ادنیٰ درجہ شرک کو چھوڑ کر ایمان لانا ہے جو خلود فی النار سے بچنے کا سبب ہے پھر گناہوں سے تقویٰ اختیار نہ کرنا گویا عذاب ودوزخ میں گرفتار ہونا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا قُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلْقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ فَيَسْتَغِيثُونَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ ذِي غُصَّةٍ فَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ بِالشَّرَابِ فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيمُ بِكَلَالِيبِ الْحَدِيدِ فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوهِهِمْ شَوَتْ وُجُوهَهُمْ فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُونَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِي بُطُونِهِمْ فَيَقُولُونَ ادْعُوا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ قَالَ فَيَقُولُونَ ادْعُوا مَالِكًا فَيَقُولُونَ يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ فَيُجِيبُهُمْ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ قَالَ الْأَعْمَشُ نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کو بھوک میں مبتلا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ دوسرا عذاب اور بھوک برابر ہو جائیں گے۔ تو وہ لوگ فریاد کریں گے۔ چنانچہ انہیں ضریع (کانٹے دار نباتات) کھانے کے لئے دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا اور نہ ہی بھوک کو ختم کرے گا۔ وہ دوبارہ کھانے کے لئے کچھ مانگیں گے تو انہیں ایسا کھانا دیا جائے جو گلے میں اٹکنے والا ہوگا۔ وہ لوگ یاد کریں گے کہ دنیا میں اٹکے ہوئے نوالے پر پانی پیا کرتے تھے اور پانی مانگیں گے تو لوہے کے کانٹوں کے ساتھ گرم پانی ان کی طرف پھینکا جائے گا۔ جب وہ گرم پانی ان کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ انہیں بھون دے گا اور جب پیٹ میں داخل ہوگا تو سب کچھ کاٹ کر رکھ دے گا۔ وہ کہیں گے کہ جہنم کے دربانوں کو بلاؤ۔ وہ دربان جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! دربان کہیں گے تو پھر پکارو اور کافروں کی پکار صرف گمراہی میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں پھر وہ کہیں گے کہ مالک (داروغہ جہنم) کو پکارو۔ پھر وہ پکاریں گے اے مالک! تمہارے رب کو چاہیے کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔ مالک ان کو جواب دے گا کہ تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ ان کی پکار اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ کہیں گے کہ

إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُولُونَ ادْعُوا رَبَّكُمْ فَلَا أَحَدَ خَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ قَالَ فَيُجِيبُهُمْ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ قَالَ فَعِنْدَ ذَلِكَ يَئِسُوا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذَلِكَ يَأْخُذُونَ فِي الزَّفِيرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُونَ هَذَا الْحَدِيثَ إِنَّمَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَوْلَهُ وَلَيْسَ بِمَرْفُوعٍ وَقُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

اپنے رب کو بلاؤ اس لئے کہ اس سے کوئی بہتر نہیں۔ پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدقسمتی غالب آ گئی اور ہم گمراہ ہو گئے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نجات دے۔ اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو بے شک ظالم ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا دور ہو جاؤ اور اسی میں ذلت کے ساتھ رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے۔ چیخیں گے اور حسرت وافسوس کریں گے عبداللہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس حدیث کو مرفوع نہیں بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اعمش سے بواسطہ شمر بن عطیہ، شہر بن حوشب سے ام درداء وحضرت ابودرداء کا قول منقول ہے اور مرفوع نہیں ہے۔ قطبہ بن عبدالعزیز محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

تشریح: فَيَسْتَغِيثُونَ: مدد کیلئے پکارنا يُغَاثُونَ: اغاثہ، مدد کرنا ضَرِيعٍ: خاردار گھاس غُصَّةٍ: گلے میں لٹک جانے والی چیز بِكَلَالِيبِ: کلوب کی جمع ہے لوہے کا آنکڑا الْخَزَنَةَ: الخازن کی جمع ہے گودام وغیرہ کا محافظ ومنتظم۔

اخْسَئُوا: میرے پاس سے دور ہو جاؤ، دھتکارنا، دور بھگانا

يُلْقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوعُ: جہنمیوں کے اوپر بھوک مسلط کر دی جائیگی اور بھوک کی شدت باقی عذابات کے برابر ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھوک کی شدت دوزخ کی آگ کی مانند ہے اور اگر ان کو کھانا دیا بھی گیا تو ضریع دیا جائے گا "ضریع" ایک خاردار درخت کو کہتے ہیں جو حجاز میں ہوتا ہے یہ ایک ایسی زہریلی اور کڑوی گھاس ہے جس کے پاس جانور بالکل نہیں آتے۔ اگر کوئی جانور اس کو کھالے تو وہ مرجاتا ہے۔ اب یہ کھانا نہ ان کی بھوک کو مٹائے گا اور نہ ان کو موٹا کرے گا جیسا کہ قرآن مجید میں اسکی طرف اشارہ ہے۔ "ليس لهم طعام الا من ضريع لا يسمن ولا يغني من جوع" (الغاشیہ: ۶، ۷) پھر وہ کھانا گلے میں پھنس جائیگا نہ وہ حلق سے نیچے اترے گا اور نہ وہ واپس باہر نکال سکیں گے وفيه اشارة الى قوله تعالى "ان لدينا انكالا وجحيما و طعاما ذا غصة وعذابا اليما" (الصافات ۱۲، ۱۳) وما دعاء الكافرين الا في ضلال: کافروں کی دعا قبول نہیں کی جائیگی۔ حدیث کے آخری جزء کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دوزخی اللہ کی طرف سے دوزخ کے عذاب کا فیصلہ سن لیں گے تو وہ بالکل مایوس اور ناامید ہو جائینگے تو دوزخ کے داروغے سے درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے موت ہی دلوادے لیکن ان کی موت کی خواہش بھی کارگر ثابت نہیں ہوگی بالآخر یہ سب کچھ کرنے کے بعد مایوس ہو کر اونچی اونچی آوازیں

نکالنے لگ جائینگے جس کو سارے جہنمی سنیں گے۔

یَأْخُذُونَ فِي الزَّفِيرِ وَالْحَسْرَةِ: ''زفیر'' کے معنی ہیں گدھے کا سانس اندر لے جانا جیسا کہ شہیق کا معنی ہیں گدھے کا سانس باہر نکالنا گدھا جب ابتداءً آواز نکالتا ہے تو اس کی آواز زفیر ہوتی ہے اور آخر میں اس کی آواز جب تیز ہوجاتی ہے تو اس کو شہیق کہتے ہیں جیسا قرآن پاک میں ہے ''لھم فیھا زفیر وشھیق''۔ یہی آوازیں اہل جہنم نکالیں گے۔

سند پر کلام: عبداللہ بن عبدالرحمن دارمیؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اس حدیث کو مرفوع نہیں کہتے۔ امام دارمیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ اعمش کی اسی سند سے یہ حدیث حضرت ابوالدرداء کا قول مروی ہے مگر قطبہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے پس ان کا حدیث کو مرفوع کہنا مقبول ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي شُجَاعٍ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ قَالَ تَشْوِيهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتَّى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلَى حَتَّى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَأَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدٍ الْعُتْوَارِيُّ وَكَانَ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ

سوید بن نصر، ابن مبارک، سعید بن یزید ابوشجاع، ابوالسمح، ابوالہیثم، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ) یعنی وہ اس میں بدشکل اور ترش رو ہوں گے کا مطلب یہ ہے کہ آگ ان کے چہروں کو بھون دے گی اور اوپر والا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائے گا اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف کے ساتھ لگنے لگے گا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابوہیثم کا نام سلیمان بن عمرو بن عبدالعتواری ہے۔ یہ یتیم تھے ان کی پرورش ابوسعید نے کی۔

تشریح: **كَالِحُونَ:** بگڑے ہوئے چہرے والا، کھلے ہوئے ہونٹ والا **تَشْوِيهِ النَّارُ:** آگ میں بھوننا

قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے ''تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون'' کہ دوزخیوں کے منہ آگ میں جھلس کر سکڑ جائیں گے اور شکلیں بدل جائیں گی چونکہ ہونٹ منہ کی زینت ہیں اور ہونٹوں کے ذریعے منہ حسین معلوم ہوتا ہے جب ہونٹ بگاڑ دیئے گئے تو اہل نار کی شکلیں بدترین معلوم ہوں گی۔ اس سے مقصود کفار ذلیل کرنا اور سخت عذاب میں مبتلا کرنا ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهِ وَأَشَارَ إِلَى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ هِيَ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ أَنَّهَا

سوید بن نصر، عبداللہ، سعید بن یزید، ابوالسمح، عیسیٰ بن ہلال صدفی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر اس جیسا سیسے کا گولہ آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے اور یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو وہ رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا لیکن اگر اسے زنجیر کے ایک سرے

أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ قَعْرَهَا هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سے (لٹکا کر) چھوڑا جائے تو اس کی (یعنی جہنم کی) گہرائی اور تہہ تک پہنچنے تک چالیس سال چلتا رہے۔ اس حدیث کی سند حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس زنجیر کی مسافت کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے ''ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ'' (الحاقۃ:۳۲)

سوال: اس زنجیر کی مسافت کے بارے میں قرآن پاک وحدیث الباب میں تفاوت ہے۔ جوابات: ① آیت میں ستر گز سے کثرت مراد ہے ② دنیا کے گز کو آخرت کے گز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا لہٰذا حدیث الباب میں ''سِلْسِلَةٍ'' سے مراد زنجیر ہے جس میں کفار باندھے جائیں گے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے نیز واضح رہے کہ ہاتھ کی لمبائی سے ہمارے ہاتھ کی لمبائی مراد نہیں بلکہ دستِ قدرت کی لمبائی مراد ہے۔ قَعْرَ: اس سے مراد زنجیر کا دوسرا کنارہ ہے گہرائی مراد نہیں کیونکہ زنجیر میں گہرائی نہیں ہوتی لہٰذا حدیث الباب کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ زنجیر دوزخ کے ایک کنارہ سے دوزخ کی تہہ تک لٹکائی جائے تو اس کی درازی کا یہ حال ہوگا کہ دوزخ کے ایک کنارہ سے پھینکا ہوا سیسہ دوسرے کنارہ تک چالیس سال میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ نَارَكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِي تُوقِدُونَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوا وَاللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ هُوَ أَخُو وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ وَهْبٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، معمر، ہمام بن منبہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ آگ جسے انسان جلاتے ہیں جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! جلانے کے لئے تو یہی آگ کافی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ آگ اس سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور ہر درجہ اس کی گرمی کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہمام بن منبہ، وہب بن منبہ کے بھائی ان سے وہب نے روایت کی ہے۔

بَابٌ مِنْهُ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ

عباس بن محمد دوری، عبیداللہ بن موسیٰ، شیبان، فراس، عطیۃ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی

عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ لِكُلِّ جُزْءٍ مِنْهَا حَرُّهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری یہ آگ دوزخ کی آگ کا سترواں (70) حصہ ہے اور ہر حصہ اتنا ہی گرم ہے جتنی تمہاری یہ آگ۔ یہ حدیث ابوسعید کی روایت سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جہنم کی آگ کی گرمی کی شدت کو بیان کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُوقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى احْمَرَّتْ ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ

عباس بن محمد دوری بغدادی، یحیی بن ابی بکیر، شریک، عاصم، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر ہزار سال بھڑکائی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی پس اب وہ سیاہ وتاریک ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آگ ابتداءً سرخ ہوتی ہے کیونکہ اس میں دھویں کی آمیزش ہوتی ہے اور چونکہ اس وقت وہ آہستہ ہوتی ہے اسلئے وہ سرخ ہوتی ہے اور جب خوب تیز ہوجاتی ہے اس میں سفیدی آجاتی ہے۔ **سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ:** دنیا کی آگ میں گرمی بھی ہوتی ہے اور روشنی بھی جبکہ دوزخ کی آگ گرم تو بہت ہوگی مگر اس میں روشنی بالکل نہیں ہوگی۔

بہرحال یہ حدیث اہل سنت والجماعت کا مستدل ہے کہ دوزخ وجود میں آچکی ہے کما فی القرآن ''اعدت للکافرین'' معتزلہ کے نزدیک دوزخ ابھی تک وجود میں نہیں آئی۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَوْ رَجُلٍ آخَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا مَوْقُوفٌ أَصَحُّ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ شَرِيكٍ

ابوہریرہؓ سے وہ شریک سے وہ عاصم سے وہ ابوصالح یا کسی اور شخص سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں لیکن یہ موقوف ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ ہمیں علم نہیں کہ یحیی بن بکیر کے علاوہ بھی کسی نے اسے مرفوع کیا ہو۔ وہ شریک سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا مَوْقُوفٌ أَصَحُّ:

ترمذی شریف کے تمام نسخوں میں موقوف مرفوع ہے جبکہ بظاہر یہ موقوفاً ہونا چاہیے حالت نصبی میں۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَيْنِ وَمَا ذُكِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ

محمد بن عمر بن ولید کندی کوفی، مفضل بن صالح، اعمش،

حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا وَقَالَتْ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ نَفَسًا فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسًا فِي الصَّيْفِ فَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الشِّتَاءِ فَزَمْهَرِيرٌ وَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الصَّيْفِ فَسَمُومٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَالْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِذَاكَ الْحَافِظِ

ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوزخ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ میرے بعض اجزاء بعض کو کھا گئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دے دی ایک مرتبہ سردیوں میں دوسری مرتبہ گرمی میں۔ چنانچہ سردی میں اس کا سانس سخت سردی کی شکل میں اور گرمی میں سخت لو کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی سندوں سے منقول ہے۔ مفضل بن صالح محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

تشریح: دوزخ نے رب العزت سے شکایت کی کہ میرے بعض حصہ نے بعض کو کھا لیا ہے لہٰذا مجھے دو سانس لینے کی اجازت دی جائے تو اللہ رب العزت نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دے دی ایک سانس سردی میں اور دوسرا سانس گرمی میں۔ سانس لینے کی دو صورتیں ہیں۔ باہر سے سانس اندر کی طرف لینا دوسرا اندر سے باہر کی طرف سانس چھوڑنا۔ ذی روح چیز اسی طرح سانس لیتی ہے البتہ دوسری اشیا جمادات وغیرہ اس طرح سانس لیتے ہیں کہ صرف اندر کی گیس پھینکتے ہیں اور انجن بھی اسی طرح باہر گیس پھینکتے ہیں یہی ان کا سانس لینا ہے جہنم بھی اسی طرح دو سانس لیتی ہے ایک گرمیوں میں اور ایک سردیوں میں اس کے گرم سانس سے گرمی پڑتی ہے اور ٹھنڈے سانس سے سردی پڑتی ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ گرمی سردی کا تعلق تو سورج کے قرب و بعد سے ہے نہ کہ جہنم کی تپش اور ٹھنڈک سے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ باطنی سبب جہنم ہے اور ظاہری سبب سورج کی تپش ہے جیسا کہ انسان کو بخار ہو تو چہرے سے بخار کا پتہ لگاتے ہیں حالانکہ پورا جسم بخار میں ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی ہے۔ اس حدیث کا راوی مفضل بن صالح اعلیٰ درجہ کا راوی نہیں مگر صحیحین میں یہ حدیث دوسری سندوں سے مروی ہے اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ هِشَامٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، وہشام، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہشام (راوی) نے کہا آگ سے نکالا جائے گا اور شعبہ کی روایت میں ہے آگ سے نکالو اس شخص کو جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔ اسے بھی جہنم سے نکال جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہے۔ اسے بھی جہنم سے نکالو جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا اور

إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً و قَالَ شُعْبَةُ مَا يَزِنُ ذُرَةً مُخَفَّفَةً وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔شعبہ نے کہا اس کو بھی جس کے دل میں جو کے برابر ایمان ہے۔ اس باب میں حضرت جابر اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قَالَ هِشَامٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ: یہ خطاب قیامت کے دن ان سفارش کرنے والوں کو ہوگا جن کی سفارش قبول ہوجائے گی ان سے کہا جائے گا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو تو اس کو جہنم سے نکالو۔ رائی کے برابر ایمان سے مراد یہی لا الٰہ الا اللہ ہے کہ جس کے دل میں اتنا ایمان ہوا سے بھی جہنم سے نکال دو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کے دانے کا وزن گیہوں کے دانے کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔ شَعِيرَةً کے لفظ کو محدثین کرام نے امام شعبہ کی تصحیف قرار دیا ہے مسلم شریف میں اس کی صراحت ہے لہٰذا حدیث میں صحیح لفظ شعیرۃ نہیں ذرۃ ہے قرآن میں بھی ذرہ کا ذکر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمد بن رافع، ابوداود، مبارک بن فضالۃ، عبیداللہ بن ابی بکر بن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے کہ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا ہو یا مجھ سے کسی مقام پر ڈرا ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ: اس شخص سے مراد وہ مؤمن ہے جو مرتے دم تک اخلاص کے ساتھ ایمان پر قائم رہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا لیکن کسی گناہ اور بدعملی کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا گیا یا ایسا شخص جس میں خوف خدا بھی تھا لیکن کبائر کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا گیا تو اللہ پاک فرمائیں گے کہ جس نے دنیا میں مجھے ایک دن یاد کیا تھا یا مجھ سے خوف کیا تھا اس کو بھی جہنم سے نکال دو لقولہ تعالیٰ ''واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى''۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے مراد وہ ذکر ہے جس میں زبان کے ساتھ دل بھی شریک ہو جس کو اخلاص کہتے ہیں اور خوف خداوندی سے مراد وہ خوف ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنے جسم کے اعضاء کو گناہوں سے باز اور طاعات وعبادات میں مشغول رکھے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيَقُولُ يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا۔ ایک آدمی سرینوں کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا اور عرض کرے گا اے رب! لوگ اپنے اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہا جائے گا جنت کی طرف جاؤ اور اس میں داخل ہوجاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں

فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنَّى فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

داخل ہونے جائے گا تو دیکھے گا کہ لوگوں نے اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کرلیا ہے واپس آکر کہے گا اے میرے پروردگار لوگ اپنے اپنے مقام پر قابض ہو چکے ہیں۔ اسے کہا جائے گا کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جس میں تو تھا۔ وہ کہے گا ہاں تو اس سے کہا جائے کہ تجھے وہ بھی دیا جائے گا جس چیز کی تو نے تمنا کی ہے اور (اس کے ساتھ) دنیا کا دس گنا اور دیا جائے گا۔ وہ عرض کرے گا اے اللہ کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواجذ (آخری دانت) ظاہر ہو گئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا: یعنی وسعت کے اعتبار سے دنیا برابر اور اس سے دس گنا زیادہ جگہ تیرے لئے ہے نیز یہ اضافہ کماً بھی ہوگا اور کیفاً بھی نیز دس گنا فرمانے میں یہ حکمت بھی ہے کہ مومن کا دنیا میں رہنا بھی نیکی ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے کما فی القرآن ''من جاء بالحسنة فلهٗ عشر امثالها'' اس لئے مومن کو جنت میں دنیا کا دس گنا رقبہ عطا کیا گیا۔ وَأَنْتَ الْمَلِكُ: یعنی تو بادشاہ مطلق ہے اور بادشاہ مزاح نہیں کرتا جبکہ آپ مذاق کر رہے ہیں کہ جنت میں تل دھرنے کو جگہ نہیں اور آپ دنیا سے دس گنا زیادہ کی بات کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنَ النَّارِ وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ يُؤْتَى بِرَجُلٍ فَيَقُولُ سَلُوا عَنْ صِغَارِ ذُنُوبِهِ وَاخْبَئُوا كِبَارَهَا فَيُقَالُ لَهُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً قَالَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَقَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ مَا أَرَاهَا هَا هُنَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ هٰذَا حَدِيثٌ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، معرور بن سوید، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس آدمی کو جانتا ہوں جو جہنم سے نکلنے اور جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے آخری ہوگا۔ ایک آدمی لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے گناہوں کو چھپا کر اس کے چھوٹے گناہوں کے متعلق پوچھو۔ اس سے کہا جائے گا کہ تم نے فلاں دن اس طرح کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اس سے کہا جائے گا کہ تمام گناہ نیکیوں سے بدل دیئے گئے۔ وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے اور بھی بہت سے گناہ کئے تھے جو یہاں نہیں ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

حَسَنٌ صَحِيحٌ
آخری دانت ظاہر ہو گئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس نے اللہ سے ان مذکورہ گناہوں کی توبہ کی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''الا من تاب وآمن وعمل صالحا فاولئك يبدل الله سيآتهم حسنات'' **سوال:** جب اس شخص نے توبہ کر لی تو پھر اس کو سب سے آخر میں جہنم سے کیوں نکالا گیا؟ **جواب:** ممکن ہے کہ اس نے توبہ کے بعد گناہ کیے ہوں اور دوبارہ توبہ کی توفیق نہ ملی ہو اس لئے دوزخ میں اس کو دیر تک رہنا پڑا۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ فِي النَّارِ حَتّٰى يَكُونُوا فِيهَا حُمَمًا ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ فَيُخْرَجُونَ وَيُطْرَحُونَ عَلٰى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ قَالَ فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِي حُمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ

ہناد ابو معاویہ، اعمش، ابوسفیان، حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل توحید میں سے کچھ لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کوئلہ کی طرح (سیاہ) ہو جائیں گے پھر رحمت الٰہی ان کا تدارک کرے گی اور انہیں دوزخ سے نکال کر جنت کے دروازوں پر کھڑا کر دیا جائے گا پھر جنت کے لوگ ان پر پانی چھڑکیں گے جس سے وہ کوئی اس طرح اگنے لگیں گے جیسے کوئی دانہ بہنے والے پانی کے کنارے اگتا ہے اور پھر جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت جابر سے منقول ہے۔

تشریح: يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ: ایک اللہ کو ماننے والے ہوں اگرچہ ان کا تعلق گمراہ فرقوں سے ہو مگر وہ دائرہ ایمان سے باہر نہ ہوں تو ان کو بھی جہنم سے نکالا جائے گا۔ الحُمَم: کوئلہ الْغُثَاءُ: کوڑا کرکٹ الحُمَالَةِ: وہ کوڑا کرکٹ جو نالا بہا کر لاتا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف میں مفصل ہے۔

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَأْ إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سلمۃ بن شبیب، عبدالرزاق، معمر، زید بن اسلم، عطاء بن یسار، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ جس کو شک ہو وہ یہ آیت پڑھے "إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" (ترجمہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: جس شخص کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ ضرور ایمان لانے کا بدلہ دیں گے کیونکہ اگر اس کو ایمان لانے کا بدلہ نہ دیا گیا تو وہ ظلم ہوگا اور ظلم کی اس آیت میں نفی کی گئی ہے۔ إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَنْعُمَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَخْرِجُوهُمَا فَلَمَّا أُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا لِأَيِّ شَيْءٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا قَالَا فَعَلْنَا ذَلِكَ لِتَرْحَمَنَا قَالَ رَحْمَتِي لَكُمَا أَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيَنْطَلِقَانِ فَيُلْقِي أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا وَيَقُومُ الْآخَرُ فَلَا يُلْقِي نَفْسَهُ فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا مَنَعَكَ أَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا أَلْقَى صَاحِبُكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تُعِيدَنِي فِيهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِي فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ لَكَ رَجَاؤُكَ فَيَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ جَمِيعًا بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِسْنَادُ هَذَا الْحَدِيثِ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ عَنْ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ وَرِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنِ ابْنِ أَنْعُمَ وَهُوَ الْأَفْرِيقِيُّ وَالْأَفْرِيقِيُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

سوید بن نصر، ابن مبارک، رشدین بن سعد، ابن انعم، ابو عثمان، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں میں سے دو آدمی زور زور سے چلانے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان دونوں کو نکالو۔ انہیں نکالا جائے گا تو ان سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا تم لوگ کیوں اتنا چیخ رہے تھے وہ کہیں گے کہ ہم نے یہ اس لئے کیا ہے تا کہ تو ہم پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری تم لوگوں پر رحمت یہی ہے کہ جاؤ اور دوبارہ خود کو دوزخ میں ڈال دو۔ وہ دونوں جائیں گے اور ایک اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو سرد اور سلامتی والی بنا دے گا۔ دوسرا وہیں کھڑا رہے گا اور اپنے آپ کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو بھی اپنے آپ کو اسی طرح ڈالتا جس طرح تیرے ساتھی نے ڈالا۔ وہ کہے گا اے رب مجھے امید ہے کہ ایک مرتبہ دوزخ سے نکالنے کے بعد دوبارہ نہیں لوٹائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تیرے ساتھ تیری امید کے مطابق معاملہ ہوگا۔ پس دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس لئے کہ یہ رشدین بن سعد سے مروی ہے اور رشدین بن سعد محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں اور عبدالرحمن ابن انعم افریقی بھی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

تشریح: حدیث کی شرح آسان ہے البتہ سند میں دو راوی ضعیف ہیں ایک رشدین بن سعد دوسرے عبدالرحمن افریقی مگر دونوں کا ضعف قابل برداشت ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيُّونَ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، حسن بن ذکوان، ابو رجاء عطاردی، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً میری شفاعت سے ایک قوم دوزخ سے نکلے گی۔ وہ جہنمی کہلاتے ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ اسْمُهُ عِمْرَانُ بْنُ تَيْمٍ وَيُقَالُ ابْنُ مِلْحَانَ

اور ابو رجاء عطاردی کا نام عمران بن تیم ہے۔ انہیں ابن ملحان بھی کہا جاتا ہے۔

تشریح: **فَيُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّونَ:** جہنم سے جنت میں آنے والوں کو جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا ایسا نام لیکر پکارنے سے ان کی تذلیل وتحقیر مقصود نہیں ہوگی بلکہ ان لوگوں کو خوش کرنے اور اللہ کی نعمت یاد دلانے کے طور پر ہوگا تا کہ یہ ہمیشہ شکر کرتے رہیں اور اس بات کو مدنظر رکھیں کہ وہ اللہ پاک کے آزاد کردہ ہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ

سوید بن نصر، ابن مبارک، یحیی بن عبیداللہ، عبیداللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے جہنم کے مثل کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا سو جائے اور جنت کے برابر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی کہ اس کا طلب گار سو جائے۔ اس حدیث کو ہم صرف یحیی بن عبیداللہ کی روایت سے جانتے ہیں اور یحیی بن عبیداللہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ شعبہ نے ان پر اعتراض کیا ہے۔

تشریح: **مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا** کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی طاقتور دشمن کو اپنے لئے مضرت رساں اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والا جانتا ہے تو وہ کبھی بھی غفلت کی چادر تان کر نہیں سوتا بلکہ اپنے ساتھ ہتھیار ضرور رکھتا ہے لیکن دوزخ کی ہولنا کی اس سے کہیں زیادہ ہے پھر بھی انسان اس سے غفلت میں سویا ہوا ہے۔ دوزخ کی آگ سے دور بھاگنا یہ ہے کہ انسان گناہ ومعصیت کو ترک کر دے اور طاعت وعبادت کو لازم کرے۔ **مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا** کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر کسی پسندیدہ چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو پوری طرح حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ کبھی بھی غفلت کی نیند نہیں سوتا بلکہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا ہے اور جتنی سعی وکوشش کرسکتا ہے اتنی وہ کرتا ہے جب تک مطلوب حاصل نہ ہو بے چین رہتا ہے مگر کتنی ہی بدقسمتی اور کتنی ہی غفلت کی بات ہے کہ انسان دنیا میں مست ہے آخرت سے غافل ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بہرحال حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جہنم سے ھارب اور جنت کے طالب کو چاہیے کہ بیدار رہیں غفلت میں وقت نہ ضائع کریں۔

سند پر کلام: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں راوی یحیی بن عبیداللہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

احمد بن منیع، اسماعیل بن ابراہیم، ایوب، ابو رجاء عطاردی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں غریبوں کو زیادہ دیکھا پس جب میں نے دوزخ میں جھانکا تو عورتوں کی اکثریت کو دیکھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ قَالُوا حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا يَقُولُ عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَيَقُولُ أَيُّوبُ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكِلَا الْإِسْنَادَيْنِ لَيْسَ فِيهِمَا مَقَالٌ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ أَبُو رَجَاءٍ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعًا وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ عَوْفٍ أَيْضًا هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

محمد بن بشار، ابن ابی عدی ومحمد بن جعفر وعبدالوہاب، عوف، ابورجاء عطاردی، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو وہاں عورتیں زیادہ تھیں اور جنت میں جھانکا، تو جنت میں فقراء کی اکثریت تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عوف بھی ابورجاء سے وہ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ایوب ابورجاء سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ ممکن ہے کہ ابورجاء نے دونوں سے سنا ہو۔ عوف کے علاوہ اور راوی بھی یہ حدیث ابورجاء کے واسطہ سے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: دونوں احادیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ منظر معراج کی رات میں دیکھا یا کشف میں دیکھا یا خواب میں دیکھا۔ اس میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ کافروں کو جہنم کی طرف دھکیل دیا گیا ہے اور مالدار مسلمان حساب وکتاب کیلئے کھڑے کر دیئے گئے تھے اور دوزخ میں دیکھا کہ عورتیں کثرت سے ہیں کیونکہ خاوندوں کی ناشکری، آپس میں لعن طعن، اور غیبت کرنے کی وجہ سے عورتیں جہنم میں زیادہ ہوں گی۔

سوال: بعض روایات میں آتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت ہوگی

جواب: ابتداءً جہنم میں عورتیں زیادہ ہوں گی پھر سزا پانے کے بعد جنت میں چلی جائیں گی تو پھر وہاں زیادہ ہوں گی نیز فقراء بغیر حساب وکتاب کے مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے فقراء کا مالداروں سے پہلے جنت میں جانا ان نعمتوں کے بدلے میں ہوگا جن سے وہ دنیا میں محروم رہے ہوں گے جیسا کہ آگے احادیث میں آرہا ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث دوراویوں سے مروی ہے حضرت ابن عباسؓ حضرت عمران بن حصینؓ سے اور یہ دونوں احادیث ابورجاء عطاردی کی ہیں۔ حضرت ایوب سختیانیؒ نے یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے اور عوف اعرابی نے حضرت عمران بن حصین سے نقل کی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس سند میں کوئی فرق نہیں پڑتا پس ممکن ہے ابورجاء نے دونوں ہی سے حدیث سنی ہو اسلئے دونوں صحیح ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا رَجُلٌ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبِي سَعِيدٍ

محمود بن غیلان، وہب بن جریر، شعبہ، ابواسحاق، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کم تر عذاب یہ ہوگا کہ ایک شخص کے تلووں میں آگ کے دو انگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عباس بن عبدالمطلب اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: آخرت میں جس شخص کو ہلکا عذاب ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ ابلے گا اور جوش مارے گا وہ شخص یہ خیال کرے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس کو دیا جارہا ہے حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب دیا جارہا ہوگا اہل علم کے نزدیک یہ شخص ابوطالب ہوگا جس کو حضور ﷺ کی دعائے شفاعت کی برکت سے ہلکا عذاب دیا جائے گا جیسا کہ اگلی روایت میں آرہا ہے نیز آگ کی جوتیاں یا تو انگاروں سے بنی ہوئی ہوں گی یا آگ سے تپائی گئی ہوں گی۔ اوّل معنی راجح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کے پاؤں میں صرف آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابونعیم، سفیان، معبد بن خالد، حضرت حارثہ بن وہب خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اہل جنت کے متعلق نہ بتاؤں اہل جنت میں ہر وہ ضعیف ہوگا جسے لوگ حقیر جانتے ہیں وہ اگر کسی چیز پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی قسم کو سچی کردے گا۔ (پھر فرمایا) اور کیا میں تمہیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتاؤں؟ اہل دوزخ میں ہر سرکش حرام خور اور متکبر شخص ہوگا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: کُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ: اس کے دو مطلب ہیں ① ضعیف اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ تو گھمنڈ اور تکبر کرے اور نہ لوگوں پر جبر و زیادتی کرنے والا ہو اور متضعف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خود کمزور نہ ہو لیکن لوگ اس کو حقیر اور کمزور سمجھتے ہوں ② ضعیف اُس کو کہتے ہیں کہ اس میں طاقت تو ہو لیکن وہ اپنی طاقت مسلمانوں کیخلاف استعمال نہ کرے اور ''متضعف'' اس کو

کہتے ہیں کہ مسلمان جس کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں۔

لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ: اس کے چند مطلب ہیں ① اگر وہ شخص اللہ کے فضل وکرم پر اعتماد کر کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دیتا ہے اور اس کے اعتماد کو پورا کرتا ہے یعنی اس کی قسم پوری ہو جاتی ہے ② اگر وہ شخص اپنے اللہ سے کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اللہ پاک کو قسم دے کر اپنی مراد پوری ہونے کی دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی قسم کی لاج رکھتا ہے اور اس کی مراد پوری کر دیتا ہے ③ اگر وہ شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا کر اس کام کے ہونے یا نہ ہونے کا کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ **عُتُلٍّ:** ''ای جاف شدید الخصومة بالباطل'' باطل سخت دل سرکش جھگڑالو بدزبان۔

جَوَّاظٍ: ''ای جموع منوع وقیل السمین من النعم وقیل الفاجر'' اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر موٹا ہونے والا نافرمان بدکار، ایسا بخیل جو اپنا مال چھپا کر دوسروں کے مال پر نظر رکھنے والا ہو یہاں مصداق ولید بن مغیرہ اور اس کے مشابہ لوگ ہیں۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۳۰۶) بعض نے کہا کہ اس کے معنی فاجر کے بھی ہیں۔

ابوابُ الایمان

عَنْ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ

ایمان کی لغوی تعریف: ایمان لغت کے اعتبار سے باب افعال کا مصدر ہے ''اَمَنَ'' (مجرد) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں مامون ہونا کسی کو بے خوف کردینا۔ جو ایمان لاتا ہے کسی پر تو وہ اس کو تکذیب سے بے خوف کردیتا ہے۔ باب افعال میں متعدی ہو جائے تو معنی ہوگا مامون کردینا۔ اگر اس کا تعدیہ لام کے ساتھ ہو تو یہ تصدیق کے معنی میں ہوتا ہے کما فی القرآن ''وما انت بمؤمن لنا ای بمصدق لنا'' اور اگر اس کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو اعتراف کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے کما فی القرآن ''یومنون بالغیب ای یعترفون بما غاب عنه'' اس کا تعدیہ حرف جر کے ساتھ ہو کما فی القرآن اٰمنت باللہ اور اگر اس کا تعدیہ علی کے ساتھ ہو تو یہ اعتماد کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث ہے ''ما من الانبیاء من نبی الا اعطی مثلہ آمن علیه البشر'' گویا ایمان کا استعمال چار طرح سے ہوتا ہے (۱) متعدی بنفسہ۔ حرف جر کے واسطہ سے۔ ''اٰمنت باللہ'' ایمان لانا اللہ پر (۲) ''صله'' باء کے ساتھ بمعنیٰ اعتراف (۳) ''صله'' لام کے ساتھ بمعنی تصدیق (۴) ''صله'' علیٰ کے ساتھ بمعنی اعتماد۔

ایمان کا شرعی معنی: (۱) ''هو التصدیق بما جاء به النبی صلی اللہ علیه وسلم اعتمادًا علی النبی'' رسول اللہ ﷺ سے جن چیزوں کا علم ہوا ان کی تصدیق کرنا ایمان ہے یعنی شریعت میں ایمان ان اسلامی عقائد کا نام ہے جن کو مان کر انسان عذابِ الٰہی سے امن میں آجاتا ہے۔

(۲) اسی طرح علامہ آلوسیؒ نے ایمان کی تعریف یوں کی ہے، ''الایمان ہو التصدیق بما علم مجی النبیؐ صلی اللہ علیه وسلم به ضرورۃ تفصیلا فیما علم تفصیلا واجمالا فیما علم اجمالا'' (روح المعانی ۱۲۰ ص ۱۱۰) یعنی ایمان نام ہے ان چیزوں کی تصدیق کرنے کا جو ہمیں آپ ﷺ سے معلوم ہوئی ہیں۔ نیز جو چیزیں آپ ﷺ سے تفصیلی طور پر معلوم ہوئی ہوں ان پر تفصیلاً ایمان لانا اور جو اشیاء اجمالی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوئی ہوں ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ اجمال سے مراد یہ ہے کہ شریعت نے اس کی تفصیل بیان نہ کی ہو مثلاً عذاب قبر پر اجمالاً ایمان لانا فرض ہے اس کی تفصیل کا جاننا ضروری نہیں اور شریعت نے جن امور کی تفاصیل بیان کردی ان پر تفصیلاً ایمان لانا فرض ہے مثلاً اوقات صلوٰۃ و تعداد و رکعات وغیرہ۔

اور ضرورۃ سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا دین سے قطعی اور بدیہی ہونا۔ تصدیق سے مراد انقیاد باطنی ہے صرف زبانی نہیں اسی لئے ہرقل بادشاہ کا اسلام معتبر نہیں۔

نیز تصدیق سے منطقی تصدیق مراد نہیں (۳) ایمان کی ایک اور تعریف امام غزالیؒ نے کی ہے ''التصدیق بجمیع ماجاء به النبی والکفر تکذیب النبی فی شئ مماجاء به'' یعنی آپ ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے

اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا کفر ہے۔

فائدہ: اس تعریف میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس میں ایمان کی تعریف کے ساتھ ساتھ کفر کی تعریف آ گئی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایمان پورے اسلام کو تسلیم کرنے کا نام ہے جبکہ کافر بننے کے لئے پورے اسلام کا انکار ضروری نہیں بلکہ ضروریات دین میں سے کسی بھی ایک چیز کے انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

ایمان کی چند اقسام ہیں (۱) ایمان مطبوع یعنی مہر شدہ ایمان، یہ فرشتوں کا ایمان ہے اس میں کوئی فرق نہیں آ سکتا اور نہ ہی تبدیلی۔ (۲) ایمان معصوم، یعنی محفوظ ایمان، یہ انبیاء کرام کا ایمان ہے (۳) ایمان مقبول، یہ عام مؤمنین کا ایمان ہے (۴) ایمان موقوف، یہ اہل زیغ و بطلان اور اہل بدعت کا ایمان ہے جو موقوف ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ بدعت سے توبہ کر کے ایمان کی طرف لوٹ آئیں ⑤ ایمان مردود، یہ منافقین کا ایمان ہے جو غیر مقبول و مردود ہے۔

ایمان کے لغوی و شرعی معنی میں مناسبت: حضور ﷺ پر جو ایمان لے آیا اس نے حضور ﷺ کو تکذیب سے مامون کر دیا اور اپنے آپ کو جہنم سے مامون کر کے امن (جنت) میں داخل ہو گیا۔ ایمان کے مقابلے میں کفر ہے۔

کفر کی تعریف و اقسام: کفر کی لغوی تعریف۔ نعمتوں کی ناشکری کرنا، نعمتوں کو چھپانا، بھلا دینا۔ اس لئے زمین کے کاشتکار کو بھی کافر کہا جاتا ہے کیونکہ کاشتکار بیج کو زمین میں چھپا لیتا ہے۔ ایمان کا اصطلاحی معنی ہے دین کے کسی واضح حکم کا انکار کر دینا۔

امام غزالیؒ نے کفر کی تعریف ''والکفر تکذیب النبی ﷺ فی شیئٍ مما جاء به'' سے کی ہے اور دوسری تعریف یہ بھی ہے ''الذین ستروا الحق عنادًا'' جنہوں نے عناد کی وجہ سے حق کو چھپایا۔

کفر کی کئی اقسام ہیں: (۱) کفر بمعنی انکار: کہ دل و زبان سے حق کا انکار کرنا جیسے عام کفار کا کفر **(۲) کفر جحود:** دل سے پہچانتے ہوئے زبان سے حق کا اقرار نہ کرنا جیسے یہود اور ابلیس کا کفر **(۳) کفر معاند:** یعنی حق کو دل سے جاننا اور زبان سے اقرار بھی کرنا لیکن حق کو قبول نہ کرنا جیسے ابو طالب کا کفر **(۴) کفر نفاق:** کہ زبان سے تو اقرار کرنا لیکن دل سے انکار کرنا جیسے منافقین میں سے عبد اللہ بن اُبی کا کفر۔

باقی رہی یہ بات کہ ایمان کی تعریف میں تصدیق کا لفظ آیا ہے اس پر دو اشکال اور ان کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

سوال اول: ایمان جب تصدیق کا نام ہے تو پھر بہت سارے لوگ جو دل سے تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سچے برحق پیغمبر ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ''یعرفونه کما یعرفون ابنائهم'' مگر اس کے باوجود وہ قطعی کافر ہیں۔

جواب: یہاں تصدیق سے مراد تصدیق اختیاری ہے جبکہ یہود وغیرہ کی تصدیق، تصدیق غیر اختیاری اور اضطراری تھی لہٰذا اس جواب سے فرعون وغیرہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا، ایمان کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہوگا۔

سوال ثانی: آپ نے کہا کہ تصدیق اختیاری بھی ہو لیکن ہرقل بادشاہ اور ابو طالب انہوں نے دل سے تصدیق بھی کی اور زبان سے اقرار بھی کیا۔ ہرقل کے بارے میں صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں ''لو کنت عنده لغسلت عن قدمیه'' اسکی شرح میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہرقل نے کہا کہ ''واللہ میں جانتا ہوں کہ یہ نبی مرسل ہیں لیکن میں اہل روم سے خوف زدہ ہوں اپنے نفس پر'' اس

تصدیق واختیار کے باوجود بھی ہرقل بادشاہ کو کافر قرار دیا گیا۔ حالانکہ اسکے پاس تصدیق بمع اقرار موجود ہے "فما جوابکم"

جواب اول: کسی کا محض زبانی اعتراف کر لینا یا دلائل وشواہد کی کثرت کی بناء پر غیر اختیاری طور پر کسی چیز کا دل پر اُتر جانا یہ ایمان نہیں بلکہ ایمان یہ ہے کہ اپنے ارادہ واختیار سے، دل سے نبی سمجھ کر، زبان سے اقرار واطاعت کا التزام کیا جائے اور ایسی بات ہرقل اور ابوطالب میں نہیں پائی گئی۔ **جواب ثانی:** ایمان کی تعریف میں یہ قید ملحوظ ہے کہ ادیان باطلہ سے بیزاری کا اعلان کرنا اور ایسا نہ ہرقل نے کیا اور نہ ہی ابوطالب نے، صرف زبان سے دین اسلام کو اچھا کہتے رہے مگر اپنے مذہب سے نہ ہٹے۔

ایمان کی دو حیثیتیں ہیں: "احدھما الایمان الذی یدور علیہ احکام الدنیا" یعنی وہ ایمان جس میں دنیاوی احکام کا دارومدار ہو کہ جس سے مال وجان کی عصمت ہو جاتی ہے جب کوئی اپنی زبان سے اس کا اقرار کرتا ہے۔

"وثانیھما الایمان الذی یدور علیہ احکام الاخرۃ" یعنی وہ ایمان جس کا دارومدار اخروی احکام پر ہو

(التعلیق الصبیح ج ا ص ٦٠)

دنیاوی احکام کے دارومدار کے لئے صرف اقرار باللسان ہی کافی ہے۔ لہٰذا دنیاوی احکام کے اعتبار سے ظاہراً مؤمن قرار دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور وہ ایمان جس کا دارومدار آخرت پر ہے تو اس کی حقیقت میں علماء کا اختلاف ہے۔

ایمان کے بارے میں مختلف اقوال: ایمان کے بارے میں کل سات مذاہب ہیں۔ دو اہل حق کے اور پانچ اہل باطل کے۔

اہل حق کا پہلا مذہب: کہ ایمان مرکب ہے تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان سے یہ جمہور محدثینؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔

اہل حق کا دوسرا مذہب: کہ ایمان بسیط ہے صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار باللسان عمل بالارکان حقیقت ایمان میں داخل نہیں البتہ اقرار باللسان احکام دنیا کے اجراء کیلئے شرط ہے اور عمل بالارکان کمال ایمان کیلئے شرط ہے یہ مذہب جمہور فقہاء، متکلمین، امام ابوحنیفہؒ کا ہے یہی راجح ہے۔

اہل باطل کے مذاہب: معتزلہ کا مذہب: کہ ایمان مرکب ہے تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان سے یہ تینوں حقیقت ایمان میں داخل ہیں لہٰذا اعمال صالحہ کا تارک اور مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جائے گا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوگا یعنی نہ مؤمن نہ کافر۔

خوارج کا مذہب: ان کے نزدیک بھی ایمان امور ثلاثہ کا نام ہے مگر خوارج مرتکب کبیرہ کے ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہونے کے قائل ہیں نیز نتیجہ کے اعتبار سے معتزلہ خوارج متفق ہیں کہ یہ داخل فی النار خلوداً ہوگا۔

مرجئہ کا مذہب: کہ ایمان بسیط ہے صرف تصدیق قلبی کا نام ہے عمل، اور اقرار باللسان حقیقت ایمان میں نہ تو داخل ہیں اور نہ کمال ایمان کیلئے ضروری ہیں۔ اس لئے ان کا مشہور قول ہے "الایمان ھو التصدیق فقط ولا تضر المعصیۃ مع الایمان کما لا تنفع الطاعۃ مع الکفر"۔

جہمیہ کا مذہب: ایمان علم ومعرفت کا نام ہے اور کسی شئے کی ضرورت نہیں۔

کرامیہ کا مذہب: کہ ایمان صرف اقرار لسانی کا نام ہے تصدیق اور عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ کرامیہ کہتے ہیں کہ عہد الست کا اقرار ہی کافی ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک منافق کو احکام دنیا کے اعتبار سے مسلمان سمجھا جائے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ متکلمینؒ وفقہاءؒ کی دلیل اول: وہ آیات ہیں جن میں ایمان کے ساتھ عمل کا بھی ذکر ہے اور وہ عطف کے ساتھ ہے اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے جیسے ''ان الذین اٰمنوا و عملوا الصلحت'' اگر اعمال صالحہ ایمان کا جز ہوتے تو ان کے درمیان واؤ عاطفہ نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمال صالحہ الگ الگ چیزیں ہیں ایسے ہی جن لوگوں نے صرف زبان سے اقرار کیا اور ان کو تصدیق قلبی حاصل نہ تھی اللہ تعالی نے ان سے ایمان کی نفی کی ہے جیسے اوّل پارہ میں ہے ''ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین'' اس سے بھی معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان میں اقرار لسانی داخل نہیں۔ الحاصل ایمان کی حقیقت سے عمل خارج ہے لہٰذا ایمان بسیط ہے ''والبسیط لا یزید ولا ینقص''۔

دلیل ثانی: قرآن کریم میں بائیس جگہ میں قلب کو محل ایمان قرار دیا گیا ہے جیسے ''ولما یدخل الایمان فی قلوبکم، کتب فی قلوبھم الایمان'' وغیرہ۔ قلب چونکہ بسیط ہے لہٰذا جو چیز اس میں حلول کریگی وہ بھی بسیط ہوگی۔ الحاصل دل سے صرف تصدیق ہی حاصل ہوتی ہے اور اقرار باللسان اور عمل بالارکان حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔

دلیل ثالث: اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک سریہ کے ساتھ انکو جہینہ قبیلہ میں بھیجا تو وہاں پر ایک شخص نے ان کو دیکھ کر کلمہ پڑھا لیکن پھر بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس کو تیر مار دیا اور فرمایا کہ اس نے جان بچانے کیلئے کلمہ پڑھا تھا، دل میں ایمان نہ تھا جب اس کا ذکر آپ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا ''ھل شققت قلبہ'' کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے تو ایمان بسیط ہوا۔

دلیل رابع: حدیث جبرائیل میں آپ ﷺ نے ''ما الایمان'' کے جواب میں فرمایا ''ان تؤمن باللہ وملائکتہ'' ہے اعمال کا کہیں ذکر نہیں، اسی طرح حدیث ابی ذر میں ان زنی وان سرق والی حدیث میں لا الٰہ الا اللہ کے قائل کو جنتی کہا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں ورنہ ایمان معصیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا یہ بھی تصدیق قلبی ہے۔

دلیل خامس: قرآن میں اعمال کو ایمان کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ من یعمل من الصالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیہ، اسی طرح ایک اور آیت حرف شرط ان صراحتاً مذکور ہے۔ واصلحوا ذات بینکم، واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین، شرط کے ساتھ مذکور ہونا دلیل ہے کہ اعمال ایمان کی حقیقت سے خارج ہیں کیونکہ شرط مشروط سے خارج ہوتی ہے۔

دلیل سادس: اگر اعمال کو ایمان کا جز قرار دیا جائے تو معاصی ایمان کی ضد ہو جائیں گی اور ضابطہ ہے کہ کوئی چیز اپنی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ جبکہ قرآن میں معصیت کرنے والے کو مؤمن سے مخاطب کیا گیا ہے کما فی القرآن وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا الخ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ایمان بسیط ہے اور صرف تصدیق قلبی کا نام ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اور بھی بہت سارے دلائل ہیں۔ تفصیل کے لئے فتح الملہم فیض الباری، کی طرف رجوع کریں۔

جمہور محدثینؒ، شوافعؒ وحنابلہ کی دلیل اول: قرآن پاک کی آیت ''لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق

والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الآخر وملائکتہ والکتاب... الخ'' اس آیت میں ابواب البر کو ایمان کے ساتھ ملایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان مرکب ہے تصدیق بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان سے۔

دلیل ثانی: حدیث شریف میں آتا ہے ''بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لااله الا الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصوم رمضان والحج''۔ اس حدیث میں بھی ایمان کو پانچ ارکان سے مرکب بتایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان مرکب ہے بسیط نہیں۔

دلیل ثالث: حدیث الایمان ''بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لااله الا الله'' ہے۔ اس حدیث میں بھی ایمان کو ستر سے زائد شعبوں کے ساتھ مرکب مانا گیا ہے۔

معتزلہ اور خوارج کی دلیل اول: قرآن پاک کی آیت ہے ''ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاء ہ جہنم خالدًا فیھا''۔ ''خالدًا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے نکل جاتا ہے اسلئے تو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

جواب اول: یہاں خلود سے مراد مکث طویل ہے کہ بہت عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

جواب ثانی: یا اس سے وہ شخص مراد ہے جس نے حلال سمجھ کر کبیرہ گناہ کیا ہو۔

جواب ثالث: اس آیت میں نفس سزا کا ذکر ہے کہ قاتل کی سزا یہ ہونی چاہیے لیکن مؤمن ہونے کی وجہ سے یہ سزا نہیں دی جائیگی۔

دلیل ثانی: حدیث میں آتا ہے ''من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد کفر'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک صلوٰۃ کبیرہ گناہ ہے اور کبیرہ گناہ سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ **جواب:** یہاں کفر سے مراد کافروں والا عمل ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کافروں والا عمل کیا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کفر کے قریب ہوا۔

دلیل ثالث: حدیث میں آتا ہے ''لاایمان لمن لاامانة له'' اس حدیث میں اس شخص کے ایمان کی نفی ہے جسکے اندر امانت نہیں۔ **جواب:** یہاں ایمان کی نفی سے کمال ایمان کی نفی مراد ہے۔

مرجئہ کی دلیل اول: ''عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ مفاتیح الجنة شهادة ان لااله الا الله''

دلیل ثانی: ''عن عبادة بن صامت قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من شهد ان لااله الا الله وان محمد رسول الله حرم الله علیه النار''

دلیل ثالث: ''عن عثمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من مات وهو یعلم انه لااله الا الله دخل الجنة'' مذکورہ احادیث میں اعمال کا ذکر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ کمالِ ایمان کیلئے اعمال ضروری نہیں۔ (مشکوٰۃ ص۱۵ ج۱)

دلائل کے مشترکہ جوابات: جواب اول ''دخل الجنة'' سے مراد دخول اوّلی نہیں بلکہ دخول ثانوی ہے یعنی سزا بھگت کر پھر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

جواب ثانی: یہ احادیث اس شخص کے بارے میں ہیں جس کو ایمان لانے کے بعد اعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی بلکہ وہ ایمان لاتے ہی فوت ہو گیا جیسا کہ ایک صحابی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایمان لائے اور کوئی نیک عمل نہیں کیا، جہاد میں شہید ہو گئے۔

جواب ثالث: اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں جو شخص کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لیتا تھا وہ نیک عمل ضرور کرتا تھا اس لئے اصل کلمہ کو ذکر کر دیا، اعمال کا ذکر نہیں کیا۔

سوال: جب محدثین، آئمہ ثلاثہؒ اعمال کو ایمان کا جز قرار دیتے ہیں تو پھر ان سے جب کہا جائے کہ تم تارکِ اعمال صالحہ کو کافر قرار کیوں نہیں دیتے فاسق کیوں قرار دیتے ہو؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کسی چیز کے اجزاء دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) اجزائے حقیقیہ (کسی جز کے فوت ہو جانے سے کل فوت ہو جائے) (۲) اجزائے عرفیہ (کسی جز کے فوت ہونے سے کل فوت نہیں ہوتا) اعمال ایمان کے اجزائے عرفیہ ہیں نہ کہ حقیقیہ۔ لہٰذا اعمال صالحہ کے فوت ہونے سے انسان کافر نہ ہوگا گویا کہ اعمال ایمان کو کامل اور مکمل کرنیوالے ہیں اس جواب کی روشنی میں اہل حق کا آپس میں اختلاف حقیقی نہیں بلکہ لفظی واعتباری ہے جس کا آئندہ ذکر آئے گا اصل اختلاف اہل باطل کیساتھ ہے۔

ایمان میں کمی زیادتی کا مسئلہ: آیا ایمان زیادتی ونقصان کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔ جن حضرات کے نزدیک ایمان بسیط ہے حقیقت ایمان میں اعمال داخل نہیں۔ ان کے نزدیک ''لا یزید ولا ینقص'' کیونکہ بسیط میں زیادت ونقصان کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور جن کے نزدیک ایمان مرکب ہے ان کے نزدیک ''ینقص و یزید'' ان کے نزدیک ایمان کے بعد اعمال کرنے سے ایمان میں کمال آجاتا ہے جبکہ اعمال نہ کرنے سے ایمان میں نقص آجاتا ہے۔ کیونکہ مرکب میں زیادت ونقصان کا ہونا لازم ہے۔ جمہور محدثینؒ امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ کے نزدیک ''ینقص و یزید'' امام مالکؒ کے نزدیک ''الایمان یزید ولا ینقص'' کیونکہ قرآن واحادیث میں زیادتی کا ذکر ہے لیکن نقصان کا کہیں ذکر نہیں اس لئے وہ عدم نقص ایمان کے قائل ہیں، امام اعظمؒ ودیگر احنافؒ کے نزدیک ''لا یزید ولا ینقص''۔ نیز امام اعظم بھی اصل ایمان میں کمی زیادتی کی نفی کرتے ہیں اعمال کے اعتبار سے کمی زیادتی کی نفی نہیں کرتے۔ (عقیدہ طحاویہ ۹۵)

قائلین بالزیادۃ والنقصان کا استدلال: وہ آیات ہیں جن میں زیادت کا ذکر ہے ''فزادھم ایماناً۔ زادتھم ایماناً'' وغیرہ۔ یہ حضرات کہتے ہیں جب ایمان میں زیادتی ہو سکتی ہے اس میں کمی بھی ہو سکتی ہے۔

جواب اول: ان آیات میں زیادتی سے مراد نفسِ ایمان میں زیادتی نہیں بلکہ ایمان کے انوارات اور آثار میں زیادتی مراد ہے یعنی ایمان کا نور بڑھتا ہے اور ایمان کے انوارات کا ثبوت خود قرآن پاک سے ملتا ہے ''افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام''، ''فویل للقاسیۃ قلوبھم'' لہٰذا جس اصلی ایمان پر نجات کا مدار ہے وہ مراد نہیں۔ البتہ فضائل وکمالات کے اعتبار سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اسی اعتبار سے درجات ومراتب میں زیادۃ والنقصان ہوتا ہے جیسے تمام انبیاء علیہم السلام نفس نبوت میں برابر ہیں مگر فضائل وکمالات کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام میں مراتب ہیں۔ کمافی القرآن ''تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض''

جواب ثانی: ایمان کے دو درجے ہیں (۱) ایمان اجمالی (۲) ایمان تفصیلی۔ ایمان اجمالی میں کمی وزیادتی نہیں ہو سکتی کیونکہ ایمان اجمالی یہ ہے کہ شریعت کے تمام احکامات کو قبول کرنا اور ان پر یقین کرنا ظاہر ہے کہ اس میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی ورنہ ایمان ہی نہ رہے گا۔ ایمان تفصیلی سے مراد ہے کہ ہر ہر حکم پر بالتفصیل ایمان لایا جائے۔ ظاہر ہے جتنے احکامات کا علم ہوتا جائیگا ایمان میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ الحاصل ایمان اجمالی کمی زیادتی کو قبول نہیں کرتا، ایمان تفصیلی کمی زیادتی کو قبول کرتا ہے

جواب ثالث: صاحب تعلیق فرماتے ہیں کہ ایمان کا اطلاق جس طرح تصدیق بالجنان پر ہوتا ہے اس طرح ایمان کا اطلاق سکینۃ والبشاشۃ والحلاوۃ والطمانیۃ پر بھی ہوتا ہے اگر ان معانی پر اطلاق کیا جائے تو پھر روایات متعارضہ میں تعارض ختم ہو جائے گا لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ جن حضرات کے نزدیک ایمان زیادتی ونقصان کو قبول کرتا ہے ان کے نزدیک ایمان بمعنی سکینۃ وطمانیت وحلاوت وغیرہ ہے جو مقربین کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''وانزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانًا مع ایمانھم'' (الفتح:۴) لہٰذا جہاں پر ایمان میں زیادتی کا ذکر ہے وہاں زیادتی سے مراد سکینت وطمانینت ہے نہ کہ اصل ایمان میں زیادتی لہٰذا اصل ایمان میں تمام مؤمن برابر ہیں اگر چہ ایمان کے اوصاف زائدہ سکینت وطمانینت میں زیادتی ونقصان کے لحاظ سے مختلف المراتب ہوتے ہیں اور جو حضرات ایمان میں زیادتی ونقصان کے قائل نہیں تو ان کے نزدیک ایمان بمعنی تصدیق ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں درجات متفاوتہ اور کمالات زائدہ کی بناء پر مختلف المراتب ہونے کے باوجود نبوت ورسالت میں کسی قسم کا فرق وتفاوت نہیں ''کما فی قولہ تعالیٰ لانفرق بین احد من رسلہ'' (البقرۃ:۲۸۵) (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۶۱)

الاستثناء فی الایمان: سوال: کوئی مؤمن اپنے بارے میں انا مؤمن کہہ سکتا ہے یا ''ان شاء اللہ'' کی قید ضروری ہے؟ **جواب:** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ فرماتے ہیں انا مؤمن ان شاء اللہ کہنا چاہئے۔

مگر محققین احنافؒ کے نزدیک بغیر ''ان شاء اللہ'' کے کہنا چاہئے۔

امام اعظمؒ کے ہاں یہی راجح ہے ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہے جن حضرات نے زمانہ حال کا اعتبار کیا ہے ان کے ہاں ''ان شاء اللہ'' کی قید نہیں۔ اور جنہوں نے مآل کا اعتبار کیا ہے ان کے ہاں قید ہے کیونکہ مآل کا حال اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔

جیسے ''ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدًا الا ان یشاء اللہ۔ الآیۃ''۔

ایمان واسلام میں نسبت: ایمان کی لغوی وشرعی تفصیل گزر چکی، اسلام کا لغوی وشرعی معنی انقیاد ظاہری وباطنی یعنی جھکنے، تابع ہونے اور مان لینے کے ہیں یعنی اپنے آپ کو پورا پورا کسی کے حوالے کر دینا۔ جس میں اپنا کچھ اختیار نہ ہو۔ ایمان واسلام کے درمیان تین طرح کی نسبتیں نکلتی ہیں۔

اول: اگر ایمان سے انقیاد ظاہری وباطنی مراد لی جائے اور اسلام سے بھی یہی مراد ہو تو دونوں میں نسبت تساوی (برابری) کی ہوگی، جیسے ''یا قوم ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین''

ثانی: اور اگر ایمان سے صرف تصدیق قلبی اور اسلام سے صرف انقیاد ظاہری مراد ہو تو نسبت تباین کی ہوگی جیسے ''قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا'' (حجرات ۱۴)

ثالث: اور اگر ایمان سے تصدیق قلبی اور اسلام سے انقیاد ظاہری وباطنی دونوں مراد ہوں تو دونوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی جیسے حدیث میں ہے ''سئل علیہ الصلوۃ والسلام ای الاعمال افضل فقال الاسلام فقال ای الاسلام افضل فقال الایمان''۔

فائدہ (۱): اگر کسی کو تصدیق قلبی حاصل تھی لیکن اقرار باللسان کا موقع نہ ملا یا اقرار کرنے کیلئے اس کے پاس زبان نہیں تھی تو ایسا شخص

بالاتفاق مسلمان ہوگا۔ فائدہ (۲): کسی کو تصدیق قلبی حاصل تھی لیکن زبان سے اقرار کا کہا گیا اس نے انکار کر دیا تو یہ بالاتفاق کافر ہوگا۔ فائدہ (۳): کسی کو تصدیق قلبی تھی لیکن نہ زبان سے اقرار کیا نہ انکار اس میں دو قول ہیں عند البعض کافر ہے عند البعض مسلمان ہے دنیا کے اعتبار سے اس پر مسلمانوں کے احکامات جاری نہ ہوں گے لیکن آخرت کے اعتبار سے یہ عند اللہ مؤمن شمار ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہؓ روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہیں اور اگر وہ لوگ اس کے قائل ہو گئے (یعنی کلمہ پڑھ لیا) تو ان لوگوں نے اپنی جان و مال کو میرے ہاتھوں سے بچا لیا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا کام کریں جو ان کی ان چیزوں کو حلال کر دے۔ پھر ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس باب میں جابر، ابوسعید، اور ابن عمر سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جہاد مع الکفار کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ احکام اسلامیہ کے اجراء اور حفاظت مسلم کیلئے صرف اقرار لسانی اور اسلام کی ظاہری علامات اقامت صلوٰۃ وغیرہ کافی ہیں باقی دل کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اگر یہ نہ پائی جائیں تو پھر کفار کے ساتھ جہاد کیا جائے گا۔ نیز اس حدیث میں حتیٰ بمعنی ''کی'' ہے جیسے ''اسلمت حتی ادخل الجنة'' یعنی مجھے حکم ربی ہے کہ میں لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے جہاد کروں۔

سوال اول: جہاد کا حکم کیوں ہے؟ **جواب:** آپ ﷺ دنیا سے کفر و شرک کے زہریلے اثرات دور کرنے کیلئے مبعوث ہوئے اور زہر کو دور کرنے کیلئے کبھی آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ زہر کی وجہ سے صحیح اعضاء خراب نہ ہوں تو عالم انسانی میں جو انسان کافر ہوں ان کی وجہ سے دوسرے انسانوں کو خراب ہونے کے خطرے سے بچانے کے لئے جہاد کا حکم نازل ہوا۔

درحقیقت جہاد کا حکم عالم انسانی پر بہت بڑا احسان ہے جہاد کو ظلم کہنا ظلم ہے جیسے معاندین اسلام کہتے ہیں۔

سوال ثانی: اس حدیث میں قتال کی غایت اقرار توحید کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ جزیہ اور صلح سے بھی کفار محفوظ الدم ہو جاتے ہیں۔

جواب اول: یہ حدیث قابل عمل نہیں قرآن کی آیت ''لا اکراہ فی الدین'' کے خلاف ہے۔

جواب ثانی: قتال عام ہے خواہ قتال ہو یا قتال کا قائم مقام اور جزیہ قتال کا قائم مقام ہے۔

جواب ثالث: یہ حدیث جزیہ کا حکم نازل ہونے سے قبل کی ہے۔ **جواب رابع:** الناس سے مراد وہ کفار ہیں جو جزیرہ عرب میں رہنے والے ہیں ان عرب کے کفار کیلئے یا اسلام ہے یا قتل جزیہ عرب کے کفار کیلئے نہیں ہے۔

جواب خامس: اگر تمام کفار مراد ہوں تو ''حتی یشهد و حتیٰ صارو اذلة'' کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ شہادت عام

ہے حقیقتاً مسلمان ہو جائیں یا حکماً مسلمان ہو جائیں یعنی جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔

جواب سادس: قتال کی دو قسمیں ہیں۔(۱) قتال بالسنان (۲) قتال باللسان۔ جو کفار مسلمانوں کی ماتحتی قبول نہ کریں ان کے ساتھ قتال بالسنان جاری ہے یہاں تک کہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جائیں اور جو کفار ماتحتی قبول کر لیں اور جزیہ دینا شروع کر دیں ان کے ساتھ قتال باللسان جاری رہے گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔

بعض حضرات نے اس حدیث سے تارک صلوٰۃ کے قتل پر استدلال کیا ہے یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہاں قتال کا ذکر ہے نہ کہ قتل کا (قتل مار ڈالنے کو کہتے ہیں) اور قتال جنگ، جہاد کو کہتے ہیں۔ جہاد دو قسم پر ہے (۱) جہاد اقدامی (۲) جہاد دفاعی۔ جہاد اقدامی کفار پر حملہ کی ابتدا کرنا۔ جہاد دفاعی۔ کفار پہلے حملہ کی ابتدا کریں اس کے جواب میں مسلمان حملہ کریں۔ جہاد اقدامی فرض کفایہ ہے۔ جہاد دفاعی فرض عین ہے لیکن سرسید نے جہاد اقدامی کا انکار کیا ہے حالانکہ حدیث میں ''امرت ان اقاتل الناس'' عام ہے خواہ اقداماً ہو یا دفاعاً۔

حِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہراً اسلام کو قبول کر لے اور اسلامی احکامات کی پابندی کرے اور دل میں کفر کو بھی چھپائے ہوئے ہو تو ہم تحقیق و تفتیش نہیں کریں گے کہ اس کا اسلام دل سے ہے یا جان بچانے کے لئے کیونکہ اس سے ہم ظاہر کے پابند ہیں باطنی کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر وہ مخلص ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دیں گے اگر منافق ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیں گے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهٗ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّوْنَهٗ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهٖ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ابو بکر خلیفہ ہوئے تو عرب میں سے کچھ لوگوں نے دین کا انکار کر دیا۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا آپ کیسے لوگوں سے لڑیں گے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک یہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ نہ کہیں۔ اور جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا ان کی جان و مال میرے ہاتھوں سے محفوظ ہے۔ مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا کام کریں جو ان کی ان چیزوں کو حلال کر دے۔ پھر ان کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوۃ کے درمیان تفریق کرے گا۔ بے شک زکوۃ مال کا وظیفہ ہے۔ اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھے ایک رسی (مراد اونٹ کی رسی) بھی بطور زکوۃ دینے سے انکار کر دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے۔ تو میں ان سے اس کی عدم ادائیگی پر جنگ کروں گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

أَنَّ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا رَوَى شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرَوَى عِمْرَانُ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ حَدِيثٌ خَطَأٌ وَقَدْ خُولِفَ عِمْرَانُ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ مَعْمَرٍ

فرمایا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کا سینہ جنگ کے لئے کھول دیا اور میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شعیب بن ابی حمزہ اسے زہری سے اسی طرح نقل کرتے ہیں وہ عبید اللہ بن عبد اللہ اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ عمران بن قطان بھی یہ حدیث معمروہ زہری وہ انس بن مالک اور وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں لیکن اس سند سے خطا ہے اس لئے کہ عمران کا معمر سے روایت کرنے میں اختلاف ہے۔

تشریح: آپ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ مختلف قسموں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک قسم وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے ایمان میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ پیدا نہیں ہوا اور کسی قسم کا تزلزل بھی نہیں آیا۔ یہ آپ ﷺ کی صحبت کا اثر تھا دوسری قسم مرتدین کی تھی۔ ان میں مختلف گروہ تھے۔ ایک وہ جو بتوں کی پوجا کی طرف لوٹ گئے۔ دوسرے وہ جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کر کے ان کے متبع ہو گئے تیسری قسم وہ جو مسلمان تو تھے لیکن زکوٰۃ کے بارے میں ان کی تاویل یہ تھی کہ زکوٰۃ آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔ کیونکہ قرآن میں ہے خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتك سکن لھم پس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ زکوٰۃ دینے والوں کیلئے سلامتی اور رحمت کی دعا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کیلئے سکون کا باعث ہے ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون ہے جس کی دعا حتمی طور پر ہمارے لئے تسکین کا باعث ہو۔ اس لئے یہ لوگ اعطاء زکوٰۃ کے منکر ہو گئے۔ ایک وہ طبقہ تھا جس نے زکوٰۃ کا انکار تو نہ کیا مگر خلیفہ وقت کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم خود ہی زکوٰۃ تقسیم کریں گے۔ اس فرقہ کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کیا۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حقیقت پر محمول کر کے جواب دیا کہ محض کلمہ کا پڑھنا ایمان کیلئے کافی نہیں بلکہ تمام ضروریات دین کا اعتقاد ضروری ہے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اس مکالمہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے پہچان لیا کہ وہ حق ہے جس کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا گیا تھا اس فرقہ کے ساتھ تقریباً ایک سال تک جنگ ہوئی۔

بَابُ مَا جَاءَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک یہ لوگ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق

وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا وَيَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَفِي الْبَاب عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَهُ

نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کریں، ہماری ذبح کی ہوئی چیزیں کھائیں اور ہماری نماز کی سی نماز پڑھیں۔ اگر وہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے مال اور جانیں ہم پر حرام ہو جائیں گی مگر یہ کہ وہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کریں جس کی وجہ سے ان کی یہ چیزیں حلال ہو جائیں۔ پھر ان کے لئے وہی کچھ ہے جو تمام مسلمانوں کے لئے اور ان پر بھی وہی حقوق واجب الادا ہیں جو دوسرے مسلمانوں پر ہیں۔ اس باب میں حضرت معاذ بن جبل اور ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ یحییٰ بن ایوب نے بھی حمید سے اور انہوں نے انسؓ سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

تشریح: واضح رہے کہ مؤمن کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں اس وجہ سے مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ایک وقت تھا کہ صرف کلمہ پڑھنا لازم تھا نماز وغیرہ کے احکام فرض نہ ہوئے تھے تب ارشاد ہوا ''من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ'' جب نماز و دیگر احکام فرض ہوئے تب یہ ارشاد ہوا جو یہاں مذکور ہے۔ مدینہ میں منافقین بھی تھے جو نماز یں بھی پڑھتے تھے لیکن بے ایمان تھے۔ رسول کریم ﷺ کی محبت علامت ایمان قرار دی گئی ارشاد ہوا ''لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ الخ'' پھر آئندہ کیلئے پیشین گوئی دیدی گئی کہ آئندہ ایسے لوگ آئیں گے جو بظاہر نیک نظر آئیں گے لیکن ایمان سے خارج ہونگے کیونکہ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت نہیں ہوگی بلکہ بغض وعناد ہوگا (نعوذ باللہ) جیسے روافض، مرزائی ملحدین وغیرہ۔

أَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا: یعنی مسلمانوں کی نماز کی طرح نماز پڑھے یعنی رکوع بھی کرے کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا اور پانچ وقت نماز پڑھے کیونکہ پہلی امتوں میں صرف ایک یا دو وقت کی نماز تھی اور ایسی نماز اقرار توحید اور اعتراف نبوت پر موقوف ہے اور یہ اعتراف نبوت تمام احکام شرعیہ کو مستلزم ہے اس لئے نماز کو اسلام کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

أَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا: یعنی قبلہ بھی مسلمانوں والا ہو اہل کتاب والا نہ ہو۔ چونکہ قبلہ بیت اللہ امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے اس کو مستقلاً ذکر کر دیا۔ **سوال:** ''یصلوا صلاتنا صلوتنا'' میں یہ جملہ داخل ہے کیونکہ ہماری نماز قبلہ ہی کی طرف ہوتی ہے تو علیحدہ سے اس کو لانے کیا وجہ ہے؟ **جواب اول:** بہت سارے لوگ نماز پڑھتے بھی نہیں اور جانتے بھی نہیں لیکن ہر شخص قبلہ کو جانتا ہے، اس لئے علیحدہ سے نماز کے بعد قبلہ کا ذکر کیا۔ **جواب ثانی:** نماز میں ہر مذہب اپنے اپنے طریقہ سے شریک ہے لیکن قبلہ میں شریک نہیں کیونکہ مسلمانوں کا قبلہ ''خانہ کعبہ'' ہے اور یہودیوں کا قبلہ ''بیت المقدس'' اور روافض کا ''ایران'' میں ہے۔

يَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا: تیسری خصلت کا اس لئے ذکر فرمایا تا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ عبادت اور عادت دونوں میں شامل ہو جائیں کیونکہ غیر مسلم ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ پہلی دونوں خصلتیں عبادتی ہیں اور یہ تیسری مسلمانوں کی خاص عادت ہے۔

سوال: قادیانی میں جب یہ اوصاف ثلثہ پائی جائیں تو کیا وہ بھی محفوظ الدم والمال ہوگا؟ **جواب:** اس کو یہ بھی متضمن ہے کہ ضروریات دین کا انکار بھی نہ کرے۔ لہٰذا وہ ختم نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں اہل قبلہ میں شمار نہیں ہوں گے۔

سوال: مرزائیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم مفہوم میں تاویل کرتے ہیں لہٰذا تاویل کرنے والے کی تکفیر درست نہیں؟

جواب: خاتم النبیین کا جو معنیٰ مرزائی بیان کرتے ہیں وہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے اور تحریف کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُعَيْرِ بْنِ الْخِمْسِ التَّمِيمِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَفِي الْبَاب عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَسُعَيْرُ بْنُ الْخِمْسِ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

ابن ابی عمر، سفیان بن عیینہ، سعیر بن خمس تمیمی، حبیب بن ابی ثابت، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرو (۳) زکوۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔ اس باب میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے ہم معنی مرفوعاً مروی ہے۔ سعیر بن خمس محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ الْمَخْزُومِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابوکریب، وکیع، حنظلہ بن ابی سفیان جمحی، عکرمہ بن خالد مخزومی ابن عمر ہم سے روایت کی ابوکریب نے انہوں نے وکیع سے وہ حنظلہ بن ابی سفیان سے وہ عکرمہ بن خالد مخزومی سے وہ ابن عمر سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اسلام سے مراد اسلام کامل ہے۔ یہ حدیث تشبیہ المعقول بالمحسوس کی قبیل سے ہے کہ اس حدیث میں اسلام کو ایک خیمے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہو جس کا درمیانی ستون ادائے شہادتین ہے (کہ اس کے بغیر خیمہ قائم نہیں رہ سکتا) اور اسی شہادتین پر ارکان اسلام کا انحصار ہے۔ باقی چار اعمال اس خیمہ کو باندھے جانے والی رسیوں کے مشابہ ہیں۔ درمیانہ ستون جب تک قائم رہے تو خیمہ بھی قائم رہتا ہے لیکن درمیانہ ستون اگر گر جائے تو خیمہ بھی گر جاتا ہے۔

سوال: بنی کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں ایک مبنیٰ اور دوسری مبنیٰ علیہ۔ مبنیٰ اور مبنیٰ علیہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں لیکن یہاں پر مبنیٰ

اور مبنیٰ علیہ کا ایک ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اسلام کوئی الگ چیز نہیں بلکہ یہی پانچ چیزیں اسلام کہلاتی ہیں۔

جواب: ''بنی الاسلام علی خمس'' میں ''علی من'' کے معنیٰ میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام ان پانچ چیزوں سے مل کر بنا ہے اور حروف جارہ ایک دوسرے کے معنیٰ میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔

شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ: شَهَادَةِ: اس لفظ پر تینوں حرکتیں رفع، نصب، جر آسکتی ہیں۔ مرفوع ہونے کی صورت میں یہ خبر ہوگی مبتدا محذوف ''ھو، ھی کی۔ منصوب ہونے کی صورت میں مفعول ہوگا اعنی فعل مقدر کا۔ جر ہونے کی صورت میں یہ بدل ہوگا خمس سے اور یہی حکم باقی معطوفات کا بھی ہے۔

سوال: شہادتین کو سب پر کیوں مقدم کیا۔ **جواب:** تمام عبادات کا صحیح ہونا موقوف ہے شہادتین پر اسلئے شہادتین کو سب سے پہلے مقدم کیا۔

سوال: صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ و حج باقی چار چیزوں کو آپ ﷺ نے جس ترتیب سے بیان کیا اسکے بارہ میں روایات مختلف ہیں کیا وجہ؟

جواب اول: واؤ مطلق جمع کیلئے ہے ترتیب مراد نہیں آپ ﷺ کا مقصد اصل میں پانچ چیزوں کو بیان کرنا تھا۔

جواب ثانی: عبادات کی تین قسمیں ہیں (۱) یومیہ (۲) سنویہ (۳) عمریہ، نماز یومیہ عبادات میں سے ہے روزہ اور زکوٰۃ سنویہ عبادات میں سے اور حج عمریہ عبادات میں سے ہے۔ زکوٰۃ اور صوم چونکہ ایک ہی نوع کی عبادات تھیں اس لئے کبھی صلوٰۃ کے ساتھ بیان کر دیا کبھی بعد میں اور مشکوٰۃ کی روایت میں روزہ کو سب سے آخر میں بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عبادات دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ عبادت فعلاً ہوگی یا ترکاً۔ ترکاً کی مثال صوم ہے۔ اس کو سب سے آخر میں بیان کر دیا اگر فعلی ہو تو لسانی ہوگی جیسے شہادتین یا بدنی ہوگی جیسے صوم یا مالی ہوگی جیسے زکوٰۃ یا دونوں سے مرکب ہوگی جیسے حج۔ مذکورہ تقریر سے ارکان اسلام کے پانچ میں منحصر ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔

پانچوں کی وجہ حصر بعنوان آخر: اگر عبادت قولی ہو تو شہادتین ہے عبادت غیر قولی ہو تو اس میں ترک ہوگا یا فعل ہوگا ترک ہو تو صوم ہے۔ کیونکہ صوم میں خواہشات کا ترک ہوتا ہے۔ اگر عبادت فعلی ہو تو پھر تین صورتیں ہیں۔ یا بدنی ہوگی تو صلوٰۃ ہے یا صرف مالی ہوگی تو زکوٰۃ ہے یا دونوں سے مرکب ہے تو حج ہے۔

سوال: یہ حدیث احنافؒ کے خلاف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امور اربعہ میں سے کسی کے ترک سے مسلمان نہیں رہتا۔

جواب: اس حدیث میں ایمان کامل کو بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ نفس ایمان کو۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امور اربعہ کا عامل محفوظ الدم ہو جاتا ہے اگر چہ باقی احکام کا منکر ہو۔

جواب: شہادۃ بالرسالۃ کے ضمن میں تمام احکام کی تصدیق آ گئی۔

سوال: اس حدیث میں جہاد کا ذکر نہیں۔ **جواب اول:** اس حدیث میں فرض عین کا بیان ہے جہاد فرض کفایہ ہے۔

جواب ثانی: یہ حدیث فرضیت جہاد سے پہلے کی ہے۔

سوال: اس روایت میں اسلام کا پانچ اشیاء پر منحصر ہونا معلوم ہو رہا ہے جبکہ اگلی حدیث میں بضع وسبعون شعبہ ذکر کیا گیا ہے تو رفع تعارض کیسے ہوگا۔ **جواب:** مشہور تو پانچ ہیں باقی غیر مشہور کو ملا کر ستر سے کچھ اوپر بن جاتے ہیں۔

وفی الباب: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت دو سندوں سے مروی ہے اور دونوں سندیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔ پہلی سند کا راوی عُمیر بن اُمّس تمیمی ٹھیک راوی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصْفِ جِبْرَائِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانَ وَالْإِسْلَامَ

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ أَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ قَالَ فَخَرَجْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَتّٰى أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ فَقُلْنَا لَوْ لَقِينَا رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا أَحْدَثَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ فَلَقِينَاهُ يَعْنِي عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ وَيَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ قَالَ فَإِذَا لَقِيتَ أُولٰئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَأَنَّهُمْ مِنِّي بُرَآءُ وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ فَقَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ معبد جہنی پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے تقدیر کے متعلق گفتگو کی۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبدالرحمن حمیری مدینہ کی طرف نکلے تا کہ کسی صحابی سے ملاقات کر کے اس نئے مسئلے کی تحقیق کریں۔ چنانچہ ہم نے عبداللہ بن عمر سے ملاقات کی اور جبکہ وہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں گھیر لیا۔ میں نے کہا اے عبدالرحمن کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن بھی پڑھتے ہیں اور علم بھی سیکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں اور حکم بروقت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا جب ان سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کی قسم عبداللہ کھاتا رہتا ہے اگر یہ لوگ احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دیں تو جب تک تقدیر کے خیر و شر پر ایمان نہ لائیں، قبول نہ ہوگا۔ یحییٰ کہتے ہیں پھر عبداللہ حدیث بیان کرنے لگے اور فرمایا کہ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال بالکل سیاہ تھے نہ تو اس پر سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہی ہم اسے جانتے تھے یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے زانوؤں سے زانو ملا کر بیٹھ گیا۔ پھر کہا اے محمد! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور تقدیر خیر و شر کی تصدیق کرو۔ اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی

وَسَلَّمَ فَأَلْزَقَ رُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ فَمَا الْإِسْلَامُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ قَالَ فَمَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ فِي كُلِّ ذٰلِكَ يَقُولُ لَهُ صَدَقْتَ قَالَ فَتَعَجَّبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَمَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَمَا أَمَارَتُهَا قَالَ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَلَاثٍ فَقَالَ يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِي مَنِ السَّائِلُ ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ أَمْرَ دِينِكُمْ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ كَهْمَسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُ هٰذَا وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحِيحُ هُوَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ

عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے پوچھا احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو (یعنی خشوع وخضوع کے ساتھ) اس لئے کہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ ہر بات پوچھنے کے بعد کہتا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ جس پر ہمیں حیرانگی ہوئی کہ پوچھتا بھی خود ہے اور پھر تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ اس کے متعلق سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ قیامت کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں اور ننگے جسم والے اور محتاج چرواہے لمبی لمبی عمارتیں بنانے لگیں گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ پھر میری نبی اکرم ﷺ سے تین دن بعد ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ عمر! جانتے ہو وہ سوال کرنے والا کون تھا؟ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں دینی امور سکھانے کے لئے آئے تھے۔

ہم سے روایت کیا احمد بن محمد نے انہوں نے ابن مبارک سے وہ کہمس بن حسن سے اسی سند سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ محمد بن مثنی بھی معاذ بن ہشام سے اور وہ کہمس سے اسی سند سے اسی کے ہم معنی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس باب میں طلحہ بن عبید اللہ، انس بن مالک اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے اسی طرح منقول ہیں۔ پھر یہ حدیث ابن عمر سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے منقول ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ ابن عمر (اپنے والد) حضرت عمر سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ سب سے پہلا وہ شخص جس نے تقدیر کے مسئلہ میں گفتگو کی یعنی تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جہنی تھا یہ شخص بصرہ کا رہنے والا تھا یہ بصرہ سے مدینہ چلا آیا تھا اور یہاں اپنا باطل مذہب پھیلانا چاہتا تھا حجاج نے اس کو سن ۸۰ھ میں قتل کیا آگے شرح ترجمہ سے واضح ہے۔

بَيَاضِ الثِّيَابِ: اس لفظ سے سفید لباس کے مستحسن ہونیکی طرف اشارہ ہے سفید کپڑے اچھے اعمال اور کمال نورانیت کے مناسب ہیں۔

سَوَادِ الشَّعْرِ: شعر سے سر اور داڑھی دونوں کے بال مراد ہیں اس لفظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طلب علم کا اصل زمانہ جوانی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس میں حاضر ہونے کیلئے اچھے کپڑے پہننے چاہئیں۔ (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۶۴)

لَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ظن سے عدم معرفت کو سب کی طرف منسوب کر دیا یا تو صراحۃً ایک دوسرے سے پوچھ لیا اور سب نے انکار کیا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرائن سے معلوم کر لیا کہ سب بنظر تعجب ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

فَأَلْزَقَ رُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ: حضرت جبرئیل علیہ السلام جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تو اپنے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا لئے۔

سوال: ایسا کرنا تو بے ادبی معلوم ہو رہی ہے تو حضرت جبرئیل نے ایسے کس طرح کر دیا؟

جواب اول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کیلئے ایسا کیا۔

جواب ثانی: تاکہ نئے طریقے سے بیٹھنے کی صورت میں سارے لوگ ادھر متوجہ ہو جائیں۔

جواب ثالث: طلب علم کی شدت احتیاجیت کو ظاہر کرنے کیلئے۔

جواب رابع: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی حیثیت چھپانے کیلئے ایسا کیا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔

واضح رہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان لیا تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پوچھتے کہ تم کون ہو؟ اور اس طرح مجھ سے مل کر کیوں بیٹھ رہے ہو؟

يَا مُحَمَّدُ: **سوال:** نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا "لا تجعلوا دعاء الرسول" (القرآن) سے تو منع ہے؟

جواب اول: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے اور اگر یہ واقعہ آیت کے نازل ہونے کے بعد کا ہو تو یہ ممانعت بنی آدم کیلئے ہے فرشتوں کیلئے نہیں۔

جواب ثانی: جبرئیل امین اپنے آپ کو چھپانا چاہتے تھے اسلئے دیہاتیوں والا طرز اختیار کیا۔

جواب ثالث: لفظ محمد کے دو معنیٰ ہیں (۱) علمی (۲) وصفی! معنیٰ علمی کے طور پر یا محمد سے آواز دینا ممنوع ہے وصفی معنیٰ کے طور پر ممنوع نہیں اور جبرئیل امین نے معنیٰ وصفی کے طور پر ایسا کیا۔

سوال: اس حدیث جبریل میں ایمان، اسلام، احسان، قیامت وغیرہ کا ذکر ہے معاملات کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: اس حدیث میں مقاصد کا بیان ہے معاملات ضرورت کی قبیل سے ہیں نہ کہ مقاصد کی قبیل سے۔

مَا الْإِيمَانُ: **سوال:** احادیث کی دوسری کتابوں میں اسلام و احسان کے متعلق سوال و جواب کو مقدم لایا گیا ہے جبکہ بخاری

اور مصابیح میں جامع ترمذی ایمان کے متعلق سوال وجواب مقدم لایا گیا ہے۔اس کے مختلف جوابات ہیں۔

جواب اول: راویوں کے اختلاف کی وجہ سے جس طرح اپنے استادوں سے سنا ویسے ہی نقل کردیا

جواب ثانی: مختلف طریقوں سے ارشاد فرمانے کی مستقل وجوہات ہیں۔

جواب ثالث: جن روایات میں احسان کو درمیان میں ذکر کیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ احسان کا محل دل ہے

جواب رابع: جن روایات میں ایمان کو مقدم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ وغیرہ تمام طاعات کی قبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لئے ایمان کو اسلام پر مقدم کیا۔ **جواب خامس:** اسلام کو جن روایات پر مقدم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انقیاد ظاہری انقیاد باطنی کی دلیل ہے اور دلیل اپنے مدلول پر مقدم ہوتی ہے۔

جواب سادس: جن روایات میں احسان کو مؤخر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ احسان ایک کیفیت کا نام ہے اور کیفیت عارض ہوا کرتی ہے اور عارض معروض کے بعد ہوتا ہے نیز قیامت کو مؤخر بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دین تین چیزوں ایمان، اسلام، احسان کے مجموعہ کا نام ہے اور انسان کے پیدا کرنے سے مقصود حق عبادت ہے جب حق پورا ہو گیا تو قیامت کو قائم ہو جانا چاہئے اس لئے جبریل امین نے آخر میں قیامت کا سوال کیا۔

سوال: اسلام کے جواب میں آپ ﷺ نے امور خمسہ شہادتین، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کا ذکر کیوں کیا؟

جواب: مسلمان ہونے کے لئے تمام امور ضروری ہیں فقہاء نے شہادتین پر اکتفاء بمنزلہ ایجاب وقبول کے کیا ہے جیسے نکاح میں ایجاب وقبول سے باقی چیزیں ضمناً آجاتی ہیں اسی طرح شہادتین کے ضمن میں باقی امور بھی ضمناً آجائیں گے۔

سوال: آپ ﷺ نے نماز زکوٰۃ کو اکٹھے بیان کیا اور روزہ کو علیحدہ حالانکہ بدنی عبادتیں اکٹھی اور مالی عبادت کو الگ بیان کرتے۔

جواب اول: قرآن کریم کی اتباع کرتے ہوئے ایسا کیا قرآن میں نماز زکوٰۃ کا اکٹھے بیان ہے۔

جواب ثانی: صلوٰۃ، زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد ساقط نہیں ہوتے جبکہ روزہ شیخ فانی کے حق میں ساقط ہو جاتا ہے۔اس لئے روزہ کو علیحدہ ذکر کیا اور نماز، زکوٰۃ کو اکٹھے۔

قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَتَعَجَّبْنَا مِنْهُ: تعجب کی وجہ ظاہر ہے کہ اس پر سفر کا کوئی اثر نہیں ہے کپڑے اور بدن نہایت صاف ستھرے ہیں اور بلا تکلف زانوں کے ساتھ زانوں ملا کر بیٹھ گیا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریب کا آدمی ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے نہیں اور آداب نبوت کا بھی بظاہر خیال نہیں رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعرابی ہوگا اور جب سوالات کئے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لاعلم اور دور کا آدمی ہے اور پھر حضور ﷺ کے بیان کی تصدیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ باتیں سنی ہوئی ہیں۔الحاصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا کہ تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے ان سے ہی علوم حاصل کیا جاتا ہے اور یہ شخص کبھی آپ ﷺ سے علم حاصل کرنے نہیں آیا لیکن پھر بھی تصدیق کر رہا ہے حالانکہ تصدیق کے لئے سابق علم کا ہونا ضروری ہے۔اسلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔

سوال: جبرئیل امین نے پہلا سوال ایمان کے بارے میں کیا، حضور ﷺ نے اس کے جواب میں ایمانیات کو ذکر کیا، اعمال صالحہ

کا تذکرہ نہیں کیا۔ حضور ﷺ کے اس جواب سے امام اعظمؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اعمال حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ: سوال: آپ نے "ما الایمان" کے جواب میں "ان تؤمن" فرمایا، یہ تو تعریف الشیٔ بنفسہٖ ہے جو کہ صحیح نہیں۔ **جواب اول:** علامہ کرمانیؒ (شارح بخاری) فرماتے ہیں کہ محدود ایمان شرعی ہے اور تعریف میں جو لفظ ایمان ہے وہ ایمان لغوی ہے لہٰذا "تعریف الشی بنفسہٖ" لازم نہ آئی۔ **جواب ثانی:** "تؤمن" تعترف کے معنیٰ میں ہے تقدیری عبارت گویا اس طرح ہے "الایمان اعتراف باللہ وملائکتہٖ"۔

سوال: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا ایمان کے بارے میں آپ ﷺ نے جواب مؤمن بہ سے دیا تو سوال جواب میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب: قرائن سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا مقصد مؤمن بہ کی تعیین تھی آپ ﷺ نے تعیین فرمادی۔ ایمان باللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود، ذات، توحید وصفات کمالیہ پر ایمان لائیں اور ہر قسم کے عیوب ونقائص سے منزہ سمجھیں۔

مَلَائِكَتِهٖ: فرشتے اللہ اور اسکے رسولوں کے درمیان قاصد ہوتے ہیں ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ انکے وجود پر اور انکی صفات (جو قرآن میں موجود ہیں) "عباد مکرمون لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون" پر ایمان لایا جائے۔ نیز ملائکہ کے بارے میں چند عقائد رکھنا ضروری ہیں (۱) رشتے مذکر مؤنث ہونے کے وصف سے پاک ہیں (۲) ان کو مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت اللہ پاک نے دی ہوئی ہے (۳) رشتے نورانی مخلوق ہیں (۴) جسمانی کدورتوں سے پاک ہیں (۵) ملائکہ کے لئے اللہ پاک کی تسبیح تحمید وتقدیس ایسے ہے جیسے انسان کیلئے سانس (۶) اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق ہیں۔ نیز فرشتوں کے وجود کا انکار کفر ہے "قال اللہ عزوجل امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کُلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ" (البقرۃ:۲۸۵) ایمان بالملائکۃ کے چند معانی اور بھی ہیں (۱) "التصدیق بوجودھم" انکے وجود کی تصدیق (۲) "انزالھم منازلھم واثبات انھم عباد اللہ وخلقہ کالجن والانس ماموروں مکلفون" کہ انکو اللہ نے بڑے مرتبے پر اتارا ہے اور وہ بھی اللہ کے بندے مخلوق ہیں۔ جن وانس کی طرح وہ بھی اللہ کے امور کے مکلف ہیں (۳) "الاعتراف بان منھم رسلا یرسلھم" یعنی اس بات کا اعتراف کرنا کہ اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو چاہیں اپنے بندوں میں سے کسی کے پاس بھیج دیں اور بعض فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔ (التعلیق الصبیح ج۱ص۲۶)۔ فرشتوں کے متعلق بعض فرق باطلہ کے چند اعتراضات کے جوابات۔ **پہلا اعتراض:** اگر ملائکہ دنیا میں موجود ہوتے تو ہمیں دکھائی دیتے۔

جواب اول: الزامی جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز دکھائی نہ دے اس کا وجود بھی نہ ہو جیسے دودھ میں مکھن ہوتا ہے لیکن نظر نہیں آتا اور اسی طرح انسان کے اندر شوگر، چونا وغیرہ ہے لیکن نظر نہیں آتا "فما ھو جوابکم فھو جوابنا"۔

جواب ثانی: فرشتوں کے وجود پر مخبر صادق نے قرآن وحدیث میں خبر دی ہے، بہت سی آیات میں ملائکہ کا ذکر آتا ہے۔

دوسرا اعتراض: ملائکہ لطیف ہونے کے باوجود سخت کام کیسے کرتے ہیں جیسے فرشتہ کی ایک چیخ سے قوم ثمود کے کلیجے پھٹ گئے اور قوم

لوط علیہ السلام کی بستی کو الٹ کر رکھ دیا۔ **جواب ثالث:** سائنس کی ایجادات سے معلوم ہوتا ہے کہ لطافت کو قوت حاصل ہے دیکھئے بجلی سب سے زیادہ لطیف ہے لیکن سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اسی طرح پانی، ہوا وغیرہ یہ سب لطیف ہیں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

تیسرا اعتراض: ملائکہ تھوڑی سی مدت میں اتنا طویل سفر کیسے کر لیتے ہیں، آسمان سے زمین پر اتنی جلدی کس طرح پہنچتے ہیں؟

جواب: بجلی ایک سیکنڈ میں ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچ سکتی ہے جو انسان کی ایجاد ہے تو فرشتے کیوں نہیں پہنچ سکتے ''فاعتبروا یا اولی الابصار''۔

امام ابوالحسن علی بن ابی بکرؒ نے اپنے رسالے میں فرشتوں کے بارے میں یہ منظوم کلام پیش کیا ہے۔ التعلیق الصبیح ص ۶۶ ج ۱ سے منقول ہے۔

القول بالملائك الكرام فريضة لصحة الاسلام
وهم عباد الخالق القهار قد خلقوا من خالص الانوار
حياتهم بالذكر والتسبيح ومالهم فی الذكر من تبريح
قاموا صفوفًا للعزيز الماجد يدعونه على مقام واحد
قد طهروا عن شهوة العصيان ومن شرور النفس والشيطان
ومالهم نسل ولا ولادة ولا لهم شغل سوى العبادة
فمنهم كتاب اعمال الورى ومنهم حفاظ سكان الثرى
ومنهم موكل بالرزق يوصل او يزوى بامر الحق
فوصف حال القوم بالتفصيل فی صحف الآثار والتنزيل
ونفيهم بالجحد والانكار كفر صريح موجب للنار
ومن جرى لسانه بالطعن والنقص فيهم فهو اهل اللعن

وکتبہ: ایمان بالکتب کا مطلب ہے جو کتب اللہ پاک نے انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں یہ برحق ہیں نیز ان کتب کے بارہ میں یہ ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ یہ اللہ پاک کا کلام ہیں، قدیم ہیں، حروف اور آواز سے پاک ہیں ان کے مضامین برحق ہیں نیز کل کتب اور صحائف ۱۰۴ ہیں اور مشہور کتب چار ہیں (۱) **قرآن:** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (۲) **تورات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی (۳) **زبور:** حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی (۴) **انجیل:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ پچاس صحائف حضرت شعیب علیہ السلام پر نازل ہوئے، دس صحائف حضرت ادریس علیہ السلام پر، دس حضرت آدم علیہ السلام پر اور دس صحائف حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے نیز قرآن مجید، زبور، تورات، انجیل پر تفصیلاً اور جن کا ذکر نہیں قرآن میں ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ اور یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ تمام آسمانی کتب منسوخ ہو چکیں اور قرآن میں کسی قسم کا نسخ وتحریف تا قیامت نہیں ہو سکتی۔

ورُسلہ: رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ تمام انبیاء مرسل من اللہ ہیں اور معصوم ہیں ان سب نے اپنا فرض منصبی پورا کیا ہے اپنی امتوں تک حق پہنچا دیا ہے ہر نبی کی امت پر اس کی اطاعت غیر مشروط طور پر واجب تھی۔ مشہور یہ ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ

چوبیس ہزار یا کم وبیش اور رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ہے (بحوالہ حدیث ابی ذر مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۱) ملائکہ کو رسولوں کے ذکر پر مقدم کیا ترتیب واقعی کالحاظ کرتے ہوئے فرشتے وحی پہلے لاتے ہیں رسول بعد میں بنتے ہیں۔ افضلیت کے اعتبار سے تقدیم نہیں ہے۔

نبی ورسول میں فرق: (۱) نبی وہ ہوتا ہے جس کو لوگوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہو (۲) رسول وہ ہوتا ہے کہ جس کو اصلاح الناس کے ساتھ دشمنوں سے مقابلے کا بھی حکم دیا گیا ہو۔ خواہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو (۳) نبی ورسول میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ہر رسول نبی ہوتا ہے ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ (ارشاد القاری)۔

والیوم الآخر: مطلب ہے کہ اس دار فانی کے بعد ایک اور دار آنے والا ہے جسے قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کے وقوع اور اس میں واقع ہونے والے امور پر پختہ یقین رکھا جائے۔

والقدر خیرہ و شرہ: خیر سے مراد نفع اور شر سے مراد نقصان ہے مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ حق تعالیٰ نے خیر وشر کو مخلوق کی پیدائش سے قبل ہی مقدر کر دیا ہے قدر کے معنیٰ اندازہ کرنے کے آتے ہیں اور یہ تقدیر دو قسم پر ہے (۱) مبرم (۲) معلق۔ تقدیر مبرم میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، معلق میں دعاء اور اعمال صالحہ سے تبدیلی ممکن ہے جیسے ابلیس کی دعاء سے اس کی عمر بڑھ گئی ''فانك من المنظرين'' اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء سے حضرت داوٗدؑ کی عمر بڑھ گئی، ساٹھ سال سے سوسال ہوگئی۔

الاحسان: احسان کے لغوی معنیٰ ہیں اچھا کرنا شرعاً احسان وہ ہے جس کو آپ ﷺ نے حدیث ہذا میں بیان فرمایا۔ اس احسان کے دو درجے بیان کئے گئے ہیں (۱) مشاہدہ کہ ایسا تصور کر کے عبادت کرے کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اس سے عبادات آسان ہوجاتی ہیں دل میں عاجزی پیدا ہوتی ہے (۲) مراقبہ کہ کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے مقام مراقبہ مقام مشاہدہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ بعض حضرات نے احسان کا معنی یہ بتلایا ہے ''ان لم تكن تراه'' اگر تمہارا وجود ختم ہوجائے اپنے آپ کو فنا کر دو، مٹا دو تو پھر اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو گے، گویا انسان کا وجود اللہ کی رؤیت میں رکاوٹ ہے۔ یہ حدیث کا مطلب نہیں بن سکتا بلکہ تحریف ہے۔ اگرچہ اپنے آپ کو مٹا دینا ایک اہم عمل ہے، احسان کا یہ معنیٰ صحیح نہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: ''فان لم تكن تراه'' یہ شرط ہے ''فانه يراك'' جزا ہے۔ اگر ان حضرات والا ترجمہ لیا جائے تو ''فان لم تكن'' شرط بنے گی اور ''تراه'' جزا بنے گی۔ اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی (۱) ''تراه'' میں الف نہیں آنا چاہیے (۲) ''فانه يراك'' والا جملہ مہمل ہو جائیگا حالانکہ یہ جزا ہے اور آپ نے ''تراه'' کو جزا بنالیا ہے۔

دوسری وجہ: بعض روایات میں ''فان لم تكن تراه'' نہیں بلکہ ''ان لم تراه'' ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔

تیسری وجہ: دنیا میں اللہ کا دیدار کوئی نہیں کرسکتا خواہ کوئی اپنے آپ کو فنا کرے یا نہ کرے۔ ''کما فی قولہ تعالی لاتدركه الابصار الخ''

سوال: ''ان تعبد الله'' خبر ہے اس کا مبتدا ''هو'' یہاں محذوف ہے اور وہ ضمیر احسان کی طرف راجع ہے۔ مبتدا خبر پر محمول ہوا کرتی ہے بظاہر یہ حمل درست نہیں کیونکہ عبادت اور چیز ہے اور احسان اور چیز ہے۔ گویا یہ حمل المباین علی المباین ہوا۔

جواب: احسان سے مراد مخصوص احسان ہے یعنی عبادت کا احسان لہٰذا احسان اور عبادت مباین نہ ہوا۔ لہٰذا یہ حمل درست ہے۔

سوال: ''ان لم تکن تراہ'' شرط ہے اسے جزا کی ضرورت ہے ''فانه یراك'' جزا نہیں بن سکتا کیونکہ شرط جزا کے لئے سبب ہوتی ہے لیکن یہ شرط ''فانه یراك'' کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ انسانوں کی عدم رؤیت اللہ کی رؤیت کا سبب نہیں۔ **جواب:** اس کی جزا یہاں محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے ''فاحسن العبادة فانه یراك'' یہ سابقہ حکم کی علت اور دلیل ہے۔

اخبرنی عن الساعة: **سوال:** ساعۃ سے مراد قیامت ہے، قیامت کا دن تو بہت لمبا ہوگا حتیٰ کہ اس کی مقدار پچاس ہزار سال کے بقدر قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اسے ساعۃ کہنا بظاہر درست نہیں

جواب اول: قیامت کا وقوع چونکہ ایک لحہ میں ہوگا اس لئے اس کا نام ساعۃ رکھا۔

جواب ثانی: ہر گھڑی قیامت کا آنا محتمل ہے کیونکہ اس کے وقت کا تعین اللہ پاک کے علم میں تو ہے لیکن مخلوقات میں سے کسی کو اس کے وقت کا علم نہیں دیا گیا گویا کہ اُس کی آمد ہر ساعۃ محتمل ہے۔

سوال: اسلام، ایمان، احسان کے سوالات کے بعد قیامت کے متعلق سوال کرنے کی مناسبت تو معلوم نہیں ہوتی۔

جواب اول: مناسبت ہے کہ آپ ﷺ نے احسان کا جواب دیا ''ان تعبد الله كانك تراہ'' اس سے رؤیت باری کا شوق پیدا ہوا یہ رؤیت دنیا میں ممکن نہیں بلکہ قیامت میں ہوگی اس لئے داعیہ پیدا ہوا کہ قیامت کے متعلق سوال کر لیا جائے جس میں رؤیت باری تعالیٰ حاصل ہوگی۔

جواب ثانی: دنیا کو پیدا کرنے کا مقصد ایمان، اسلام، احسان ہے جب تینوں حاصل ہو گئے تو مقصد پورا ہو گیا کسی چیز کے بنانے سے جب مقصد پورا ہو جائے تو اس کو توڑ دیا جاتا ہے اس لئے تینوں کے بعد قیامت کے ذکر کے متعلق سوال مناسب ہوا۔

سوال: حدیث جبریل علیہ السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم نہیں جبکہ دیگر احادیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ''بعثت انا والساعة كهاتين'' دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کر کے فرمایا کہ جیسے یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں ایسے ہی میں اور قیامت بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم تھا۔

جواب: مذکورہ حدیث میں قیامت کا وقت بتانا مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ میرے درمیان اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں آئیگا

فائدہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے قیامت کی علامتوں کا سوال کیا، علامات دو قسم پر ہیں۔ (۱) غیر معتاد جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا وغیرہ (۲) معتاد، یہاں پر حضرت جبریل علیہ السلام نے معتاد علامات پوچھیں آپ ﷺ نے ان علامات میں سے ایک بیان کی ''ان تلد الامة ربتها''۔

ما المسئول عنها باعلم من السائل: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ''لا ادری، لا اعلم'' کی بجائے مذکورہ جواب ''ما المسئول عنها الخ'' سے دیگر عمومی طور پر سائل و مسئول دونوں کیلئے عدم علم کو ثابت کیا تاکہ قیامت تک آنے والے سائل و مسئول اس عدم علم میں شامل ہو جائیں یا پھر اس لئے ''ما المسئول عنها'' سے جواب دیا کہ ''الکنایة ابلغ من الصریح'' جیسے قرآن میں ہے ''راودته التی هو فی بیتها عن نفسه۔ الایة''

فائدہ: یہی سوال و جواب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان ہوا تھا لیکن وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سائل تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام مسئول تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو حضرت جبریلؑ نے اپنے پروں کو ہلایا اور جواب دیا ''**ما المسئول عنها باعلم من السائل... کنایة عن تساویهما فی عدم العلم لا عن تساویهما مطلقاً**'' (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۱۷)۔

ان تلد الامة ربتها: جنے گی لونڈی اپنے آقا کو اس کا (۱) مطلب یہ ہے کہ دنیا کا انتظام بگڑ جائیگا اصول بمنزلہ فروع کے اور فروع بمنزلہ اصول کے ہو جائینگے یعنی معاملات نا اہل کے سپرد ہو جائیں گے جیسے حدیث مبارکہ میں ہے ''**اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة**'' مطلب ہے کہ عزت والے ذلیل ہونگے اور ذلت والے عزت والے ہونگے (۲) یہ جملہ کنایہ ہے عقوق الوالدین سے یعنی اولاد ماں باپ پر یوں حکم چلائے گی جیسے نوکروں سے خدمت لی جاتی ہے ایسے والدین سے خدمت لینے کے ساتھ توہین آمیز معاملہ بھی عام ہو جائیگا (۳) مطلب یہ ہے کہ باندی زادے حکومت کے مالک ہو جائینگے تو انکی والدہ بھی انکی رعیت میں ہوگی (۴) یہ کثرت فتوحات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت غلام اور لونڈیاں بہت زیادہ ہو جائیں گے لوگ جب لونڈیوں کو فروخت کریں گے تو اُس خرید و فروخت میں ایسا ہو جائیگا کہ ماں اپنے بیٹے کے ہاتھ بیچی جائیگی۔ اب بیٹا آقا بن گیا اور ماں جس نے اسکو جنم دیا وہ لونڈی بن گئی۔

ان تری الحفاة العراة: ''**حفاة**'' حافی کی جمع ہے یعنی ننگے پیر، ''**عراة**'' عاری کی جمع ہے ننگے بدن ''**عالة**'' عائل کی جمع ہے فقیر ''**رعاء**'' راعی کی جمع ہے بمعنی چرواہا۔ رکھوالا۔ ''**الشأ**'' جمع ہے شاۃ کی۔ بکری ''**بنیان**'' عمارۃ۔ مذکورہ جملے سے مراد یہ ہے کہ علماء شرفا اصحاب کمال کی توہین اور اشرار جہال کی عزت ہونے لگے (ہمارے زمانہ میں جیسے ہو رہا ہے) یہ علامات قیامت ہے۔ بکری چرانے والوں کا بطور خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ دین و دنیا دونوں اعتبار سے ارذل اور جاہل ہوتے ہیں یا بکریاں چرانے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس کچھ نہ ہو خالی ہاتھ ہوں جیسے ''**یحشر الناس حفاة عراة بها الحدیث**''۔

فلقنی النبی بعد ذلك بثلاث: کہ تین دن کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ جبکہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسی مجلس میں فرمایا تھا دونوں روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، جبریل علیہ السلام کے سوالات و جوابات کے بعد اپنے کسی کام کیلئے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تھے آپ ﷺ نے دیگر حاضرین مجلس کے سامنے بتلا دیا پھر تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مستقل طور پر فرمایا۔ لہٰذا تعارض نہ رہا۔

حدیث الباب سے چند فوائد مستنبط ہوتے ہیں (۱) طالب علم کو چاہیے کہ دوران طالب علمی پاک صاف کپڑے پہنے (۲) طالب علم دین کا علم حاصل کرنے کیلئے جوانی کے زمانہ کو منتخب کرے جیسا کہ حدیث میں سواد الشعر سے معلوم ہوتا ہے (۳) طالب علم کو استاد کے قریب باادب ہو کر بیٹھنا چاہیے (۴) البہ علم وقتاً فوقتاً سوال کرتا رہے کیونکہ سوال کرنا نصف علم ہے (۵) جوابات طالب علم کو سمجھ میں نہ آئے وہ دوبارہ پوچھ لے شرم محسوس نہ کرے (۶) دوران طالب علمی میں تعلقات نہ رکھے بلکہ گمنام رہے جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا (۷) پڑھائی کے علاوہ دیگر مشاغل سے احتراز کرنا چاہیے فضول میں وقت ضائع کرنا اچھا نہیں (۸) ایسے علوم حاصل کرے جن کا تعلق عقائد اور مسائل سے ہو جو دنیا و آخرت میں نجات کا ذریعہ بنیں (۹) طالب علم اپنے

معمولات ''یراک'' کا مصداق بنے (۱۰) اپنے والدین اور اساتذہ کا خوب ادب کرے اور طالب علمی کے بعد اساتذہ سے تعلق برقرار رکھے اور مسائل پوچھتا رہے۔ ''تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِضَافَةِ الْفَرَائِضِ إِلَى الْإِيمَانِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَائَنَا فَقَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ الْإِيمَانِ بِاللهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَيْضًا وَزَادَ فِيهِ أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الْإِيمَانُ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ الْأَشْرَافِ الْأَرْبَعَةِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيِّ وَعَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُتَيْبَةُ كُنَّا نَرْضَى أَنْ نَرْجِعَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عِنْدِ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ بِحَدِيثَيْنِ وَعَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ هُوَ

قتیبہ، عباد بن عباد مہلبی، ابوجمرۃ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبدقیس کا ایک وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے راستے میں قبیلہ ربیعہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صرف حرمت کے مہینوں (یعنی ذوالقعدہ، محرم، رجب) میں حاضر ہو سکتے ہیں ہمیشہ نہیں آ سکتے۔ لہٰذا ہمیں ایسی بات کا حکم دیجئے کہ ہم بھی اس پر عمل کریں اور اپنے پیچھے والوں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں (۱) اللہ پر ایمان لاؤ پھر آپ نے اس کی تفسیر کی کہ اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں (۲) نماز قائم کرو۔ (۳) زکوۃ ادا کرو۔ (۴) مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو۔ قتیبہ نے بواسطہ حماد بن زید اور ابوجمرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی مثل مرفوع حدیث نقل کی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوجمرہ ضبعی کا نام نصر بن عمران ہے۔ شعبہ نے ابوجمرہ سے روایت کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کیا تم جانتے ہو ایمان کیا ہے؟ یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پھر ذکر کیا آخر حدیث تک۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے قتیبہ بن سعید سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے ان چار فقہاء کرام جیسا کسی کو نہیں دیکھا، مالک بن انس، لیث بن سعد، عباد بن عباد مہلبی اور عبدالوہاب ثقفی۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات پر راضی تھے کہ عباد سے روزانہ دو حدیثیں لے کر واپس ہوں

مِنْ وَلَدِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ (یعنی سن کر) عباد بن عباد، مہلب بن ابی صفرہ کی اولاد سے ہیں۔

تشریح: **وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ:** **وفد عبدالقیس کا قصہ:** اس وفد کے آنے کا قصہ یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص منقذ بن حبان نواح مدینہ میں بغرض تجارت آیا ہوا تھا بازار میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے حضور ﷺ کا گزر ہوا وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا اور اس کی قوم کا حال پوچھا اور فرمایا أمنقذٌ أنت۔ وہ شخص آپ ﷺ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اقراء سنائی اور اس کے قبیلہ کے سردار منذر بن عائذ کے نام ایک والہ نامہ بغرض دعوت اسلام لکھوایا۔ منقذ بن حبان یہ خط لیکر بحرین پہنچے اور منذر بن عائذ جس کا لقب اشج عبدالقیس تھا کے ہاتھ میں دیدیا۔ منقذ بن حبان اشج عبدالقیس کا داماد تھا اور اسکی بیوی اشج کی بیٹی تھی جب وہ منقذ بن حبان کو اس طریقے سے عبادت کرتے دیکھتی تھی تو حیران ہو جاتی تھی۔ اس نے اپنے باپ اشج کے سامنے اس کا تذکرہ کیا کہ میرا شوہر مدینہ سے واپسی پر ایسی ایسی عبادت کرتا ہے۔ اشج نے جب آپ ﷺ کا خط مبارک کھول کر پڑھا وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور والہ نامہ پڑھ کر سنایا پوری قوم مسلمان ہو گئی پھر ایک وفد تیار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ وفد مدینہ پہنچا تو سب نے بھاگ بھاگ کر آپ ﷺ کو سلام کیا اور آپ ﷺ کی قدم بوسی کی لیکن اشج نے پہلے ساتھیوں کا سامان محفوظ کیا پھر اونٹ باندھ دیئے پھر نئے کپڑے پہن کر وقار کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری دی۔ دستِ مبارک کو بوسہ دیا، یہ قدرے زیادہ خوبصورت نہ تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف آنکھ اٹھائی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آدمی کی قیمت صرف اس کے ڈھانچے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی قدر و قیمت اس کے صرف دو چھوٹے اعضاء زبان، دل سے ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اشج سے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں کہ جن کو اللہ و اس کا رسول پسند کرتے ہیں ''دانائی اور بردباری'' اشج نے کہا کہ یارسول اللہ کیا یہ خصلتیں پیدائشی ہیں یا میں نے اپنے کسب سے حاصل کی ہیں۔ آپ ﷺ نے بطور معجزہ کے فرمایا کہ یہ پیدائشی ہیں۔ منذر بن عائذ کے چہرے پر زخم کا نشان تھا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اشج کا لقب دیا پھر وہ اشج عبدالقیس سے مشہور ہوا۔

وفد کی آمد و تعداد: وفد کتنے افراد پر مشتمل تھا۔ بعض میں ۱۴، بعض میں ۴۰ کا ذکر آیا ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ وفد دو بار آپ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ ایک دفعہ فتح مکہ سے پہلے ۵ھ میں آیا اس وقت اس میں ۱۴ آدمی تھے اور دوسری بار ۹ھ میں آیا جس میں چالیس آدمی تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان چالیس میں چودہ شرفاء سردار تھے اور باقی عامی تھے۔ چودہ شرفاء جن کے نام حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیے درج ذیل ہیں: (۱) المنذر بن عائذ (۲) منقذ بن حبان (۳) مزیدۃ بن مالک (۴) عمرو بن مرجوم (۵) الحارث بن شعیب (۶) عبیدہ بن ہمام (۷) جرث بن جندب (۸) صحاء بن العباس (۹) عقبہ بن جروہ (۱۰) قیس بن نعمان (۱۱) الجہم بن قثم (۱۲) الرستم العبدی (۱۳) جویریہ العبدی (۱۴) الزارع بن عامر العبدی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۰-۱۳۱) قبیلہ عبدالقیس یہ ربیعہ قبیلہ کی شاخ ہے۔

أَبُو جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ: امام ترمذیؒ نے یہاں پر دو احادیث کی سندیں بیان کی ہیں۔ ایک عباد کی دوسری حماد کی دونوں حضرات ابو جمرۃ کے شاگرد ہیں اور حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ ابو جمرۃ کا نام نصر بن عمران ضبعی ہے اور یہ حدیث ابو جمرہ سے امام شعبہ بھی

نقل کر رہے ہیں۔

قتیبہ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ان چار بزرگ فقہا جیسے حضرات نہیں دیکھے ایک امام مالکؒ، امام لیث بن سعد مصریؒ، تیسرے عباد بن عباد المھلبی اور چوتھے عبدالوہاب ثقفی۔ قتیبہ کہتے ہیں کہ ہمیں وقت خوشی ہوتی تھی جب ہم روزانہ عباد بن عباد کے پاس سے کم از کم دو حدیثیں پڑھ کر لوٹتے تھے اور عباد مہلب بن ابی صفرہ کی اولاد میں سے ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِكْمَالِ الْإِيمَانِ وَزِيَادَتِهِ وَنُقْصَانِهِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ الْبَغْدَادِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَلَا نَعْرِفُ لِأَبِي قِلَابَةَ سَمَاعًا مِنْ عَائِشَةَ وَقَدْ رَوَى أَبُو قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيعٍ لِعَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَأَبُو قِلَابَةَ اِسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ ذَكَرَ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ أَبَا قِلَابَةَ فَقَالَ كَانَ وَاللهِ مِنَ الْفُقَهَاءِ ذَوِي الْأَلْبَابِ

احمد بن منیع بغدادی، اسماعیل بن علیۃ، خالد حذاء، ابوقلابہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور وہ اپنے گھر والوں سے نرمی سے پیش آتے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابوقلابہ کا سماع ہمیں معلوم نہیں۔ ابوقلابہ حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے علاوہ بھی احادیث نقل کرتے ہیں۔ ابوقلابہ کا نام عبداللہ بن زید جرمی ہے۔ ابن ابی عمر سفیان سے نقل کرتے ہیں کہ ابوایوب سختیانی نے ابوقلابہ کا ذکر کیا اور کہا اللہ کی قسم وہ عقل و سمجھ والے فقہاء میں سے تھے۔

تشریح: ایمان کی کمی زیادتی اور مکمل بحث ابواب الایمان کے شروع میں گزر چکی ہے۔

وَفِي الْبَابِ: اس باب میں حضرت ابوہریرہ انس بن مالک سے روایت ہے ابوقلابۃ کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت نہیں البتہ ابوقلابۃ نے عبداللہ بن یزید سے روایت کیا ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ابوقلابۃ کا نام عبداللہ بن زید الجرمی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ الْأَزْدِيُّ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

ابوعبداللہ ہریم بن مسعر ازدی ترمذی، عبدالعزیز بن محمد، سہیل بن ابی صالح، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَوَعَظَهُمْ ثُمَّ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِكَثْرَةِ لَعْنِكُنَّ يَعْنِي وَكُفْرِكُنَّ الْعَشِيرَ قَالَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذَوِي الْأَلْبَابِ وَذَوِي الرَّأْيِ مِنْكُنَّ قَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ وَمَا نُقْصَانُ عَقْلِهَا وَدِينِهَا قَالَ شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ مِنْكُنَّ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ وَنُقْصَانُ دِينِكُنَّ الْحَيْضَةُ تَمْكُثُ إِحْدَاكُنَّ الثَّلَاثَ وَالْأَرْبَعَ لَا تُصَلِّي وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اور وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے عورتو! صدقہ کیا کرو، بے شک اہل دوزخ میں تمہاری اکثریت ہوگی۔ ایک عورت نے عرض کیا ایسا کیوں ہوگا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو یعنی خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو، اور فرمایا میں نے کسی ناقص عقل ودین کو عقلمند اور ہوشیار لوگوں پر تم سے زیادہ غالب ہونے والی چیز نہیں دیکھی۔ ایک عورت نے پوچھا کہ ہماری عقل ودین کا نقصان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور تمہارے دین کا نقصان حیض ہے کہ جب کوئی حائضہ ہوجاتی ہے تو تین چار دن تک نماز نہیں پڑھ سکتی۔ اس باب میں حضرت ابوسعید اور ابن عمر سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: تَصَدَّقْنَ: آپ ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اس کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: آپ ﷺ نے عورتوں کو جہنم میں دیکھا تھا اور جہنم سے بچاؤ کا نسخہ صدقہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: کہ ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان حساب کتاب کا فیصلہ فرمادیں اور دوسری حدیث میں یہ بھی ارشاد مبارک ہے کہ ''اتقوا النار ولو بشق تمرة'' (ترجمہ) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک حصہ دینے کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

دوسری وجہ: عورتوں کی جہنم میں کثرت سے جانے کی وجہ دنیا کی محبت ہے اس دنیا کے حصول میں جب بھی کسی کور کاوٹ دیکھتی ہیں تو لعن طعن پر اتر آتی ہیں آپ ﷺ نے صدقہ کا حکم دے کر عورتوں کے دلوں سے دنیا کی محبت نکالنے کا طریقہ ارشاد فرمادیا۔

فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اهل النار فانکن اپنی رؤیت کے اعتبار سے فرمایا اور یہ رؤیت شب معراج میں ہوئی جب جنت ودوزخ کی سیر کرائی گئی یا صلوٰۃ کسوف میں مسجد کے قبلہ کی جانب دیوار میں جنت ودوزخ پیش کی گئی۔ اس لئے آپ ﷺ نماز میں کبھی آگے ہوتے کبھی پیچھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر فرمایا مجھے نماز کے دوران جنت دکھائی گئی دل چاہا کہ آگے بڑھ کر پھول توڑلوں اور اسی طرح جہنم بھی دکھائی گئی۔ یہی راجح ہے۔ یا یہ رؤیت وحی پر محمول ہے کہ وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو یہ منظر دکھایا گیا یا کشف کے ذریعے قیامت میں ہونیوالا معاملہ دکھایا گیا اور نبی کا کشف بھی حجت ہوتا ہے غیر نبی کا نہیں۔

سوال: اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں عورتیں زیادہ ہوں گی جبکہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی کیونکہ ہر جنتی کو کم از کم دو عورتیں ملیں گی۔

جواب اول: دونوں جگہوں پر عورتوں کی کثرت ہوگی کیونکہ دنیا میں عورتیں مردوں کی بنسبت زیادہ ہیں۔

جواب ثانی: اس حدیث میں عورتوں کی ابتدائی حالت کا بیان ہے کہ ابتداء عورتیں جہنم میں زیادہ ہونگی اسکے بعد اللہ پاک اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمادینگے جس کی وجہ سے مآلاً جنت میں عورتیں زیادہ ہوجائینگی

جواب ثالث: عورتوں کی پیدائش لڑکوں کی نسبت اتنی کثرت سے ہے کہ جنت میں دو دو ملنے کے باوجود دوزخ میں پھر بھی عورتوں کی کثرت ہوگی۔

لِكَثْرَةِ لَعْنِكُنَّ: لعنت کا لغوی معنی ہے رحمت سے دور کرنا اگر من جانب اللہ کسی کی طرف لعنت ہو تو اس کا مطلب یہ بنے گا ''ابعاد الله تعالى العبد من رحمته'' اور اگر ''من جانب العبد'' کسی کی طرف لعنت ہو تو معنی یہ ہوگا '' بابعاد العبد من رحمة الله'' کوئی کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو دو صورتیں ہیں یا خبر دیتا ہے کہ یہ شخص ملعون ہے، یہ علم غیب کا دعویٰ ہے جو بڑا جرم ہے اس طرح کہنا صحیح نہیں۔ دوسری سورت یہ کہ وہ بددعاء دیتا ہے اور بددعا دینا بھی جائز نہیں۔ اسی وجہ سے ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب سے بہت وسیع ہے اس لئے کسی متعین شخص پر لعنت کرنا درست نہیں۔ البتہ وہ کافر جس کی موت کفر پر یقینی ہو جیسے ابلیس، ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ ان معین اشخاص پر لعنت کرنا جائز ہے۔ باقی زندہ کافروں پر لعنت کی اجازت اس لئے نہیں شاید کہ ان کا خاتمہ اچھا ہوجائے۔ لعنت کا پہلا معنی رحمت سے دوری یہ وصف کے اعتبار سے جائز ہے جیسے ''لعنة الله على الكذبين''، ''على الظالمين'' یہ کفار و مسلمان دونوں پر زجراً اور توبیخاً جائز ہے۔ وغیرہ۔

وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ: عشیر زوج کو کہتے ہیں خاوند کی ناشکری کی دو صورتیں ہیں:۔

پہلی صورت: اسکے احسانات کو بالکل شمار نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ جب عورت غصہ میں ہو تو آسائش کے باوجود کہتی ہے کہ یہاں پر مجھے سوائے چند لیتڑے چند چیتھڑے اور چند ٹھیکروں کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔ یہ کنایہ ہے عدم راحت سے۔ (از حکیم الاسلام قاری طیب قاسمیؒ)

دوسری صورت: احسانات کو شمار تو کیا جائے قدر نہ کی جائے اس حدیث میں صرف لعنت و کفران عشیر کو خصوصی طور پر اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ حقوق العباد میں سے ہیں اور زبان کی وجہ سے لوگ دوزخ میں زیادہ جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: لوگ آگ میں اپنے منہ کے بل اپنی زبانوں کی کٹی ہوئی کھیتی کی وجہ سے ہی گریں گے۔ اور لعن طعن زبان ہی کا کام ہے اور زوج کی ناشکری کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ حدیث میں آتا ہے ''لوكنت امرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة أن تسجد لزوجها'' جب خاوند کا اتنا مرتبہ ہے تو اس کی ناشکری کا وبال بہت سخت ہوگا۔ اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب عورتیں زوج کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہیں تو حقوق اللہ میں بھی کوتاہی کرتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا جہنم میں جانا زیادہ ہے۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ: اس ارشاد میں عورتوں کا ناقصات عقل و دین ہونا بتایا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ میں نے ناقصات العقل ہونے کے باوجود ہوشیار سمجھدار مرد کی عقل کو تباہ و برباد کرنے والا تم عورتوں سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا اس جملے میں جہاں عورتوں کی مذمت بیان کی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ مردوں کی مذمت بیان کردی ہے کہ مردوں کو اتنا بے عقل اور زن مرید نہیں ہونا چاہئے کہ اپنی عقل کھو بیٹھیں۔ جریر نے اس بارے میں کیا خوب کہا ؎

ان العيون التى فى طرفها حور　　قتلتنا ثم لم يحيين قتلانا

يصرعن ذا اللب حتى لاحراك به　　وهن اضعف خلق الله اركانا

سوال: عورتوں کا مردوں کی عقل کو سلب کر لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ عورتوں کی عقل فائق ہے؟

جواب: مردوں کی عقل کو سلب کرنا دو طرح سے ہوتا ہے یا تو دلائل کے غلبے کے ذریعے یا اپنے مکر و فریب کے ذریعے عورتیں عموماً مکر و فریب ہی استعمال کرتی ہیں اس لئے اس سے ان کی عقل کا فائق ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ قرآن میں شیطان کے بارے میں ''ان کید الشیطن کان ضعیفا'' اور عورتوں کے بارے میں ''ان کید کن عظیم'' کہا گیا ہے اس حدیث میں حضور ﷺ نے عورتوں کو جنس کے اعتبار سے ناقصات العقل قرار دیا نہ کہ ''من حیث الافراد''۔ حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و دیگر ازواج مطہرات کامل عقل والی ہیں۔

ناقص العقل والدّین ہونے کی وجہ: **سوال:** آپ ﷺ نے نقصان عقل کو پہلے ذکر کیا اور نقصان دین کو بعد میں اور عورتوں نے اسکے برعکس ذکر کیا۔ **جواب:** کہ عورتوں نے اہمیت دین کی وجہ سے نقصان دین کو پہلے ذکر کیا یا پھر عورتوں نے اس میں بھی اپنے نقصان عقلی کا ثبوت دیا اور آپ ﷺ نے وحشت سے بچانے کیلئے بطور شفقت کے نقصان عقل کو پہلے ذکر کیا، کہ عقل ایک فطری چیز ہے اور دین حادث چیز ہے فطری چیز کا درجہ حادث سے پہلے ہے اسلئے عقل کو مقدم کیا۔ اور دوسرا آپ ﷺ نے عقل کو اسلئے مقدم کیا کہ عموماً نقصان دین عقل سے ہوتا ہے۔

سوال: رہی یہ بات کہ حالت حیض میں عورتوں کا روزہ نہ رکھنا اور عبادات نہ کرنا تو شریعت کا حکم ہے اور یہ گناہ نہیں تو نقصان دین بھی نہ ہوا۔

جواب: نقصان دین دو طرح کا ہوتا ہے (۱) تنا دین پہلے ہوتا ہے اس میں کمی ہو جائے (۲) اس میں ترقی نہ ہو پس ترقی نہ ہونے کی وجہ سے نقصان دین سے تعبیر کر دیا۔ یہاں یہی مراد ہے اس لئے کہ ان ایام میں مردوں کی نمازیں عورتوں سے زیادہ ہو جائیں گی۔

سوال: حیض کو نقصان دین کا سبب قرار دیا گیا ہے حالانکہ حدیث میں ہے کہ حالت مرض میں حالت تندرستی کی عبادت کا ثواب بغیر کئے ہوئے ملتا ہے اور حیض بھی ایک مرض ہے لہٰذا حائضہ کو ثواب پورا ملنا چاہیے۔

جواب: حالت مرض اور حالت حیض میں فرق ہے کہ مریض حالت صحت میں اس نیت کے ساتھ اپنے معمولات پورے کرتا ہے کہ دوام کیساتھ اس کو کرتا رہے گا تو اولاً دوام کی نیت ہوتی ہے اور اس نیت کی اہلیت بھی ہوتی ہے جبکہ حائضہ کا معاملہ اسکے برعکس ہے اسکی نیت یہ ہوتی ہے کہ ایامِ طہارت میں نماز پڑھوں گی لیکن ایام حیض میں نہ پڑھوں گی چونکہ ثواب نیت ہی کی بناء پر ہوتا ہے مریض کی نیت ہے ثواب ملے گا اور حائضہ کی نیت ثواب ملنے کی نہیں اس لئے حائضہ ثواب سے محروم رہے گی یہ ہے نقصان دین کا سبب۔

سوال: لعن و کفران عشیر کبیرہ گناہ ہیں بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے لیکن آپ ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا حالانکہ یہ درست نہیں۔

جواب اول: جہنم سے بچاؤ کا نسخہ صدقہ ہے۔ رسول کریم کا ارشاد ہے قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان حساب کتاب کا فیصلہ فرمادیں اور دوسری حدیث میں ہے ''اتقوا النار ولو بشق تمرۃ''

جواب ثانی: جہنم میں جانے کا سبب دنیا کی محبت ہے حصول دنیا میں جب کسی کو حائل دیکھتی ہیں تو لعن طعن پر اتر آتی ہیں اسلئے صدقہ کا حکم دیکر دنیا کی محبت نکالنے کا طریقہ بتادیا۔

جواب ثالث: صدقہ کا حکم کفارہ کی حیثیت سے نہیں دیا گیا بلکہ اس لئے دیا گیا کہ صدقہ کے ذریعے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے یا صدقہ کے ذریعے بری عادت زائل ہو جاتی ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اتنا صدقہ کریں کہ اس کا ثواب ان گناہوں سے وزن میں بڑھ جائے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَأَرْفَعُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا رَوَى سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرَوَى عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ أَرْبَعَةٌ وَسِتُّونَ بَابًا حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوکریب، وکیع، سفیان، سہیل بن ابی صالح، عبداللہ بن دینار، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ستّر سے زیادہ دروازے ہیں ان میں سے سب سے ادنی تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا ہے اور سب سے بلند دروازہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ'' کہنا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سہیل بن دینار اور ابوصالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ عمارہ بن غزیہ یہ حدیث ابوصالح سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایمان کے چونسٹھ دروازے ہیں۔ ہم سے یہ حدیث قتیبہ نے بواسطہ بکر بن مضر، عمارہ بن غزیہ اور ابوصالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً بیان کی۔

تشریح: احادیث میں تعارض: اس حدیث میں ''سبعون'' ہے جبکہ بخاری کی دوسری روایت مین ''ستون'' ہے۔ اسی طرح ''اربعة وستون'' بھی ہے تو ان روایات میں تعارض ہے۔

جواب اول: حدیث کا مقصد تحدید نہیں تکثیر ہے اور یہ سب الفاظ تکثیر کیلئے آتے ہیں پہلے وحی قلیل کی آئی پھر آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا گیا۔

جواب ثانی: عدد قلیل کثیر کے منافی نہیں کیونکہ قلیل کثیر کے ضمن میں آ جاتا ہے

جواب ثالث: آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے انعامات روز بروز آتے رہتے ہو سکتا ہے پہلے ساٹھ کا علم دیا گیا ہو بعد میں اضافہ کر کے سبعون کہہ دیا۔ **جواب رابع:** بعض اوقات جنس میں خاص نوع ہوتی ہے کہ اسے جنس سے مستقل شمار کرتے ہیں۔ اگر اجناس کو شمار کریں تو عدد کم ہوگا اور اگر انواع کو شمار کریں تو عدد زیادہ ہوگا۔

أَدْنَاهَا: ادنیٰ کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں ایک مرتبہ کے لحاظ سے کمتر ہے دوسرا حصول کے لحاظ سے نہایت آسان ہے تو ''ارفعها'' سے حقوق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور ''أَدْنَاهَا'' سے حقوق العباد کی طرف۔ تو حاصل یہ نکلا کہ مسلمان ہونے کے لئے جیسے حقوق اللہ کی رعایت ضروری ہے اسی طرح حقوق العباد کی بھی رعایت ضروری ہے۔ پھر حقوق اللہ میں سب سے اعلیٰ حق کو اور حقوق العباد

میں سب سے ادنیٰ کو ذکر کیا ان کے درمیان جتنے حقوق تھے وہ سب آ گئے۔
سوال: لوگوں کو اپنی تکلیف سے بچانا تو اونچے درجے کی عبادت ہے آپ ﷺ نے کیسے اس کو ادنیٰ فرمایا؟
جواب: اس کو ادنیٰ دوسرے شعبوں کے اعتبار سے کہا گیا ہے اگر چہ فی ذاتہ اونچی چیز ہے۔
إِمَاطَةُ الْأَذَى: اس میں دونوں صورتیں آ گئیں (۱) راستے میں ایذا والی چیز کو ہٹا دینا (۲) ابتداء سے ہی تکلیف دہ چیز راستے میں نہ ڈالنا۔ **أَرْفَعُهَا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ:** سوال: صرف "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" کہنے سے تو آدمی مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ "محمد رسول الله" نہ کہے تو پھر "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" کیسے افضل ہوا۔
جوابات: (۱) یہاں جز کو ذکر کر کے کل یعنی پورا کلمہ مراد لیا ہے (۲) اعلیٰ ارفع ہونا اسلام کے کافی ہونے کو مستلزم نہیں (۳) جب اقرار توحید کی نسبت باقی امور صوم وغیرہ کی طرف ہو تو اس اعتبار سے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" افضل و ارفع ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ فِي حَدِيثِهِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

ابن ابی عمر و احمد بن منیع، سفیان بن عیینہ، زہری، حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے تو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حیاء ایمان سے ہے۔ احمد بن منیع نے اپنی روایت میں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا وہ اپنے بھائی کو حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔

تشریح: **وَهُوَ يَعِظُ:** اس سے مراد "ینذر" ہے یعنی وہ صحابی اپنے ساتھی کو زیادہ حیاء سے ڈرا رہا تھا کہ زیادہ حیاء کرو گے تو محروم ہو جاؤ گے علم سے بھی اور رزق سے بھی۔ اس پر آپ نے اس صحابی کو اس طرح کہنے سے روک دیا اور فرمایا اسے شرمیلا رہنے دو اور ایسی گفتگو مت کرو کیونکہ حیاء تو ایمان کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے اس سے کامیابیاں ملتی ہیں ناکامیاں نہیں ملتی اس سے معلوم ہوا کہ اسلام شرم و حیاء اور عزت و عظمت کا درس دیتا ہے۔
سوال (۱): حیاء تو فطری اور غیر اختیاری چیز ہے جب کہ ایمان کی سب خصلتیں اختیاری ہیں؟
جواب اول: حیاء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حیاء طبعی کہ اپنی طبیعت کی ملامت کی وجہ سے نامناسب کام کو چھوڑ دینا۔ (۲) حیاء شرعی کہ شارع علیہ السلام کی وجہ سے نامناسب کام کو چھوڑ دینا۔ تو یہاں پر حیاء شرعی مراد ہے جو کہ اختیاری ہے

جواب ثانی: حیا اگرچہ طبعی اور خلقی ہے لیکن اس کا استعمال کسبی ہے اس کسبی استعمال کی وجہ سے حیاء کو ایمان کا شعبہ قرار دیا۔
جواب رابع: اس حیائے مراد کسبی حیاء ہے جو کسی عمل پر دوام اختیار کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے جیسے نماز کے عادی شخص کو ترک نماز سے حیا مانع ہوتی ہے۔ ایسے ہی داڑھی والے شخص کو داڑھی کٹانے سے حیا مانع ہوتی ہے۔
سوال (۳): حیاء کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے جبکہ اللہ پاک تغیر سے پاک ہیں۔
جواب: حیاء کا ایک مبدأ ہوتا ہے اور ایک منتہیٰ حیاء کا مبدأ تغیر ہے اور حیاء کا منتہیٰ ترک فعل ہے اللہ کی طرف حیاء کی نسبت منتہیٰ (ترک فعل) کے اعتبار سے ہے جیسے ''ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً۔ الایۃ''۔
حیا کی چند صورتیں ہیں۔ حیا جنایت: حضرت آدم علیہ السلام کا حیا کی وجہ سے بھاگنا، ان کو کہا گیا ''افرارًا منافقال لا بل حیاء منك''۔ حیا تقصیر: جیسے ملائکہ کا حیا کی وجہ سے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرنا اور کہنا ''ما عبدناك حق عبادتك''۔ حیاء اجلال: جیسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا اپنے پروں کو اللہ کے جلال کی وجہ سے ہلانا۔ حیاء اکرام: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے وقت ولیمہ کے لئے صحابہ کو بلایا، دعوت سے فراغت کے بعد لوگ بیٹھے رہے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ لوگ چلے جائیں مگر صراحتًا لوگوں سے جانے کا نہ کہنا حیا کی وجہ سے تھا چنانچہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''ان ذلکم کان یوذی النبی فیسحی منکم واللہ لا یستحی من الحق''۔ حیا حشمت: جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کا مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حضرت مقداد کو بھیجنا حیا کی وجہ سے ہے۔ حیاء استحقار: اپنے نفس کو کمتر سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے سے حیا کرنا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو دنیا میں کوئی ضرورت پیش آتی تو اللہ تعالیٰ سے مانگنے سے حیا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''سلنی حتی ملح عجینك وعلف شاتك''۔ کہ آپ آٹے کیلئے نمک اور اپنی بکریوں کے چارہ کا بھی سوال کریں۔
حیاء انعام: اللہ تعالیٰ کا بندہ سے حیا کرنا جیسا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پل صراط عبور کرا کے اس کو مختوم کتاب دیں گے اور بندے سے کہا جائے گا کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ تم سے صادر ہوا ہے لیکن پل صراط عبور کرنے سے پہلے اس کو تمہارے اوپر ظاہر نہیں کیا لہٰذا تو جنت میں چلا جا تیرے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔ (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۷۵)
فائدہ: رکن اور شعبہ میں فرق۔ بعض احادیث مبارکہ میں بعض اعمال کو رکن اور بعض کو شعبہ کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی غرض اعمال کے درمیان باہمی تفاوت کو بتانا ہے کہ جن کو ارکان کہا گیا ہے ان اعمال کی حیثیت کچھ بلند ہے اور جن کو شعبہ کہا گیا ہے ان کی حیثیت ایک شاخ کی سی ہے جس کے کٹنے سے درخت کو چنداں نقصان نہیں پہنچتا صرف درخت کی خوبصورتی اور کمال میں فرق پڑتا ہے گویا ایمان ایک جڑ ہے اور اس سے صادر ہونے والے اعمال شاخ ہیں جس طرح درخت کا کمال شاخ پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کا کمال اعمال پر موقوف ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلوٰةِ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ قَالَ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّى بَلَغَ يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ قُلْتُ بَلَى يَارَسُولَ اللهِ قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ قَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا کہ ایک صبح میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ ہم سب چل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرما دے اس کے لئے آسان ہے اور وہ یہ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو پھر فرمایا کیا میں تمہیں خیر کا دروازہ نہ بتاؤں۔ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور آدھی رات کو نماز پڑھنا (یعنی یہ بھی اور خیر ہے) پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی (انکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں) یعملون تک یہ آیت پڑھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمام امور کی جڑ، اس کی بالائی چوٹی اور اس کی ریڑھ کی ہڈی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں! فرمایا اس کی جڑ اسلام، اس کی بالائی چوٹی نماز اور اس کی ریڑھ کی ہڈی جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں ان سب کی جڑ کے بارے میں نہ بتاؤں میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا اسے اپنے اوپر روک رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا گفتگو کے بارے میں بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں تم پر روئے اے معاذ! کیا لوگوں کو دوزخ میں منہ یا نتھنوں کے بل زبان کے علاوہ بھی کوئی چیز گراتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ: عظیم سے مراد یا تو سوال عظیم ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جواب بڑا مشکل ہے کیونکہ دخول جنت کا معاملہ مغیبات میں سے ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کونسے عمل کی بدولت جنت نصیب ہوگی لیکن اگر اللہ کی توفیق شامل ہو جائے تو فی نفسہ مشکل چیز بھی آسان ہو جاتی ہے اس طرح عظیم اور آگے والے جملے "انه ليسير" میں مطابقت ہو جائیگی یا مطلب یہ ہے کہ تیرا یہ سوال ایک مہتم بالشان فعل کے بارے میں ہے کیونکہ ایسے افعال نفس پر بہت شاق ہوتے ہیں لیکن جن پر اللہ آسان کرے ان پر آسانی ہو جاتی ہے۔

أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ: "خیر" کو ایک مکان کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کیلئے دروازے کو ثابت کیا گیا ہے تو ابواب خیر سے مراد نفلی عبادات ہیں جن سے فرائض کی تکمیل اور اعمال خیر کی تسہیل ہو جاتی ہے اس پر قرینہ "صلوٰة الرجل في جوف الليل" ہے۔ اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ فرائض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہاں پر امور ثلاثہ کو ابواب الخیر اس لئے کہا گیا ہے کہ کسی گھر کے بند دروازے کو کھولنا مشکل ہوتا ہے پھر کھولنے کے بعد داخلہ آسان ہو جاتا ہے اسی طرح مذکورہ امور ثلٰثہ نفس پر بہت شاق ہیں مشکل ہیں کیونکہ روزہ میں تمام نفسانی خواہشات کا ترک ہوتا ہے اور یہ انسانی طبیعت کے خلاف ہے اسی طرح مال خرچ کرنا نفس پر بہت شاق ہے کیونکہ انسان فطرتاً بخیل ہے اسی طرح نصف رات میں میٹھی نیند اور آرام کے وقت نماز پڑھنا کتنا مشکل ہے خود ہی اندازہ کر لیا جائے اسی لئے ان کو ابواب خیر فرمایا کہ نفس جب ان تینوں چیزوں کا عادی ہو جائے گا تو اس کے لئے بقیہ احکام آسان ہو جائیں گے۔

اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ: روزہ دنیا میں غلبہ شہوت سے اور آخرت میں دوزخ سے ڈھال ہے اور گناہوں سے بھی ڈھال ہے کیونکہ بھوک سے کمزوری ہوتی ہے اور کمزوری کی وجہ سے انسانی رگیں سکڑ جاتی ہیں رگوں کے سکڑنے کی وجہ سے شیطان کا راستہ (آمد و رفت) بھی مسدود ہو جاتا ہے اس لئے کہ شیطان انسان کے بدن میں ایسے دوڑتا ہے جیسے خون اس وجہ سے یہ روزہ گناہوں سے بھی ڈھال ہے۔

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ: "خطيئة" سے مراد گناہ صغیرہ ہے اسکو آگ کے ساتھ تشبیہ دی اسلئے کہ گناہ جہنم کی طرف لے جانیوالا ہے مراد اس سے گناہوں کا معاف ہونا ہے یعنی صدقہ کی وجہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور صدقے کی وجہ سے آفات ٹل جاتی ہیں۔

رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ "رأس" سے مراد بنیاد اور "الأمر" سے مراد دین ہے اور جواب میں "اسلام" سے شہادتین مراد ہے اور انسان کی شان کیلئے اصل دین ہی ہونا چاہئے اگر اصل نہ ہو تو چیز کا وجود نہیں رہتا لہٰذا کلمہ شہادت اصل دین ہوا جیسے سر کے بغیر دوسرے اعضاء کا بقاء نہیں ہوتا۔ اسی طرح شہادتین کے بغیر دیگر اعمال کا بقاء اور اعتبار نہیں ہوگا۔

العمود: سے مراد ستون ہے جس پر عمارت کھڑی ہوتی ہے تو صلوٰۃ بمنزلہ ستون کے ہے، نماز سے دین کو قوت و بلندی ہوتی ہے جیسے ستون سے چھت کی قوت و بلندی ہوتی ہے اگر صلوٰۃ نہ ہو تو دین کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی اس وجہ سے آپ نے "الصلوٰة عماد الدين" فرمایا ہے۔

ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ: ذروۃ سنام سے مراد، بلندی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز سے دین کی مضبوطی تو حاصل ہو جاتی ہے لیکن دین کی بلندی اور سرفرازی دین کی رونق و زینت جہاد ہی سے ہوتی ہے جیسے "کوہان سے اونٹ کی زینت" اگر جہاد نہ ہو تو دین کی بلندی نہ ہوگی ارشاد نبوی ہے "الاسلام يعلوا ولا يعلى عليه" اور یہ جہاد عام ہے خواہ بالسیف یا بالقلم یا باللسان ہو ان میں سے

جب جس کا موقع ملے کرنا چاہئے۔ کافروں سے جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس سے جہاد مشکل، یہ کلمہ جہاد کی تمام اقسام کو شامل ہے اور یہ جہاد تا قیامت باقی رہے گا۔ ارشاد نبوی ہے ''الجهاد ماض الى يوم القيامة'' اس ارشاد نبوی (جہاد) کو چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''اذا تركتم الجهاد فسلط الله عليكم الذلة'' فی زماننا، مسلمانوں کی ذلت ترک جہاد کی وجہ سے ہے۔

أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ: یہ کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جس چیز کے ساتھ کسی چیز کو تقویت و استحکام حاصل ہو اس کے لئے ''ملاك'' استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ اصل اور جڑ سے کیا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ كُلِّهِ: اس سے تمام مذکورہ بالا عبادت کی طرف اشارہ ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ مندرجہ بالا تمام امور اور عبادات کی پختگی کا ذریعہ زبان کو لایعنی امور سے بچانا ہے کیونکہ کفر و شرک، غیبت، بہتان سب و شتم کذب شہادۃ الزور وغیرہ سب گناہ زبان ہی سے صادر ہوتے ہیں اس لئے زبان کو لایعنی باتوں سے بچانا تمام عبادتوں کی جڑ ہے۔

فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ: زبان کو پکڑ کر سمجھانا اہتمام کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ زبان سے لایعنی بات نہ ہو۔ پہلے تولو پھر بولو، اللہ نے پکڑنے کیلئے دو ہاتھ، چلنے کیلئے دو پاؤں، دیکھنے کیلئے دو آنکھیں، سننے کیلئے دو کان دیئے مگر بولنے کیلئے صرف ایک زبان دی کہ بولو کم اور کام زیادہ کرو۔

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ: بددعا مراد نہیں بلکہ تعجب کا اظہار ہے کہ تمہیں اتنی آسان بات معلوم نہیں ہے یا تنبیہ مقصود ہے، بعض اوقات یہ کلمہ پیار کے طور پر بولا جاتا ہے۔ **مَنَاخِرِهِمْ:** اس سے ناک کا نتھنہ مراد ہے۔

حَصَائِدُ: یہ جمع ہے حصیدہ کی بمعنی کٹی ہوئی کھیتی اس میں تشبیہ ہے کہ زبان بمنزلہ درانتی کے ہے اور کلام بمنزلہ کھیتی کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح درانتی کاٹتے ہوئے رطب و یابس کا خیال نہیں کرتی اسی طرح زبان بھی صحیح اور غلط کا خیال نہیں رکھتی۔ اس لئے زبان کو لایعنی باتوں سے بچانا بہت ضروری ہے۔ ''كما فى الحديث من صمت نجا''۔ جو چپ رہا نجات پا گیا۔ اسی کو کہا جاتا ہے ایک چپ سو سکھ۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ الْآيَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ابن ابی عمر، عبداللہ بن وہب، عمرو بن حارث، دراج ابوالسمح، ابوالہیثم، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ کسی شخص کو مسجد میں حاضر ہوتے اور اس کی خدمت کرتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں) یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ پکا نمازی ہو دیکھ بھال اور خدمت گزار ہو اور دن میں پانچ اوقات مسجد میں با جماعت حاضر ہوتا ہو با جماعت نماز کی ادائیگی کے لئے تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو نیز مسجد میں حاضری صرف عبادت کی نیت سے ہو تو پھر یہ فضیلت حاصل ہوگی اگر نیت کوئی اور ہو تو اس اجر و فضیلت کا مستحق نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ

قتیبہ، جریر و ابو معاویۃ، اعمش، ابو سفیان، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کفر اور ایمان کے درمیان فرق صرف نماز کا چھوڑنا ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ أَوِ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو سُفْيَانَ اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ

ہناد، اسباط بن محمد، اعمش نے بواسطہ اسباط بن محمد اعمش سے اسی سند کے ساتھ اس کے ہم معنی حدیث روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کے اور کفر یا شرک کے درمیان صرف نماز کا فرق ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو سفیان کا نام طلحہ بن نافع ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسَ

ہناد، وکیع، سفیان، ابو زبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندے اور کفر کے درمیان فرق صرف نماز کا چھوڑنا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابو زبیر کا نام محمد بن مسلم بن قدرس ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَيُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ ح حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ الشَّقِيقِيُّ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

ابو عمار حسین بن حریث و یوسف بن عیسیٰ، فضل بن موسیٰ، حسین واقد (دوسرا طریق) ابو عمار اور محمود بن غیلان، علی بن حسین بن واقد، محمد بن علی بلفن حسن شقیقی و محمود بن غیلان، علی بن حسن بن شقیق، حسین بن واقد، حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز کا ہے۔ جس نے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ وَفِي الْبَاب عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

اسے چھوڑا اس نے کفر کیا۔ اس باب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ

قتیبہ، بشر بن مفضل، جریری، حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز کے علاوہ کسی دوسرے عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے۔

تشریح: تَرْكُ الصَّلَاةِ: سوال: اس کے ظاہری معنی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بندے اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز ترک صلوٰۃ ہے حالانکہ بندے اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز کا پڑھنا ہے ترک کرنا نہیں۔ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں (۱) مبتدا موخر ہے اور متعلق محذوف ''بین'' ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی ''ترکھا وصلۃ بینہ'' (ای بین المسلم) وبینہ (ای بین الکفر) مطلب یہ ہوا کہ بندہ مؤمن اور کفر کے درمیان نماز بمنزلہ دیوار کے ہے بندہ اس کی وجہ سے کفر میں داخل نہیں ہوسکتا مگر جب نماز ترک کردی تو گویا درمیان کی دیوار اٹھ گئی لہٰذا نماز چھوڑنے کی وجہ سے کفر تک پہنچ گیا (۲) امام طیبیؒ نے فرمایا کہ یہ مبتدا ہے اور ظرف مقدم خبر ہے اس سے مراد فعل صلوٰۃ ہے کہ نماز مؤمن بندے اور کفر کے درمیان حائل ہے جب نماز چھوڑ دی تو کفر میں چلا گیا (۳) امام قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ تاویل کی جائے کہ نماز ایمان اور کفر کے درمیان حد ہے جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ کفر حد میں داخل ہوگیا اور کفر کے قریب ہوگیا (۴) بعض نے کہا کہ بین العبد سے مراد مومن بندہ ہے کیونکہ عبد عبودیت سے مشتق ہے اور عبودیت کے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ سے ڈرے اور انکے انعامات کا شکر ادا کرے۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۱۳) (۵) ورکفر کافر سے مشتق ہے بمعنی اللہ کی ناشکری کرنے والا۔ اب عبارت یہ بنے گی کہ مؤمن اور کافر کے درمیان فرق ''ترك اداء الشكر'' ہے معنی یہ ہوگا کہ جس نے نماز ترک کردی گویا اس نے اللہ کی ناشکری کی اور ناشکری کرنے والا کافر ہوجاتا ہے اور یہاں کافر سے مراد کفران نعمت ہے۔

مسئلہ: تارک صلوٰۃ کافر ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

ائمہ کا اختلاف سمجھنے سے پہلے تارکِ صلوٰۃ کی وضاحت سمجھ لیں۔ تارک صلوٰۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم وہ ہے جو نماز چھوڑنے کو حلال سمجھتے ہیں اور اس کا مذاق اُڑاتے ہیں ایسے لوگ بالاتفاق مرتد اور واجب القتل ہیں (۲) دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے ہیں اور نہیں پڑھتے مگر نماز کی فرضیت کو مانتے ہیں اور نماز چھوڑنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اس قسم میں فقہاء کرام کا ارتداد کی وجہ سے اختلاف ہے۔

قول اوّل: امام احمد بن حنبلؒ، عبداللہ بن المبارک، اسحاق بن راھویہؒ کے نزدیک بلاعذر عمداً فرض نماز چھوڑنے والا کافر ہے اور اسکو

قتل کیا جائے گا۔ **قول ثانی:** امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک نماز چھوڑنے والا کافر تو نہیں مگر اس کی سزا قتل ہے اور قتل بوجہ ارتداد کے نہیں بلکہ فسق و فجور کی وجہ سے ہے۔ **قول ثالث:** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کافر نہیں اور نہ ہی قتل کیا جائے گا بلکہ حکومت اس کو قید خانے میں ڈال دے جب تک نماز نہ چھوڑنے سے توبہ نہ کرلے تو اسے جیل میں رکھا جائے حتیٰ کہ ہر نماز کے وقت اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ اس میں اور بھی اقوال ہیں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے نماز ترک کی اسلام میں اسکا کچھ حصہ نہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کو ترک کرنا کفر ہے۔ عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ اعمال میں سے میں نے کوئی ایسا عمل سوائے نماز کے نہیں دیکھا جس کے چھوڑنے سے کفر لازم آتا ہو۔

دراصل یہ اختلاف نصوص قرآنی اور احادیث کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا جن حضرات نے تارکِ صلوٰۃ کو مرتد قرار دیا وہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں تارکِ صلوٰۃ کی طرف کفر کی نسبت کی گئی اور جو حضرات تارکِ صلوٰۃ کے کافر ہوجانے کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں تاویل کی جائے گی کہ نماز چھوڑ کر اس نے کافروں والا عمل کیا لہٰذا نماز چھوڑنے کے عمل کی وجہ سے خارج از اسلام نہیں ہوگا کیونکہ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ہمارے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوتا لہٰذا ایسی احادیث کو تغلیظ و تشدید و تہدید پر محمول کریں گے۔

(عجیب مناظرہ) ایک دفعہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عمداً نماز چھوڑنے والے کے بارے میں مناظرہ ہوا۔ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے سوال کیا کہ عمداً نماز چھوڑنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے اس پر امام احمدؒ نے فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہے پھر امام شافعیؒ نے ان سے پوچھا کہ وہ مسلمان کس طرح ہوگا؟ امام احمدؒ نے جواب دیا کہ وہ کلمہ پڑھ لے تو مسلمان ہوجائے گا اس پر امام شافعیؒ نے سوال کیا کہ وہ تو پہلے سے کلمہ پڑھتا ہے صرف نماز چھوڑ دیتا ہے اس پر امام احمدؒ نے فرمایا کہ نماز پڑھ لے اس پر پھر امام شافعیؒ نے سوال کیا کہ وہ تو آپ کے نزدیک کافر ہے نماز کیسے پڑھے اس پر امام احمد بن حنبلؒ خاموش ہوگئے۔

باب (بلا ترجمہ)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، لیث، ابوالہاد، محمد بن ابراہیم بن حارث، عامر بن سعد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: الحاصل جو کسی چیز پر راضی ہوجاتا ہے وہ چیز اس کے لئے آسان ہوجاتی ہے اسی طرح مومن جب حدیث میں مذکور امور ثلثہ پر راضی ہوجاتا ہے اس کیلئے دین کے احکام نہایت آسان ہوجاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی لذت محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔

سوال: مختلف احادیث میں حلاوت ایمان کے لئے متفرق چیزوں کو بیان کیا گیا ہے یہ تو تعارض ہے۔
جواب: کوئی تعارض نہیں دونوں حلاوت ایمان کا باعث ہیں۔ ایک شے کا ذکر کرنا دوسرے کی نفی کو مستلزم نہیں۔
مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا الخ: یعنی اسلام کیلئے سینہ کا کھل جانا اور ظاہراً و باطناً دل کا مطمئن ہونا۔ رضا مقربین کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے، نیز اللہ پر راضی ہونے کا مطلب ہے کہ راضی بالقضاء رہے۔ اور اسلام پر راضی ہونے کا مطلب ہے کہ اسلامی احکام بخوشی قبول کرے، آپ ﷺ کی نبوت پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنتوں سے محبت کرے بلکہ آپ ﷺ سے جس چیز کی نسبت ہے اُس سے بھی محبت کرے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اسکی تشریح کی ہے "والکمال ان یکون صابرًا علی بلائه وشاكرًا علی نعمائه وراضياً بقدره وقضائه ومنعه واعطائه وان يعمل بجميع شرائع الاسلام بامتثال الاوامر واجتناب الزواجر وان يتبع الحبيب حق متابعته فی سنته وادابه واخلاقه ومعاشرته والزهد فی الدنيا والتوجه الكلی الی العقبی" (مرقات ص ۷۶ ج ۱) اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو قربت الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں ان کیلئے حق تعالی نے رضا کا اعلان فرمایا "رضی الله عنهم و رضوا عنه"

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن ابی عمر، عبدالوہاب ثقفی، ایوب، ابوقلابہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جس میں پائی جائیں اس نے ایمان کا مزہ حاصل کرلیا۔ (۱) وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہو۔ (۲) جو شخص کسی سے دوستی صرف اللہ ہی کے لئے کرے۔ (۳) اور وہ اللہ تعالیٰ کے کفر سے بچانے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اتنا ہی برا سمجھے جتنا وہ آگ میں گرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے قتادہ بھی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ: ثلث مبتدا اور آگے خبر ہے، ثلث نکرہ مبتدا کیسے بن گیا؟ اس کی اصل عبارت تھی ثلث خصال اضافت کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی اور نکرہ مخصصہ مبتدا بن سکتا ہے۔ اس حدیث میں تین چیزیں یہ ہیں: (۱) حب اللہ ورسولہ (۲) حب فی اللہ (۳) مبغوضیت کفر۔ اس حدیث میں ایمان کو ایک شیریں چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے لئے حلاوت کو ثابت کیا ہے اور حلاوت ایمان سے مراد طاعت کی رغبت لذت اور اتباع دین میں تکالیف برداشت کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے ابتداءً اجمال بیان فرمایا پھر تفصیل بیان فرمائی۔ اس اسلوب کو اختیار کرنے کی حکمت یہ تھی کہ دل میں تڑپ اور طلب پیدا ہوتا کہ کامل توجہ حاصل ہو جائے جب کامل توجہ حاصل ہوگئی تو آپ ﷺ نے وہ تین چیزیں تفصیل سے بیان فرمادیں تاکہ اوقع فی النفس ہو جائے۔

حلاوت ایمانی کا مصداق کیا ہیں؟ (۱) حلاوۃ حسیہ (۲) یا حلاوۃ معنویہ۔

جمہور فقہاء محدثین کے نزدیک حلاوۃ ایمانیہ سے مراد حلاوۃ معنویہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ حسنات کا مرغوب ہو جانا اور سیئات سے نفرت پیدا ہو جانا، جیسے شدت گرمی میں پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی مرغوب ہوتا ہے اس کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

عند الصوفیاء حلاوۃ ایمانیہ سے مراد حلاوۃ حسیہ ہے جیسے تلاوت کرنا، ذکر اللہ کرنا اور تمام اعمال صالحہ کا کرنا، اس سے ایک مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ان میں کوئی تعارض نہیں ابتدا میں حلاوت معنوی ہوتی ہے پھر ترقی کے بعد حلاوت حسی بن جاتی ہے۔

الحاصل جیسے جسمانی غذاؤں میں مختلف لذتیں ہیں ایسے ہی روحانی غذاؤں ایمانی اعمال میں بھی مختلف لذتیں ہیں جیسے ان غذاؤں کی لذتیں وہی محسوس کرسکتا ہے جس کے حواس ظاہری درست ہوں اسی طرح اُن ایمانی غذاؤں کی لذتیں وہی محسوس کرسکتا ہے جس کی روح درست ہو جیسے ظاہری حواس کی اصلاح کیلئے مختلف دوائیں ہیں اسی طرح روحانی امراض کیلئے روحانی دوائیں ہیں۔اس حدیث میں روحانی امراض کا علاج بتایا گیا ہے۔

فائدہ: شیخ الحدیث حضرت زکریاؒ فرماتے ہیں کفر کی ناپسندیدگی اس شخص کو حاصل ہوگی جسکے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوں اور ایمان کی جڑیں مضبوط کرنے کیلئے کثرت ذکر ضروری ہے۔اور ذکر کے پانی سے یہ درخت مضبوط ہوگا اور پھلے پھولے گا ''اللھم ارزقنا منه''

أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا: سوال: اس حدیث میں آپ ﷺ نے اللہ اور رسول کو ایک ضمیر میں جمع کر دیا جبکہ ایک خطیب نے ''ومن یطع الله ورسوله فقد رشد ومن یعصهما فقد غوی'' کہا تو آپ ﷺ نے اسکو فرمایا ''بئس الخطیب انت'' یہ فرق کیوں؟

جوابات: (۱) مقام ایمان اور مقام عصیان میں فرق ہے کیونکہ کمال ایمان کیلئے دونوں کی محبت ضروری ہے اس لئے آپ ﷺ نے جمع فرمایا لیکن عصیان کیلئے صرف ایک کی نافرمانی بھی کافی ہے اس لئے آپ ﷺ نے خطیب کو منع کر دیا۔

(۲) دراصل خطیب نے ''یعصهما'' پر وقف کر دیا جس کی وجہ سے معنیٰ میں قباحت پیدا ہوگئی اسلئے آپ ﷺ نے خطیب کو منع کر دیا۔

(۳) امام طحاویؒ فرماتے ہیں جمع کرنے میں شرک کا ایہام تھا اس لئے آپ ﷺ نے خطیب کو منع فرمادیا اور آپ ﷺ کے کلام میں شرک کا ذرا بھی احتمال نہ تھا۔اس لئے آپ ﷺ نے جمع فرمایا۔

(۴) محرم مبیح میں تعارض کے وقت ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔عند البعض ممانعت والی حدیث قولی ہے جبکہ حدیث الباب فعلی ہے۔قولی اور فعلی حدیث میں تعارض کے وقت ترجیح قولی حدیث کو ہوتی ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کو ایک ضمیر میں جمع کرنے کی فی نفسہ گنجائش تو ہے لیکن غلط معنیٰ کے ایہام کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔

لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ: یعنی کوئی شخص دوسرے کے ساتھ محض اللہ کی رضا کے لئے محبت کرے، ہاں اگر دنیاوی اغراض کی وجہ سے محبت ہو تو جب اس کو معلوم ہوگا کہ یہ تو بڑا بخیل ہے تو پھر اس سے نفرت ہو جائے گی اور اگر چاہت کی وجہ سے محبت ہو تو وہ بھی اپنی من مانی پوری کر کے منہ پھیر لے گا لیکن جس کی محبت اللہ کی رضا کے لئے ہو اگر وہ کچھ بھی نہ دے اور بے رُخی کر دے تو پھر بھی اللہ کے لئے اس سے محبت رکھے گا کیونکہ اللہ کے لئے محبت تو اسی طرح باقی ہے۔

وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ: اسکے دو معنی ہیں (۱) کہ وہ اسلام ہی پر پیدا ہوا اور اسلام پر ہی قائم رہے۔ اب یہ شخص کفر کی طرف لوٹنے کو برا مانتا ہے اس صورت میں یہ عود ''صیرورت'' کے معنی میں ہے یعنی وہ کافر ہونے کو اتنا ناپسند سمجھے جتنا آگ میں جانے کو ناپسند سمجھتا ہے (۲) کفر کے بعد اسلام کی توفیق نصیب ہوئی اب دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جانے کو برا سمجھے۔ لہٰذا عود اپنے اصلی معنی پر برقرار رہے گا۔

سوال: یہ ''عود فی الکفر'' نومسلم میں متحقق ہوسکتا ہے لیکن جو جدی پشتی مسلمان ہے اس میں ''عود فی الکفر'' کیسے متحقق ہوسکتا ہے۔ جوابات: (۱) یہاں عود کا معنیٰ انتقال رجوع نہیں بلکہ مطلق صیرورۃ اور اختیار کے معنیٰ مراد ہیں جیسے آیت میں ہے ''اولتعودن فی ملتنا'' (۲) یہاں پر نومسلم مراد ہو تو پیدائشی مسلمان کا حکم بطریق اولیٰ یا بطریق قیاس سمجھا جائیگا (۳) کفر دو قسم پر ہے کفر بالقوۃ، کفر بالفعل۔ یہاں پر کفر بالقوۃ مراد ہے۔

بَابٌ لَا يَزْنِي الزَّانِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَكِنَّ التَّوْبَةَ مَعْرُوضَةٌ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ عَادَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذَا خُرُوجٌ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَى الْإِسْلَامِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ مَنْ أَصَابَ

احمد بن منیع، عبیدۃ بن حمید، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی زانی مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا اور کوئی چور مومن ہوتے ہوئے چوری نہیں کرتا لیکن توبہ قبول ہوتی ہے۔ اس باب میں حضرت ابن عباس، عائشہ، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے دل سے نکل جاتا ہے اور اس پر سائے کی طرح رہتا ہے جب وہ اس گناہ سے نکلتا ہے تو ایمان واپس لوٹ آتا ہے۔ ابوجعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد زانی کا ایمان سے اسلام کی طرف جانا ہے۔ متعدد طریق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا اور چوری کے بارے میں فرمایا کہ جو آدمی ان میں سے کسی کا ارتکاب کرے (یعنی زنا یا چوری) پھر اس پر حد قائم کی جائے تو وہ (حد)

مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ رَوَى ذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ وَخُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔اور جس نے یہ گناہ کیا (یعنی زنا یا چوری) پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو بخش دے۔ یہ حدیث حضرت علی بن ابی طالب، عبادہ بن صامت اور خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ: اہل سنت والجماعت کے نزدیک ارتکاب کبیرہ سے مؤمن ایمان سے نہیں نکلتا۔خوارج ومعتزلہ کے نزدیک ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے ایمان سے نکل جاتا ہے۔خوارج کے ہاں کفر میں داخل ہوجاتا ہے لیکن معتزلہ کے نزدیک کفر میں داخل نہیں ہوتا۔**معتزلہ کی دلیل:** یہی حدیث الباب ہے۔

اہل سنت والجماعت کی پہلی دلیل: قرآن کریم کی آیت ہے ''ان اللہ لایغفران یشرك بہ ویغفر مادون ذلك لمن یشاء'' آیت مبارکہ میں شرک کے علاوہ گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔اگر شرک کے علاوہ باقی کبائر کفر ہوتے تو ان کی مغفرت کی گنجائش کہاں ہوتی۔اس سے معلوم ہوا کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''مامن عبدقال لاالہ الا اللہ ثم مات علی ذلك الادخل الجنة قلت وان زنی وان سرق'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ سے مؤمن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ **تیسری دلیل:** حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس میں ہے ''ومن اصاب من ذلك شیئا فعوقب بہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ... الخ'' اسی طرح بہت سارے دلائل ہیں جن میں کبیرہ گناہ کرنیوالوں کو مؤمن کہا گیا جیسے ''وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما'' آپس میں لڑنا گناہ کبیرہ ہے لیکن پھر بھی لڑنے والوں کو مؤمن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان دلائل سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

باقی رہی معتزلہ کی دلیل اسکے جوابات ''سوال وجوابات'' کی صورت میں ملاحظہ کریں۔

سوال: یہ حدیث بظاہر معتزلہ کی مؤید ہے اور اس حدیث کا حدیث ابوذر ''وان زنی وان سرق'' سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ **جواب اول:** یہ حدیث معتزلہ کی دلیل نہیں اس لئے کہ اس حدیث میں نفس ایمان کی نفی نہیں بلکہ کمال ایمان اور نور ایمان کی نفی ہے جس پر قرینہ قرآن کریم کی بہت ساری آیات اور ''وان زنی وان سرق'' والی حدیث ہے

جواب ثانی: دونوں حدیثوں کا باہمی تعارض بھی نہیں۔کیونکہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمال ایمان باقی نہیں رہتا اور حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس ایمان باقی رہتا ہے

جواب ثالث: یہاں پر ایمان کے بڑے شعبہ حیاء کی نفی ہے کہ زانی زنا کے وقت بے حیاء ہوجاتا ہے اللہ سے حیاء کرتا تو زنا نہ کرتا

جواب رابع: کہ حالت زنا میں ایمان نکل کر سائبان کی طرح چھا جاتا ہے اور زنا کا مرتکب زنا کے وقت عذاب الٰہی سے امن والا نہیں رہتا بلکہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں اس پر اللہ کا عذاب نہ آجائے تو اس حدیث میں مؤمن کا لغوی معنی مراد ہوگا یعنی اس وقت امن

والانہیں ہوتا یعنی ''ماموں العذاب'' کی مؤمن سے نفی ہے۔
جواب خامس: مرتکب کبیرہ کا مؤمن والا اچھا لقب باقی نہیں رہتا بلکہ اس کو برے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے زانی شرابی کہا جاتا ہے۔
جواب سادس: یہ حدیث دلائل قطعیہ کے معارض ہے اس لئے متروک ہے۔
جواب سابع: یہاں مؤمن مطیع کے معنی میں ہے کہ اللہ کا فرمانبردار ہو کر زنا وغیرہ نہیں کر سکتا۔
جواب ثامن: یہاں ایمان سے ایمان بالمشاہدہ مراد ہے اور ''وھو مؤمن'' کا مطلب ''وھو موقن بالعذاب'' ہے کیونکہ جس کو پورا یقین ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور وہ شخص عذاب کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھ رہا ہو تو ہرگز ایسے کبائر کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔
جواب تاسع: یہاں پر نفی نہی کے معنی میں ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں ایسے کام نہ کرو چنانچہ بعض روایات میں نہی کا صیغہ ہے۔ **جواب عاشر:** یہ حدیث تشدید زجر و وعید پر محمول ہے۔ حقیقت پر محمول نہیں جیسے ''لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له'' (تلك عشرة كاملة)
فاذا خرج من ذلك العمل: اس عمل سے فارغ ہونے کے دو مطلب ہیں۔ (۱) زنا سے فارغ ہو جائے (۲) جب وہ توبہ کر لے۔
سوال: یہ حدیث معتزلہ کی دلیل ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔
جواب اول: خروج دائمی نہیں ہوتا عارضی ہوتا ہے۔
جواب ثانی: اس سے مراد یہ ہے کہ کمال ایمان نور ایمان اور حیاء ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ اسکا قرینہ حدیث ''لا تکفرہ بذنب'' ہے **جواب ثالث:** یہ حدیث ''زجر و تشدید فی الوعید'' پر محمول ہے
جواب رابع: ایمان شہودی غائب ہو جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي السَّفَرِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوبَتَهُ فِي الدُّنْيَا فَاللهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُثَنِّيَ عَلَى عَبْدِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الْآخِرَةِ وَمَنْ أَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ وَعَفَا عَنْهُ فَاللهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَعُودَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَهٰذَا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا

حضرت علی بن ابی طالبؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی ایسے کام کا مرتکب ہو کہ اس پر حد لازم آئی اور اس کو جلد ہی دنیا میں سزا دے دی گئی تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے کہ اپنے بندے کو آخرت میں دوبارہ سزا دے اور اگر کوئی کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوا جس کی وجہ سے اس پر حد جاری ہوتی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو چھپا لیں اور اسے معاف فرما دیں تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ لطف و کرم والا ہے کہ کسی بات کو معاف کرنے کے بعد لوٹائے (یعنی دوبارہ سزا دے)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم کا یہی قول ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کسی نے زنا یا

كَفَّرَ أَحَدًا بِالزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ چوری یا شراب پینے کے مرتکب کو کافر قرار دیا ہو۔

تشریح: مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوبَتَهُ: اس حدیث کے تحت یہاں اہم مسئلہ ہے کہ حدود قصاص وغیرہ سواتر ہیں یا زواجر۔ سواتر یعنی دنیا میں سزا دینے سے آخرت میں ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ زواجر کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی انتظامات کو باقی رکھنے کے لئے یہ سزائیں مقرر ہیں اور آخرت میں پھر سزا ہوگی اس میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔

مسئلہ: حدود وقصاص زواجر ہیں یا سواتر؟

قول اوّل: جمہور ائمہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حدود اور قصاص سواتر ذنوب اور گناہوں کا کفارہ بھی ہیں یعنی آخرت میں ان کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ **قول ثانی:** احنافؒ کے نزدیک حدود وقصاص زواجر ہیں سواتر یا کفارہ نہیں۔ یعنی بغیر توبہ کے حدود وقصاص سے معافی نہیں ہوگی بلکہ آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

احنافؒ کے دلائل: پہلی دلیل: لقوله تعالی ''انما جزاء الذین... الی... ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا۔ الایة'' (مائدة:۳۴)۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے قطاع الطریق کی سزا بیان فرمائی لیکن پھر آگے انکی مغفرت کو توبہ کی طرف منسوب کیا اس سے معلوم ہوا حد کفارہ نہیں بلکہ توبہ کفارہ ہے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالی نے حد قذف کے بارے میں فرمایا: ''فاجلدوهم ثمٰنین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادةً ابداً واولئك هم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلك الایة'' (سورۃ نور:۴)۔ اس آیت میں بھی کفارہ کو توبہ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ **تیسری دلیل:** چوری کرنیوالے کی سزا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا ''جزاءً بما کسبانکالاً من الله... فمن تاب۔ الایة'' (مائدة:۳۸) اس آیت میں بھی سزا کو دنیاوی سزا قرار دیا اور کفارہ کو توبہ پر معلق کیا۔ **چوتھی دلیل:** مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' لا ادری الحدود کفارات ام لا'' اسی طرح کافر ذمی پر حدود جاری کی جاتی ہیں حالانکہ کفارۂ ذنوب نہیں ہوسکتا۔

پانچویں دلیل: طحاوی شریف میں ہے ایک چور پر ہاتھ کاٹنے کی سزا جاری کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا'' استغفر الله وتب الیه''۔ اس سے بھی معلوم ہوا حد شرعی کے بعد توبہ ضروری ہے۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حدود زواجر کی قبیل سے ہیں سواتر کی قبیل سے نہیں۔

امام شافعی، احمد، مالکؒ کی دلیل: یہی حدیث الباب ہے اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ''انه یخوض فی انهار الجنة'' اس حدیث کے مختلف جوابات ہیں: ① یہ مقید ہے توبہ کی قید کے ساتھ ''فهو کفارة له اذا تاب'' اس پر قرینہ ہماری پیش کردہ نصوص مذکورہ قطاع الطریق ہیں اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں توبہ کی صراحت ہے فرمایا ''تاب توبة لو قسمت علی اهل المدینة لکفتهم'' ② حضرت انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے محدود (ایسا شخص جس پر حد جاری کی گئی ہو) کی تین قسمیں لکھی ہیں (۱) **محدود تائب:** اس کی حد کفارہ ہوگی (۲) **محدود منزجر:** یعنی توبہ تو نہیں کی لیکن گناہ سے رک گیا تو اس کی حد بھی کفارہ ہے۔ (۳) **محدود متعنت:** حد جاری ہونے کے بعد پہلے سے زیادہ جرائم میں لگ گیا اس کے لئے

کفارہ نہیں۔ اس حدیث میں حد کی پہلی دو قسمیں مراد ہیں نہ کہ تیسری۔ (بحوالہ فیض الباری) ③ یہ خبر واحد ہے جو کہ آیات قرآنی کے معارض ہونے کی وجہ سے متروک العمل ہے ④ اس حدیث میں ''عُوقِبَ'' سے مراد اجراء حد نہیں بلکہ آفات سماویہ ہیں اور آفات سماویہ اور مصائب کے کفارہ ذنوب ہونے کے ہم بھی قائل ہیں ⑤ توبہ نام ہے ندامت اور شرمساری کا عموماً حد جاری ہونے کے بعد توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اس لئے حدیث پاک میں اس کو گناہوں کا کفارہ کہا ⑥ احناف کی طرف سے جمہور کو الزامی جواب یہ ہے کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے تو کیا وہ قتل ہونے کے بعد گناہوں سے پاک ہو جائے گا اور کیا آخرت میں اس کو سزا نہیں ملے گی، ''فماھوجوابکم فھوجوابنا''۔

قَدْ عَفَا عَنْهُ: معتزلہ کہتے ہیں کہ عاصی کو سزا دینا اور مطیع کو ثواب دینا اللہ پر واجب ہے۔ اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک ان میں سے کوئی چیز اللہ پر واجب نہیں اہل سنت کی تائید مذکورہ بالا فرمان رسول ﷺ سے ہوتی ہے کہ چاہے مجرم کو معاف کر دیں چاہے سزا دیں۔

اس حدیث کی شرح کتاب الحدود کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَيُرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ حَدَّثَنَا بِذَلِكَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَابِ عَنْ

قتیبہ، لیث، ابن عجلان، قعقاع، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مؤمن (کامل) وہ ہے جسے لوگ اپنی جانوں اور مال کا امین سمجھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا مسلمان افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ابراہیم بن سعید جوہری، ابواسامۃ، برید بن عبداللہ بن ابی بردۃ، ابوبردۃ، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا مسلمان افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یہ حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے صحیح غریب ہے۔ اس باب میں حضرت جابر، ابوموسی اور

جَابِرٍ وَأَبِي مُوسَى وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ حضرت وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی ایذا رسانیوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں جس کی ایذاء سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ ہوں وہ مسلمان تو ہوگا لیکن ناقص ہوگا نیز آپ علیہ السلام کا تہجد کے لئے اس طرح بیدار ہونا کہ ازواج مطہرات کے آرام میں خلل نہیں آتا تھا اوران کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا امت کو تعلیم دینے کے لئے تھا۔

الْمُسْلِمُونَ: سوال: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں کیا اہل ذمہ کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں؟ **جواب:** ذمی لوگ مسلمانوں کے تابع ہوتے ہیں کما فی الحدیث ''دماء هم کدماء نا و اموالهم کا موالنا''۔ جیسے مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کی اجازت نہیں اسی طرح ذمیوں کو بھی ایذاء پہنچانے کی اجازت نہیں۔

سوال: اس حدیث میں ''مسلمون'' کا ذکر ہے ''مسلمات'' کا ذکر نہیں۔ **جوابات:** (۱) احکام مشترکہ میں مردوں کا ذکر تغلیباً کیا جاتا ہے عورتیں بالتبع داخل ہوتی ہیں۔ (۲) مردوں کے ذکر سے اصل کے ذکر پر اکتفاء کر دیا۔

مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ... سوال: ''مِنْ لِسَانِهِ'' فرمایا ''من کلامه'' نہیں فرمایا۔

جواب: اگر من کلامہ فرماتے تو زبان سے جو ایذائیں بغیر کلام کئے پہنچتی ہیں وہ شامل نہ ہوتیں مثلاً کسی کو زبان سے اشارہ کرنا جس کو دوسرے الفاظ میں چڑانا کہتے ہیں تو چونکہ لسان اعم ہے بنسبت کلام کے، اس لئے ''من لسانه'' فرمایا۔

تقدیم لسان کی وجوہات: اس حدیث میں لسان کو ید پر مقدم کرنے کی مختلف وجوہات ہیں: (۱) لسانی ایذاء اکثر ہوتی ہے ہاتھ تو تھک جاتا ہے زبان کبھی تھکتی نہیں (۲) لسانی ایذاء ہاتھ کی ایذاء سے شدید ہوتی ہے اور زبان کا زخم دیر تک رہتا ہے جیسا کہ شعر ہے ؎

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

(۳) لسانی ایذاء میں عموم ہے احیاء و اموات دونوں کو شامل ہے بخلاف ید کی ایذاء کے کہ اس کا متعلق ایسے زندہ لوگ ہوتے ہیں جو سامنے موجود ہوں (۴) عموماً لوگ زبان کی ایذاء کو اہمیت نہیں دیتے اور اس سے بچنے کی کوشش نہیں کی جاتی لسان کو مقدم کر کے اس سے بچنے کی زیادہ اہمیت کی طرف اشارہ کر دیا۔

سوال: تعزیر، اجراء حدود سے بھی تو تکلیف ہوتی ہے پھر تو یہ بھی جائز نہ ہوں۔

جوابات: (۱) یہ اصلاح کے لئے ہوتی ہیں اور مآل کے اعتبار سے راحت ہیں (۲) حدود وغیرہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں۔

سوال (۲): حدیث میں صرف ہاتھ اور زبان سے ایذاء کی ممانعت ہے کیا ان کے علاوہ باقی اعضاء سے ایذاء کی اجازت ہے؟

جوابات: (۱) عموماً ایذاء کا صدور زبان و ہاتھ سے ہوتا ہے اس لئے ان کی تخصیص کر دی دیگر اعضاء سے بھی ایذاء پہنچانے کی اجازت نہیں۔ مراد پوری ذات انسان ہے (۲) ایذاء کی دو قسمیں ہیں ''قولی'' و ''فعلی''۔ حدیث میں دونوں سے منع فرما دیا۔

سوال (۳): اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل مسلم کے لئے شرط مذکور کافی ہے پھر جو چاہے کرے۔

جواب: یہاں ایک قید ملحوظ ہے ''مع رعاية بقية الاوصاف''۔

بَابُ مَا جَاءَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَأَبُو الْأَحْوَصِ اسْمُهُ عَوْفُ بْنُ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ الْجُشَمِيُّ تَفَرَّدَ بِهِ حَفْصٌ

ابوکریب، حفص بن غیاث، اعمش، ابواسحاق، ابواحوص، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی ابتداء بھی غربت سے ہوئی تھی اور وہ عنقریب پھر غریب ہو جائے گا جیسے اس کی ابتداء ہوئی تھی۔ پس غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔ اس باب میں حضرت سعد، ابن عمر، جابر، انس اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث ابن مسعود کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اسے صرف بواسطہ حفص بن غیاث، اعمش کی روایت سے پہچانتے ہیں اور ابوالاحوص کا نام عوف بن مالک بن نضلہ جشمی ہے اور حفص اس روایت میں متفرد ہیں۔

تشریح: إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا: ''غریبًا'' کا معنی غریب معروف ہے مسکین فقیر نہیں جیسا کہ عام واعظ لوگ کرتے ہیں۔ حدیث کے دو مطلب ہیں (۱) کہ ابتدا میں اسلام مسافر کی طرح اجنبی بے یار و مددگار قلیل الاتباع تھا اور اس کے ماننے والے بے بسی اور قلت کی حالت میں تھے حتیٰ کہ ان کو ظاہراً بھی مسافر و مہاجر بننا پڑا لیکن خلافت راشدہ کے دور میں اسلام اپنی پوری شان و شوکت اور بڑے آب و تاب کے ساتھ مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور آخر زمانہ میں مسلمانوں کا یہی پہلے والا حال ہو جائے گا جیسا کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کا دین پر رہنا ایسے دشوار ہو جائے گا جیسے انگارہ ہاتھ میں لینا دشوار ہوتا ہے (۲) کہ وہ لوگ بہت کم ہوں گے کمزور ہونگے اور ڈھکے چھپے ہوں گے ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، انہی لوگوں نے ابتداء اسلام میں اسلام قبول کیا تھا اور آئندہ ایسے ہی لوگ اسلام پر ہوں گے۔ **فطوبى للغرباء:** اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو معصیت اور بدعتوں کے زمانے میں سنت کا دامن نہ چھوڑیں سنت پر پابندی کریں اور لوگوں کی اصلاح میں اور سنت کے احیاء میں سرگرم عمل رہیں اگرچہ تھوڑے ہوں گے مگر معاشرہ پر بھاری ہونگے۔ جیسا کہ تھوڑا سونا بہت سارے لوہے پر اور تھوڑی سی مشک زیادہ مٹی پر بھاری ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مِلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا

عبداللہ بن عبدالرحمن، اسماعیل بن ابی اویس، کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف بن ملحہ اپنے والد سے اور ان کے والد دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دین (اسلام) حجاز کی طرف اس طرح سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل (سوراخ) کی طرف سمٹتا اور پناہ گزین ہوتا ہے

تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّينُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرِيبًا وَيَرْجِعُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اور دین حجاز مقدس میں اس طرح پناہ گزین ہوگا جس طرح جنگلی بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے۔ نیز دین کی ابتداء بھی غربت سے ہوئی اور وہ غربت ہی کی طرف لوٹے گا۔ پس غریبوں کے لئے خوشخبری ہے جو اس چیز کو صحیح کرتے ہیں جسے لوگوں نے میری سنت میں سے میرے بعد بگاڑ دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ: جیسے پہاڑی بکری تمام مشقتیں برداشت کر کے دشمن سے پناہ لے لیتی ہے اسی طرح مسلمان بھی اخیر زمانہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرتے ہوئے اپنے دین کو بچانے کیلئے حجاز میں جا کر پناہ حاصل کریں گے۔

سوال: آپ ﷺ نے یہاں مؤنث بکری کا ذکر کیا مذکر بکرے کا ذکر نہیں کیا اسکی کیا حکمت ہے؟ **جواب:** مشکل پہاڑ پر چڑھنے کے سلسلے میں پہاڑی بکری زیادہ مہارت رکھتی ہے بنسبت پہاڑی بکرے کے، اسلئے آپ ﷺ نے پہاڑی بکری کا ذکر کیا بکرے کا ذکر نہیں کیا۔ پہاڑی بکریوں یا بکروں کے متعلق آتا ہے کہ یہ مشکل ترین پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں اور ایسے چلتے ہیں جیسا کہ انکے پاؤں میں چپکنے کیلئے کوئی چیز لگا دی گئی ہو یہ چرنے کیلئے سحری کے وقت نکلتے ہیں اور چراگاہوں میں ریوڑ کی شکل میں آتے ہیں اور پھر اندھیرے میں ہی ایک لائن میں واپس چلے جاتے ہیں۔

فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ: غرباء وہ لوگ ہیں جو فساد کی اصلاح کریں گے اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو دوبارہ عمل میں لائیں گے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْعَلَاءِ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وَجَابِرٍ

ابوحفص عمرو بن علی، یحیی بن محمد بن قیس، علاء بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ (۳) اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ یہ حدیث علاء کی روایت سے حسن غریب ہے۔ اور کئی سندوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، انس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

علی بن حجر، اسماعیل بن جعفر، ابی سہیل بن مالک، ابوہریرہ ہم سے روایت کی علی بن حجر نے انہوں نے اسماعیل بن جعفر سے

هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَأَبُو سُهَيْلٍ هُوَ عَمُّ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَاسْمُهُ نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ الْخَوْلَانِيُّ الْأَصْبَحِيُّ

انہوں نے ابی سہل سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ ابو سہیل حضرت مالک بن انس کے چچا ہیں ان کا نام نافع بن مالک بن ابی عامر الاصبحی خولانی ہے۔

تشریح: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: سوال: ''آیۃ'' مبتدا مفرد ہے اس کی خبر ''ثلث'' جمع ہے تو یہاں مبتدا خبر میں مطابقت نہیں پائی گئی۔ **جواب:** یہاں آیۃ سے مراد جنس ہے لہٰذا دونوں میں مطابقت پائی گئی۔

إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ: کذب کی دو قسمیں ہیں۔(۱) کذب صریحی (۲) کذب غیر صریحی۔

کذب صریحی: حرام ہے مگر اس کی بعض صورتیں مستثنیٰ ہیں جیسے نفس معصومہ کو قتل سے بچانا اس صورت میں کذب واجب ہے۔

کذب غیر صریحی: لفظ ذو معنی ذکر کردیا جائے جسے توریہ کہا جاتا ہے یہ توریہ دفع مضرت کیلئے جائز ہے جلب منفعت کیلئے جائز نہیں

نفاق کی تین اقسام ہیں (۱) نفاق اعتقادی (۲) نفاق عملی (۳) نفاق حالی۔ یہاں پر نفاق عملی کا بیان ہے۔

نفاق اعتقادی: دل میں کفر ہو اور زبان سے اسلام ظاہر کرے۔ **نفاق عملی:** کہ جلوت میں امور دینیہ کی رعایت کرے اور خلوت میں امور دینیہ کو نظر انداز کردے۔ **نفاق حالی:** دل کی کیفیات کا مختلف ہونا۔ مختلف واقعات کے اعتبار سے جیسے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ''نافق حنظلة'' کے الفاظ ہیں۔ ان تین اقسام میں نفاق اعتقادی سے نفس ایمان کی نفی ہوجاتی ہے اور نفاق عملی سے کمال ایمان کی نفی ہوتی ہے اور نفاق حالی کمال ایمان کے منافی نہیں چہ جائیکہ نفس ایمان کے منافی ہو۔

سوال: اس حدیث میں منافق کی تین نشانیاں بیان ہوئیں جبکہ دوسری روایات میں چار بیان ہوئیں۔ **جوابات:** (۱) وحی کے ذریعہ سے اضافہ ہوگیا پہلے تین کا علم دیا گیا پھر چار کا (۲) عدد اقل اکثر کے منافی نہیں ہوتا (۳) یہاں حصر مقصود نہیں بلکہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کا ذکر کیا اور کبھی چار کا۔

سوال: یہ علامتیں تو مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں اس سے تو معتزلہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نکل جاتا ہے **جوابات:** (۱) اس حدیث میں منافق عملی کا بیان ہے جو مسلمان بھی ہوسکتا ہے منافق اعتقادی کا بیان نہیں جو کافر اور مخلد ''فی النار'' ہے (۲) یہاں پر منافق سے مراد وہ شخص ہے جس میں یہ بری عادتیں کامل اور پورے طور پر راسخ ہوں جیسا کہ لفظ ''اذا'' (جو دوام واستمرار پر محمول ہے) سے معلوم ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے ہمیشہ وعدہ خلافی ہی کرتا ہے ہمیشہ خیانت ہی کرتا ہے۔ ظاہر ہے ان پر مداومت کرنیوالا منافق حقیقی اعتقادی ہی ہوسکتا ہے کیونکہ فاسق مسلمان میں کبھی یہ صفتیں ہوتی ہیں اور کبھی نہیں (۳) یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین کیساتھ خاص ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا کوئی خاص منافق مراد ہے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منافق کی صفات بتادیں تا کہ ان سے اجتناب ہوسکے اور نام نہ بتلایا شاید کہ وہ خالص مسلمان ہوجائیں اور شرمسار اور رسوا نہ ہوں (۴) یہ وعید وتشدید کے طور پر فرمایا تا کہ مسلمان ان خصلتوں سے بچیں مذکورہ تین علامتوں پر اکتفا اسلئے کیا کہ ان تینوں کے ذریعہ باقی خصلتوں کا علم باآسانی ہوجاتا ہے جیسے کذب سے فساد قول پر

''خَانَ'' سے فساد فعل پر اور ''اَخْلَفَ'' سے فساد نیت پر اطلاع ہو جاتی ہے اور اصل یہی تین چیزیں ہیں: (۱) قول (۲) فعل (۳) نیت۔ (۵) اس سے مراد وہ شخص ہے جو ان خصلتوں کو جائز سمجھتا ہے اور ان کو اپناتا ہے تو وہ حقیقی منافق ہے۔

وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ: وعدہ کرتے وقت ایفاء کی نیت نہیں ہے تو یہ علامات نفاق سے ہے اور اگر وعدہ کرتے وقت ایفاء کی نیت تھی لیکن کسی عذر کی وجہ سے ایفاء نہ ہوسکا تو یہ گناہ علامات نفاق سے نہیں۔ **وَعَدَ:** ایک ہوتا ہے وعدہ جو جانب واحد سے ہوتا ہے اس وعدے کو توڑنا وعدہ خلافی کہتے ہیں اور ایک ہوتا ہے معاہدہ جو جانبین سے ہوتا ہے اس کے توڑنے کو غدر (دھوکا) کہتے ہیں۔

''وعد'' یہ لفظ خیر و شر دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور ''ایعاد'' محض شر کے لئے آتا ہے یہاں ''وعد'' میں عموم ہے خیر و شر دونوں کے لئے ہے لیکن قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر کا وعدہ مراد ہے کہ اس میں خلاف نہ کرے اور شر میں وعدہ کیخلاف کرنا محمود بلکہ بسا اوقات وعدہ کے خلاف کرنا واجب ہوتا ہے۔

خَانَ: خیانت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خیانت مالی (۲) خیانت قولی۔ کسی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا حتیٰ کہ نوٹ تبدیل کر لینا خیانت مالی ہے اور کسی کا جائز راز فاش کر دینا خیانت قولی ہے یہ دونوں علامات نفاق سے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فِيهِ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَإِنَّمَا كَانَ نِفَاقُ التَّكْذِيبِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا رُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَإِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ نِفَاقُ الْعَمَلِ

محمود بن غیلان، عبید اللہ بن موسیٰ، سفیان، اعمش، عبد اللہ بن مرۃ، مسروق، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ چار چیزیں جس میں ہوں گی وہ منافق ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے۔ (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ (۳) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (۴) جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس حدیث سے عملی نفاق مراد ہے۔ جھٹلانے والا نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ حضرت حسن بصری سے بھی اسی طرح کچھ منقول ہے۔ حسن بن علی خلال بھی عبد اللہ بن نمیر سے وہ اعمش سے اور وہ عبد اللہ بن مرہ سے اسی سند سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **کان منافقا خالصًا:** یہ کلام تشبیہ پر محمول ہے منافق خالص کا یہ مطلب نہیں کہ نفاق فی العقیدۃ ہی مراد

ہے۔امام نوویؒ ''کان منافقا خالصًا'' کا مطلب ''کان شدید الشبه بالمنافقین'' بتاتے ہیں۔

وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ: پچھلی حدیث میں ''وعد'' کا لفظ تھا اور اس میں ''عاهد'' کا لفظ ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ (۱) ''معاہدہ'' طرفین سے ہوتا ہے اور ''وعدہ'' ایک طرف سے ہوتا ہے (۲) نیز معاہدہ کا توڑنا حرام ہے اور وعدہ کا توڑنا مکروہ ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ وَيَنْوِي أَنْ يَفِيَ بِهِ فَلَمْ يَفِ بِهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى ثِقَةٌ وَأَبُو النُّعْمَانِ مَجْهُولٌ أَبُو وَقَّاصٍ مَجْهُولٌ

محمد بن بشار، ابوعامر، ابراہیم بن طہمان، علی بن عبدالاعلی، ابونعمان، ابووقاص، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو مگر وہ (کسی وجہ سے اس وعدہ کو) پورا نہ کرسکا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔ علی بن عبدالاعلی ثقہ ہیں جبکہ ابووقاص اور ابونعمان مجہول ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وعدہ کرتے وقت اگر وعدہ پورا کرنے کی نیت تھی لیکن اس کو پورا کرنے کا موقع نہیں ملا یا کسی عذر کی وجہ سے ایفاء عہد نہ کرسکا تو اس میں وہ وعدہ خلافی کرنے والا نہیں ہوگا اور گناہگار بھی نہیں ہوگا ہاں اگر کوئی عذر نہ ہو تو ایفاء وعدہ ضروری ہے لیکن اگر وعدہ کرتے وقت وعدہ پورا کرنے کی نیت نہ ہو تو یہ علامات نفاق میں سے ہے اور اگر وعدہ کرتے وقت وعدہ پورا کرنے کی نیت بھی ہو اور ان شاء اللہ بھی کہہ دے تو پھر آزاد ہے وعدہ کا پابند نہیں۔

مسئلہ: ایفاء وعدہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اوّل: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ اور بعض علماء کے نزدیک ایفاء عہد واجب ہے۔

قول ثانی: جمہور علماء اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک ایفاء عہد مستحب ہے اور یہ علامت نفاق تب بنے گی جب ایفاء عہد کی نیت نہ ہو نیز عدم ایفاء پر جو وعیدیں آئی ہیں وہ شدت کراہت پر محمول ہیں۔

قول اوّل والوں کی پہلی دلیل: وہ حدیث ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ کی وجہ سے تین دن تک انتظار کرنے کا ذکر ہے۔ اگر وعدہ کو پورا کرنا واجب نہ ہوتا تو آپ ﷺ تین دن تک انتظار نہ فرماتے۔

دوسری دلیل: وہ مشہور حدیث ہے ''علامة المنافق ثلث والی''۔

جمہور حضرات کی دلیل: یہی حدیث الباب ہے۔

فریق مخالف کی پہلی دلیل کا جواب: وہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

دوسری دلیل کا جواب: یہ تب ہے جب اس نے ایفاء عہد کی نیت نہ کی ہو اگر نیت کی ہو تو پھر کہیں گے کہ شدت کراہت پر محمول ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَكِيمِ بْنُ مَنْصُورٍ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتَالُ الْمُسْلِمِ أَخَاهُ كُفْرٌ وَسِبَابُهُ فُسُوقٌ وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

محمد بن عبداللہ بن بزیع، عبدالحکیم بن منصور واسطی، عبدالملک بن عمیر، عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنا کفر ہے اور اسے گالی دینا فسق (گناہ) ہے۔اس باب میں حضرت سعد اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود ہی سے منقول ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، زبید، ابووائل، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ) اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ: لغت میں خروج کو کہتے ہیں اصطلاح شرع میں ''الخروج عن طاعة الله ورسوله'' کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلنے کو کہتے ہیں کمافی التعلیق نیز اطاعت الٰہیہ سے نکل جانا کفر وانکار کا ذریعہ بھی ہوتا ہے اس لئے لفظ فاسق کافر کیلئے بھی بولا جاتا ہے اسی طرح جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اور اس سے توبہ بھی نہ کرے یا صغیرہ گناہ پر اصرار کرے اور اس کی عادت بنالے وہ فقہاء کی اصطلاح میں فاسق کہلاتا ہے اور جو شخص فسق کے کام اور گناہ علانیہ جرأت کے ساتھ کرے اس کو فاجر کہا جاتا ہے (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۶۸) اور ''کل امتی معافًا الا المجاهرین'' کے پیش نظر فجور زیادہ خطرناک ہے۔ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ: مسلمان کے ساتھ لڑنا یا اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

سوال: اہل سنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے سے کافر نہیں ہوتا حدیث مذکورہ میں اس کو کافر کیسے کہا گیا۔ اس سے تو خوارج اور معتزلہ کا مسلک ثابت ہو رہا ہے۔

جوابات: (۱) مسلمان کے قتل وقتال کو حلال اور جائز سمجھنا کفر ہے کیونکہ اس نے حرام کو حلال قرار دیا ہے (۲) مطلب یہ ہے کہ اس نے مسلمان کو قتل کر کے اتنا بڑا گناہ کیا کہ وہ کفر کے قریب ہو گیا جس وجہ سے اس شخص کے ایمان کا کمال ختم ہو گیا لہٰذا یہاں کمال ایمان کی نفی مراد ہے ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' میں جس طرح کمال اسلام کی نفی مراد تھی (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۳۶)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ رَمَى أَخَاهُ بِكُفْرٍ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَاعِنُ الْمُؤْمِنِ كَقَاتِلِهِ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهِ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللهُ بِمَا قَتَلَ بِهِ نَفْسَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَابْنِ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، اسحاق بن یوسف ازرق، ہشام دستوائی، یحیی بن ابی کثیر، ابوقلابہ، حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندے پر اس چیز میں نذر (واجب) نہیں جس کا وہ مالک نہیں۔ مؤمن پر لعن طعن کرنے والا (گناہ میں) اس کے قاتل کی طرح ہے اور جس نے کسی مؤمن پر کفر کا الزام لگایا وہ اس کے قاتل کی طرح ہے اور جس شخص نے کسی چیز کے ساتھ کسی مسلمان کو قتل کیا اللہ پاک قاتل کو اسی چیز کے ساتھ عذاب دے گا۔ اس باب میں حضرت ابوذر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ: کوئی شخص ایسی چیز کی نذر مانے جس کا وہ مالک نہیں تو یہ نذر واجب نہیں مثلاً یہ کہے کہ میرا یہ کام ہو گیا تو فلاں غلام یا باندی آزاد حالانکہ باندی اور غلام دونوں اس کی ملکیت میں نہیں تو یہ نذر واجب نہیں اگرچہ وہ بعد میں ان کا مالک بھی بن جائے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ وہ یہ کہے کہ اگر مجھے فلاں بیماری سے شفا مل گئی تو فلاں غلام اور باندی آزاد حالانکہ وہ اس کی ملک میں بھی ہیں تو اگر اس کو شفا مل گئی تو اس کے مذکورہ غلام آزاد ہو جائیں گے۔

لَاعِنُ الْمُؤْمِنِ كَقَاتِلِهِ: مؤمن کو لعنت کرنے والا اسے قتل کرنے والے کی مانند ہے۔ لعنت کی تفصیل ابواب البر والصلۃ کے ذیل میں تفصیل سے گزر گئی۔ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهِ: اسی طرح کسی مسلمان مرد و عورت پر کفر کی تہمت لگانا بھی قتل کے مثل حرام اور قابل عذاب جرم ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، مالک بن انس، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک نہ ایک پر ضرور یہ وبال آپڑا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا: یعنی ایک مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو اب ان دونوں میں سے ایک شخص ضرور اس کفریہ کلمہ کے ساتھ لوٹ کر آئے گا اس کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ شخص واقعی کافر ہے تو یہ اس کلمہ کا مصداق بن جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ کافر نہیں ہے تو یہ کلمہ لوٹ کر کہنے والے پر آئے گا اور وہ خود کافر بنے گا۔ یہ حدیث بھی مشکل مقامات میں سے ایک مقام سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے والا کفر میں داخل نہیں ہوتا تو یہاں پر کس طرح کافر کہہ دیا اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

بَابٌ فِيمَنْ يَمُوتُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَجَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَالصُّنَابِحِيُّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُسَيْلَةَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ قَبْلَ نُزُولِ الْفَرَائِضِ وَالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيدِ سَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَإِنْ عُذِّبُوا فِي النَّارِ بِذُنُوبِهِمْ فَإِنَّهُمْ لَا يُخَلَّدُونَ فِي النَّارِ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ

قتیبہ، لیث، ابن عجلان، محمد بن یحییٰ بن حبان، ابن محیریز، صنابحی کہتے ہیں کہ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا وہ فوت ہونے والے تھے۔ میں رونے لگا تو فرمایا چپ رہو کیوں رو رہے ہو۔ اگر میں تمہارے (ایمان کے متعلق) گواہی طلب کیا گیا تو گواہی دوں گا، اگر شفاعت کی اجازت دی گئی تو تمہاری شفاعت کروں گا اور اگر تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکا تو ضرور پہنچاؤں گا۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جتنی حدیثیں سنی ہیں ان میں سے ہر وہ حدیث تم سے بیان کر دی جس میں تمہارا نفع تھا۔ صرف ایک حدیث ہے جو میں آج تمہیں سنا رہا ہوں اس لئے کہ موت نے مجھے گھیر لیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، جابر، ابن عمر اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ صنابحی کا نام عبدالرحمن بن عسیلہ اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ منقول ہے کہ زہری سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کا مطلب پوچھا گیا کہ جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھا جنت میں داخل ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ابتدائے اسلام میں فرائض اوامر اور نواہی کے نزول سے پہلے تھا۔ بعض علماء اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اہل توحید ہمیشہ دوزخ میں نہیں

وَأَبِي ذَرٍّ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ وَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَةِ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ قَالُوا إِذَا أُخْرِجَ أَهْلُ التَّوْحِيدِ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُوا الْجَنَّةَ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ

رہیں گے صرف اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتنے کے بعد نکال لئے جائیں گے۔ حضرت ابن مسعود، ابوذر، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، ابوسعید خدری اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ اہل توحید کی ایک جماعت دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہوگی۔ سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور کئی حضرات سے "رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ" (ترجمہ کافر چاہیں گے کاش وہ مسلمان ہوتے) کی تفسیر یوں منقول ہے کہ جب اہل توحید کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا تو کافر چاہیں گے کہ کاش وہ (بھی) مسلمان ہوتے۔

تشریح: ماقبل میں ایمان کی حقیقت کی وضاحت تفصیل سے گزر چکی ہے یہاں سے امام ترمذیؒ دفع دخل مقدر کر رہے ہیں۔

سوال: اعمال صالحہ ایمان کے اجزا میں سے ہیں اور برے اعمال ایمان کے منافی ہیں۔ لہٰذا جو مسلمان بدکاریاں کرتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوگیا اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہے کیا وہ ایمان کی حالت میں مرا یا وہ مؤمن نہیں ہے۔

جواب: امام ترمذیؒ نے یہ باب قائم کر کے بتایا کہ وہ مؤمن ہے کیونکہ اعمال صالحہ ایمان کامل کے اجزا ہیں اور اعمال سیئہ ایمان کامل کے منافی ہیں لیکن یہ نفس ایمان کو نقصان نہیں دیتے ایمان ایک بسیط حقیقت ہے اور اسی کے قائل ماتریدیہ اور محققین حضرات ہیں۔

لہٰذا خلاصہ کلام کا یہ ہوا کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا جنت میں داخل ہوگا۔ خواہ جلد ہو یا بدیر اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان بسیط ہے۔ یہ بات بعض محدثین کے موقف کے خلاف ہے اس میں سے یہ چند حضرات کے اقوال بیان کئے جاتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ: امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ارشادات دور اول کے ہیں جبکہ فرائض اور اوامر ونواہی کا نزول نہیں ہوا تھا بعد میں جب اعمال صالحہ مامور بہ ہوئے اور اعمال سیئہ منہی عنہ ٹھہرے تو پھر وہ ایمان کی حقیقت میں داخل ہوئے اور وہ ایمان کے اجزا بن گئے۔

وَوَجْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: امام ترمذیؒ نے اس توجیہ کو پسند نہیں کیا اس لئے انہوں نے دوسرے بعض اہل علم کی توجیہ نقل کی کہ جو بھی توحید کا قائل ہے وہ ایک نہ ایک دن جنت میں ضرور جائے گا اگرچہ اس کو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں بھیجا جائے مگر وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا امام ترمذیؒ نے اسی بات کی تائید پر سات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال نقل کئے ہیں اور تابعین کے اقوال بھی نقل کئے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي عَبْدِ

سوید بن نصر، ابن مبارک، لیث بن سعد، عامر بن یحیی، ابوعبدالرحمن معافری ثم حبلی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی

الرَّحْمٰنِ الْمَعَافِرِيِّ ثُمَّ الْحُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَيُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللهِ شَيْءٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَامِرِ بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَالْبِطَاقَةُ الْقِطْعَةُ

اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کو میری امت سے جدا کرے گا اور اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر کھولے جائیں گے۔ ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے اس میں سے کسی کا انکار ہے۔ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میزان کے پاس حاضر ہوجا۔ وہ کہے گا یا اللہ ان دفتروں کے سامنے اس چھوٹے سے کاغذ کا کیا وزن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج تم پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں وہ ننانوے دفتر رکھ دیئے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں کاغذ کا وہ پرزہ رکھا جائے گا۔ دفتروں کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا جبکہ کاغذ (کا پلڑا) بھاری ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اللہ کے نام کے برابر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ قتیبہ اسے ابن لہیعہ سے وہ عامر بن یحیی سے اسی سند سے اسی کے مثل نقل کرتے ہیں اور بطاقہ (کاغذ کے) ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث بطاقہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس میں ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹرڈ اور دوسری جانب ایک بطاقہ ان ننانوے رجسٹروں کو ہلکا کردے گی۔ **إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً:** سوال: یہ کونسا آدمی ہوگا جس کے پاس ایک نیکی ہوگی۔

جواب اول: یہ وہ شخص ہے جس نے پوری عمر کوئی نیکی نہیں کی صرف کلمہ شہادت پڑھا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اظہار عدل کے لئے فرمائیں گے جاؤ اس کا وزن کروالو۔

جواب ثانی: یا اس سے وہ شخص مراد ہے جس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسے نیکی کا موقع نہیں ملا اور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوگیا لیکن یہ قول بھی موجود ہے کیونکہ اسلام لانے کے بعد تو سب گناہ مٹ جاتے ہیں "ان الاسلام یهدم ما کان قبله" کلمہ پڑھنے سے سارے گناہ مٹ گئے تو پھر دوبارہ ذکر کرنے کی وجہ۔

جواب ثالث: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص نے زندگی میں کلمہ تو بارہا پڑھا لیکن قبول ایک ہی بار ہوا اس لئے حسنة فرمایا۔

بہر حال یہ مختلف توجیہات ہیں۔

بَابُ اِفْتِرَاقِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَبُو عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ أَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَالنَّصَارَى مِثْلَ ذٰلِكَ وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَوْفِ بْنِ مَالِكٍ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حسین بن حریث ابوعمار، فضل بن موسیٰ، محمد بن عمرو، ابوسلمة، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اسی طرح نصاری (عیسائی) بھی اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن عمرو اور عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ الْأَفْرِيقِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مُفَسَّرٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمود بن غیلان، ابوداؤد حفری، سفیان، عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی، عبداللہ بن یزید، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر بھی وہی کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا اور دونوں میں اتنی مطابقت ہو گی جتنی جوتیوں کے جوڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان کی امت میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہو گا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا آئے گا اور بنو اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئی تھی لیکن میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہو گی ان میں ایک کے علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ نجات پانے والے کون ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلیں گے۔ یہ حدیث حسن غریب مفسر ہے ہم اس کے مثل حدیث اس کے سند کے علاوہ نہیں جانتے۔

تشریح: حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ: یہ منصوب ہے مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے تقدیری عبارت ہے "یحذونهم حذوًا

كحذو النعل بالنعل'' یعنی یہ لوگ بنی اسرائیل کی موافقت ایسے کریں گے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے موافق ہوتا ہے۔ یہ عرب کا محاورہ ہے جب ایک چیز دوسری چیز کے کلی طور پر موافق ہو جائے تو اس وقت یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

اس حدیث میں اُمّت سے امت اجابت مراد ہے۔ **سوال ①**: امت اجابت سے کیسے متحقق ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ بے حیائی کا ارتکاب کرے۔ **جواب**: اس سے منکوحۃ الاب مراد ہے اور اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔

سوال ②: رسول کریم ﷺ نے امت محمدیہ کو بنی اسرائیل کیساتھ موافقت میں تشبیہ دی حالانکہ انہوں نے انبیاء کو قتل کیا اور اپنی کتاب میں تحریف کی جبکہ یہ افعال امت محمدیہ سے صادر نہیں ہوئے۔ **جواب**: ان چیزوں کا صدور امت محمدیہ سے ہو چکا ہے بنوامیہ کے دور میں اجلہ تابعین کی جماعت کو قتل کیا گیا ان علماء کا قتل انبیاء کے قتل کی طرح ہے۔ ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' ایسے ہی اس امت کے لوگوں نے قرآن کریم میں تحریفِ معنوی کی ہے۔

وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً: ۷۲ فرقے سوئے اعتقاد کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مواقف نامی کتاب سے نقل کیا ہے کہ بڑے فرقے آٹھ ہیں: (۱) فرقہ ناجیہ (۲) معتزلہ (۳) روافض (۴) خوارج (۵) مرجئہ (۶) نجاریہ (۷) جہمیہ (۸) مجسمہ۔

پھر ان میں سے روافض کے ۲۲۔ معتزلہ کے ۲۰۔ خوارج کے ۲۰۔ مرجئہ کے ۵۔ نجاریہ کے ۳ فرقے ہیں پھر جہمیہ ایک فرقہ ہے۔ اسی طرح مجسمہ ایک فرقہ ہے، فرقہ ناجیہ یعنی اہل السنۃ والجماعت بھی ایک طائفہ ہے۔

معتزلہ: انکے عقائد درج ذیل ہیں (۱) بندہ اپنے تمام اعمال کا خالق ہے نہ کہ کاسب (۲) اللہ تعالیٰ پر واجب اور ضروری ہے کہ نیک بندے کو ثواب دے اور بدکار گمراہ کو عذاب دے (۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار اور رویت نہیں ہوگی۔

مرجئہ: ان کے نزدیک جس طرح کافر آدمی کو اس کے نیک اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح کوئی مؤمن اور مسلمان اگر برے اعمال کرے تو اس کو اس کی بد اعمالی سے کوئی ضرر نہیں ہوگا نیز ان کے نزدیک مؤمن کے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوسکتا۔

نجاریہ: ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا ثبوت نہیں نیز یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات کمالیہ کا انکار کرتے ہیں۔ نیز قرآن مجید یعنی اللہ کے کلام کو بھی حادث مانتے ہیں۔ کلام پاک کے قدیم ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

جہمیہ: ان کے نزدیک بندہ کو اپنے افعال کا کوئی اختیار نہیں۔ بندہ اپنے تمام اعمال اور افعال میں مجبور محض ہے یہ فرقہ بندے کو اپنی حرکات وسکنات میں پتھر کی طرح جامد مانتے ہیں کہ جس طرح پتھر اپنی کسی حرکت کا اختیار اور ارادہ نہیں رکھتا اسی طرح انسان کا معاملہ ہے۔

مجسمہ: ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے جسم اور اعضاء ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو انسان کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اسی وجہ سے ان کو مشبہہ بھی کہا جاتا ہے اور ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق میں حلول کر جاتا ہے۔

روافض وخوارج: ان کے عقائد مشہور ہیں اور ان کے کئی فرقے اور گروہ ہیں۔ روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اور بعض روافض معاذ اللہ حضرات شیخین کی تکفیر بھی کرتے ہیں اور اسی طرح روافض موجودہ قرآن کو اپنی اصل شکل اور صورت میں باقی رہنے پر ماننے کے لئے تیار نہیں نیز روافض یہ بھی کہتے ہیں

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت پر مشتمل آیات اس قرآن سے نکال دی گئی ہیں اور خوارج بالکل اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ الحاصل خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفریط کا شکار ہیں اور روافض افراط کا شکار ہیں۔ نیز روافض کا اہل السنۃ والجماعت سے الگ ہونے کیلئے بنیادی فرق عقیدہ امامت ہے۔ امامت کا معنی ہے آگے ہونا جبکہ اسلام میں خلافت ہے۔ خلافت کا معنی ہے پیچھے لگنا۔ روافض کے نزدیک اسلام میں نبوت کے بعد امامت ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک بارہ اماموں کا مقام انبیاء علیہم السلام اور مقرب فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔ **سوال:** ناجیہ کونسا فرقہ ہے؟ **جواب:** ''ماانا علیہ واصحابی''

اشکال: سوال وجواب میں مطابقت نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال ذات کے بارے میں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب صفات کے بارے میں دیدیا۔

جوابات: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوال کا منشاء سمجھتے ہوئے اسلوب حکیمانہ کے طور پر جواب دیا کہ سوال اوصاف سے ہونا چاہئے نہ کہ ذات سے (۲) ''ماانا علیه واصحابي'' سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ سائل کا مقصد اس دور کی جماعت حق کو متعین کرانا نہیں تھا بلکہ وہ یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ پُرفتن دور میں حق اور اہل حق کی تعیین کیسے ہوگی اب اگر جواب میں کتاب و سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے تو یہ دور فتن کے مناسب نہ تھا کیونکہ دور فتن میں باطل سے باطل فرقے کا دعویٰ بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ اور ہم ہی کتاب وسنت کے حامل ہیں۔ مثال کے طور پر معتزلہ اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کہتے ہیں، منکرین حدیث اپنے آپ کو اہل قرآن واہل حدیث کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ''ماانا علیه واصحابي''۔ اب ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کتاب وسنت پر ہی عمل پیرا تھے لیکن اس تعبیر سے یہ واضح فرمادیا کہ راہِ ہدایت صرف کتاب وسنت نہیں بلکہ وہ عملی تصویر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مَنْ و عَنْ لوگوں سامنے پیش کردیا۔

سوال: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت ناجیہ کا کوئی فرد بھی جہنم میں نہیں جائے گا حالانکہ ''عصاۃ من المسلمین'' بھی تو جہنم میں جائیں گے پھر انبیاء علیہم السلام کی سفارش کی وجہ سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیے جائیں گے تو دونوں فرقوں میں کیا فرق ہوا؟

جواب: ''عصاۃ من المسلمین'' کا جہنم میں جانا سوء عمل کی وجہ سے ہوگا اور ان ۷۲ فرقوں کا جہنم میں جانا سوء اعتقاد کی وجہ سے ہوگا۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ ذٰلِكَ النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ فَلِذٰلِكَ أَقُولُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللّٰهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حسن بن عرفہ، اسماعیل بن عیاش، یحیی بن ابوعمرو شیبانی، عبداللہ بن دیلمی، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس پر وہ نور پہنچا اس نے ہدایت پائی اور جس تک نور نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوگیا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ: ظلمت ونور سے کیا مراد ہے اس میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

اول: تاریک جہالت اور نور سے معرفت مراد ہے ان میں پہلی قسم کفر وضلال اور برے اخلاق کی طرف لے جاتی ہے اور دوسری قسم ہدایت اور ایمان اور اچھے اخلاق کی طرف لے جاتی ہے۔

ثانی: تاریکی سے حسد، حرص، عادات سیئہ اور نور سے توفیق ہدایت اور اخلاق حمیدہ مراد ہیں۔

ثالث: تاریکی سے قوت بہیمیہ اور نورانیت سے قوت ملکہ مراد ہے۔

رابع: تاریکی سے نفس امارہ، شہوات ردیہ، خواہشات مضلہ اور نور سے نور ایمان، معرفت وایقان، طاعت واحسان مراد ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا قَالَ أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر فرمایا کیا جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت معاذ بن جبل ہی سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ وَالْأَعْمَشِ كُلُّهُمْ سَمِعُوا زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَبَشَّرَنِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ نَعَمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ

محمود بن غلان، ابوداؤد، شعبہ، حبیب بن ثابت، عبدالعزیز بن رفیع، اعمش، زید بن وہب، حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور خوشخبری دی کہ جو شخص اس حال میں مرے گا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے پوچھا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابودرداء سے بھی روایت ہے۔

تشریح: ان دونوں احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص توحید پر قائم رہا اور اس کی اسی پر موت آئی تو اس کی بخشش ضرور ہوگی اگرچہ اس نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو۔ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ کا سوال پہلے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کیا تھا بعد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب کا اظہار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ کبائر کا ارتکاب کیا ہو وہ جنت میں جائے گا اگرچہ اس کا جنت میں جانا ابوذر کو ناگوار ہو۔

اَبوَابُ العِلمِ

عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

علم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف: لغت میں کہتے ہیں دانستن (جاننا) اصطلاح شرع میں علم سے مراد علم دین ہے ،اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔(۱) فلاسفہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے " حصول صورة الشئ فی العقل "
(۲) ماتریدیہ نے علم کی تعریف یوں کی ہے " العلم صفة مودعة فی القلب کالقوة الباصرة فی العین والسامعة فی الاذن " (۳) ملا علی قاریؒ نے علم کی تعریف اس کی طرح ہے " العلم نور فی قلب المؤمن مقتبس من مصابیح مشکاة النبوة من الاقوال المحمدیة والافعال الاحمدیة یهتدی به الی الله وصفاته واحکامه " (مرقاة ج۱ص ۲۶۴) الف لام عہد کا ہے۔اس سے مراد علم دین تشریعی ہے جسکو رضاء الٰہی کے حصول میں دخل ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم دینی (۲) علم دنیاوی

علم دینی: جو کتاب اللہ اور سنت سے متعلق ہو یعنی جسکے حصول کا مقصود رضاء الٰہی ہو، علم دین والوں کے بہت فضائل ہیں اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ اللہ پاک نے رسول کریم سے فرمایا " قُلْ رب زدنی علما " آپ کے علم میں اضافہ ایسے ہے جیسے گنتی میں اضافہ کہ " لاتقف عند حد " حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما " والذین اوتوا العلم " درجات کے تحت فرماتے ہیں کہ اہل علم کے درجات اور لوگوں سے سات سو درجات زائد ہونگے ہر دو درجوں کے درمیان مسافت ۵۰۰ برس ہوگی۔

شرح نقایہ میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے " یوزن مداد العلماء بدم الشهداء "۔

علم دینی کی دو قسمیں ہیں۔**علم تشریعی:** جو قرب الٰہی اور اصلاح ظاہر و باطن کا ذریعہ بنے۔**علم تکوینی:** جو قرب الٰہی کا ذریعہ نہ بنے۔جیسے چند واقعات وحالات تکوینیہ کا انکشاف ہوجائے جیسا کہ حضرت خضر کو بادشاہ کے ظلم، بچے کے کفر اور خزانے کا علم دیا گیا تھا۔پھر علم تشریعی کی دو قسمیں ہیں (۱) بادی (۲) مقاصد۔

علم مبادی: جن پر کتاب وسنت کے الفاظ و معنی کا سمجھنا موقوف ہو۔جیسے صرف ونحو اور دوسرے علوم عربیہ۔

علم مقاصد: جن کا تعلق اعتقاد، اعمال، اخلاق سے ہو پھر عقائد کے لئے علم الکلام، اعمال کے لئے علم الفقه اور اخلاق کے لئے علم التصوف ضروری ہے۔ **علم دنیاوی:** جو دنیا سے متعلق ہو یعنی جس میں اللہ کی رضا شامل حال نہ ہو۔جیسے ڈاکٹری سائنس وغیرہ۔

علم دنیاوی کی اقسام: (۱) وہ علم جو کفر تک پہنچانے والا نہ ہو اس کا حاصل کرنا مباح ہے۔(۲) وہ علم جو کفر اور گناہ تک پہنچانے والا ہو اس کا حاصل کرنا گناہ ہے اور اسکی صحت کا عقیدہ رکھنا کفر ہے مثلاً علم نجوم، علم سحر وغیرہ۔

پھر علم کے حصول کے طریقے دو ہیں۔(۱) کسبی: بشر سے بواسطہ بشر حاصل ہونے والے علم کو کسبی کہتے ہیں اور یہ علم الشریعات ہیں۔

ان میں ایک علم الاحکام ہے جس سے مقبول اور غیر مقبول میں امتیاز ہوتا ہے۔ قبولیتِ ظاہر سے متعلق ہو تو علم الفقر ہے اور اگر باطن سے متعلق ہو تو علم تصوف کہلاتا ہے۔ گویا علم تصوف بھی علوم کسبیہ میں شمار ہوتا ہے (۲) وھبی: اس کو لدنی بھی کہا جاتا ہے۔ اسکی تین صورتیں ہیں (۱) بذریعہ وحی یہ قطعی علم ہے (۲) بذریعہ الہام (۳) بذریعہ فراست وبصیرت۔ یہ دونوں ظنی ہیں جیسا کہ حضرت خضر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَعَلَّمْنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا'' اسکو علم مکاشفہ علم حقیقت اور علم باطن بھی کہتے ہیں اور یہ علم باطن علم ظاہر پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

تحصیل علم کا حکم: بلوغت کے بعد سب سے پہلے انسان جن امور کا مکلف بنایا جاتا ہے اس میں علم حاصل کرنا فرض عین ہے خواہ وہ تقلید سے ہو یا دلائل سے ہو یعنی توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، طہارت وغیرہ کے احکام اور ان مسائل کا علم جن سے بچنے کی تاکید آئی ہے یعنی حلال وحرام کا جاننا فرض عین ہے اس سے اوپر فرض کفایہ ہے۔ دوسرا یہ کہ جس بستی میں ایک عالم موجود ہو اس بستی والوں کے لئے حکم واجب سے مستحب کی طرف آجاتا ہے اور جس بستی میں کوئی عالم موجود نہ ہو اِس بستی والوں کے لئے علم سیکھنا واجب ہے بعنوان آخر اتنا علم دین حاصل کرنا جس سے انسان کی اپنی ضرورت پوری ہو جائے فرض عین اور اس سے زائد علم دین حاصل کرنا فرض کفایہ ہے جس کے ذریعے دوسرے مسلمانوں کی دینی ضروریات پوری کی جاسکیں۔

علم دین کی شرائط: علم دین کو حاصل کرنے کیلئے چند ضروری شرائط ہیں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے (۱) برے اخلاق سے تزکیہ کرنا یہ ایسے ہی ضروری ہے جیسے نماز کیلئے طہارت ضروری ہے ''فان العلم نورٌ من الله ونور الله لا يعطى لعاص'' (۲) علم دین کو حاصل کرنے کیلئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے یعنی طالب علم کی نیّت اللہ پاک کی رضا، علم دین پر عمل، جہان سے جہالت، بے دینی کو دور کرنے کی ہو بصورت دیگر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں (۳) یکسوئی کے ساتھ علم دین حاصل کرے ''العلم لا يعطيك بعضه حتى تعطيه كلك'' (۴) اپنے سے سستی وغفلت دور کرے اس کیلئے سب سے بنیادی چیز موت کی یاد ہے (۵) علم کے ذرائع کا ادب واحترام کرے، اس میں کتاب، شریک درس ساتھی، استاذ صاحب کا ادب بھی داخل ہے، اپنے کسی بھی قول وفعل کے ذریعہ استاذ صاحب کی ایذاء کا سبب نہ بنے ورنہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَمُعَاوِيَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

علی بن حجر، اسماعیل بن جعفر، عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اس باب میں حضرت عمر، ابوہریرہ، اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ: علامہ تور بشتیؒ فرماتے ہیں کہ ''فقہ'' سے مراد ایسا ملکہ جس کے ذریعہ قرآن وحدیث سے ایسے نکات نکالے کہ اس کا دل روشن ہو جائے اور کسی قسم کا شک باقی نہ رہے مذکورہ حدیث میں فقہ سے اصطلاحی فقہ مراد نہیں بلکہ اس

سے احکام شرعیہ یعنی پورے دین کی سمجھ مراد ہے۔لہٰذا فقاہت فی الدین کے لئے دو شرطیں ہوئیں۔ ① دل میں خوف خدا ہو۔ ② خوف خدا کا اثر جوارح پر بھی ہو۔ یہ دونوں شرائط پائی جائینگی تو فقیہ فی الدین بنے گا۔

سوال: یہاں پر فقاہت فی الدین کو خیر کہا ہے حالانکہ حلال مال کا صحیح مصرف میں خرچ کرنا بھی تو خیر ہے۔

جواب اول: بعض اشخاص جن کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کو فقاہت فی الدین دے دیتے ہیں۔ گویا یہ قضیہ مہملہ ہے۔

جواب ثانی: خیر فی الدین والی چیز کے مقابلے میں دوسری چیز کی کوئی اہمیت نہیں گویا تنزیل الناقص بمنزلة المعدوم کے قبیل سے ہے۔

بَابُ فَضْلِ طَلَبِ الْعِلْمِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمود بن غیلان، ابواسامۃ، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علم سیکھنے کے لئے کوئی راستہ اختیار کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک راستہ آسان کر دیتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: علم دین کے حصول کے لئے دور دور کی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں بھوکا رہنا پڑتا ہے گرمی سردی برداشت کرنی پڑتی ہے جب کوئی شخص علم کے حصول کیلئے اتنی ناگواریاں برداشت کرے گا تو اس کے لئے آنے والی مشکلات آسان ہو جائیں گی اور دنیا کے ان کٹھن راستوں کو عبور کرنے کے صلہ میں آخرت کے راستے آسان ہو جائیں گے۔

چونکہ یہ علم ایمان وسلامتی والا ہے اس وجہ سے علم دین حاصل کرنے والے طلباء عظام کو چاہیے کہ وہ اس علم پر عمل پیرا ہوں۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْعَتَكِيُّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى يَرْجِعَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَرْفَعْهُ

نصر بن علی، خالد بن یزید عتکی، ابوجعفر رازی، ربیع بن انس، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض محدثین رحمہم اللہ نے اسے غیر مرفوع روایت کیا ہے۔

تشریح: مَنْ خَرَجَ ای من بیته او بلده: یعنی وہ اپنے گھر یا اپنے شہر سے نکلے۔

فِي طَلَبِ الْعِلْمِ: علم سے مراد شرعی علم ہے خواہ فرض عین ہو یا کفایہ۔

فِي سَبِيلِ اللهِ ای فی الجهاد: یعنی وہ جہاد کے راستے میں ہے کیونکہ طلب علم سے دین کو زندہ کرنا اور شیطان کو ذلیل کرنا اور اپنے نفس کو مصائب میں مبتلا کرنا پڑتا ہے اسی طرح جہاد میں بھی ہوتا ہے۔

حَتّٰی یَرْجِعَ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب اس کا درجہ بلند ہو گیا ہے کیونکہ اب وہ انبیاء کا وارث بن چکا ہے لقولہ تعالیٰ ''فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون''۔ اس آیت میں مؤمنین کو ''فقاهت في الدين'' کے سیکھنے پر ابھارنا مقصود ہے۔ نیز اس آیت میں ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ دشمن کے سامنے جہاد کرے اور ایک جماعت کو دین سیکھنے کیلئے متعین کر دیا جو کہ جہاد اکبر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعَلَّى حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ عَنْ سَخْبَرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى هٰذَا حَدِيثٌ ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ أَبُو دَاوُدَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَلَا نَعْرِفُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ كَبِيرَ شَيْءٍ وَلَا لِأَبِيهِ

محمد بن حمید رازی، محمد بن معلّٰی، زیاد بن خیثمۃ، ابوداؤد، حضرت سخبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے علم حاصل کیا تو وہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوگا اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ابوداؤد کا نام نفیع اعمی ہے وہ محدثین (رحہم اللہ تعالی) کے نزدیک ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن سخبرہ اور ان کے والد کے لئے کچھ زیادہ روایات ثابت نہیں ہیں۔

تشریح: كَفَّارَةً لِمَا مَضَى: اس کفارہ سے کون سے گناہ مراد ہیں (۱) عند البعض صغائر معاف ہونگے (۲) عند البعض طلب علم یہ وسیلہ ہے تمام گناہوں کے کفارہ کا توبہ کے ساتھ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کی نیت سے علم حاصل کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے اور گزشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

وابو داؤد الراوی یضعف: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک کی سند میں ابوداؤد نامی ایک شخص ہے محدثین اسے ضعیف قرار دیتے ہیں یہ بات واضح رہے کہ اس ابوداؤد سے مراد وہ امام ابوداؤدؒ نہیں جو کہ صحاح ستہ میں سے سنن ابوداؤد کی کتاب کے مصنف ہیں کیونکہ وہ ثقہ ہیں اور فن حدیث میں ان کو امام مانا جاتا ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے جو ضعیف ہے وہ ابوداود نفیع اعمی ہے اور اس کا استاد عبداللہ اور اس کا استاد سخبرہ قلیل الراویہ ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كِتْمَانِ الْعِلْمِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ

احمد بن بدیل بن قریش یامی کوفی، عبداللہ بن نمیر، عمارۃ بن زاذان، علی بن حکم، عطاء، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے ایسا سوال کیا گیا کہ وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ اس باب میں حضرت جابر اور عبداللہ بن عمر سے بھی احادیث منقول ہیں۔

بْنِ عَمْرٍو حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے۔

تشریح: ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ: کتمان علم کے پانچ اسباب ہوتے ہیں (۱) کسی کے خوف وڈر کی وجہ سے علم چھپانا (۲) تکبر کی بناء پر چھپانا (۳) اپنی فوقیت قائم رکھنے کیلئے علم چھپانا (۴) دنیاوی اغراض کی بناء پر چھپانا (۵) سستی کی بنا پر چھپانا۔ یہ سب اصول دین کیخلاف ہے۔ ایسے کتمان علم والا عالم جانور سے بھی بدتر ہے جانور کو چمڑے کی لگام ڈالی جاتی ہے جبکہ اسکو آگ کی لگام ڈالی جائیگی۔

کتمان علم جن صورتوں میں حرام ہے: (۱) بہت ضروری مسئلہ جس کی ضرورت سائل کو فی الوقت ہو (۲) اس کے علاوہ دوسرا کوئی بتانے والا نہ ہو (۳) سوال عناد، دشمنی کی بناء پر نہ ہو بلکہ محض تحصیل علم کیلئے ہو (۴) سائل کے اندر سمجھنے کی صلاحیت ہو (۵) جس عالم سے مسئلہ پوچھا گیا ہے اس کو کوئی عذر درپیش نہ ہو۔ اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو چھپانے سے وعید کا مستحق نہیں ہوگا۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کے طالب دنیا عالم جنت میں داخل نہیں ہوگا اور یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ دائمی جہنمی ہے۔

جوابات: (۱) یہ مستحل پر محمول ہے جو دنیا کے لئے طلب علم کو حلال سمجھتا ہو (۲) یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے (۳) خوشبو سے محروم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کامل ایمان و عمل صالح والے علماء تو ابتداء ہی سے جنت کی خوشبو سونگھیں گے لیکن ریا کار طالب دنیا عالم ابتداًء جنت کی خوشبو سے محروم ہوگا البتہ بعد میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْاِسْتِيصَاءِ بِمَنْ يَّطْلُبُ الْعِلْمَ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَأْتِي أَبَا سَعِيدٍ فَيَقُولُ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرَضِينَ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ أَبَا هَارُونَ الْعَبْدِيَّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مَا زَالَ ابْنُ عَوْنٍ يَرْوِي عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ حَتَّى مَاتَ وَأَبُو هَارُونَ اسْمُهُ عُمَارَةُ بْنُ جُوَيْنٍ

سفیان بن وکیع، ابوداؤد حفری، سفیان، ابوہارون کہتے ہیں کہ ہم ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس (علم سیکھنے کے لئے) جایا کرتے تو وہ فرماتے مرحبا۔ یعنی میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق خوش آمدید کہتا ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت سے لوگ دور دراز کے علاقوں سے تمہارے پاس دین سیکھنے کے لئے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرنا۔ علی بن عبداللہ، یحیی بن سعید سے نقل کرتے ہیں کہ وہ شعبہ، ابوہارون عبدی کو ضعیف کہتے ہیں۔ یحیی کہتے ہیں کہ ابن عوف، ابوہارون کی وفات تک ان سے روایت کرتے رہے۔ ان کا نام عمارہ بن جوین ہے۔

تشریح: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ: یہ تابع کی جمع ہے جیسے خدم جمع ہے خادم کی اس میں علمائے صحابہ کو خطاب ہے کہ لوگ

تمہارے افعال اور اقوال میں تمہاری اتباع کریں گے کیونکہ تم نے اچھے اخلاق مجھ سے حاصل کئے۔

نیز شریعت میرے اقوال اور طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال کا نام ہے جو تم نے اپنے کانوں سے سنے، اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غیر نبی کی اتباع و تقلید بھی جائز ہے۔

فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا: اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ان آنے والوں کی تعلیم دین کے بارے میں میری طرف سے وصیت کو قبول کرو۔ (۲) یا ان کو اچھی بات کی وصیت کرو (۳) تم ان کے بارے میں (اپنے ضمیر سے) خیر کی وصیت طلب کرو یعنی یہ سوچو کہ یہ کتنے دور سے علم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ کس نوعیت کا معاملہ کرنا چاہئے۔

سند پر کلام: علی بن مدینی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا کہ امام شعبہ ابو ہارون عبدی کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ یحییٰ قطان کہتے ہیں مگر ابو عون عبد اللہ بن عون بصری (جو اعلیٰ درجہ کے ثقہ راوی ہیں اور بڑے درجے کے فقیہ ہیں یہ حضرت ایوب سختیانی کے ہم عصر ہیں) اپنی وفات تک ابو ہارون عبدی سے روایتیں کرتے ہیں گویا ان کے نزدیک یہ راوی معتبر تھا اس وجہ سے اس راوی میں اختلاف واقع ہو گیا بعض ثقہ کہتے ہیں اور بعض غیر ثقہ کہتے ہیں۔ اور ابو ہارون کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِيكُمْ رِجَالٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَتَعَلَّمُونَ فَإِذَا جَاؤُوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا قَالَ فَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ إِذَا رَآنَا قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي هَارُونَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

قتیبہ، نوح بن قیس، ابو ہارون عبدی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مشرق کی جانب سے بہت سے لوگ تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ ابو سعید جب ہمیں دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق ہمیں خوش آمدید (مرحبا) کہا کرتے تھے۔ اس حدیث کو ہم صرف ہارون عبدی کی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی وضاحت ماقبل حدیث میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَهَابِ الْعِلْمِ

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ

ہارون بن اسحاق ہمدانی، عبدۃ بن سلیمان، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں (کے دلوں) سے کھینچ لے بلکہ علماء کے اٹھ جانے (یعنی وفات) سے علم اٹھ جائے گا یہاں

وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَزِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا

تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ چنانچہ ان سے (مسائل) پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس باب میں حضرت عائشہ اور زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کو زہری بھی عروہ سے وہ عبداللہ بن عمرو اور عروہ سے اور وہ عائشہ سے اسی کے مثل مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔

تشریح: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ: احادیث میں تعارض: یہاں حدیث سے معلوم ہوا کہ قبض علم علماء کے اٹھائے جانے کی صورت میں ہوگا جبکہ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ اللہ پاک سینوں سے علم نکال دیں گے تو دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

جواب: ابتداءً علم کے اٹھائے جانے کی صورت علماء کو اٹھانے کی صورت میں ہوگی پھر بعد میں لوگوں کے سینوں سے علم اٹھایا جائے گا پڑھے لکھے لوگ جاہل متصور ہوں گے۔ ''اعاذنا اللہ منہا'' پھر لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنائیں گے ان سے مسائل پوچھیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو غلط مسائل بتا کر گمراہ کریں گے جیسا کہ آج کل غیر مقلدین وروافض وغیرہ کا فتنہ۔

لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا: انتزاعًا یا تو لا یقبض کا مفعول مطلق ہے اس صورت میں جملہ، ینتزعہ، انتزاعًا کی صفت ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ انتزاعًا بعد میں آنے والے فعل کا مفعول مطلق ہو۔ اس صورت میں ینتزعہ جملہ حالیہ ہوگا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا أَوَانُ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ فَقَالَ زِيَادُ بْنُ لَبِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا وَقَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ فَوَاللهِ لَنَقْرَأَنَّهُ وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَائَنَا وَأَبْنَائَنَا قَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هٰذِهِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ عِنْدَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَمَاذَا تُغْنِي عَنْهُمْ قَالَ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عبداللہ بن صالح، معاویہ بن صالح، عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر، جبیر بن نفیر، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر فرمایا یہ ایسا وقت ہے کہ لوگوں سے علم کھینچا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز ان کے قابو میں نہیں رہے گی۔ زیاد بن لبید انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے کیسے علم سلب کیا جائے گا جب کہ ہم نے قرآن پڑھا ہے اور اللہ کی قسم ہم اسے خود بھی پڑھیں گے اور اپنی اولاد اور عورتوں کو بھی پڑھائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری ماں تم پر روئے اے زیاد! میں تو تمہیں مدینہ کے فقہاء میں شمار کرتا تھا۔ کیا تورات اور انجیل یہود ونصاری کے پاس نہیں ہے۔ لیکن انہیں کیا

جُبَيْرٌ فَلَقِيتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَقُلْتُ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى مَا يَقُولُ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ صَدَقَ أَبُو الدَّرْدَاءِ إِنْ شِئْتَ لَأُحَدِّثَنَّكَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوعُ يُوشِكُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ الْجَامِعِ فَلَا تَرَى فِيهِ رَجُلًا خَاشِعًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا تَكَلَّمَ فِيهِ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ نَحْوُ هٰذَا وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فائدہ پہنچا۔ جبیر کہتے ہیں پھر میری عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی ابودرداء کیا کہتے ہیں۔ پھر انہیں ان کا قول بتایا تو انہوں نے فرمایا ابودرداء نے سچ کہا اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ علم میں سب سے پہلے کیا اٹھایا جائے گا؟ وہ خشوع ہے۔ عنقریب ایسا ہوگا کہ تم کسی جامع مسجد میں داخل ہوگے اور پوری مسجد میں ایک خشوع والا آدمی بھی نہیں پاؤ گے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور معاویہ بن صالح محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ہمیں علم نہیں کہ یحیی بن سعید کے علاوہ کسی نے ان کے متعلق اعتراض کیا ہو۔ معاویہ بن صالح بھی اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ بعض راوی اسے عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر سے وہ اپنے والد سے وہ عوف بن مالک سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کرتے ہیں

تشریح: یعنی آپ ﷺ نے اپنی نظر مبارک آسمان کی طرف اٹھائی اور آپ ﷺ کو کشفاً معلوم ہو گیا کہ وفات کا وقت قریب ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اچانک یہ علم تم سے اچک لیا جائیگا یعنی وحی کا سلسلہ بند ہو جائیگا تو یہاں علم سے مراد وحی ہے اور اگر علم سے مراد علم دین ہو تو پھر آپ ﷺ نے قرب قیامت کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قرب قیامت میں مال بڑھ جائے گا علم دین کم ہو جائے گا اس طرح کہ علماء وفات پا جائیں گے بعد میں پیدا ہونے والوں کو علم دین سے دلچسپی نہ ہوگی، دوسرے فنون کی طرف لوگ بھاگیں گے۔

فَقَالَ زِيَادُ بْنُ لَبِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ: یہ بدری صحابی رسول ہیں جو وفات نبوی کے وقت حضر موت کے گورنر تھے عرض کیا کہ ہم سے علم کیسے چھین لیا جائے گا حالانکہ ہم نے قرآن پڑھ لیا اور ہم ضرور اس کو پڑھتے رہیں گے اور اپنی اولادوں کو پڑھاتے رہیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زیاد! تجھے تیری ماں گم کرے میں تو تجھے مدینہ کے سمجھدار لوگوں میں شمار کرتا تھا کیا یہود و نصاریٰ کے پاس تورات وانجیل نہیں پھر بھی وہ گمراہ ہو رہے ہیں۔

آگے فرمایا کہ سب سے پہلے جو لوگوں سے علم اٹھایا جائے گا وہ خشوع ہے۔

سند پر کلام: حدیث کا ایک راوی معاویہ بن صالح ہے یہ ثقہ راوی ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اس راوی پر یحییٰ قطان کے علاوہ کسی نے جرح نہیں کی۔ معاویہ سے روایت اسی طرح مروی ہے مگر عبدالرحمن کے بعض دوسرے تلامذہ اس کی سند حضرت عوف بن مالک تک پہنچاتے ہیں اب یہ معلوم نہیں کہ یہ روایت حضرت ابودردا کی ہے یا حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ يَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْيَا

حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَإِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ عِنْدَهُمْ تُكُلِّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

ابوالاشعث احمد بن مقدام عجلی بصری، امیہ بن خالد، اسحاق بن یحیی بن طلحہ، ابن کعب بن مالک، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس لئے علم سیکھا کہ اس کے ذریعہ سے علماء کا مقابلہ کرے یا بے وقوف لوگوں سے بحث و جھگڑا کرے اور لوگوں کو اس سے اپنی طرف متوجہ کرے (تا کہ وہ اسے مال وغیرہ دیں) تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جہنم میں داخل کرے گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اسحاق بن یحیی بن طلحہ محدثین کے نزدیک زیادہ قوی نہیں ان کے حافظے پر اعتراض کیا گیا ہے۔

تشریح: حصولِ علم سے جس شخص کی غرض اللہ کی رضا نہ ہو بلکہ دکھاوا ہو پھر اس دکھاوے میں علماء کے ساتھ بحث مباحثہ کرنا یا جہال کے ساتھ جھگڑنا ان کو سیدھا مسئلہ بتائے بغیر یا اس علم کے حصول کا مقصد لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہو وعظ کے ساتھ کہ مجھ جیسا واعظ کوئی نہیں کر سکتا یا قاری ہے تو لوگوں کو اس سے خوش کرنا مقصود ہو تو وہ اوّل درجہ کا جہنمی ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ ضعیف ہے ان پر حافظہ کی کمزوری کا اعتراض کیا گیا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس کی شاہد ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْهُنَائِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ خَالِدِ بْنِ دُرَيْكٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِغَيْرِ اللهِ أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

علی بن نصر، محمد بن عباد ہنائی، علی بن مبارک، ایوب سختیانی، خالد بن دریک، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے علم سیکھا یا اس سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ تیار کرے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا حصول علم سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ ہو مثلاً قاضی کا عہدہ لینے کے لئے، شیخ الاسلام بننے کے لئے، لوگوں سے مناظرہ اور حجت بازی کے لئے اپنی بڑائی جتانے کے لئے، اور عام لوگوں کو گرویدہ بنانے کے لئے تو ایسا شخص اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ اس طرح کچھ طلبا بے مقصد دین پڑھتے ہیں ان کی کوئی خاص نیت نہیں ہوتی وہ والدین کی وجہ سے پڑھنے کے لئے آتے ہیں کہ ان کے والدین چاہتے ہیں کہ اپنے بیٹوں کو نیک بنائیں حافظ قرآن بنائیں تا کہ ان کے ذریعے

جنت میں جگہ مل جائے تو وہ بچپن کے زمانے میں استاد کے ڈر سے سبق پڑھ لیتے ہیں اور جب شعور بڑھ جاتا ہے تو وہ مدرسے میں پڑے رہتے ہیں سبق وغیرہ پڑھتے ہی نہیں وقت گزاری ہی کرتے ہیں اس لئے اکثر صاحبزادے تعلیم سے عاری ہوتے ہیں اس لئے دین کو حاصل کرنے کے لئے نیت صحیح کر لینی چاہیے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَثِّ عَلَى تَبْلِيغِ السَّمَاعِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ مِنْ وَلَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِنْ عِنْدِ مَرْوَانَ نِصْفَ النَّهَارِ فَقُلْنَا مَا بَعَثَ إِلَيْهِ هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِشَيْءٍ يَسْأَلُهُ عَنْهُ فَقُمْنَا فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ نَعَمْ سَأَلَنَا عَنْ أَشْيَاءَ سَمِعْنَاهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَأَنَسٍ حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، عمر بن سلیمان (جو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں) عبدالرحمن بن ابان بن عثمان، حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت ایک مرتبہ مروان کے پاس سے دوپہر کے وقت نکلے۔ ہم نے سوچا کہ یقیناً انہیں مروان نے کچھ پوچھنے کے لئے بلایا ہوگا۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہاں اس (مروان) نے ہم سے چند ایسی باتیں پوچھیں جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے یاد رکھا یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچایا اس لئے کہ بہت سے فقیہ اسے اپنے سے زیادہ فقیہ شخص کے پاس لے جاتے ہیں اور بہت سے حاملین فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ جبیر بن مطعم، ابودرداء اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔ حضرت زید بن ثابت کی حدیث حسن ہے۔

تشریح: **سَمِعَ مِنَّا:** ''اى حديثى'' یعنی جس نے میری حدیث سنی۔ **فَحَفِظَهُ:** دل میں اس کو پختہ رکھنا' کاپی میں محفوظ کر لینا' یاد کر لینا۔ **حَتَّى يُبَلِّغَهُ:** آگے اس کی تفسیر کر دی کہ لوگوں تک پہنچا دیا۔ **وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ:** اس لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے (۱) مرفوع یعنی ''غیرُ فقیه'' اس صورت میں مبتدا محذوف کی خبر ہوگی تقدیری عبارت یوں ہوگی ''**هو غير فقيه**'' (۲) مجرور یعنی ''غیرِ فقیه'' ۔ اس صورت میں حَامِلِ کی صفت ہوگی۔ تقدیری عبارت یہ ہوگی۔ ''**فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ**'' یہ مبتدا ہوگا اور اسکی خبر یہاں محذوف ہوگی ''**ليبلغه الى من هو افقه منه**'' اسکا حاصل یہ ہے کہ بعض اوقات شاگرد استاد سے حدیث پاک کا معنی سمجھنے میں فائق ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات ایسے شخص سے روایت لی جاتی ہے جو حدیث

کے مفہوم کو نہیں سمجھتا دونوں سے آپ ﷺ نے حدیث پاک لینے کی ترغیب ارشاد فرمائی۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عبدالرحمن بن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے (یعنی اسے خوش رکھے) جس نے ہم سے کوئی چیز (بات) سنی اور پھر بالکل اسی طرح دوسروں تک پہنچا دی جس طرح سنی تھی۔ اس لئے کہ بہت سے ایسے لوگ جنہیں حدیث پہنچے گی وہ سننے والے سے زیادہ سمجھ اور علم رکھتے ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً: نضر ماضی کا صیغہ ہے اس کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ (۱) ماضی اپنی معنی میں یعنی اخبار کیلئے کہ آپ ﷺ ایسے شخص کیلئے تروتازہ اور خوش وخرم رہنے کی دعا دے رہے ہیں یہ بات اگرچہ مستقبل کی ہے لیکن ماضی سے تعبیر کرنا تحقیق وقوع کیلئے ہوتا ہے (۲) ماضی اپنے معنی میں نہ ہو بلکہ یہاں دعا کیلئے استعمال ہو ماضی کا صیغہ دعا کیلئے اکثر استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اس مخصوص دعا کی حکمت کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے یہ مذکورہ کام کیا گویا اسنے میری حدیث کو تروتازہ بنا دیا یا بارونق بنا دیا اس لئے آپ ﷺ نے یہ دعا دی۔

سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا: "منا" جمع اور "شیئا" نکرہ ہے یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سنے اس طرح حدیث چار قسم کی ہوئی رسول کریم ﷺ کا قول، فعل، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول، فعل۔

أَوْعَى اس کو ہمیشہ یاد رکھنا اور نہ بھلانا۔ بعض نے کہا اس سے مراد تکرار ہے کہ بار بار دھرائی سے علم میں پختگی آتی ہے۔ بعض نے کہا کہ روایت کرنے میں اور تبلیغ کرنے میں ہمیشگی کرنا ہے۔

بَابُ فِي تَعْظِيمِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ابوہشام رفاعی، ابوبکر بن عیاش، عاصم، زر، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ تیار کرے۔

حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ ابْنَةِ السُّدِّيِّ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ

اسماعیل بن موسیٰ فزاری بن ابنۃ سدی، شریک بن عبداللہ، منصور بن معتمر، ربعی بن حراش، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری طرف

عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ فِي النَّارِ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَنَسٍ وَجَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَمُعَاوِيَةَ وَبُرَيْدَةَ وَأَبِي مُوسَى وَأَبِي أُمَامَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَالْمُقَنَّعِ وَأَوْسٍ الثَّقَفِيِّ حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوفَةِ و قَالَ وَكِيعٌ لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فِي الْإِسْلَامِ كِذْبَةً

جھوٹ منسوب نہ کیا کرو اس لئے کہ جس نے ایسا کیا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوسعید رضی اللہ عنہ، عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، بریدہ رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، مقنع رضی اللہ عنہ اور اوس بن ثقفی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ حضرت علی کی حدیث حسن صحیح ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ منصور بن معتمر اہل کوفہ میں سے اثبت ہیں۔ وکیع کہتے ہیں کہ ربعی حراش نے اسلام میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتَهُ مِنَ النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ، لیث بن سعد، ابن شہاب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا (راوی کہتے ہیں میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصداً بھی فرمایا) وہ دوزخ میں اپنا گھر تلاش کرے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور کئی سندوں سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے۔

تشریح: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ: پہلے جملے میں تبلیغ حدیث کی تاکید تھی ہوسکتا ہے کہ کوئی جوش میں آکر اندھا دھند غلط احادیث روایت کرنا شروع کردے اس لئے یہ جملہ فرمایا۔ ''فليتبوأ'' یہ امر کا صیغہ بمعنی خبر کے ہے مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی اللہ پاک نے اس کا ٹھکانہ جہنم بنادیا۔

مسئلہ: حدیث کو وضع کرنے کا حکم: قول اوّل: جمہور حضرات کے نزدیک مطلقاً حدیث کو وضع کرنا حرام ہے خواہ اس کا تعلق احکام کے ساتھ ہو یا حلال وحرام کے ساتھ ہو یا اس کا تعلق ترغیب وترھیب کے ساتھ ہو۔

قول ثانی: فرقہ باطلہ میں سے کرامیہ اور جاہل صوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ ترغیب وترھیب کے لئے احادیث کا وضع کرنا جائز ہے۔

دلیل: ''من كذب على متعمدا ليضل به الناس'' میں لام تعلیلیہ ہے اور علی ضرر کے لئے یعنی اس کے گھڑنے کے ساتھ

اضلال ہوتو پھر جائز نہیں اگر اضلال نہ ہوتو پھر جائز ہے۔لہٰذا ترغیب وترھیب کے لیے وضع حدیث جائز ہے۔

جوابات: (۱) ایسی صورت میں آپ کا موقف قرآن کی آیت ''فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا ليضل الناس'' کے خلاف ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ افتراء علی اللہ کسی صورت میں جائز نہیں لہٰذا حدیث میں لام تعلیلیہ نہیں بلکہ لام عاقبت کا ہے (۲) بعض نے کہا کہ ''ليضل الناس'' میں قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔

فائدہ: علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی مانند کوئی حدیث نہیں دیکھی تقریباً ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو روایت کیا جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔اس حدیث کے علاوہ کسی حدیث میں عشرہ مبشرہ جمع نہیں ہوئے۔اس لئے تمام علماء کے نزدیک جھوٹی حدیث بنانا، بیان کرنا جائز نہیں، حرام ہے امام ابومحمد جوینیؒ یہاں تک کہتے ہیں کہ ایسا آدمی کافر ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ وضع حدیث کبیرہ گناہ ہے اگر توبہ کرے تو گناہ معاف ہوجائے گا لیکن واضع حدیث کی روایت کبھی قبول نہیں ہوگی

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ رَوَى حَدِيثًا وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَسَمُرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَى شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيثَ وَرَوَى الْأَعْمَشُ وَابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَنَّ حَدِيثَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ سَمُرَةَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَصَحُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبَا مُحَمَّدٍ عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثًا وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ قُلْتُ لَهُ مَنْ رَوَى حَدِيثًا وَهُوَ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، حبیب بن ابی ثابت، میمون بن ابی شبیب، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کرے اور اسے گمان ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک (جھوٹا) ہے۔اس باب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے شعبہ حکم سے وہ عبدالرحمن بن ابی لیلی سے وہ سمرہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔عبدالرحمن بن ابی لیلی کی حدیث محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کی جبکہ وہ جانتا ہے کہ جھوٹ ہے تو وہ بھی ایک جھوٹا ہے تو کیا وہ شخص بھی

يَعْلَمُ أَنَّ إِسْنَادَهُ خَطَأٌ أَتَخَافُ أَنْ يَكُونَ قَدْ دَخَلَ فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ إِذَا رَوَى النَّاسُ حَدِيثًا مُرْسَلًا فَأَسْنَدَهُ بَعْضُهُمْ أَوْ قَلَبَ إِسْنَادَهُ يَكُونُ قَدْ دَخَلَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ لَا إِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ إِذَا رَوَى الرَّجُلُ حَدِيثًا وَلَا يُعْرَفُ لِذٰلِكَ الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْلٌ فَحَدَّثَ بِهِ فَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ قَدْ دَخَلَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ

اس میں داخل ہے جو ایک حدیث روایت کرے اور وہ جانتا ہو کہ اس کی سند غلط ہے یا وہ حدیث مسند بیان کرے جسے بعض نے مرسل بیان کیا یا سند الٹ دے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے ایسی حدیث روایت کی جس کی کوئی اصل نہیں اور وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اس حدیث کے مطابق جھوٹا ہے۔

تشریح: أَحَدُ الْكَاذِبِينَ: اس لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔(۱) مع کے صیغہ کے ساتھ ''کاذبین'' (۲) تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ ''کاذِبَین'' ۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ دوسری صورت میں اس کا معنی ہے کہ راوی اور مروی عنہ دونوں جھوٹے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ فلاں حدیث موضوع ہے اس کے باوجود اس حدیث کو آگے نقل کرے یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے کیونکہ اس نے جھوٹی حدیث گھڑنے والے کی اعانت کی اور اسے آگے نقل کر کے اس کی اشاعت میں شریک ہوا گویا کہ یہ ایسے ہے جیسے کسی ظالم کی اسکے ظلم کے سلسلے میں مدد کرنا۔

قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: امام ترمذیؒ نے امام دارمی سے تین سوالات کئے ہیں۔

اول: ایک شخص کوئی حدیث ایسی سند سے روایت کرتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ سند غلط ہے تو کیا یہ شخص اس وعید کا مصداق ہے۔ **ثانی:** ایک شخص مرسل روایت کو مسند روایت کرتا ہے تو کیا یہ شخص اس وعید کا مصداق ہے۔

ثالث: یا کوئی راوی حدیث کی سند کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے تو کیا وہ اس وعید کا مصداق ہے۔

امام دارمیؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ تینوں اشخاص اس وعید کا مصداق نہیں یعنی سند میں گڑبڑ کرنا اس وعید کا مصداق نہیں حدیث کا تعلق متن سے ہے اگر کوئی شخص ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں تو وہ شخص اس وعید کا مصداق ہے۔

بَابُ مَا نُهِيَ عَنْهُ أَنَّهُ يُقَالُ عِنْدَ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَسَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ وَغَيْرِهِ رَفَعَهُ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا

قتیبہ، سفیان بن عیینہ، حضرت محمد بن منکدر اور سالم ابونضر، عبیداللہ بن ابی رافع سے وہ اپنے والد ابورافع سے اور ان کے علاوہ راوی اسے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم لوگوں میں کسی شخص کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات

وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَسَالِمِ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ إِذَا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ عَلَى الِانْفِرَادِ بَيَّنَ حَدِيثَ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ مِنْ حَدِيثِ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ وَإِذَا جَمَعَهُمَا رَوٰى هٰكَذَا وَأَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمُهُ أَسْلَمُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ جَابِرٍ اللَّخْمِيِّ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ فَيَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

آئے جس کا میں نے حکم دیا یا جس سے میں نے منع کیا تو وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم تو جو چیز قرآن میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ بعض اس حدیث کو سفیان سے وہ ابن منکدر سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ پھر سالم ابونضر، عبیداللہ بن ابی رافع سے وہ اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ابن عیینہ اس حدیث کو صرف ابن منکدر سے بیان کرتے وقت فرق واضح کر دیتے اور جب دونوں (ابن منکدر اور سالم ابونضر) سے بیان کرتے تو اسی طرح بیان کرتے۔ ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ ہیں۔ ان کا نام اسلم ہے۔

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، معاویہ بن صالح، حسن بن جابر لخمی، حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان لو کہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ کسی شخص کو میری کوئی حدیث پہنچے گی اور وہ تکیہ لگائے ہوئے اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب (کافی) ہے۔ پس ہم جو کچھ اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا وہ بھی اسی چیز کی طرح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: **لَا أُلْفِيَنَّ:** نون تاکید کے ساتھ "ای لا اجدنّ" کہ میں تم کو ایسی حالت میں نہ پاؤں۔

مُتَّكِئًا: حال ہے "اریکته" کی ضمیر سے یا مفعول ثانی ہے "الفين" کا۔

عَلٰى أَرِيكَتِهِ: یعنی مزین تخت پر بیٹھا ہوا۔ کنایہ ہے تکبر سے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے آرام طلب لوگ مراد ہیں کیونکہ حدیث حاصل کرنے میں بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے دور دراز کا سفر کرنا، بھوکا رہنا پڑتا ہے جو ان مشقتوں سے کنارہ کشی کرتا ہے وہ آرام سے بیٹھے بیٹھے کہتا رہتا ہے کہ اب حدیث کی ضرورت نہیں۔

مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ: یہ جملہ حدیث کے انکار میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ

تفرقہ و تنعم عیش و عشرت میں ہونگے تو حدیث کا انکار کرینگے اس خطرہ سے کہ ان سے عیش و عشرت چھن نہ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اگرچہ کامل ہے لیکن انسان کا فہم ناقص ہے جیسے سمندر سے ہر کوئی موتی نہیں نکال سکتا اسی طرح قرآن کا فہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل ہوسکتا ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین سے یا علماء اسلاف سے، اپنی مرضی سے نہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ قرآن صرف ڈکشنری سے سمجھا جاسکتا ہے۔

ما وجدنا: میں ''ما'' کے اندر دو احتمال ہیں۔(۱) ما موصولہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے جس کو ہم کتاب اللہ میں پاتے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں (۲) ''ما'' نافیہ ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اس کو کتاب اللہ میں نہیں پایا۔

سند پر کلام: یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے ایک محمد بن المنکدر رسے اور دوسرا ابو النضر سے محمد بن المنکدر رسے یہ روایت مرسل ہے جبکہ ابو النضر سے یہ روایت مسند ہے۔

پھر اس کی دوسری سند سے حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے کے اعتبار سے اختلاف ہے ابن عیینہ کے شاگرد قتیبہ مرفوع نہیں نقل کرتے اور ان کے علاوہ ابن عیینہ کے دوسرے تلامذہ حدیث کو مرفوع نقل کرتے ہیں اور خود سفیان بن عیینہ جب دونوں اساتذہ کی حدیثیں الگ الگ بیان کرتے ہیں تو پہلی حدیث کو مرسل اور سالم کی حدیث کو مسند مرفوع ذکر کرتے ہیں بہر حال جب وہ دونوں اساتذہ کی سندوں کو جمع کرتے تو اس طرح بیان کرتے جیسا کہ باب کے شروع سند میں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ اسْتَأْذَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكِتَابَةِ فَلَمْ يَأْذَنْ لَنَا وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَرَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

سفیان بن وکیع، ابن عیینہ، زید بن اسلم، اسلم، عطاء بن یسار، حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔ یہ حدیث اس سند کے علاوہ بھی زید بن اسلم سے منقول ہے ہمام اسے زید بن اسلم سے نقل کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَجْلِسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

قتیبہ، لیث، خلیل بن مرۃ، یحیی بن ابی صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے اور احادیث سنتے تھے وہ انہیں بہت پسند کرتے لیکن یاد نہ رکھ سکتے تھے تو انہوں نے نبی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيثَ فَيُعْجِبُهُ وَلَا يَحْفَظُهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَأَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيثَ فَيُعْجِبُنِي وَلَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ لِلْخَطِّ وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ و سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ يَقُولُ الْخَلِيلُ بْنُ مُرَّةَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں مجھے وہ اچھی لگتی ہیں لیکن میں یاد نہیں رکھ سکتا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے بھی روایت ہے۔ اس حدیث کی سند قوی نہیں۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں) میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ خلیل بن مرہ منکر الحدیث ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَذَكَرَ قِصَّةً فِي الْحَدِيثِ فَقَالَ أَبُو شَاهٍ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ مِثْلَ هٰذَا

یحیی بن موسیٰ ومحمود بن غیلان، ولید بن مسلم، اوزاعی، یحیی بن ابی کثیر، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا (پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث میں پورا قصہ ذکر کیا) کہ ایک شخص ابوشاہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خطبہ مجھ کو لکھوا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوشاہ کو لکھ دو۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شیبان بھی یحیی بن ابی کثیر سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ وَهُوَ هَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي إِلَّا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا أَكْتُبُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَوَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ هُوَ هَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ

قتیبہ، سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار، وہب بن منبہ، حضرت ہمام بن منبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی صحابی مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث روایت کرنے والا نہیں وہ بھی اس لئے کہ وہ (عبداللہ بن عمرو) لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ وہب بن منبہ اپنے بھائی ہمام بن منبہ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: پہلے باب میں کتابت حدیث کے متعلق ممانعت آئی ہے اور دوسرے باب میں کتابت حدیث کے متعلق اجازت دی

گئی ہے گویا دونوں طرح کی روایات کو جمع کر دیا۔

منع کتابت کی وجوہات: **اول:** ابتداء اسلام میں چونکہ قرآن کا نزول ہو رہا تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن بھی لکھتے تھے اور احادیث بھی تو قرآن و حدیث کے خلط ملط ہونے کی وجہ سے اولاً کتابت حدیث سے منع فرمایا پھر جب قرآن پر لوگ واقف ہو گئے اور قرآن، حدیث میں فرق کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت دے دی۔

ثانی: ابتداء میں لوگوں کو قرآن، حدیث کو یاد کرتے ہوئے، ضبط کرتے ہوئے پریشانی لاحق ہوئی تھی اس لئے کتابت حدیث سے روک دیا لیکن جب یہ عذر ختم ہو گیا تو پھر کتابت حدیث کی اجازت دے دی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ الْعَابِدِ الشَّامِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن یحیی، محمد بن یوسف، عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان عابد شامی، حسان بن عطیۃ، ابو کبشۃ سلولی، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے (سن کر) دوسروں تک پہنچاؤ اگر چہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے یہ حدیث حسن صحیح ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَهٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

اسے محمد بن بشار، ابو عاصم سے وہ اوزاعی سے وہ حسان بن عطیہ سے وہ ابو کبشہ سلولی سے وہ عبداللہ بن عمرو سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً:** **سوال:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ کا پہنچانا ضروری ہے حدیث پہنچانا ضروری نہیں۔ اس بارے میں شراح نے بہت سارے جوابات دیئے ہیں۔

جواب اول: جب آیات قرآنیہ کا پہنچانا شرعاً واجب ہے باوجودیکہ اسکی نشر و اشاعت خوب ہے اور حفاظ کرام بھی بہت ہیں اور اللہ پاک نے اسکی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے تو حدیث کو پہنچانا بطریق اولیٰ ضروری ہوا کیونکہ اس کو قرآن والی خصوصیات حاصل نہیں۔

جواب ثانی: آیۃ کا ذکر اہتمام شان کیلئے ہے حدیث سے احتراز مقصود نہیں۔

جواب ثالث: یا آیت سے مراد وہ حکم ہے جس کی حضور ﷺ کی طرف وحی کی گئی خواہ وہ متلو ہو جیسے قرآن یا غیر متلو ہو جیسے حدیث

جواب رابع: یا آیت سے اصطلاحی آیت مراد نہیں بلکہ لغوی آیت مراد ہے یعنی علامت مطلب یہ ہوگا کہ اگر میں نے اشارے

کے ساتھ کوئی بات کہی ہو تو اس کو بھی دوسروں تک پہنچاؤ۔

حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: **روایات میں تعارض:** اس حدیث میں بنی اسرائیل سے بیان کرنے کی اجازت دیدی جبکہ ایک حدیث میں بنی اسرائیل سے کسی چیز کے نقل کرنے میں ممانعت تو دونوں حدیثوں میں تعارض آ گیا۔

جوابات: (۱) پہلے آپ ﷺ نے بنی اسرائیل سے نقل کرنے کی ممانعت اس لئے فرمائی تا کہ دین اسلام کا دوسرے ادیان سے خلط نہ ہو لیکن جب مسلمانوں میں استحکام آ گیا اور اپنے دین کی دوسرے ادیان سے تمیز پیدا کرنے کی صلاحیت آ گئی تو ان یہود سے قصص وامثال بیان کرنے کی اجازت دیدی تا کہ اس سے عبرت حاصل ہو اور علم کا دروازہ بند نہ ہو (۲) ممانعت والی حدیث میں احکام کے نقل کرنے سے متعلق ہے اور یہاں جو اجازت ہے وہ قصص مواعظ وامثال کے نقل کرنے کی اجازت ہے۔

اس حدیث کی بقیہ شرح ماقبل من کذب علی متعمدًا کے ذیل حدیث میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ شَبِيبِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَسْتَحْمِلُهُ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ مَا يَحْمِلُهُ فَدَلَّهُ عَلَى آخَرَ فَحَمَلَهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ إِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ وَبُرَيْدَةَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگنے کے لئے آیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسرے کسی شخص کے پاس بھیج دیا اس نے اسے سواری دے دی تو وہ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بتانے کے لئے حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر کا راستہ بتانے والا اس پر عمل کرنے والے ہی کی طرح ہے۔ اس باب میں حضرت ابومسعود اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند یعنی حضرت انس کی روایت سے غریب ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُبْدِعَ بِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِ فُلَانًا فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، اعمش، ابوعمرو شیبانی، حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سواری مانگنے کے لئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا جانور مر گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ فلاں کے پاس جاؤ۔ وہ اس کے پاس گیا تو اس نے اسے سواری دے دی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی کو بھلائی کا راستہ بتائے اس کے لئے بھی اتنا ہی اجر

فَاعِلِهِ أَوْ قَالَ عَامِلِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ إِيَاسٍ وَأَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ اسْمُهُ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو

ہے جتنا (نیکی) کرنے والے کے لئے یا فرمایا جتنا اس پر عمل کرنے والے کے لیے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوعمرو شیبانی کا نام سعید بن ایاس ہے۔ ابومسعود بدری کا نام عقبہ بن عمرو ہے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيهِ

ہم سے روایت کی حسن بن علی خلال نے انہوں نے عبداللہ بن نمیر سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابی عمرو شیبانی سے انہوں نے ابومسعود سے اور وہ نبیؐ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن اس میں (مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ) کے الفاظ بغیر شک کے مذکور ہیں۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت سواری نہیں تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے شخص کی طرف رہنمائی فرمائی وہاں سے اس کو سواری مل گئی وہ شخص آپ کے پاس سواری ملنے کی اطلاع دینے کے لئے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله'' چیز کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے اتنا اجر ہے جتنا کہ وہ کام کرنے والے کے لیے ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اشْفَعُوا وَلْتُؤْجَرُوا وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَبُرَيْدٌ يُكْنَى أَبَا بُرْدَةَ هُوَ ابْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ

محمود بن غیلان و حسن بن علی وغیر واحد، ابواسامۃ، برید بن عبداللہ بن ابی بردۃ، ابوبردۃ، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شفاعت (سفارش) کیا کرو تا کہ اجر حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر وہی جاری کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسے برید بن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے روایت کیا ہے۔ برید جن کی کنیت ابوبردہ ہے وہ حضرت موسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں۔

تشریح: **سفارش کی تعریف:** ایسے آدمی سے کام کرنے کا کہہ دینا جس کے اختیار اور بس میں ہو کہ تم یہ کام کردو وہ سفارش ہے ہاں جبر و اکراہ کا سفارش سے کوئی تعلق نہیں مثلاً یہ کہہ دینا کہ یہ کام ہونا چاہیے۔

سفارش کا حکم: جائز کاموں میں کسی کی سفارش کرنا مستحب ہے اگر سفارش بادشاہ کو ظلم سے روکے یا تعزیر وغیرہ معاف کرے حاجت مند کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہو تو مستحب ہے۔ اسی طرح کسی سینئر والی یا عام آدمی سے کسی مباح امر میں شفاعت کرنا بھی مستحب ہے۔ اس کے برعکس حدود اللہ اور ناجائز کاموں میں شفاعت یا سفارش کا اس سے تعلق نہیں۔

اگر کسی کی سفارش کرنی پڑے یا اتھارٹی سے کوئی درخواست کرے تو اس پر سفارش لکھنی چاہیے مثلاً طالب علم دفتر اہتمام یا تعلیمات سے کوئی اپنا حق چاہے تو اساتذہ کو اس کی سفارش کرنی چاہیے۔ سفارش کرنے والے کو سفارش کا جب ثواب ملے گا تو اساتذہ کو

سفارش کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔

نیز سفارش کا قبول کرنا ضروری نہیں ادارہ یا دفتر وقت کی مصلحت کے پیش نظر درخواست قبول بھی کر سکتا ہے اور رد بھی کر سکتا ہے۔ اگر سفارش کرنے والے کا سفارش پر عمل کرانا ضروری ہو تو وہ سفارش نہیں رہتی بلکہ وہ حکم بن جاتی ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَسَنَّ الْقَتْلَ و قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ سَنَّ الْقَتْلَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، وکیع وعبدالرزاق، سفیان، اعمش، عبداللہ بن مرۃ، مسروق، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ مظلوم ہوتے ہوئے قتل کیا جائے اور اس کا گناہ آدم علیہ السلام کے بیٹے (قابیل) کو نہ پہنچے اس لئے کہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا۔ عبدالرزاق نے اس کی جگہ سن القتل کا لفظ ذکر کیا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى فَاتُّبِعَ أَوْ إِلَى ضَلَالَةٍ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ يَتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَتَّبِعُهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

علی بن حجر، اسماعیل بن جعفر، علاء بن عبدالرحمن، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا اس کے لئے اس راستے پر چلنے والوں کی مثل ثواب ہے۔ اور اس سے ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا اور جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لئے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس کی اتباع کرنے والوں پر اور اس میں بھی ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَيْرٍ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا فَلَهُ أَجْرُهُ وَمِثْلُ أُجُورِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوصٍ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ سَنَّ

احمد بن منیع، یزید بن ہارون، مسعودی، عبدالملک بن عمیر، ابن جریر بن عبداللہ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اور اس میں اس کی اتباع کی گئی تو اس کے لئے بھی اس کے متبعین کے برابر ثواب ہوگا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ جبکہ اگر کسی

سُنَّةَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ وَمِثْلُ أَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا وَفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا

نے برائی کے کسی طریقے کو رواج دیا اور لوگوں نے اس کی اتباع کی تو اس کے لئے بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس کی اتباع کرنے والوں کے لئے اور ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی اس باب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں جریر بن عبداللہ بھی اسے اپنے والد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح عبیداللہ بن جریر بھی اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح باب الدال علی الخیر کفاعلہ میں گزر چکی ہے اس حدیث کے آخر میں سند کے طرق کی طرف اشارہ کیا ہے

بَابُ الْأَخْذِ بِالسُّنَّةِ، وَاجْتِنَابِ الْبِدْعَةِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَبِمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رَوَى ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ

علی بن حجر، بقیۃ بن ولید، بحیر بن سعد، خالد بن معدان، عبدالرحمن بن عمرو، سلمی، حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد ہمیں نہایت بلیغ وعظ فرمایا جس سے آنکھوں سے آنسو جاری اور دل کانپنے لگے۔ ایک شخص نے کہا یہ تو رخصت ہونے والے شخص کے وعظ جیسا ہے۔ یا رسول اللہ آپ ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں۔ فرمایا میں تم لوگوں کو تقوی اور سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ خبردار (شریعت کے خلاف) نئی باتوں سے بچنا کیونکہ یہ گمراہی کا راستہ ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے اسے چاہیے کہ میرے اور خلفاء راشدین مہدیین (ہدایت یافتہ) کی سنت کو لازم پکڑے۔ تم لوگ اسے (سنت کو) دانتوں سے مضبوطی سے پکڑلو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ثور بن یزید اسے خالد بن معدان سے وہ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَالْعِرْبَاضُ بْنُ سَارِيَةَ يُكْنٰى أَبَا نَجِيحٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ حُجْرِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

عبدالرحمن بن عمرو سلمی سے وہ عرباض بن ساریہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ حسن بن علی خلال، ابو عاصم، ثور بن یزید، خالد بن معدان، عبدالرحمن بن عمرو سلمی، عرباض بن ساریہ اور کئی راوی اس حدیث کو ابو عاصم سے وہ ثور بن یزید سے وہ خالد بن معدان سے وہ عبدالرحمن بن عمرو سلمی سے وہ عرباض بن ساریہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں عرباض کی کنیت ابونجیح ہے۔ حُجر بن حجر کے واسطہ سے بھی یہ حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے حوالے سے مرفوعاً منقول ہے۔

تشریح: بَلِيغَةً: ''ای اشدها فی الانذار والتخویف'' یعنی یہ وعظ بہت پُر تاثیر تھا جس میں عشق خدا اور خوف خدا کا غلبہ تھا اسی وجہ سے عشق سے آنسو بہے اور خوف سے دل ڈرے اور بعض نے کہا کہ بلیغ اس اعتبار سے کہ الفاظ مختصر مگر معانی بہت زیادہ اور جامع تھے۔

ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ: اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ وعظ اس قدر مؤثر تھا کہ اس کا اثر آنکھوں پر ظاہر ہو رہا تھا۔ آنکھ کو پہلے ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ دل پوشیدہ ہے اس کی خبر کسی کو معلوم نہیں ہوتی البتہ آنکھ کے آنسو سے اثر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پھر وَجِلَتْ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ رونا دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ بیان کے اثر سے رونا تھا۔

مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ: یہ تشبیہ جامع ہونے میں ہے کہ جس طرح الوداع اور رخصت کرنے والے کی نصیحت جامع و کامل اور مختصر ہوتی ہے اسی طرح یہ نصیحت بھی جامع و کامل ہے یہ کمال تاثیر میں تشبیہ ہے۔

حضور ﷺ نے دو باتوں کی وصیت (نصیحت) فرمائی۔ **پہلی وصیت:** تقوی اللہ، یہ جملہ جوامع الکلم میں سے ہے اس لئے کہ اسی کلمہ میں دین کے تمام مامورات و منہیات آ گئے اور تقویٰ کی اجمالی تعریف ہے۔ ''امتثال الما مورات و اجتناب المنہیات'' اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''رأس الدین التقویٰ'' اور تقویٰ کے تین مراتب ہیں (۱) کفر و شرک سے بچنا یہاں یہ مراد نہیں اسلئے کہ مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں (۲) کبیرہ صغیرہ گناہوں سے بچنا۔ (۳) ان امور سے بچنا جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہوں تو یہ درجہ خواص کیلئے ہے انبیاء علیہم السلام صدیقین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ پاک نے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے ''والزمهم كلمة التقوى وكانوا احق بها واهلها'' الحاصل کہ اس ایک جملہ میں سارا دین حضور ﷺ نے بند کر دیا۔

وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ: **دوسری وصیت:** چونکہ انسان کے دو تعلق ہیں۔ (۱) خالق کے ساتھ (۲) مخلوق کے ساتھ۔ اوّل جملہ السمع

میں تعلق مع اللہ کو بیان کیا اور ثانی جملہ والطاعۃ میں تعلق مع الناس کو بیان کیا کہ امیر کی اطاعت کرو اگر چہ امیر حبشی غلام کیوں نہ ہو اس میں تمام سیاسی احکام آ گئے یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تم پر حبشی غلام زبردستی امیر بن جائے تو فتنہ سے بچتے ہوئے اس کا حکم مانو اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ پاک اس سے خلاصی کی صورت نکال دیں۔

وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ: سوال: حدیث میں آیا ہے ''الائمة من قریش'' اور یہاں فرمایا ''ان کان عبداً حبشیاً'' تو بظاہر تعارض ہے۔ جوابات: (۱) یہ بطور مبالغہ اور فرض تقدیر کے ہے اگر بالفرض والمحال عبد حبشی امیر بن جائے تو بھی اسکی اطاعت ضروری ہے (۲) یہاں پر مراد وہ حبشی قاضی و امیر ہے جو حاکم کی طرف سے مقرر کر دیا گیا ہو یعنی چھوٹا امیر جو قاضی کا نائب ہو اسکی بھی اطاعت کا حکم ہے۔

فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ: خلفاء راشدین و مہدین سے مراد ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے دوسری حدیث میں فرمایا ''الخلافة بعدی ثلثون سنة'' یہ تیس سال خلافت علی پر ختم ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان چار حضرات کے علاوہ میں خلافت نہیں ہوگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ''تکون فی امتی اثنا عشر خلیفة'' کہ میری امت میں بارہ خلفاء ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ چار کے بعد بھی خلافت ہوگی لیکن بعد والے خلفاء ان چار خلفاء کے مرتبہ سے شان میں کم ہوں گے اور ان چار کی رائے بالکل درست ہوگی جبکہ بعد والے اس اعلیٰ معیار کے نہیں ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اور بعد والے وہ حضرات جو ان خلفاء کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین کہلائیں گے۔ دین کے احیاء اور اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي کے دو مطلب ہیں: (۱) کہ لازم ہے تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ یعنی میرا طریقہ وہی ہوگا جو خلفاء راشدین کا طریقہ ہوگا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ خلفاء راشدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے استنباط کر کے جو اجتہاد کریں گے اس میں خطا نہیں کریں گے جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا منکرین زکوۃ کے قتل کا فیصلہ (۲) اگر کسی مسئلہ میں میرا طریقہ نہ ملے تو جو طریقہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر عمل کر لینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض سنتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قدر شائع نہیں ہونگی جس قدر خلفاء راشدین کے زمانے میں ہوں گی۔ جیسے جمعہ کی اذان ثانی، بیس رکعت تراویح پورا مہینہ، جیسے ام ولدہ کی بیع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا اور صبح کی اذان میں ''اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کی شہرت خلفاء راشدین کے زمانے میں ہوئی لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہادات بھی سنت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کو مہدین فرمایا مہتدین نہیں فرمایا۔

فرق: مہتدی اس کو کہتے ہیں جو محنت کر کے اسلام لائے اور مہدی اس کو کہتے ہیں کہ جو نہ بھی آنا چاہے خدا اسکو کھینچ کر لائے خلفاء راشدین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ یہ مہتدی نہیں بلکہ مہدی ہیں اللہ پاک انکو کشاں کشاں کھینچ کر رشد کی طرف لائے ہیں۔

سوال: ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ''اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ... بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ'' عموم ہے اور یہاں صرف خلفاء راشدین کی پیروی کا ذکر فرمایا۔

جواب: حدیث الباب معلول بالعلت ہے، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی باعث نجات ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ اعْلَمْ قَالَ مَا أَعْلَمُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّهُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ هُوَ مَصِّيصِيٌّ شَامِيٌّ وَكَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ هُوَ ابْنُ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ

عبداللہ بن عبدالرحمن، محمد بن عیینہ، مروان بن معاویہ، حضرت کثیر بن عبداللہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جان لو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جان لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ جس نے میرے بعد کوئی ایسی سنت زندہ کی جو مردہ ہو چکی تھی تو اس کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والے کے لیے۔ اس کے باوجود ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے گمراہی کی بدعت نکالی جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند نہیں کرتے تو اس پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس برائی کا ارتکاب کرنے والوں پر ہے اور اس سے ان کے گناہوں کے بوجھ میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔ یہ حدیث حسن ہے اور محمد بن عیینہ مصیصی شامی ہیں جبکہ کثیر بن عبداللہ، عمرو بن عوف مزنی کے بیٹے ہیں۔

تشریح: مَنْ أَحْيَا: احیاء کی تین صورتیں ہیں (۱) سب سے اعلیٰ صورت یہ ہے کہ خود سنت پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی عمل کی ترغیب دے۔ (۲) کہ خود سنت پر عمل کرے دوسروں کو عمل کی ترغیب نہ دے۔ (۳) کہ خود عمل نہ کرے مگر دوسروں کو عمل کرنے کی ترغیب دے یہ سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔ ''بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ'' کو موصوف صفت بھی پڑھ سکتے ہیں اور اضافت کے ساتھ مضاف مضاف الیہ بنا کر پڑھ سکتے ہیں۔ باقی حدیث کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث صرف حسن ہے کثیر بن عبداللہ کمزور راوی تو ہے مگر اس کے متعدد شواہد ہیں محمد بن عیینہ مصیصی شامی ہیں مصیصہ سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے۔

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِي يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ

مسلم بن حاتم انصاری بصری، محمد بن عبداللہ انصاری، عبداللہ انصاری، علی بن زید، سعید بن مسیب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنی صبح وشام اس حالت میں کر کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کوئی برائی نہ ہو پس تو ایسا کر۔ پھر فرمایا اے بیٹے یہ میری سنت ہے

سُنَّتِي وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحْيَانِي وَمَنْ أَحْيَانِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ ثِقَةٌ وَأَبُوهُ ثِقَةٌ وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ صَدُوقٌ إِلَّا أَنَّهُ رُبَّمَا يَرْفَعُ الشَّيْءَ الَّذِي يُوقِفُهُ غَيْرُهُ قَالَ و سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ وَكَانَ رَفَّاعًا وَلَا نَعْرِفُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَنَسٍ رِوَايَةً إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَقَدْ رَوَى عَبَّادُ بْنُ مَيْسَرَةَ الْمِنْقَرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَذَاكَرْتُ بِهِ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ وَلَمْ يَعْرِفْهُ وَلَمْ يُعْرَفْ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيثُ وَلَا غَيْرُهُ وَمَاتَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِينَ وَمَاتَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ بَعْدَهُ بِسَنَتَيْنِ مَاتَ سَنَةَ خَمْسٍ وَتِسْعِينَ

اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا کہ اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ اور یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ محمد بن عبداللہ انصاری اور ان کے والد (دونوں) ثقہ ہیں۔ علی زید سچے ہیں لیکن وہ ایسی اکثر روایات کو مرفوع کہہ دیتے ہیں جو دوسرے راوی موقوفاً نقل کرتے ہیں۔ میں نے محمد بن بشار سے سنا وہ ابو ولید سے شعبہ کا قول نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم سے علی بن زید نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سعید بن مسیب کی صرف یہی طویل روایت معلوم ہے۔ عباد مقری یہ حدیث علی بن زید سے اور وہ انس سے نقل کرتے ہیں لیکن اس میں سعید بن مسیب کا ذکر نہیں کرتے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی اسے نہیں پہچانا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے جبکہ سعید بن مسیب کا انتقال ۹۵ ہجری میں ہوا۔

تشریح: یَا بُنَيَّ: یہ بطور شفقت فرمایا: حاصل اس کا یہ ہے کہ انسان کو ہمہ وقت حسد بغض اور کینہ سے بچنا چاہئے بشرطیکہ اس کا منشاء دنیاوی ہو اگر اس کا منشاء دین ہو تو وہ اس کا مصداق نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بغض وحسد نہ کرنا میرا طریقہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے میرے اقوال اور افعال سے محبت کی وہ میرے ساتھ (خادمانہ حیثیت سے) جنت میں جائے گا یعنی جیسے اعمال میں سنتوں کی پابندی باعث ثواب ہے ایسے ہی دل صاف رکھنا اچھے اخلاق ہونا بھی سنت ہے جس سے قرب رسول حاصل ہوگا۔

سند پر کلام: اس حدیث میں دو خرابیاں ہیں ایک تو اس میں ایک راوی علی بن زید بن جدعان معمولی درجہ کا راوی ہے اور صدوق دوسرے محدثین کے نزدیک یہ ضعیف راوی ہے کیونکہ یہ کبھی احادیث کو موقوف بیان کرتا ہے اور کبھی مرفوع بیان کرتا ہے اور اکثر موقوف روایات کو مرفوع بیان کرتا ہے اس لئے یہ ایک عیب ہے۔

دوسرا یہ کہ اس حدیث میں حضرت سعید بن المسیب، حضرت انس سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ سعید کا سماع انس سے ثابت نہیں۔

تیسرا یہ کہ عباد مقری سند میں حضرت سعید کا واسطہ نہیں بڑھاتے اور علی بن زید حضرت انس سے براہ راست روایت کرتے ہیں۔

بَابٌ فِي الْإِنْتِهَاءِ عَمَّا نَهٰى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتْرُكُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فَخُذُوا عَنِّي فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہناد، ابومعاویۃ، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اسی پر چھوڑ دو جس پر میں تمہیں چھوڑ دوں اور جب میں تمہارے لئے کوئی چیز بیان کروں تو اسے مجھ سے سیکھ لیا کرو کیونکہ تم سے پہلی امتیں زیادہ سوال کرنے اور اپنے انبیاء کے متعلق اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: خلاصہ کلام یہ ہے کہ تم مجھ سے احکامات کے بارے میں سوالات مت کرو جب تک میں خود کوئی حکم بیان نہ کروں تم مجھ سے مت پوچھو اور جو بات میں تمہیں بیان کروں اسے لے لو۔ مطلب یہ ہے کہ جس بات کا حکم دوں اس پر عمل کرو اور جس سے روکوں اس سے رک جاؤ بے جا سوالات نہ کرو۔ گزشتہ امتیں عمل نہیں کرتی تھیں بے جا سوالات کی بنا پر ان پر ایک آسان کام مشکل ہوجاتا تا پھر وہ نہ کرنے کی وجہ سے عذاب کے موجب بنتے لہٰذا تم ایسی حرکت نہ کرو جس سے تمہارے اوپر احکامات مشکل ہوجائیں۔ بس تم اس پر عمل کرو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں اور اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عَالِمِ الْمَدِينَةِ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ وَإِسْحٰقُ بْنُ مُوسٰى الْأَنْصَارِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ فِي هٰذَا مَنْ عَالِمُ الْمَدِينَةِ أَنَّهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ إِسْحٰقُ بْنُ مُوسٰى سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ قَالَ هُوَ الْعُمَرِيُّ الزَّاهِدُ وَاسْمُهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَسَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُوسٰى يَقُولُ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ هُوَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ

حسن بن صباح بزار و اسحاق بن موسیٰ انصاری، سفیان بن عیینہ، ابن جریج، ابوزبیر، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگ علم حاصل کرنے کے لئے (دور دراز سے) اونٹوں پر سفر کریں گے۔ وہ لوگ مدینہ کے عالم سے کسی کو علم سے زیادہ نہیں پائیں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن عیینہ ہی سے منقول ہے کہ اس عالم مدینہ سے مراد امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا کہ وہ عمری زاہد ہیں ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ ہے۔ یحیی بن موسیٰ فرماتے ہیں، عبدالرزاق کا قول ہے کہ وہ عالم مالک بن انس ہیں۔

تشریح: أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ: یعنی لوگ اونٹوں کے جگروں کو ماریں گے یہ کنایہ ہے تیز رفتاری سے اور سفر کے دور دراز ہونے سے کہ علم کے حصول کے لئے سواریاں تیز کریں گے تا کہ فلاں عالم سے علم حاصل کر سکیں کہیں وہ ہمارے پہنچنے سے پہلے دنیا سے چلا نہ جائے اس سے معلوم ہوا کہ طالب علم کو بھی علم کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرنا چاہئے۔

أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ: حضور ﷺ نے اس حدیث میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانے کی حالت بیان کی ہے یعنی اس زمانے میں سب سے زیادہ علم مدینہ میں ہوگا یا اس سے مراد قرب قیامت کا زمانہ ہے کہ قرب قیامت میں علم سمٹ کر مدینہ طیبہ میں آجائے گا اور سب سے اعلم مدینہ میں پایا جائے گا۔ اس قول کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ درمیان کے زمانوں میں مختلف شہروں میں علماء کرام پائے جاتے رہے اسلئے اوّل زمانہ یا قرب قیامت کیساتھ خاص کیا جائے گا۔

رہی یہ بات کہ عالم سے مراد کون ہے؟ (۱) امام عبدالرزاق نے کہا اس سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں ایک بزرگ ہیں جن کو عمر زاہد کہا جاتا ہے جن کا پورا نام عبدالعزیز بن عبداللہ عمری بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ہے (۲) اس سے اخیر زمانے میں حضرت امام مہدی مراد ہیں (۳) اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد حضرت امام مالکؒ بن انس ہیں۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ: ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ عالم مدینہ سے مراد امام مالکؒ ہیں۔ اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا انہوں نے فرمایا وہ عمر زاہد ہیں ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ ہے اور میں نے یحییٰ بن موسیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عبدالرزاق نے فرمایا وہ امام مالک بن انس ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ جُنَاحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ

محمد بن اسماعیل، ابراہیم بن موسیٰ، ولید بن مسلم، روح بن جناح، مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ (یعنی عالم) شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف ولید بن مسلم کی روایت سے اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: ہزار عابد سے مراد کثرت ہے اور فقیہ کے شیطان پر اشد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی شیطان لوگوں پر خواہشات اور بدعات کا دروازہ کھولتا ہے تو وہ فقیہ جو شیطان کے مکر وفریب سے واقف ہے وہ اس دروازے کو بند کر دیتا ہے اور اللہ پاک کے بندوں کو شیطان کے اغواء سے محفوظ کر لیتا ہے جس کی وجہ سے شیطان نامراد اور ناکام ہو جاتا ہے برخلاف عابد کے وہ شیطان کے مکر وفریب نہ جاننے کی وجہ سے خود شیطان جال میں پھنس جاتا ہے۔

نیز حدیث میں فقیہ سے مراد دین اسلام کی سمجھ بوجھ رکھنے والا عالم ہے۔ اس لئے علماء کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ وَهُوَ بِدِمَشْقَ فَقَالَ مَا أَقْدَمَكَ يَا أَخِي قَالَ حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ قَالَ لَا قَالَ أَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ قَالَ لَا قَالَ مَا جِئْتُ إِلَّا فِي طَلَبِ هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ بِهِ فَقَدْ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ هٰكَذَا حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ هٰذَا الْحَدِيثَ وَإِنَّمَا يُرْوَى هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ خِدَاشٍ

محمود بن خداش بغدادی، محمد بن یزید واسطی، عاصم بن رجاء بن حیوۃ، حضرت قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ مدینہ سے ایک شخص دمشق میں حضرت ابودرداء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابودرداء نے پوچھا بھائی آپ کیوں آئے۔ عرض کیا ایک حدیث سننے آیا ہوں، مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ وہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کسی ضرورت کے لئے تو نہیں آئے؟ کہا نہیں حضرت ابودرداء نے فرمایا تجارت کے لئے تو نہیں آئے؟ عرض کیا نہیں حضرت ابودرداء نے فرمایا تم صرف اس حدیث کی تلاش میں آئے ہو تو سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اگر کوئی شخص علم کا راستہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک راستہ آسان کر دے گا اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے (اس کے پاؤں کے نیچے) اپنے پر بچھاتے ہیں۔ عالم کے لئے آسمان وزمین میں موجود ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں اس کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ پھر عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جیسے چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء کی میراث درہم و دینار نہیں ہوتے بلکہ ان کی میراث علم ہے۔ پس جس نے اسے حاصل کیا اس نے انبیاء کی وراثت سے بہت سارا حصہ حاصل کر لیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ہم اس حدیث کو صرف عاصم بن رجاء بن حیوۃ کی روایت سے جانتے ہیں۔ اور میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں۔ محمود بن خداش نے بھی یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے۔ پھر عاصم بن رجاء حیوۃ بھی داؤد بن قیس سے وہ ابودرداء اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور یہ محمود بن خداش کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ: یہ کثیر بن قیس ہیں یا قیس بن کثیر ہیں۔

فِي مَسْجِدِ دِمَشْقٍ: اس سے مراد شام ہے۔شام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرکز تھا اور یہیں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گزر کرافریقہ جہاد کرنے جایا کرتے تھے اور جہاد کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام حصول علم کیلئے بھی تکالیف برداشت کیا کرتے تھے اسی سلسلہ میں ایک صحابی کا سفر ذکر کیا گیا ہے کہ دیکھئے مدینہ منورہ سے شام تک تقریباً آٹھ سو کلو میٹر کا سفر ایک حدیث سننے کیلئے کیا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ صحابی سواری سے نیچے بھی نہیں اترے تا کہ علم کا یہ سفر خالص رضائے الٰہی کے ہو جائے۔

سوال: اس شخص کو جب یہ حدیث معلوم تھی تو اس کیلئے اتنا لمبا سفر کیوں کیا؟ **جواب:** اس کی کئی توجیہات کی گئی ہیں۔

① ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے یہ حدیث اجمالاً سنی ہو تفصیلاً حدیث سننے کیلئے سفر کیا ہو ② یا یہ حدیث واسطہ کے ساتھ سنی تھی براہ راست حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سننے کیلئے سفر کیا تا کہ سند عالی ہو جائے۔

سوال: کیا اس رجل کو یہی حدیث مطلوب تھی یا کوئی اور؟ **جواب:** بعض حضرات نے کہا یہی حدیث مطلوب تھی اور بعض نے کہا کہ مطلوب دوسری حدیث تھی اور یہ حدیث صرف انکے سفر مبارک ہونے اور سفر کی فضیلت بیان کرنے کے لئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کردی۔اس سے علم کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے اس لئے اس کو امام ترمذی نے کتاب العلم میں بیان کیا۔

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا: اس لفظ کے محدثین نے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔(۱) طالب علم کے اعزاز کیلئے واقعتا فرشتے پر بچھاتے ہیں اگر چہ ان کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔اس پر واقعہ آگے ملاحظہ فرمائیں(۲) وضع جناح کنایہ ہے اڑنے سے رُک جانے سے (۳) یا کنایہ ہے تواضع سے ''واخفض لهما جناح الذل من الرحمة'' طالب علم کیلئے فرشتے نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں۔طالب علم کی مشقتوں کو آسان کر دیتے ہیں (۴) بعض نے کہا کہ قرآن وحدیث کے درس میں فرشتے بیٹھ جاتے ہیں اور طالب علموں کی مدد کرتے ہیں (۵) بعض نے کہا کہ اس سے مراد فرشتوں کی سلامی ہے جیسے فوجی مہمان کو سلامی کرتے ہیں اس طرح فرشتے مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سلامی کرتے ہیں۔

واقعہ: حافظ ابن القیم احمد بن شعیبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم بصرہ میں ایک محدث کی مجلس میں بیٹھے۔تھے کہ انہوں نے یہ حدیث پڑھی اور مجلس میں ایک معتزلی شخص تھا اس نے بطور استہزا کہا کہ آئندہ کل میں جوتے سے فرشتوں کے پر روندوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے دونوں پاؤں زمین کے اندر دھنس گئے اور وہیں گر کر مر گیا اور اسے پرندوں نے کھالیا ''اعاذنا الله منها''۔

وَالْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ: **سوال:** جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''من فی السموات ومن فی الارض'' ذکر کیا تو اس میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں آگئیں تو پھر مچھلیوں کو کیوں خاص کیا اور اسی طرح اگلی روایت میں چیونٹی کا بھی ذکر ہے کہ وہ اپنے بلوں میں استغفار کرتی ہے۔وجہ تخصیص کیا ہے۔

جوابات: (۱) مچھلیوں کا ذکر کرنا استغفار کے عموم میں مبالغہ مقصود ہے یعنی بہت زیادہ استغفار ہوتا ہے حتی کہ مچھلیاں بھی اس کیلئے استغفار کرتی ہیں اور چیونٹیاں بھی اپنے بلوں میں استغفار کرتی ہیں (۲) کہ بارش اور حصول رزق کا ذریعہ یہی دو چیزیں ہیں انہی کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کے ذریعے رزق ملتا ہے اسلئے ان دونوں کو خاص کیا۔

فَضْلُ الْعَالِمِ: حضرت شیخ الہند محمود الحسنؒ فرماتے ہیں یہاں عالم سے وہ عالم مراد ہے جو عابد بھی ہو لیکن اس پر وصف علم غالب ہو

کہ فرائض واجبات کو ادا کرنے کے بعد نوافل میں مشغول ہونے کی بجائے علم میں مشغول ہو جاتا ہے نوافل زیادہ نہیں پڑھتا اور عابد سے وہ عابد مراد ہے جس کو ضرورت کا علم حاصل ہو اور وہ عبادت میں لگا رہے علمی مشغلہ نہ اپنائے اس عالم کی فضیلت اس عابد پر بیان کی جارہی ہے۔ عالم کی عابد پر فضیلت اس لئے بھی ہے کہ عابد اپنے لئے عبادت کرتا ہے جبکہ عالم عالم کیلئے کوشش کرتا ہے۔

تشبیہ: عالم کو قمر کیساتھ اور عابد کو ستاروں کیساتھ تشبیہ دی کہ جس طرح ستاروں کی روشنی دوسروں تک متعدی نہیں اسطرح عابد کی عبادت متعدی نہیں بلکہ وہ اپنی ذات تک منحصر رہتی ہے بخلاف قمر کے کہ اسکی روشنی دوسروں تک متعدی ہے پھر جس طرح قمر کی روشنی اپنی نہیں ہوتی بلکہ سورج سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح عالم کا علم اپنا نہیں بلکہ مستفاد من شمس النبوۃ ہے اور جو علم ایسا نہیں وہ علم نہیں بلکہ صنعت وحرفت ہے۔ ''وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا'' یعنی انبیاء علیہم السلام کے اموال انبیاء کی وفات کے بعد رشتہ داروں کو میراث میں نہیں ملتے بلکہ وہ اموال پوری امت کے لئے وقف ہوتے ہیں تا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رشتہ داروں کے لئے مال جمع کیا تھا۔

وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ: یہاں ''ورثوا'' بالتشدید ہے اور ضمیر کا مرجع انبیاء ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام علم کا وارث بناتے ہیں یا تخفیف کے ساتھ ہے اور ضمیر کا مرجع علماء ہیں (یعنی علماء وارث بنتے ہیں)۔ الحاصل اس حدیث میں علماء کی پانچ فضیلتیں بیان کی گئی ہیں (۱) جنت کا راستہ مل جانا (۲) فرشتوں کا پر بچھانا (۳) زمین وآسمان کی مخلوق کا استغفار کرنا (۴) عالم کی فضیلت عابد پر جیسے قمر کی فضیلت ستاروں پر (۵) علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ نیز علماء مجتہدین رسولوں کے وارث ہوتے ہیں اور علمائے غیر مجتہدین انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں (مرقاۃ)

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کو جامع ہیں اس لئے علمائے دین تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں ''لقوله عليه السلام العلماء ورثة الانبياء''۔

سند پر کلام: امام ترمذیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عاصم بن رجا سے آخر تک حدیث کی یہی سند ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ سند متصل نہیں کیونکہ یہی سند محمود بن خراش نے بیان کی ہے دوسرے رواۃ عاصم اور کثیر کے درمیان داود بن جمیل کا واسطہ بڑھاتے ہیں اور داود ضعیف راوی ہے اور امام ترمذیؒ کے نزدیک واسطہ والی سند محمود بن خراش والی سند سے اصح ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ ابْنِ أَشْوَعَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ سَلَمَةَ الْجُعْفِيِّ قَالَ قَالَ يَزِيدُ بْنُ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَخَافُ أَنْ يُنْسِيَ أَوَّلَهُ آخِرُهُ فَحَدِّثْنِي بِكَلِمَةٍ تَكُونُ جِمَاعًا قَالَ اتَّقِ اللهَ فِيمَا تَعْلَمُ هٰذَا حَدِيثٌ

حضرت یزید بن سلمہ جعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث سنی ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بعد والی احادیث یاد کرتے کرتے پہلی حدیثیں بھلا نہ دوں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی جامع کلمہ بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم

لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَهُوَ عِنْدِي مُرْسَلٌ وَلَمْ يُدْرِكْ عِنْدِي ابْنُ أَشْوَعَ يَزِيدَ بْنَ سَلَمَةَ وَابْنُ أَشْوَعَ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ أَشْوَعَ

جانتے ہو اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس حدیث کی سند متصل نہیں اور یہ میرے نزدیک مرسل ہے کیونکہ ابن اشوع کی یزید بن سلمہ سے ملاقات نہیں ہوئی ان کا نام سعید بن اشوع ہے۔

تشریح: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن باتوں کا تم کو علم ہے ان پر عمل کرو اور مامورات کو نہ چھوڑو اور منہیات کا ارتکاب نہ کرو۔ امام ترمذیؒ کے نزدیک اس حدیث کی سند متصل نہیں اس میں انقطاع ہے کیونکہ سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی قاضی کوفہ نے حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ سعید کے دادا کا نام اشوع ہے اور والد کا نام عمرو ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عَوْفٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّينِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ حَدِيثِ عَوْفٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هٰذَا الشَّيْخِ خَلَفِ بْنِ أَيُّوبَ الْعَامِرِيِّ وَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَرْوِي عَنْهُ غَيْرَ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ وَلَا أَدْرِي كَيْفَ هُوَ

ابوکریب، خلف بن ایوب، عوف، ابن سیرین، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو منافق میں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں اچھے اخلاق اور دین کی سمجھ۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے عوف کی سند سے صرف خلف بن ایوب عامری کی روایت سے جانتے ہیں۔ ہم نے ان سے محمد بن علاء کے علاوہ کسی کو روایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس کا حال مجھے معلوم نہیں۔

تشریح: خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ: منافق سے منافق اعتقادی ہو یا منافق عملی مذکورہ دونوں خصلتیں منافق میں نہیں پائی جاسکتیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر منافق میں یہ دو علامتیں پائی جائیں تو حق و باطل کے درمیان فرق نہیں رہے گا اسی وجہ سے منافق میں ان دو خصلتوں کا پایا جانا ممکن نہیں کیونکہ منافق اسلامی اخلاق سے بھی محروم اور دین سے بھی محروم ہوتا ہے کیونکہ یہ نور ہیں جو ظلمت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ ''فان العلم نورٌ من الٰهٍ ونور الله لا يعطى لعاصٍ'' علم و اخلاق بقدر تقویٰ ملتے ہیں لہٰذا جس شخص کے اندر یہ چیزیں پائی جائیں وہ مرجع الخلائق بن جاتا ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں ہرگز منافق میں دو خصلتیں نہیں پائی جاسکتیں ایک پائی جاسکتی ہے یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ مسلمانوں کو اس بات پر ابھارنا مقصود ہے کہ وہ دونوں صفات کو حاصل کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ''فويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكوٰة''

(فصلت: ۶-۷) حالانکہ مشرک تو زکوٰۃ دیتے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو اس پر ابھارنا مقصود ہے۔ (التعلیق الصبیح ج۱ ص ۲۳۲)

وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّينِ: ''لا'' کے ذریعے عطف ہے حسن سمت پر اور حسن سمت پہلے سے نفی کے مقام میں داخل ہے اس کی تاکید لا نفی کے ساتھ نہیں لاسکتے لہٰذا یہاں پر ''لا'' نہی والا نہیں بلکہ ''لا'' عاطفہ ہے۔ علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت فقہ فی الدین سے مراد یہ ہے کہ جب دین کی صحیح قدر اور حقیقت قلب میں پیدا ہوجائے تو اس کی وجہ سے معرفت الٰہی اور رسول کریم ﷺ کی صداقت اور قرآن کی

حقانیت حاصل ہوتی ہے پھر اسکا ظہور زبان سے ہوتو وہ عمل کا فائدہ دیتی ہے اور یہی خوف وخشیت اور تقویٰ کو لاتی ہے۔(مرقاۃ ج ا ص ۲۸۵)

سند پر کلام: حدیث خلف بن ایوب العامری کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کا حال نہیں جانتا کہ وہ ثقہ ہیں یا ثقہ نہیں۔ بعض حضرات نے ان کی تضعیف کی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ سَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بْنَ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُولُ عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعَى كَبِيرًا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوَاتِ

محمد بن عبدالاعلی، سلمۃ بن رجاء، ولید بن جمیل، قاسم ابوعبدالرحمن، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا تذکرہ کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری تمہارے ادنی ترین آدمی پر۔ پھر فرمایا کہ یقینا اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام اہل زمین و آسمان یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں (بھی) اس شخص کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور رحمت بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ میں نے ابوعمار حسین بن حریث کو فضل بن عیاض کے حوالے سے کہتے ہوئے سنا کہ ایسا عالم جو لوگوں کو علم سکھاتا ہے آسمان میں بڑا آدمی پکارا جاتا ہے۔

تشریح: كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ: یہ تشبیہ بیان نوعیت کیلئے ہے بیان مقدار کیلئے نہیں کہ جس قسم کی فضیلت مجھ کو تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اسی قسم کی فضیلت عالم کو عابد پر حاصل ہے اور یہ دینی فضیلت ہے نہ کہ دنیاوی، دنیاوی فضیلتیں عارضی اور فانی ہیں نیز رسول کریم ﷺ کو تمام مخلوق پر فضیلت تاقیامت رہے گی۔

نیز مشکوۃ شریف کی حدیث میں عالم کی فضیلت بیان کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ والی یہ آیت تلاوت فرمائی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ جس عالم کا علم اللہ کی خشیت وخوف پیدا نہیں کرتا وہ بمنزلہ جاہل کے ہے۔ اور اسی طرح علماء سلف وصالحین سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے والا شخص جاہل ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ۔ الاية" (النساء:۱۷)

إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ: ملائکہ سے حاملین عرش مراد ہیں "وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ" سے باقی فرشتے مراد ہیں اللہ کی صلوۃ سے اسکی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوۃ سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے۔ عام رحمتیں، عام

دعائیں تمام مسلمانوں کیلئے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عمر بن حفص شیبانی بصری، عبداللہ بن وہب، عمرو بن حارث، دراج، ابوالہیثم، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مؤمن بھلائی اور خیر کی باتیں سننے سے کبھی سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت پر ہوتی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں طالب علم کیلئے حسن خاتمہ کی بشارت اور خوشخبری سنائی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے مومن ہرگز سیر نہیں ہوتا اس علم سے جس کو وہ سنتا ہے حتی کہ اس کی انتہاء جنت ہے۔ الحاصل علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی حرص زیادہ، اسی وجہ سے بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں "اطلبوا العلم من المهد الى اللحد" لہٰذا کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوائے علمائے دین کے۔ علماء کیلئے خاتمہ بالخیر کی ضمانت رسول کریم ﷺ نے خود دی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے "مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ"۔ بہرحال بندہ حصول علم میں طالب ہی رہے تو یہ سعادت ضرور حاصل ہوگی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ الْمَدَنِيُّ الْمَخْزُومِيُّ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ

محمد بن عمر بن ولید کندی، عبداللہ بن نمیر، ابراہیم بن فضل، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حکمت کی بات مؤمن کی کھوئی ہوئی چیز ہے لہٰذا اسے جہاں بھی پائے وہی اس کا مستحق ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں اور ابراہیم بن فضل مخزومی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

تشریح: اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةٌ: اس کے دو مطلب ہیں۔ (۱) یہ دانائی کی بات دانا کو کسی ادنیٰ آدمی سے بھی معلوم ہو تو وہ اس کو لینے میں عار نہ کرے کیونکہ وہ اس کا گمشدہ سامان ہے۔ بعنوان آخر دانائی کی بات دانا کا گمشدہ سامان ہے جس مقام میں پائے وہ اس کو لینے کا زیادہ حقدار ہے اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح گمشدہ سامان کا مالک سامان پانے والے کے گھٹیا، کمتر ہونے کی وجہ سے اپنے گمشدہ سامان کو چھوڑتا نہیں اسی طرح انسان کو چاہیے کہ حکمت کی بات جہاں سے ملے لے لے، کسی کے کم رتبہ ہونے کا خیال نہ کرے، نہ شرم و عار محسوس کرے۔ (۲) گمشدہ چیز کو مالک تک پہنچانا ضروری ہے اس طرح اگر کسی کو علمی بات مل جائے اور اس کو سمجھ میں نہ آئے اور نفع بھی نہ اٹھا سکتا ہو تو اسکو مستحق تک پہنچا دینا چاہیے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نہ کتاب سے

خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسرے کو دیتے ہیں کہ وہ نفع حاصل کرے۔ چاہے اسکو دیمک کھا جائے۔ بعنوان آخر اگر کوئی مسئلہ پوچھنے آجائے تو اسکو تحقیق کیساتھ مسئلہ بتادینا چاہئے، کتمان نہیں کرنا چاہئے۔

فَحَيْثُ وَجَدَهَا: اس کے کئی معانی ہیں (۱) جمال الدین اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ حکیم حکمت کو طلب کر رہا ہوتا ہے جب وہ اس کو پائے تو وہی حق دار ہے۔ (۲) بسا اوقات اچھی بات کسی سے فوت ہوجاتی ہے اس کے اہل نہ ہونے کی وجہ سے پھر وہ حکمت والی بات ایسے شخص کے حق میں ظاہر ہوجاتی ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے تو اس شخص کو حکمت والی بات لے لینی چاہیے۔ (۳) کہ لوگ معانی کے سمجھنے میں اور استنباط حقائق اور کشف واسرار ورموز میں مختلف ہوتے ہیں تو اس وقت مناسب ہے کہ اپنی کم فہمی کی بناء پر اس کا انکار نہ کرے جیسے صاحب ضالۃ سے تنازعہ نہیں کیا جاتا جبکہ وہ گمشدہ کو پالے۔ (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۲۳۱)

سند پر کلام: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابراہیم مخزومی حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے متروک ہے۔

اَبْوَابُ الِاسْتِیْذَانِ وَالْآدَابِ

عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اِسْتِیْذَانِ: ''معناہ طلب الاذن'' اذن طلب کرنا...... مطلب یہ ہوا کہ جو شخص دروازے پر کھڑے ہو کر اذن چاہتا ہے تو گویا وہ جاننا چاہتا ہے کہ گھر میں کوئی ہے کہ نہیں یا گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے یا نہیں۔ ''استیذان'' کا حکم قرآن کریم اور سنت سے ثابت ہے قرآن کریم میں ہے ''یا ایها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أهلها'' الآیۃ (سورۃ النور:۲۷)۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام اور ''استیذان'' دونوں کو جمع کیا جائے لیکن ان دونوں میں سے کس کو مقدم کیا جائے اس میں کچھ تفصیل ہے۔ ماوردیؒ نے کہا کہ اگر گھر میں کسی فرد پر نظر پڑ جائے تو سلام کو مقدم کرے اور یوں کہے ''السلام علیکم أأدخل'' کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ''السلام قبل الکلام'' (مرقاۃ ج۹ ص۶۹)

مشروعیت سلام: اسلام سے پہلے لوگوں کے درمیان آپس میں نہایت بغض وحسد اور عداوت تھی۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے جب ایک دوسرے سے ملتے تو خوف کرتے کہ میری جان محفوظ رہے گی یا نہیں۔ اسلام نے اس وحشت کو دور کرنے کیلئے یہ تعلیم دی کہ جب تم ملو تو سلام کرو کہ تو میری طرف سے سلامتی میں ہے لہٰذا مجھے بھی تو سلامتی میں رکھ اس لئے یکدم سلام کر کے اپنے مسلمان بھائی کو سلامتی کا یقین دلایا جائے تو گویا ابتداء اسلام میں سلام امتیاز بین المسلم والکافر کے لئے مشروع تھا۔ سلام کی ابتداء کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے قال الحلیمی یہاں سنت کا درجہ وجوب سے افضل ہے جبکہ فقہ کی رو سے واجب کا ثواب زیادہ ہوتا ہے لہٰذا سنت کا درجہ واجب سے افضل سلام میں پہل کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ سلام میں پہل کرنا تواضع بھی ہے اور تکبر سے بری ہونا بھی ہے اس مسئلے کی نظیر ''النظرۃ عن المعسر الی المیسرۃ'' کہ تنگ دست کو مہلت دینا واجب ہے اور ابراء مہلت دینے سے افضل ہے جبکہ یہی ابراء سنت ہے جو واجب سے افضل ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص۴۶)

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَمْرٍ إِذَا أَنْتُمْ فَعَلْتُمُوهُ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مؤمن نہ ہو جاؤ اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں

تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ وَشُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ أَبِيهِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْبَرَاءِ وَأَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

جس کے کرنے سے تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور رواج دو۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن سلام شریح بن ہانی بواسطہ والد، عبداللہ بن عمرو، براء، انس اور ابن عمرؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حَتّٰى تَحَابُّوا أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَمْرٍ: سلام کا فائدہ اور اس کی مشروعیت کا سبب یہی ہے کہ لوگوں کے درمیان محبت پیدا کرنے کی یہی خصلت ہے جس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور سلام کو پھیلانا ایسا آلہ ہے جو محبت کو پیدا کرتا ہے اسی طرح کسی سے ہاتھ ملانا کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینا اور چھوٹے کا بڑے کو سلام کرنا اور گزرنے والے کا بیٹھنے والے کو سلام کرنا اور کم تعداد والوں کا زیادہ تعداد والوں کو سلام کرنا بھی محبت بڑھانے کے اسباب ہیں۔ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ جب دو مسلمانوں کی آپس میں ملاقات ہو اور ان دونوں میں سے ایک سوار ہو اور دوسرا پیدل ہو تو سوار سلام میں پہل کرے اور اگر دونوں پیدل ہوں تو چھوٹا سلام کرے اور اگر گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی وہاں موجود نہ ہو تو اپنے آپ پر سلام بھیجا جائے۔ لقوله تعالىٰ "فاذا دخلتم بيوتا فسلموا على انفسكم" (النور: ٦١) (التعلیق ج ۵ ص ۱۰۱)

بَابُ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ السَّلَامِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَرِيرِيُّ الْبَلْخِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيِّ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُونَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَلِيٍّ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

عبداللہ بن عبدالرحمن وحسین بن محمد جریری بلخی، محمد بن کثیر، جعفر بن سلیمان ضبعی، عوف، ابورجاء، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا السلام علیکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا آدمی حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں۔ پھر تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔ اس سند یعنی عمران بن حصین کی روایت سے حسن غریب ہے۔ اس باب میں حضرت ابوسعید، علی، اور سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ: اس شخص نے آپ ﷺ کی تعظیم کی بناء پر جمع کا صیغہ استعمال کیا یا آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام

موجود تھے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ جمع کی ضمیر لانا افضل ہے اگر مسلم الیہ ایک ہی ہو۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۵۴)
الحاصل جو شخص "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کے الفاظ کا اضافہ کرے گا اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔ گویا "السلام علیکم" پر دس اور "رحمۃ اللّٰہ" پر بیس اور "وبرکاتہ" پر تیس اور "مغفرتہ" پر چالیس نیکیاں ملتی ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں اضافہ کر کے صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں وزاد ثم اتی اخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ ومغفرتہ فقال اربعون وقال ھکذا تکون الفضائل رواہ ابوداؤد دیکھیے اس حدیث میں (کتاب الاداب باب السلام الفصل الثانی حدیث ثالث) "اربعون" کا بھی ذکر ہے سلام خواہ مجلس کو کیا جائے یا شخص واحد کو علیکم جمع کا صیغہ ذکر کیا جائے گا۔
حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ سلام کرنے کے سلسلے میں خواہ مخاطب ایک ہی ہو پھر بھی جمع کا صیغہ لایا جائیگا۔ السلام علیکم اور جواب دینے والا بھی جمع کا صیغہ استعمال کرے۔ سلام کا ادنیٰ درجہ السلام علیکم یا السلام علیک ہے اور جواب کا ادنیٰ درجہ "وعلیکم السلام" ہے علماء نے لکھا ہے کہ اہل اسلام کے جواب میں صرف وعلیکم کہا جائے تو کافی نہیں ہوگا۔ امام ابوالحسن واحدیؒ فرماتے ہیں کہ سلام کو پڑھنے میں نکرہ جیسے سلام علیکم یا معرف باللام جیسے السلام علیکم میں اختیار ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ معرف باللام پڑھنا اولیٰ ہے۔ یہی مشہور ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۵۵)

بَابُ مَا جَاءَ فِي اَنَّ الِاسْتِئْذَانَ ثَلَاثٌ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُو مُوسَى عَلَى عُمَرَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ فَقَالَ عُمَرُ وَاحِدَةٌ ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ قَالَ عُمَرُ ثِنْتَانِ ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ فَقَالَ عُمَرُ ثَلَاثٌ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْبَوَّابِ مَا صَنَعَ قَالَ رَجَعَ قَالَ عَلَيَّ بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ مَا هٰذَا الَّذِي صَنَعْتَ قَالَ السُّنَّةُ قَالَ آلسُّنَّةُ وَاللهِ لَتَأْتِيَنِّي عَلَى هٰذَا بِبُرْهَانٍ وَ بَيِّنَةٍ أَوْ لَأَفْعَلَنَّ بِكَ قَالَ فَأَتَانَا وَنَحْنُ رُفْقَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَسْتُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ نے عمرؓ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی اور فرمایا السلام علیکم کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ عمر نے کہا یہ ایک مرتبہ ہوا۔ پھر وہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا السلام علیکم کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا دو مرتبہ پھر حضرت ابوموسیٰ نے کچھ دیر ٹھہر کر پھر کہا السلام علیکم کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تین مرتبہ پھر حضرت ابوموسیٰ واپس چلے گئے تو حضرت عمر نے دربان سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کیا؟ اس نے عرض کیا واپس چلے گئے۔ حضرت عمر نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا یہ سنت ہے۔ عمرؓ نے فرمایا یہ سنت ہے۔ اللہ کی قسم تم مجھے کوئی دلیل پیش کرو اور گواہ لاؤ ورنہ میں تم پر سختی کروں گا۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ اس پر ابوموسیٰ انصاریوں کی ایک جماعت کے ہمراہ آئے اور فرمایا اے انصار کیا تم لوگ احادیث رسول اللہ کو

أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يُمَازِحُونَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ فَمَا أَصَابَكَ فِي هٰذَا مِنَ الْعُقُوبَةِ فَأَنَا شَرِيكُكَ قَالَ فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ مَا كُنْتُ عَلِمْتُ بِهٰذَا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأُمِّ طَارِقٍ مَوْلَاةِ سَعْدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْجُرَيْرِيُّ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ يُكْنَى أَبَا مَسْعُودٍ وَقَدْ رَوَى هٰذَا غَيْرُهُ أَيْضًا عَنْ أَبِي نَضْرَةَ وَأَبُو نَضْرَةَ الْعَبْدِيُّ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ بْنُ مَالِكِ بْنِ قُطَعَةَ

سب سے زیادہ جاننے والے نہیں ہو؟ کیا رسول اللہؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اجازت تین مرتبہ مانگی جائے اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اس پر لوگ حضرت ابوموسی سے مذاق کرنے لگے۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں میں نے سر اٹھایا اور کہا کہ اس معاملے میں آپ کو عمر سے جو سزا ملے اس میں میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ پھر ابوسعید حضرت عمر کے پاس تشریف لے گئے اور ابوموسی کی بات کی تصدیق کی۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس باب میں حضرت علی اور ام طارق (جو سعد کی مولیٰ ہیں) سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جریری کا نام سعدی بن ایاس اور کنیت ابومسعود ہے۔ یہ حدیث کئی راوی ان کے علاوہ ابونضرہ عبدی سے بھی نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو زُمَيْلٍ اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ وَإِنَّمَا أَنْكَرَ عُمَرُ عِنْدَنَا عَلَى أَبِي مُوسَى حِينَ رَوَى أَنَّهُ قَالَ الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِذَا أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ وَقَدْ كَانَ عُمَرُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأَذِنَ لَهُ وَلَمْ يَكُنْ عَلِمَ هٰذَا الَّذِي رَوَاهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ

محمود بن غیلان، عمر بن یونس، عکرمہ بن عمار، ابوزمیل، ابن عباس، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین مرتبہ (داخل ہونے کی) اجازت مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ابوزمیل کا نام سماک حنفی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسی پر اعتراض اس بات پر کیا تھا کہ تین مرتبہ میں اجازت نہ ملے تو لوٹ جانا چاہیے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین مرتبہ اجازت مانگو ملے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس ہو جاؤ۔

تشریح: حدیث الباب میں تین بار سلام کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ پہلا سلام سننے کے بعد اس شخص کو پہچانیں گے کہ یہ کون شخص ہے اور دوسرا سلام سن کر وہ یہ سوچیں گے کہ اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دی جائے یا نہیں اور تیسرا سلام سننے کے بعد اندر آنے کی اجازت دیں گے یا واپسی کا کہہ دیں گے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۷۰)

البنیۃ: مشکوۃ شریف میں اس سے اوپر اضافہ ہے کہ حضرت عمر کے سامنے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے یہ حدیث بیان کی تو

حضرت عمر نے اس حدیث پر گواہ کا مطالبہ کیا اس کی وجہ یہ تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اگر کوئی حدیث بیان کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے فرماتے کہ اس حدیث پر گواہ پیش کرو کہ واقعی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے یہ قانون حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تب بنایا جب دیکھا کہ لوگ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے لگ گئے اور یہ قانون اس لئے بنایا تا کہ لوگ مرفوع حدیث ہی بیان کریں نیز یہ قول احتیاط پر مبنی تھا یہاں بھی جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ لانے کو کہا چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو بطور گواہ لے گئے اور انہوں نے گواہی دی۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے بہت ڈر لگا ہوا ہے کوئی میری طرف سے اس حدیث کے متعلق گواہی دے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دل لگی کے طور پر ان کو مزید ڈرایا کہ میں اسی مجلس میں سب سے چھوٹے صحابی کو آپ کے ساتھ بھیجوں گا چنانچہ مجلس میں سب سے چھوٹے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے وہ ان کے ساتھ چلے گئے اور گواہی دی کہ یہ مرفوع حدیث ہے اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ صحابہ کے لئے تکلیف کا باعث نہ بنیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لوگوں کے لئے تکالیف کا باعث نہیں بننا چاہتا بلکہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ لوگ حدیث بیان کرنے میں احتیاط سے کام لیں۔

سوال: آنے والی حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "استاذنت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا فأذن لی" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اس سے معلوم ہوا کہ اجازت تین ہی مرتبہ طلب کرنی چاہیے پھر جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات بیان کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر اعتراض کیوں کیا ان سے واضح دلیل کیوں طلب کی۔

جواب: یہاں پر دو باتوں کے جاننے اور نہ جاننے کا فرق ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی دوسری بات یہ ہے کہ تیسری بار اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہیے یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں جانتے تھے یہ بات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق طلب کی۔

سوال: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خبر واحد معتبر نہیں چنانچہ انہوں نے واضح دلیل مانگی کہ کوئی دوسرا شخص لاؤ جس نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو حالانکہ اخبار احاد شریعت میں تو معتبر ہیں۔

جواب: حضرت عمر فاروقؓ کے مسئلہ شوہر کی دیت میں سے بیوی کو میراث دینے کا مسئلہ ان میں خبر واحد پر عمل کیا بلکہ اس واقعہ کا تعلق دین کے معاملے میں احتیاط برتنے میں ہے ہاں اگر کسی مسئلہ میں تذبذب ہو تو دلائل کی طرف رخ کرنا چاہیے ایسا ہی یہاں بھی ہے۔

وفی الباب: حدیث اول کی سند میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جریری کا نام سعید بن ایاس ہے اور ان کی کنیت ابومسعود ہے یہ راوی جریر بن عباد کی اولاد میں سے تھا اس لئے جریری کی نسبت ہے۔

بَابُ كَيْفَ رَدُّ السَّلَامِ

حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَصَحُّ

اسحاق بن منصور، عبداللہ بن نمیر، عبیداللہ بن عمر، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ایک طرف تشریف فرما تھے اس نے نماز پڑھی اور پھر حاضر خدمت ہو کر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وعلیک جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر انہوں نے طویل حدیث بیان کی۔ یہ حدیث حسن ہے اور اسے یحیی بن سعید قطان بھی عبیداللہ بن عمر سے اور وہ سعید مقبری سے نقل کرتے ہیں۔ پس اس میں یوں کہا کہ سعید مقبری کے باپ سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں ابوہریرہ سے۔ یحیی بن سعید کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: اس باب کی مکمل شرح ''ما قبل ابواب الصلوٰۃ میں باب ما جاء فی وصف الصلوٰۃ'' میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

بَابٌ فِي تَبْلِيغِ السَّلَامِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرِيلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي نُمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ أَيْضًا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ

علی بن منذر کوفی، محمد بن فضیل، زکریا بن ابی زائدۃ، عامر، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں بتایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کہا کہ جبرائیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس باب میں بنونمیر کے ایک شخص سے بھی روایت منقول ہے جسے اس نے بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ زہری بھی اسے ابوسلمہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس باب وحدیث میں سلام پہنچانے کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کہے کہ فلاں کو میرا سلام پہنچاؤ تو وہ سلام پہنچانے سے پہلے سلام دینے والے کو جواب دیتا ہے یہ طریقہ ٹھیک نہیں پھر جا کر جس کے لئے سلام بھجوایا ہے اس کو سلام پہنچاتا ہے حالانکہ سلام کا جواب اس کے ذمہ نہیں بلکہ جس کے لئے بھیجا جا رہا تھا اس پر سلام کا جواب واجب ہے تب وہ سلام کا جواب دے گا تو اس لانے والے کو بھی جواب میں شامل کرے گا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ الرَّهَاوِيُّ يَزِيدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ فَقَالَ أَوْلَاهُمَا بِاللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَالَ مُحَمَّدٌ أَبُو فَرْوَةَ الرَّهَاوِيُّ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ ابْنَهُ مُحَمَّدَ بْنَ يَزِيدَ رَوٰي عَنْهُ مَنَاكِيرَ

علی بن حجر، قران بن تمام اسدی، ابوفروہ یزید بن سنان، سلیم بن عامر، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دو آدمیوں کی ملاقات ہو کون پہلے سلام کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے زیادہ نزدیک ہوگا وہ سلام میں پہل کرے گا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں کہ ابوفروہ رہاوی مقارب الحدیث ہے لیکن اس کے بیٹے نے اس سے کچھ منکر احادیث نقل کی ہیں۔

تشریح: سلام میں ابتدا کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ جو سلام میں ابتدا کرے گا اس کو ثواب زیادہ ملے گا سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ مگر یہاں سنت کا زیادہ ثواب ہے جس کا ثواب واجب ہے کیونکہ ایک تو نیکی میں سبقت کرنے والا اور دوسرا الدال علی الخیر کفاعلہ کی حدیث کے مطابق جواب دینے کا ثواب بھی اس کو ملے گا اس لئے اس کا ثواب دوگنا ہو جاتا ہے۔

سند پر کلام: اس حدیث کا راوی ابوفروہ رہاوی مقارب الحدیث ہے یعنی وہ اپنی حدیثوں کو صحیح حدیثوں کے قریب کرنے والا ہے یہ ادنیٰ درجہ کی توثیق ہے۔ مگر اس کے بیٹے محمد بن یزید اپنے والد سے مناکیر بیان کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِشَارَةِ الْيَدِ فِي السَّلَامِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ الْإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِيمَ

قتیبہ، ابن لہیعہ، حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے علاوہ کسی اور کی مشابہت اختیار کی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہود ونصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے

النَّصَارَى الْإِشَارَةُ بِالْأَكُفِّ هٰذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَرَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ابْنِ لَهِيعَةَ فَلَمْ يَرْفَعْهُ

اشارے سے اور عیسائیوں کا سلام ہاتھ سے اشارہ کرنا ہے۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ابن مبارک اسے ابن لھیعہ سے غیر مرفوع روایت کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ کسی فعل وقول میں یہود کی مشابہت اختیار نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اسلام جس سلام کو پیش کرتا ہے یہ انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ تھا لیکن یہود ونصاریٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اپنی طرف سے سلام کے طریقے وضع کئے یہود کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہوتا تھا اور عیسائیوں کا سلام ہاتھ کے اشارے سے بغیر لفظ ''سلام'' کہے ہوتا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکاشفہ یا وحی کے ذریعے بتلایا گیا کہ آپ کی امت کے چند لوگ ایسے ہوں گے جو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح سلام کریں گے اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو تنبیہ فرمائی اور وعید بیان فرمائی کہ جو شخص سلام میں یہود ونصاریٰ کے رسم ورواج کو اپنائے گا تو اس کا شمار ہماری امت میں سے نہیں ہوگا۔ بعض حضرات نے عجیب تحقیق کی ہے کہ ''سلوٹ'' میں بھی تین انگلیوں سے سلام کیا جاتا ہے اور یہ نصاریٰ کے عقیدہ ''تثلیث'' تین خداؤں کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے اس سے نصاریٰ کی تشبیہ لازم آتی ہے۔

سوال: ترمذی شریف میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت ہے ''مرّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المسجد وعصبة من النساء قعود فأومأ بیدہ بالتسلیم'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرنا جائز ہے تو حدیث الباب کا اس حدیث حضرت اسماء کی روایت سے تعارض آ رہا ہے۔ **جواب:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اشارہ کے ساتھ سلام تلفظ بھی زبان سے کیا ہوگا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے ''فسلم علینا'' اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا تلفظ بھی کیا جس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلفظ نہیں کیا وہ بیان جواز کے لئے ہوگا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا کہ وہ عورتوں کو سلام کرتے یا نہ کرتے یا ہاتھ کے اشارہ سے کرتے یا تلفظ کے ساتھ کرتے بسا اوقات محض تواضع کی بناء پر اشارہ کردیتے مزید یہ کہ یہ نہی تشبہ کراہت پر محمول ہے تحریم پر محمول نہیں۔ (التعلیق الصبیح ج ۵ ص ۱۰۵)

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے لیکن یہ حدیث ایک دوسری سند سے بھی منقول ہے اور وہ ضعیف نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص ہاتھ کا اشارہ بھی کرے اور زبان سے بھی السلام علیکم کہے تو پھر یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آئے گی۔

سند پر کلام: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابن المبارک نے اس حدیث کو ابن لھیعہ سے ذکر کیا ہے مگر مرفوع بیان نہیں کیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلَى الصِّبْيَانِ

حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَتَّابٍ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ

ابوالخطاب زیاد بن یحیی بصری، ابوعتاب سہل بن حماد، شعبہ، حضرت سیار فرماتے ہیں کہ میں ثابت بنانی کے ساتھ جارہا تھا کہ بچوں پر گزر ہوا تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں حضرت انس رضی

فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ ثَابِتٌ كُنْتُ مَعَ أَنَسٍ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ أَنَسٌ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا آپ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کو سلام کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور کئی لوگوں نے اس حدیث کو ثابت سے نقل کیا ہے۔ پھر یہ حدیث کئی سندوں سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ قتیبہ بھی اسے جعفر بن سلیمان سے وہ ثابت سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں بچوں کو سلام کرنے کے متعلق واضح ہو رہا ہے کہ بچوں کو سلام کیا جائے تا کہ ان کے اندر نیک جذبات پیدا ہوں اس طرح بچوں کے سروں پر ہاتھ رکھنا ان سے محبت سے پیش آنا بھی درست ہے کیونکہ بچے مستقبل کی امت ہیں ان کی تعلیم پر مستقل توجہ دینی چاہیے پس جس طرح بچوں کو تمرین کے لئے نماز پڑھائی جاتی ہے اور روزہ رکھوایا جاتا ہے اسی طرح ان کو سلام بھی کیا جائے۔ اور اسی طرح سلام کے آداب بھی بچوں کو سکھائے جائیں تا کہ بچے جب بڑے ہوں تو مؤدب بنے ہوئے ہوں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلَى النِّسَاءِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَهْرَامَ أَنَّهُ سَمِعَ شَهْرَ بْنَ حَوْشَبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيدَ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ وَأَشَارَ عَبْدُ الْحَمِيدِ بِيَدِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا بَأْسَ بِحَدِيثِ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ بَهْرَامَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ وَ قَالَ مُحَمَّدٌ شَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِيثِ وَقَوَّى أَمْرَهُ وَ قَالَ إِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيهِ ابْنُ عَوْنٍ ثُمَّ رَوَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي زَيْنَبَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ

سوید، عبداللہ بن مبارک، عبدالحمید بن بہرام، شہر بن حوشب، حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں سے گزرے تو عورتوں کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے سلام کیا پھر راوی عبدالحمید نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عبدالحمید بن بہرام کی شہر بن حوشب سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ شہر بن حوشب حدیث میں اچھا اور قوی ہے لیکن ابن عوف نے ان پر اعتراض کیا ہے پھر ابن عوف خود ہی ہلال بن ابی زینب سے شہر ہی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ ابوداؤد، نضر بن شمیل سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عوف سے سنا کہ محدثین نے شہر بن

شُمَيْلٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ إِنَّ شَهْرًا نَزَكُوهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ النَّضْرُ نَزَكُوهُ أَيْ طَعَنُوا فِيهِ

حوشب کو چھوڑ دیا ہے ابوداؤد نضر کا قول نقل کرتے ہیں کہ چھوڑنے سے مراد ان پر لعن کرنا ہے۔

تشریح: **عورتوں کو سلام کرنا:** یہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ کسی فتنہ وشر میں آنحضرت ﷺ کے مبتلا ہونے کا کوئی خوف وخطرہ نہ تھا اس لئے آپ ﷺ کیلئے عورتوں کو بھی سلام کرنا روا تھا لیکن آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کیلئے مکروہ ہے کہ وہ جوان اجنبی عورت کو سلام کریں۔ ہاں اگر کوئی عورت اتنی عمر رسیدہ ہو اور اسکے فتنہ وشر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو سلام کیا جا سکتا ہے لیکن اگر دوسروں کی نظروں میں بدگمانی کا سبب ہو تو پھر ایسی عورت کو بھی سلام کرنا جائز نہیں یا یہ ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص۵۶)

سند پر کلام: یہ حدیث حسن ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عبدالحمید کی شہر بن حوشب سے روایتیں ٹھیک ہوتی ہیں اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں شہر بن حوشب کی حدیثیں اچھی ہوتی ہیں امام بخاریؒ نے اس کی توثیق فرمائی ہے ان پر کلام صرف عبداللہ بن عون نے کیا ہے پھر وہ بلال بن ابی زینب سے روایت کرتے ہیں جبکہ امام احمد کے ہاں یہ راوی متروک ہے۔ ابن عون نے شہر بن حوشب کے بارے میں فرمایا یعنی لوگوں نے شہر بن حوشب پر طعن کیا ہے۔

اور کہا کہ یہ عربی محاورہ ہے ان شھرًا نزکوہ یہ لفظ نیزک فارسی ہے اس لفظ کو عربی بنا کر تصریف کی ہے۔ غرض صحیح لفظ یہی ہے جس نے ترکوہ پڑھا ہے وہ تصحیف کی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْبَصْرِيُّ مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَنَسٌ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ تَكُونُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوحاتم انصاری بصری مسلم بن حاتم، محمد بن عبداللہ انصاری، علی بن زید، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا اے بیٹے جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کیا کرو۔ اس سے تم پر بھی برکت ہوگی اور گھر والوں پر بھی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: گھر میں جب داخل ہوں تو ابتداءً ہی سلام کریں اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو السلام علی عباد اللہ الصالحین کہیں۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کے متعلق حکم سورۃ نور کی اس آیت میں مذکور ہے فاذا دخلتم بیوتًا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃً طیبۃً۔ جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو دعا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور برکت والی عمدہ چیز ہے۔

بَابُ السَّلَامِ قَبْلَ الْكَلَامِ

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْعُوا أَحَدًا إِلَى الطَّعَامِ حَتّٰى يُسَلِّمَ هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ ذَاهِبٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ زَاذَانَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

فضل بن صباح، سعید بن زکریا، عنبسة بن عبدالرحمن، محمد بن زاذان، محمد بن منکدر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلام کلام سے پہلے کیا جانا چاہیے۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی کو اس وقت تک کھانے کے لئے نہ بلاؤ جب تک وہ سلام نہ کرے۔ یہ حدیث منکر ہے ہم اسے اسی سند سے جانتے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ عنبسہ بن عبدالرحمن حدیث میں ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے۔ محمد بن زاذان منکر الحدیث ہے۔

تشریح: کلام سے پہلے سلام کرنا سلام تحیۃ ہے جیسا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد نفل پڑھی جاتی ہے اسی طرح بات کرنے سے پہلے سلام کرنا تحیہ ہے تاکہ طرفین کی سلامتی کی ضمانت فراہم ہو جائے اس کے بعد کلام کا آغاز کرنا چاہئے اور ایک اور روایت ہے کہ "السلام تحیة لملتنا وامان لذمتنا" کہ ہماری ملت کے لئے سلام تحیہ ہے اور ذمیوں کے لئے امان ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عنبر اموی متروک ہے اور اس کا استاد محمد بن زاذان ہے یہ بھی متروک راوی ہے۔ امام ترمذیؒ جو بہت ضعیف روایت ہو اس کو منکر کہتے ہیں اور ابن جوزیؒ اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيمِ عَلَى الذِّمِّيِّ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلٰى أَضْيَقِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، سہیل بن ابی صالح، ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہود ونصاری کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور اگر ان میں سے کسی کو راستے میں پاؤ تو اسے تنگ راستے کی طرف گزرنے پر مجبور کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب السیر باب ما جاء فی التسلیم علی اهل الکتاب میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

سعید بن عبدالرحمن مخزومی، سفیان، زہری، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی اکرم

عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَهْطًا مِنَ الْيَهُودِ دَخَلُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ قَالَتْ عَائِشَةُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ قَدْ قُلْتُ عَلَيْكُمْ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے کہا السام علیکم (یعنی تم پر موت آئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا وعلیکم (تم پر بھی) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا تم ہی پر سام (موت) اور لعنت ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات نہیں سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی تو انہیں وعلیکم کہہ کر جواب دے دیا تھا۔ اس باب میں حضرت ابوبصرہ غفاری، ابن عمر، انس اور ابوعبدالرحمن جہنی سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ یہود ہنود کی دشمنیاں آپ ﷺ کے ساتھ اس قدر تھیں کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کو سلام کہنے کے بجائے ''السام علیکم'' کہتے جس کا معنی تجھ پر موت اور ہلاکت کے ہیں۔ آپ ﷺ سن کر صرف ''وعلیکم'' سے جواب دیتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ آپ ﷺ نے یہودیوں کی پوری بات نہیں سنی اس لئے اس سے آگے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''علیکم السام واللعنة'' ام المومنین کا یہ غصہ آپ ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت اور دینی غیرت کی وجہ سے تھا کہ تم نے میرے محبوب اور میرے نبی کو یہ کیوں کہا؟ یہ آپ ﷺ کا انتہائی درجہ کا صبر تھا کہ یہود آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتے پھر بھی آپ ﷺ ان کو بددعا نہ کرتے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ان یہودیوں کی بات کو نہیں سن رہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کی بات سن رہا ہوں لیکن ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہیں ہوتی جبکہ میری دعا ان کے خلاف قبول ہوتی ہے باقی حدیث وعلیکم میں واؤ جمع کیلئے نہیں بلکہ ''بلی'' کے معنی میں ہے لہٰذا وعلیکم کے معنی یہ نہیں کہ تم اور ہم میں سے دونوں پر موت واقع ہو بلکہ معنی یہ ہیں ہم پر نہیں تم پر موت آئے اور اگر واؤ ساتھ نہ ہو تو پھر معنی ظاہر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّلَامِ عَلٰى مَجْلِسٍ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ وَغَيْرُهُمْ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ وَفِيهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

یحییٰ بن موسیٰ، عبدالرزاق، معمر، زہری، عروہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں یہودی بھی تھے اور مسلمان بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان ایسی مجلس میں جائے جس میں مسلم وغیر مسلم موجود ہوں تو سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کا ارادہ اور نیت کر کے ان کو سلام کیا جائے یوں بھی کہا جاسکتا ہے ''السلام علی من اتبع الھدی'' اور اسی طرح مجلس میں اگر فاسق، فاجر، ''مقطوع اللحیة'' موجود ہوں اور صالحین بھی موجود ہوں تو نیک صلحاء افراد کی نیت کی جائے۔ مقطوع لحیة اور فاسق فاجر کو سلام میں پہل نہیں کرنی چاہئے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَسْلِيمِ الرَّاكِبِ عَلَى الْمَاشِيْ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ وَزَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى فِي حَدِيثِهِ وَيُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ وَفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَجَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَيُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ إِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

محمد بن مثنی و ابراہیم بن یعقوب، روح بن عبادة، حبیب بن شہید، حسن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سوار پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑی تعداد والے زیادہ کو سلام کریں۔ ابن مثنی اپنی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ بیان کرتے ہیں کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ اس باب میں عبدالرحمن بن شبل، فضالہ بن عبید، اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث کئی سندوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے۔ ایوب سختیانی، یونس بن عبید اور علی بن زید ز کہتے ہیں کہ حسن کا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سماع نہیں۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، معمر، ہمام بن منبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑی تعداد (لوگ) زیادہ کو سلام کریں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي: ''ای تواضعا'' یہ حکم تواضع وانکساری کی طرف راغب کرنے کیلئے ہے کیونکہ جو شخص سواری پر ہے گویا اسکو پیدل چلنے والے پر برتری حاصل ہے لہٰذا سوار جب سلام میں پہل کرے گا تو تواضع حاصل ہوگی اس طرح یہ مسئلہ ہے کہ کم تعداد والے کثیر تعداد والوں کو سلام کرنے میں پہل کریں اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مجمع میں جاتا ہے اور اس مجلس کے بعض لوگوں کو سلام کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ سلام کا مقصد موانست اور موافقت ہے اور بعض لوگوں کو خاص کرنا یہ عداوت اور نفرت پیدا کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْجَنْبِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الْفَارِسُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَائِمِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو عَلِيٍّ الْجَنْبِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ

سوید بن نصر، عبد اللہ، حیوۃ بن شریح، ابوہانی خولانی، ابوعلی جنبی، حضرت فضالہ بن عبیدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھڑ سوار پیدل چلنے والے کو، چلنے والا کھڑے کو اور تھوڑی تعداد والے زیادہ کو سلام کریں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوعلی جہنی کا نام عمرو بن مالک ہے

بَابُ التَّسْلِيمِ عِنْدَ الْقِيَامِ وَالْقُعُودِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ أَيْضًا عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ، لیث، ابن عجلان، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو انہیں سلام کرے پھر اگر بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے اور جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے اور ان میں سے پہلی اور آخری مرتبہ سلام کرنا دونوں ہی ضروری ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اور اسے عجلان بھی سعید مقبری سے وہ اپنے والد سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

تشریح: یہ حکم ملاقات کے بارے میں ہے کہ جب دو آدمی ملاقات کریں لیکن اگر ایک آدمی دوسرے کے پاس جاتا ہے تو باہر سے آنے والا سلام کرے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ آنے کی اطلاع اور اجازت ہو جائے گی۔

بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ قُبَالَةَ الْبَيْتِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ فَقَدْ أَتَى حَدًّا لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ وَلَوْ أَنَّهُ حِينَ

قتیبہ، ابن لہیعۃ، عبید اللہ بن ابی جعفر، ابوعبدالرحمن جبلی، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اجازت ملنے سے پہلے پردہ اٹھا کر کسی کے گھر میں نظر ڈالی گویا کہ اس نے گھر کی چھپی ہوئی چیز دیکھ لی اور اس نے ایسا کام کیا جو اس کے لئے حلال نہیں تھا۔ پھر اگر اندر جھانکتے وقت سامنے کوئی اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا تو میں اس

أَدْخَلَ بَصَرَهُ اسْتَقْبَلَهُ رَجُلٌ فَفَقَأَ عَيْنَيْهِ مَا عَيَّرْتُ عَلَيْهِ وَإِنْ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى بَابٍ لَا سِتْرَ لَهُ غَيْرَ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِيئَةَ عَلَيْهِ إِنَّمَا الْخَطِيئَةُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ

پر کچھ نہ کہتا (یعنی بدلہ نہ دلاتا) اور اگر کوئی شخص کسی ایسے دروازے کے سامنے گزرا جس پر پردہ نہیں تھا اور وہ بند بھی نہیں تھا پھر اس کی گھر والوں پر نظر پڑ گئی تو اس میں اس کی کوئی غلطی نہیں بلکہ گھر والوں کی غلطی ہے۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس کے مثل صرف ابن لہیعہ کی روایت سے جانتے ہیں اور ابو عبدالرحمن کا نام عبداللہ بن یزید ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص مجلس میں آئے تو سلام کرے پھر اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے ورنہ واپس چلا جائے لیکن واپس جانے کے لئے بھی سلام کرے کیونکہ پہلا سلام پچھلے سلام کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو اہمیت آتے وقت سلام کرنے کی ہے وہی اہمیت جاتے وقت سلام کرنے کی بھی ہے تین وجوہ کی وجہ سے۔

اول: جاتے وقت اگر سلام کرے گا تو صاحب مجلس کو جو بات کہنی ہوگی وہ کہہ سکے گا اور اگر خاموشی سے چلا گیا تو بات رہ جائے گی۔

ثانی: سلام کر کے جانے اور بغیر سلام ناراض ہو کر جانے میں امتیاز حاصل کرنے کے لئے سلام کرنا ضروری ہے۔

ثالث: بغیر سلام کے کھسک جانے کی مذمت آئی ہے پس جو سلام کر کے جائے گا وہ اس عیب سے محفوظ رہے گا۔

بَابُ مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَيْتِهِ فَاطَّلَعَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَأَهْوَى إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ فَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، عبدالوہاب ثقفی، حمید، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں تھے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں جھانکا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ میں تیر لے کر اس کی طرف لپکے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُحْرٍ فِي حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرَاةٌ يَحُكُّ بِهَا رَأْسَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ

ابن ابی عمر، سفیان، زہری، حضرت سہل بن سعد ساعدی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ کے حجرہ مبارک کے دروازے کے سوراخ سے اندر جھانکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برش تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر کو کھجا رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو میں اسے تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا۔

عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُكَ بِهَا فِي عَيْنِكَ إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اجازت لینا اسی لئے مشروع کیا گیا ہے کہ پردہ تو آنکھ ہی سے ہوتا ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اطَّلَعَ: جھانکنا، جاننا مِشْقَص: چوڑے کمان کا نیزہ

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائیں۔

اول یہ کہ جس نے کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت سے قبل اگر گھر میں جھانک لیا تو وہ ایسی حد پر پہنچا کہ اس کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ اس حد پر پہنچے۔

دوسرا یہ کہ کسی نے گھر کے اندر جھانکا اور گھر میں کسی فرد نے گھر میں سے کوئی چیز اس کی آنکھوں پر ماری تو وہ مورد الزام نہیں ہوگا۔

تیسرا وہ گھر جس کا دروازہ کھلا ہے اس کا نہ پردہ ہے اور نہ کوئی آڑ ہے تو گزرنے والے کی نظر پڑ گئی تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اس صورت میں گناہ گھر والوں پر ہوگا۔

بَابُ التَّسْلِيمِ قَبْلَ الِاسْتِئْذَانِ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ كَلَدَةَ بْنَ حَنْبَلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ بَعَثَهُ بِلَبَنٍ وَلِبَإٍ وَضَغَابِيسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَى الْوَادِي قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أَسْتَأْذِنْ وَلَمْ أُسَلِّمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ صَفْوَانُ قَالَ عَمْرٌو وَأَخْبَرَنِي بِهٰذَا الْحَدِيثِ أُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَرَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ أَيْضًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ مِثْلَ هٰذَا

سفیان بن وکیع، روح بن عبادۃ، ابن جریج، عمرو بن ابی سفیان، عمرو بن عبداللہ بن صفوان، حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دودھ، پیوسی (یعنی بوہلی) اور ککڑی کے ٹکڑے دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں اعلیٰ وادی میں تھے۔ کلدہ بن حنبل کہتے ہیں کہ میں اجازت مانگے اور سلام کئے بغیر داخل ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ اور سلام کر کے اجازت مانگو اور یہ صفوان کے اسلام لانے کے بعد کا واقعہ ہے۔ عمرو کہتے ہیں مجھے یہ حدیث امیہ بن صفوان نے سنائی اور انہوں نے کلدہ کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن جریج کی روایت سے جانتے ہیں۔ ابوعاصم بھی ابن جریج سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: استیذان اور سلام میں تقدیم کس کی ہے: اگر گھر کا مالک گھر میں موجود ہے اور معلوم ہے کہ قریب ہے تو پھر سلام کرے پھر اجازت طلب کرے جیسا کہ حدیث میں ہے لیکن اگر یہ معلوم نہیں کہ کوئی قریب ہے کہ نہیں یا مکان بڑا ہے گیٹ دور ہے تو پھر پہلے گھنٹی بجائے یا دروازہ کھٹکھٹائے پھر جب ملاقات ہو تو سلام کرے اور اجازت طلب کرے یہ سلام استیذان ہے پھر جب وہ گھر میں داخل ہو تو دوبارہ سلام تحیہ کرے۔

بِلَبَنٍ وَلِبَإٍ: لباء پیوسی (جانور کی ولادت کے بعد کا پہلا دودھ جسے بُولی بھی کہا جاتا ہے) اس کی جمع الباء آتی ہے۔ جدایہ: ہرنی کے بچے کو کہتے ہیں۔

ضَغَابِيسَ: یہ ضغبوس کی جمع ہے (ککڑی) کو کہتے ہیں جو ایک فٹ سے لمبی اور انگوٹھے کی طرح موٹی ہوتی ہیں ''اعلی الوادی'' اس سے مکہ مکرمہ کے بالائی حصے مراد ہیں۔

اوجداية: ''اولاد الظباء'' ہرن کا بچہ جو چھ ماہ کا ہو بھیڑ بکری کے بچے کو بھی جدایہ کہتے ہیں ''ذكرًا كان او انثى مما بلغ ستة اشهر او سبعة اشهر'' ہرن کا بچہ جو مذکر ہو یا مؤنث ہو جو سولہ یا سترہ ماہ تک پہنچ جائے وہ مراد ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِي فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ أَنَا فَقَالَ أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک قرض کے سلسلے میں جو میرے والد پر تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں میں گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ناپسند کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اِسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنٍ: قرض کا وہ معاملہ جو میرے باپ پر تھا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اپنے ذمہ کچھ قرض چھوڑ گئے تھے جب قرض خواہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو یہ مدد چاہنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تاکہ اس قرض کی ادائیگی کا کچھ انتظام ہو جائے اور ان کی جان قرض خواہوں سے چھوٹ جائے اس وقت ان کے پاس چند کھجوروں کے سوا اور کچھ نہیں تھا لیکن اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا کہ ان کھجوروں میں اتنی برکت ہوئی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کھجوروں سے پورا قرض ادا کر دیا اور کھجوریں قرض کی ادائیگی کے بعد بھی جوں کی توں باقی رہیں۔

فَقَالَ أَنَا: شارحین نے اس کے چند مطالب بیان کئے ہیں (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اجازت طلب کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعیین اور تمیز طلب کی تھی چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نام ذکر کرنے کی بجائے فقط ''انا'' کہا جس سے تمیز و تعیین نہیں ہوتی تھی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی اور ایسے کہنے کو ناگوار سمجھا نیز بعض دفعہ آواز کے ذریعے معرفت و تعیین ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی ادب سکھلانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انا کے جواب پر اکتفاء نہیں کیا۔ (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سنت کے طریقے پر اذن طلب نہیں کیا

بلکہ صرف دروازہ کھٹکھٹایا جو خلاف سنت ہے اس بناء پر آپ ﷺ کو نا گواری ہوئی۔ (۳) یا لفظ انا میں تکبر ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی لہٰذا مطلق لفظ ''انا'' بولنے میں احتیاط کرنی چاہیے لیکن جمہور حضرات کے نزدیک ''انا'' کہنا تکبر و کراہت کی علت نہیں اور نہ یہ کہنا مطلقاً مکروہ ہے ہاں اگر تکبر والا شخص ''انا'' کہے تو پھر مکروہ ہے ورنہ ''انا'' کہنا جائز ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ آج صبح کسی نے مریض کی عیادت کی؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا انا یہاں پر تکبر نہیں تھا اسلئے رسول کریم ﷺ نے اظہار نا گواری نہ فرمایا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ طُرُوقِ الرَّجُلِ أَهْلَهُ لَيْلًا

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَاهُمْ أَنْ يَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَيْلًا وَفِي الْبَاب عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَاهُمْ أَنْ يَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَيْلًا قَالَ فَطَرَقَ رَجُلَانِ بَعْدَ نَهْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا

احمد بن منیع، سفیان، اسود بن قیس، نبیح عنزی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سفر سے رات کو واپس آنے پر عورتوں کے پاس داخل ہونے سے منع فرمایا۔ اس باب میں حضرت انس، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے جابر ہی سے مرفوعاً منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو سفر سے واپسی پر عورتوں کے پاس جانے سے منع فرمایا لیکن دو آدمیوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور داخل ہو گئے تو دونوں نے اپنی اپنی بیوی کے پاس ایک ایک آدمی کو پایا۔

تشریح: ان دونوں احادیث میں اور آگے ایک روایت آ رہی ہے ان میں تعارض ہے۔

روایات میں تعارض: مذکورہ ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے وقت سفر سے آنا مناسب نہیں ہے جبکہ مشکوٰۃ کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ''اذا حسن ما دخل الرجل علی اهله اذا قدم من سفر اوّل اللیل''۔ اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رات کے وقت آنا جائز اور اچھا ہے تو دونوں روایات میں تعارض ہے

جوابات: (۱) منع والی حدیث طویل سفر کے متعلق ہے جیسا کہ بعض روایات میں ''طال سفره'' کے الفاظ ہیں اور جن روایات میں اجازت ہے وہ سفر قریب پر محمول ہے (۲) یا منع والی احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ جب گھر والوں کو آنے کی اطلاع نہ دی گئی ہو جب اطلاع دی گئی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں جیسا کہ موبائل کی سہولت ہے۔ اجازت والی روایات ثانی صورت پر محمول ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کی آمد پر خود کو آراستہ کرے تاکہ شوہر کو رغبت تام ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَتْرِيبِ الْكِتَابِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ حَمْزَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَتَبَ أَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَحَمْزَةُ هُوَ عِنْدِي ابْنُ عَمْرٍو النَّصِيبِيُّ هُوَ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ

محمود بن غیلان، شبابۃ، حمزۃ، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی کچھ لکھے تو اسے خاک آلود کر لینا چاہیے کیونکہ یہ حاجت کو زیادہ پورا کرنا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے۔ ہم اسے ابوزبیر کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ حمزہ، عمرو نصیبی کے بیٹے ہیں اور حدیث میں ضعیف ہیں۔

تشریح: فَلْيُتَرِّبْهُ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ: ''ای یسقطه علی التراب حتی یصیر أقرب الی المقصد'' اس کے تین مطلب بیان کئے جاتے ہیں (۱) کاغذ وغیرہ پر لکھنے کے بعد مٹی چھڑکنا بڑا قدیم طریقہ ہے اور بعض اوقات اس کا مقصد روشنائی کو خشک کرنا سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ طریقہ حاجت براری کیلئے ایک خاص تاثیر رکھتا ہے (۲) بعض عارفین نے پہلے معنی کی وضاحت میں لکھا ہے کہ ایسا کرنا دراصل اپنے لکھے ہوئے پر خاک ڈالنے کے مفہوم کے مترادف ہے یعنی یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نہ اس مکتوب پر اعتبار ہے اور نہ مکتوب الیہ پر بلکہ حقیقی اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے کہ وہی مقصد کو پورا کرنیوالے ہیں (۳) حضرت مظہرؒ فرماتے ہیں کہ خط پر مٹی ڈالنا گویا مخاطب کو غایت تواضع کے ساتھ خطاب ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۶۱)

سند پر کلام: یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اس میں ایک راوی حمزہ بن ابی حمزہ جعفی جزری نصیبی متروک متہم بالوضع ہے اور اس کے باپ کے نام میں بھی اختلاف ہے کوئی عمرو کہتا ہے اور کوئی میمون۔ اس وجہ سے امام ترمذیؒ اس کو منکر کہتے ہیں۔

بَابٌ (بلاترجمہ)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ أُمِّ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلَى أُذُنِكَ فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمُمْلِي هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهُوَ إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ وَعَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُضَعَّفَانِ

قتیبہ، عبداللہ بن حارث، عنبسۃ، محمد بن زاذان، ام سعد، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کاتب (لکھنے والا) بیٹھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہہ رہے تھے کہ قلم کو کان پر رکھو اس لئے کہ اس سے مضمون زیادہ یاد آتا ہے۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور یہ ضعیف ہے کیونکہ محمد بن زاذان اور عنبسہ بن عبدالرحمن دونوں حدیث میں ضعیف ہیں۔

تشریح: ضَعِ الْقَلَمَ عَلَى أُذُنِكَ فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمُمْلِي: یہ چیز مطلوب کو بہت یاد دلاتی ہے مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ذہن کھل جاتا ہے اور اس کا مقصد اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے مقصد اور مفہوم کو بیان کرنے کے لئے عبارت والفاظ کی آمد ہونے لگتی ہے اور لکھنے والا جو کچھ لکھنے لگتا ہے اس میں پوری طرح کامیاب رہتا ہے نیز ایسا کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: اس کا علم شارع کو ہی ہے تاہم بعض علماء نے اس کی تاویل وتوجیہ بیان کی ہے یحییٰؒ نے لکھا ہے کہ قلم ایک طرح سے زبان کا حکم رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''القلم احد اللسانین'' اور زبان قلب وذہن کی ترجمان ہوتی ہے لہٰذا قلم کو کان پر رکھنا گویا زبان کو کان پر رکھنے کے مترادف ہے تاکہ زبان، قلم، قلب اور ذہن کے قریب ہو جائیں اور آدمی کا ذہن کھل جائے پھر قلم کے ذریعے لکھنا شروع کر دے۔

وَهُوَ إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ: اس کی سند میں ضعف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت متن یا سند کے اعتبار سے غریب ہے اور اپنے بعض راویوں کے ضعف کے سبب ضعیف ہے لیکن اس کی صحیح ہونے کی تائید ابن عساکر اور ترمذی شریف میں زید بن ثابت سے بطریق مرفوع منقول ہے کہ ''ضع القلم علی اذنك فانه اذكر'' الخ۔

هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اس کا راوی عنبسہ بن عبدالرحمن اموی متروک ہے ابو حاتم نے اس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام لگایا ہے اور اس سند میں دوسرا راوی محمد بن زاذان مدنی بھی متروک ہے اور ام سعد کے بارے میں بھی اختلاف ہے کوئی کہتا ہے زید کی بیٹی ہے اور کوئی کہتا ہے ان کی بیوی ہے اور کوئی کہتا ہے کہ مہاجری خاتون ہیں۔

بَابٌ فِي تَعْلِيمِ السُّرْيَانِيَّةِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كَلِمَاتٍ مِنْ كِتَابِ يَهُودَ قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي قَالَ فَمَا مَرَّ بِي نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى تَعَلَّمْتُهُ لَهُ قَالَ فَلَمَّا تَعَلَّمْتُهُ كَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَى يَهُودَ كَتَبْتُ إِلَيْهِمْ وَإِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَقَدْ رَوَاهُ الْأَعْمَشُ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ

علی بن حجر، عبدالرحمن بن ابی زناد، ابوزناد، خارجہ بن زید بن ثابت، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے لئے یہودیوں کی کتاب سے کچھ کلمات سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا اللہ کی قسم مجھے یہودیوں پر بالکل اطمینان نہیں کہ وہ میرے لئے صحیح لکھتے ہیں۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ پھر میں نے نصف مہینے کے اندر اندر (سریانی زبان) سیکھ لی۔ چنانچہ جب میں سیکھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہودیوں کو کچھ لکھواتے تو میں لکھتا اور اگر ان کی طرف سے کوئی چیز آتی تو اسے بھی پڑھ کر سناتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور کئی سندوں سے حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے۔ اعمش، ثابت بن عبید سے نقل

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ

کرتے ہیں کہ زید بن ثابت نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

تشریح: قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي: کہ مجھے یہودیوں کے اوپر اطمینان نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے پاس ایسا کوئی مسلمان نہیں جو یہودیوں کی زبان پر عبور رکھتا ہو اور اس سے میں خط لکھواؤں جب مسلمانوں میں کوئی شخص ایسا نہیں تو لامحالہ مجھے یہودیوں سے سہارا لینا پڑے گا اس صورت میں مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر کسی یہودی سے خط لکھواؤں تو وہ اپنی طرف سے ضرور کسی چیز کی کمی بیشی کرے گا اسی طرح اگر یہودیوں کی طرف سے مجھے کوئی خط آئے تو پڑھوانے کیلئے کسی یہودی سے مدد لینی پڑے گی اور وہ پڑھتے ہوئے کسی چیز کی کمی بیشی کرسکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے تحت غیر مسلم اقوام کی زبان سیکھنا جائز ہے بلاضرورت زبان سیکھنا جائز نہیں کیونکہ اس میں غیر مسلم کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی اور غیر مسلم کی مشابہت اختیار کرنے سے نہی آئی ہے نیز غیر مسلم کی زبان کے اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ کلام متکلم پر دلالت کرتی ہے۔

بَابٌ فِي مُكَاتَبَةِ الْمُشْرِكِينَ

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ قَبْلَ مَوْتِهِ إِلَى كِسْرَى وَإِلَى قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلَى كُلِّ جَبَّارٍ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

یوسف بن حماد بصری، عبدالاعلی، سعید، قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات سے پہلے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر جابر سرکش کو خطوط لکھوائے جن میں انہیں اللہ ایمان لانے کی دعوت دی، یہ نجاشی وہ نہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ: یہ منع صرف ہے۔ قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہے اور دوسرے بادشاہوں کے القاب یہ ہیں شاہ ایران کا کسریٰ، شاہ حبشہ کا نجاشی، شاہ ترک کا خاقان، شاہ قبط کا فرعون، شاہ مصر کا عزیز، شاہ ہندوستان کا راجہ، شاہ چین کا فغفور۔

وبعث بكتابه الى دحية كلبي: آپ ﷺ نے سن ۶ ھ صلح حدیبیہ کے بعد خط وکتابت کا جب سلسلہ شروع کیا تو آپ نے یہ خط حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر قیصر روم کی طرف روانہ کیا جبکہ قیصر اس وقت فارس پر فتح یابی کے لشکر میں حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ محرم میں بیت المقدس پہنچے اور امیر بصری کے توسط سے قیصر روم کے دربار میں پہنچ کر آپ کا والا نامہ پیش کیا اس کے بعد حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے توحید ورسالت پر مبنی ایک تقریر کی جس کے بعد قیصر روم نے حضور ﷺ کا والا نامہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لے کر سر آنکھوں پر رکھا اور بوسہ دیا اور اس کو پڑھا اور کہا سوچ کر آئندہ کل جواب دوں گا چنانچہ قیصر نے خدام کو حکم دیا کہ رسول کریم ﷺ کی قوم کو دریافت احوال کے لئے حاضر کیا جائے۔ اتفاق سے ابوسفیان جماعت کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام آئے ہوئے تھے اور مقام غزوہ میں مقیم تھے ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں

ہوئے تھے یہ ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔قیصر کے آدمیوں نے ابوسفیان کو قیصر کے دربار میں حاضر کیا عظماء روم قسیسین اور رہبان حاضر تھے قیصر نے جماعت عرب سے پوچھا تم میں سے اس نبی کے زیادہ قریب کون ہے ابوسفیان نے کہا کہ میں...... قیصر نے ان کو قریب کیا اور باقی لوگوں کو پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا تا کہ حیاء تکذیب سے مانع ہو چنانچہ طویل مباحثہ ہوا پھر قیصر نے ہر ایک جواب کی حکمت بیان کی جو بخاری شریف میں موجود ہے۔ پھر قیصر نے کہا کہ اگر تمہارے سارے جواب درست ہیں تو یہ بات سُن لو کہ جس جگہ میں موجود ہوں وہ عن قریب اس جگہ کا مالک ہوگا جہاں میرے یہ دو قدم ہیں۔پھر آپ ﷺ کا والہ نامہ پڑھ کر پورے مجمع کو سنایا اس کا خط پڑھ کر سنانا ہی تھا کہ ایک شور برپا ہو گیا کہ پھر قیصر نے دومہ کے بڑے عالم ضغاطر رومی کے پاس حضور ﷺ کے بارے میں تفصیلی خط لکھا اور اس کے بارے میں تحقیق وتفتیش پوچھی پھر اس عالم نے ان کو لکھ کر بھیجا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں تم ضرور ان کی تصدیق کرنا اس کے بعد قیصر نے روم کے تمام خواص مذہبی رہنماؤں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور سب دروازے بند کروادیئے قیصر نے خود بالا خانہ کی کھڑکی سے سب کو خطاب کیا "یا معشر الروم انی قد جمعتکم لخیر انه قد اتانی کتاب ہذه الرجل یدعونی الی دینه وانه لنبی الذی کنا ننتظره ونجده فی کتبنا فہلموا ، فلنتبعه، ولنصدقه فتسلم لنا دنیانا وآخرتنا"۔یہ سن کر تمام خواص مذہبی رہنما چلا اٹھے اور واپس مڑ کر دروازوں کی طرف بھاگے۔دروازے تو بند تھے قیصر نے پھر سب کو کہا کہ میں تم کو آزمانا چاہتا تھا۔تمہاری دینی پختگی دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی پھر سب نے خوش ہو کر قیصر کو سجدہ کیا پھر قیصر نے دحیہ کلبی کو خفیہ بلا کر کہا کہ حضور ﷺ کے یقیناً نبی مرسل ہونے کا مجھے خوب علم ہے لیکن خوف ہے کہ اگر میں اسلام لے آیا تو اہل روم مجھ کو قتل کر دیں گے۔تم ضغاطر رومی کے پاس جاؤ وہ مجھ سے اعلم ہیں چنانچہ ضغاطر رومی حضرت دحیہ کی دعوت پر مسلمان ہو گئے تو ان کے شاگردوں نے ان کو شہید کر دیا باقی قیصر نے جو کہا کہ مجھے خوب علم ہے کہ وہ نبی ہیں اس سے وہ مسلمان نہیں کہلائے گا۔کیونکہ ایمان جاننے اور پہنچاننے کا نام نہیں ہے بلکہ تسلیم کا نام ہے البتہ اس نے آپ ﷺ کے خط کو ادب واحترام سے رکھا تو اللہ نے اس کی برکت سے اس کی بادشاہت اس کی نسل ہی میں رکھی۔

دوسرا خط رسول کریم ﷺ نے ملک فارس کسریٰ کے پاس حضرت عبداللہ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے بھیجا۔اس بدبخت نے خط پاتے ہی اس کو چاک کر دیا اور آگ بگولہ ہو گیا اور بہت ہی برا بھلا کہا۔آپ ﷺ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور بددعا کی کہ اللہ اسکے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے چنانچہ قریب زمانہ میں ہی اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اسکے بیٹے نے اس کو جہنم رسید کیا اور اس کا بیٹا خود بھی کچھ عرصہ میں ہلاک ہو گیا۔

تیسرا خط رسول کریم ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے توسط سے بھیجا خط ملتے ہی نجاشی اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور زمین پر بیٹھ گیا خط کو سر اور آنکھوں سے لگایا بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی نبی صادق ہیں جس کا اہل کتاب انتظار کر رہے تھے اور نجاشی خود اسلام لے آیا جب نجاشی کی اپنے ملک میں وفات ہوئی تو اللہ نے رسول کریم ﷺ کو بذریعہ وحی خبر دی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس کی نماز جنازہ ادا کی اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ نجاشی کے جنازہ اور آپ ﷺ کے درمیان تمام حجابات ہٹا دیئے گئے۔اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

بَابُ كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى أَهْلِ الشِّرْكِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا تُجَّارًا بِالشَّامِ فَأَتَوْهُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِءَ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ السَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو سُفْيَانَ اسْمُهُ صَخْرُ بْنُ حَرْبٍ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، یونس، زہری، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب نے انہیں بتایا کہ ہرقل نے ان کی طرف قریش کے قافلے کے ساتھ (حاضر ہونے کا) پیغام بھیجا جبکہ وہ کاروبار کے لئے شام گئے ہوئے تھے تو سب اس کے دربار میں حاضر ہوئے۔ پھر ابوسفیان نے حدیث ذکر کی اور کہا کہ ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط منگوایا اور وہ پڑھا گیا اس میں لکھا ہوا تھا۔ یہ تحریر اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرقل کی طرف بھیجی گئی ہے جو روم کا بڑا حاکم ہے۔ سلام ہے اس پر جو ہدایت کے راستے کی اتباع کرے اما بعد۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوسفیان کا نام صخر بن حرب ہے۔

تشریح: **بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ:** عبداللہ صفت ہے یا بدل ہے محمد سے۔

وَرَسُولِهِ: یہاں پر لفظ عبداللہ رسولہ سے پہلے ہے یعنی عبدیت کو رسالت پر مقدم کیا کیونکہ اصل چیز تو عبدیت ہے دونوں کو اکٹھا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول خواہ کتنے ہی بڑے ہوں بہر حال وہ اپنی عبدیت اور بندگی کا اعتراف کرتے ہیں۔

"وایما تعریض للنصاری فی غلوہم فی حق نبیہم" اس سے نصاری کی تردید ہوگئی کہ انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ غلو کیا اور عبدیت سے اٹھا کر الوہیت تک پہنچایا۔

إِلَى هِرَقْلَ: ہرقل کی لغت میں مختلف اقوال ہیں۔ (۱) ہا کے کسرہ اور راء کے فتحہ اور قاف کے سکون کے ساتھ۔

(۲) ہاء کے کسرہ، راء کے سکون اور قاف کے کسرہ کے ساتھ لیکن اول مشہور ہے یہ ملک روم کے بادشاہ کا اسم علم ہے۔

السَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى: "وفیہ اشارۃ الی انہ لا یجوز الابتداء بالسلام لغیر اھل الاسلام"

یعنی اس میں اشارہ ہے کہ غیر مسلم کو ابتداء بالسلام نہیں کرنا چاہئے۔ (کمافی الرقاۃ ج ۷ ص ۳۴۱)

مسئلہ: کفار کو سلام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اوّل: عند البعض کافر کو ابتداءً سلام کرنا جائز نہیں یہی قول امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا نقل کیا گیا ہے۔

قول ثانی: عند البعض کافروں کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "لا تبدء وا الیھود ولا النصاری بالسلام" جبکہ درمختار میں ہے کہ بوقت ضرورت وحاجت سلام کرنے کی گنجائش ہے۔

قول ثالث: عند البعض اگر کسی یہودی یا نصرانی کو خط لکھنا ہو تو رسول کریم ﷺ کی اتباع میں ''السلام علی من اتبع الھدی'' لکھنا جائز ہے۔

اس حدیث الباب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط لکھے ہیں ان کے متعلق بتا رہے ہیں کہ کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف خطوط بھیجے۔ یہاں حدیث میں نجاشی سے مراد وہ نجاشی نہیں جس کا نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے بلکہ یہ بعد کا کوئی نجاشی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ خط و کتابت جائز ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَتْمِ الْكِتَابِ

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَرَادَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيلَ لَهُ إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ لوگ بغیر مہر کے کوئی چیز قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں گویا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں (اب بھی) اس کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ''خاتم'' بفتح الخاء والتاء وہ آلہ جس سے مہر لگائی جاتی ہے۔ ٦ھ میں جب صلح حدیبیہ ہوئی اور مسلمانوں اور اہل مکہ میں جنگ بندی ہوگئی اور راستے پرامن ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ مناسب سمجھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے بڑے بادشاہوں اور حکام اور سرداروں کو دعوت اسلام کیلئے خطوط بھیجے جائیں جب آپ ﷺ نے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اکثر بادشاہ اور سربراہان مملکت بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے اس لئے آپ ﷺ نے مہر بنوانے کی ضرورت محسوس کی تو آپ ﷺ نے انگوٹھی کی مہر بنوائی اور وہ ابتداءً سونے کی تھی لیکن سونے کی حرمت کے بعد آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔

آپ ﷺ کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس رہی پھر ان کے بعد حضرت عمر ؓ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد جب حضرت عثمان ؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کے پاس رہی لیکن ان کے آخری دور میں وہ انگوٹھی ایک دن معیقیب (یہ حضرت عثمان ؓ کے خادم تھے) کے ہاتھ سے بیئر اریس میں گر پڑی اس کو بہت زیادہ تلاش کیا گیا مگر نہ ملی۔

سوال: بخاری شریف کی روایات کے پیش نظر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ بیئر اریس کے کنارے پر بیٹھے تھے تو وہ انگوٹھی نکال کر اس سے کھیلنے لگے پس اس وقت وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی راوی کہتے ہیں کہ ہم تین دن تک کنویں سے پانی نکالتے رہے لیکن ہمیں انگوٹھی نہ مل سکی؟ **جواب:** اس میں یہ احتمال ہے کہ حضرت عثمان ؓ سعید بن ابی العاص ؓ کے آزاد کردہ غلام معیقیب کو پکڑا رہے ہوں تو اسی اثناء میں وہ کنویں میں گر گئی ہو اس وجہ سے سقوط کی نسبت دونوں کی طرف کر دی گئی۔

بَابٌ كَيْفَ السَّلَامُ؟

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَصَاحِبَانِ لِي قَدْ ذَهَبَتْ أَسْمَاعُنَا وَأَبْصَارُنَا مِنَ الْجَهْدِ فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ أَنْفُسَنَا عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَيْسَ أَحَدٌ يَقْبَلُنَا فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى بِنَا أَهْلَهُ فَإِذَا ثَلَاثَةُ أَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَلِبُوا هٰذَا اللَّبَنَ فَكُنَّا نَحْتَلِبُهُ فَيَشْرَبُ كُلُّ إِنْسَانٍ نَصِيبَهُ وَنَرْفَعُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبَهُ فَيَجِيئُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ النَّائِمَ وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَأْتِي شَرَابَهُ فَيَشْرَبُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ بن مبارک، سلیمان بن مغیرۃ، ثابت بنانی، ابن ابی لیلی، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی مدینہ میں آئے۔ ہمارے کان اور آنکھیں بھوک کی وجہ سے کمزور ہوگئی تھیں۔ ہم خود کو صحابہ کے سامنے پیش کرتے تو کوئی ہمیں قبول نہ کرتا۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے وہاں تین بکریاں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ان کا دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم ان کا دودھ دوہتے اور ہر ایک اپنے حصے کا دودھ پی لیتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ رکھ دیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سونے والا نہ جاگتا اور جاگنے والا سن لیتا۔ پھر مسجد جاتے اور نماز پڑھتے پھر واپس آتے اور اپنے حصے کا دودھ پیتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب سے چند امور ثابت ہوئے **اول:** اگر کوئی شخص سویا ہوا ہو یا بیدار ہو تو اس کو آہستہ سلام کرنا چاہیے تاکہ سونے والا بیدار نہ ہو جائے یہی حکم اس وقت ہے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو۔ حدیث الباب میں بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت گھر تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لے اور سونے والا جاگ نہ جائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مشروب کے پاس آتے اور اس کو نوش فرماتے۔ **ثانی:** فقر و فاقہ سے مارے ہوئے لوگ اگر کسی سے سہارا طلب کریں تو استطاعت ہو تو ضرور ان کی غمخواری کریں وگرنہ اچھے انداز سے معذرت کرلیں۔ **ثالث:** جس قدر ہو سکے کمزور اور ضعیف لوگوں کی ہر لحاظ سے خدمت کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيمِ عَلَى مَنْ يَبُولُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ

محمد بن بشار و نصر بن علی، ابو احمد زبیری، سفیان، ضحاک بن عثمان، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي الْبَاب عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ الْفَغْوَاءِ وَجَابِرٍ وَالْبَرَاءِ وَالْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ محمد بن یحییٰ، محمد بن یوسف سے وہ سفیان سے اور وہ ضحاک بن عثمان سے اس سند سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ اس باب میں حضرت علقمہ بن فغواء، جابر، براء اور مہاجر بن قنفذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح خیر الشذی جلد اول ۳۰۶ باب کراھیۃ رد السلام غیر متوضی کے ذیل میں گزر چکی ہے وہاں غیر متوضی کی وجہ سے اس حدیث کو ابواب الطہارت میں ذکر کیا اور یہاں رد السلام کی وجہ سے ابواب الاستیذ ان میں ذکر کیا فلا اشکال۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُولَ عَلَيْكَ السَّلَامُ مُبْتَدِأً

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ طَلَبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ فَجَلَسْتُ فَإِذَا نَفَرٌ هُوَ فِيهِمْ وَلَا أَعْرِفُهُ وَهُوَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ مَعَهُ بَعْضُهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ إِذَا لَقِيَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَلْيَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ

سوید، عبداللہ، خالد حذاء، حضرت ابوتمیمہ ہجیمی اپنی قوم کے ایک شخص کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پا کر ایک جگہ بیٹھ گیا اتنے میں چند لوگ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہی میں تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان صلح کرا رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے جب یہ دیکھا تو میں بھی کہنے لگا علیک السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تین مرتبہ اسی طرح کیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے ملے تو یوں کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیتے

أَبُو غِفَارٍ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِي جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ الْهُجَيْمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَأَبُو تَمِيمَةَ اسْمُهُ طَرِيفُ بْنُ مُجَالِدٍ

ہوئے تین مرتبہ فرمایا علیک و رحمۃ اللہ ابوغفار یہ حدیث ابی تمیمہ ہجیمی سے اور ابوجری جابر بن سلیم ہجیمی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اور یہ حدیث ذکر کی۔ ابوتمیمہ کا نام ظریف بن مجالد ہے۔

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي غِفَارٍ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ الطَّائِيِّ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَلَكِنْ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذَكَرَ قِصَّةً طَوِيلَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حسن بن علی، ابواسامۃ، ابوغفار مثنی بن سعید طائی، ابوتمیمہ ہجیمی، حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا علیک السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیک السلام نہ کہو بلکہ السلام علیکم کہو۔ رداوی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

اسحاق بن منصور، عبدالصمد بن عبدالوارث، عبداللہ بن مثنی، ثمامۃ بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام جب کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے اور جب بات کرتے تو اسے بھی تین (ہی) مرتبہ دہراتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نووارد صحابیؓ نے تین بار سلام کیا اور چونکہ تین بار سلام کرنا غلط طریقہ تھا اس لئے پہلے سلام کا طریقہ بتایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو تین مرتبہ جواب دیا اور جواب دینا ان کے حوصلہ افزائی دلداری کے لئے تھا ورنہ شرعاً ایسا کرنا ضروری نہیں۔

إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا: آپ ہر ہر کلمہ کو تین تین بار نہیں فرماتے تھے بلکہ جس کام کی اہمیت مطلوب ہوتی یا اس کا مضمون مشکل ہوتا تو اس کو تین بار فرماتے یہ اس وجہ سے ہوتا تھا کہ لوگوں کے تین درجے ہیں (۱) ادنی، (۲) متوسط، (۳) اعلی اسی لیے کہا جاتا ہے ''من لم يفهم في ثلاث مرات لم يفهم ابدا''

سَلَّمَ ثَلَاثًا: تین مرتبہ سلام کی علماء نے تین توجیہات کی ہیں (۱) جب مجمع بڑا ہوتا تو اس وقت آپ ﷺ ایک سلام سامنے دوسرا دائیں طرف تیسرا بائیں طرف ارشاد فرماتے (۲) یہ سلام استیذان کیلئے ہوتا تھا کہ جس طرح تین بار اجازت مانگنے سے اجازت مل جائے تو گھر میں داخل ہونا درست ہے اور اگر اجازت نہ ملے تو داخل نہ ہونا چاہیے (۳) یا پہلا سلام استیذان کا دوسرا سلام تحیہ کا اور تیسرا سلام وداع کا ہوتا تھا۔

بَابٌ (بلا ترجمہ)

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي مُرَّةَ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ فَلَمَّا وَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَا فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَى فَاسْتَحْيَى اللّٰهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ وَأَبُو مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ وَاسْمُهُ يَزِيدُ وَيُقَالُ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

انصاری، معن، مالک، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ، ابومرۃ، حضرت ابوواقد لیثی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی آئے ان میں سے دو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آ گئے اور ایک چلا گیا۔ وہ دونوں جب آپؐ کے پاس کھڑے ہوئے تو انہوں نے آپؐ کو سلام کہا ان میں سے ایک نے لوگوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا جبکہ دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھا اور تیسرا تو پیٹھ موڑ کر چلا ہی گیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ان تینوں کا حال نہ بتاؤں۔ ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف ٹھکانہ بنانا چاہا تو اللہ نے اسے پناہ دے دی۔ دوسرے نے شرم کی (اور پیچھے بیٹھ گیا) تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوواقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے اور ابومرہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولیٰ ہیں۔ ان کا نام یزید ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عقیل بن ابی طالب کے مولیٰ ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَاهُ زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ سِمَاكٍ

علی بن حجر، شریک، سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر شخص جہاں جگہ پاتے وہیں بیٹھ جاتے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اسے زبیر بن معاویہ سماک سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں تین اشخاص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ایک وہ شخص ہے جو حلقہ میں گھس کر بیٹھے ہوئے تھے یہ اس صورت میں ہے کہ جب بیٹھنے کی جگہ موجود ہو فرجۃ ہو اور دوسرا شخص لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔ پہلے نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے پناہ دی اور دوسرا شرمایا تو اللہ تعالیٰ اس سے شرمائے اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے روگردانی کی۔

بَابُ مَا جَاءَ مَا عَلَى الْجَالِسِ فِي الطَّرِيقِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِنَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ فَاعِلِينَ فَرُدُّوا السَّلَامَ وَأَعِينُوا الْمَظْلُومَ وَاهْدُوا السَّبِيلَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، ابواسحاق، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے وہ راستے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے لئے راستے میں بیٹھنا ضروری ہو تو ہر سلام کرنے والے کا جواب دو، مظلوم کی مدد کرو اور بھولے بھٹکے کو راستہ بتاؤ۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابوشریح خزاعی سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے راستہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے چونکہ راستہ میں عورتیں گزرتی ہیں بدنظری ہوتی ہے اس لئے راستے میں نہ بیٹھیں اگر بیٹھنا ہی پڑے تو پھر راستے کا حق ادا کیا جائے اور راستے کا حق یہ ہے کہ گزرنے والے کو سلام کریں، مظلوم کی مدد کریں اور بوجھ اٹھانے والے کی مدد کریں راستہ پوچھنے والے کو سیدھا راستہ بتائیں اور کسی پر آوازیں نہ کسیں کسی پر بلاوجہ تہمت نہ لگائیں اور نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچائیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُصَافَحَةِ

مصافحہ کے معنی ہیں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا اور اس کے معنی عفو و درگزر کے بھی ہیں جب دو شخص آپس میں ناراض ہوں پھر وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو گویا انہوں نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا۔ سلام کے بعد مصافحہ کرنا سنت و مستحب ہے لیکن سلام و مصافحہ کو کسی وقت کیساتھ خاص کر لینا مثلاً جمعہ وعیدین کے بعد یا فجر کی نماز کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد یہ بدعات مذمومہ میں سے ہے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ سلام کرتے وقت مسنون یہی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے ایک ہاتھ سے نہ کیا جائے ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا فرقہ غیر مقلدین کا شیوہ ہے۔ ہاں اگر سلف وصالحین میں سے کسی وقت کسی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تو وہ عام عادت نہیں۔ عام عادت جو منقول ہے اور جن کو علماء و صلحاء نے کامل سنت کہا ہے وہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيَنْحَنِي لَهُ قَالَ لَا قَالَ أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ لَا قَالَ فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ قَالَ نَعَمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی یا دوست کو ملے تو کیا اس کے لئے جھکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا تو کیا اس سے گلے مل کر اس کا بوسہ لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ حدیث حسن ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ كَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ، ہمام، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مصافحہ کرنے کا رواج تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: مصافحہ کے بارے میں تحقیقی کلام: مصافحہ ایک ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور دو ہاتھوں سے بھی۔ احادیث میں دونوں طرح کے مصافحہ کا ذکر ہے اس لئے مصافحہ خواہ ایک ہاتھ سے کیا جائے یا دونوں ہاتھوں سے اس سے سنت ادا ہو جائے گی لیکن چونکہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا طریقہ کافروں کا شعار بن چکا ہے اس لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے تا کہ کفار کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔

مصافحہ کے بارے میں کئی احادیث آتی ہیں ''من تمام التحية الاخذ باليد'' اور اسی طرح یہ حدیث بھی آتی ہے ''عن انس ما من مسلمين التقيا اخذا احد هما بيد صاحبه الاكان حق على الله ان يحضر دعاءهما ولا يفرق بين ايديهما حتى يغفرلهما'' ابوداود شریف میں روایت ہے ''قال اذا التقى المسلمان فيتصافحا وحمد الله و استغفراه غفر لهما'' مسند احمد میں روایت ہے ''وتمام تحيا تكم بينكم المصافحة'' ان احادیث میں مصافحہ کا ذکر آتا ہے طریقہ کا ذکر نہیں البتہ بخاری کی حدیث ''علمني النبي صلى الله عليه وسلم وكفى بين كفيه'' (بخاری ص ۹۲۶) میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ابن مسعود کا ہاتھ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو ہاتھوں سے سلام کرنا چاہیے ادب کا تقاضا اور احترام کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے سلام کیا جائے اس سے عاجزی ظاہر ہو گی اور تکبر بھی نہیں ہو گا۔

مصافحہ کرنے کی دعا ''يغفر الله لنا ولكم'' یہ دعا اکثر مسنون دعاؤں کے نام پر چھپی کتب میں نہیں ملتیں لیکن اس دعا کو بھی ان مسنون دعاؤں میں شامل ہونا چاہیے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعُدَّهُ مَحْفُوظًا و قَالَ إِنَّمَا أَرَادَ عِنْدِي

احمد بن عبدۃ ضبی، یحیی بن سلیم طائفی، سفیان، منصور، خیثمہ، ایک آدمی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مصافحہ کرنا (یعنی ہاتھ پکڑنا) سلام کی تکمیل ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف یحیی بن سلیم کی سفیان سے روایت سے جانتے ہیں۔ (امام ترمذی کہتے ہیں) میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اسے محفوظ احادیث میں شمار نہیں کیا۔ اور کہ شاید یحیی نے سفیان کی منصور سے مروی حدیث کا ارادہ کیا ہو جو خیثمہ ایک

حَدِيثَ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ مَنْ سَمِعَ ابْنَ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا سَمَرَ إِلَّا لِمُصَلٍّ أَوْ مُسَافِرٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَإِنَّمَا يُرْوَى عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ أَوْ غَيْرِهِ قَالَ مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ

ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نمازی اور مسافر کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے رات کو باتیں کرنا درست نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں منصور ابواسحاق سے وہ عبدالرحمن یا کسی اور سے نقل کرتے ہیں کہ مصافحہ کرنا تحیہ (سلام) کو پورا کرنا ہے

تشریح: وتمام تحیاتکم بینکم المصافحة: اس کے دو مطلب ہیں (۲) زیادتی ونقصان اور تکلفات سے ہٹ کر معتدل طریقہ یہ ہے کہ سلام ومصافحہ پر اکتفاء کرو اس سے زائد نہ کرو ورنہ تکلف میں پڑ جاؤ گے۔

(۲) یا دونوں امور اپنی جگہ کمال کا ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں اور اگر دونوں پر عمل کرو گے تو کمال درجہ حاصل ہوگا۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۷۶)

سند پر کلام: یہ حدیث غریب ہے کہتے ہیں کہ میں یحییٰ بن سلیم کی حدیث کے علاوہ نہیں جانتے اس کے بارے میں اسماعیل بخاریؒ سے سنا وہ اس کو محفوظ شمار نہیں کرتے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ أَنْ يَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ أَوْ قَالَ عَلَى يَدِهِ فَيَسْأَلُهُ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ هٰذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ زَحْرٍ ثِقَةٌ وَعَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ ضَعِيفٌ وَالْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَالْقَاسِمُ شَامِيٌّ

سوید بن نصر، عبداللہ، یحیی بن ایوب، عبیداللہ بن زحر، علی بن یزید، قاسم ابوعبدالرحمن، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مریض کی پیشانی یا فرمایا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور اس سے اس کی کیفیت پوچھنا پوری عیادت ہے اور تمہارے درمیان مصافحہ پورا تحیہ (سلام) ہے۔ اس حدیث کی سند قوی نہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن زحر ثقہ ہے اور علی بن یزید ضعیف ہیں۔ قاسم سے مراد ابن عبدالرحمن ہیں اور ان کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے۔ یہ ثقہ ہیں اور یہ عبدالرحمن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے مولیٰ اور شامی ہیں۔

تشریح: بیمار پرسی کرنے والا جب بیمار کی دیکھ بھال کرتا ہے یا اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتا ہے یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے تو اس کے بعد اس مریض کی صحت وغیرہ کے بارے میں اس کو پوچھنا چاہیے۔

سند پر کلام: اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں اس کا راوی عبداللہ تو ثقہ ہے مگر اس کا استاد علی بن یزید ضعیف ہے پھر اس کا استاد قاسم ہے جس کے باپ کا نام عبدالرحمن ہے۔

اور اس کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے یہ راوی ثقہ ہے اور وہ عبد الرحمن بن خالد کا آزاد کردہ ہے یہ قاسم شامی ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَيُرْوَى هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْبَرَاءِ

سفیان بن وکیع و اسحاق بن منصور، عبداللہ بن نمیر، اجلح، ابواسحاق، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں جدا ہونے سے پہلے بخش دیتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس حدیث کو ابواسحاق براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی کئی سندوں سے منقول ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملنے کے بعد سلام کرتے ہیں یعنی مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور کشادہ پیشانی والا وہ ہوتا ہے جو بشاشت کے ساتھ اپنے ساتھی سے ملتا ہے اور جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے نوے رحمتیں تو اس شخص پر جس نے پہل کی تھی اور دس رحمتیں اس شخص پر جس نے مصافحہ کیا۔

قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا: اسکے دو مطلب ہیں (۱) تفرق ابدان مراد ہے (۲) تفرق یدین مراد ہے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ ان کو بخش دیتا ہے اور دوسری صورت میں مطلب یہ بنے گا کہ ان دونوں کے ہاتھ آپس میں جدا ہونے سے پہلے اللہ ان کو بخش دیتا ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۷۵)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُعَانَقَةِ وَالْقُبْلَةِ

معانقہ کا شرعی حکم: اس کے حکم میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اوّل: امام ابوحنیفہؒ کے مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے قول کی طرح کہ معانقہ میں کوئی ممانعت نہیں دوسری روایات امام مالکؒ اور امام محمدؒ کے قول کی طرح ہیں کہ معانقہ مکروہ ہے اور اسی طرح ''تقبیل فم الرجل اویدہ'' بھی مکروہ ہے۔

قول ثانی: امام شافعیؒ کے نزدیک سفر سے واپس آنے والے کیلئے معانقہ درست ہے۔

قول ثالث: امام ابو منصور ماتریدیؒ نے دونوں قسم کی روایات میں اس طریقہ پر تطبیق دی ہے کہ اگر معانقہ بطریق شہوت یا بطور رسم کے ہو تو پھر مکروہ ہے اور اگر بطور اکرام و تعظیم کے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

قول رابع: بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ معانقہ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اور فقہاء کا آپس میں اختلاف ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ جب جسم پر کوئی قمیص وغیرہ نہ ہو اور اگر جسم پر جبہ یا قمیص پہنی ہوئی ہو تو پھر معانقہ کرنے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ بعض

لوگ سلام کرتے وقت گردن جھکاتے ہیں اوراسی طرح بعض حضرات دوسرے کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کو سلام کرتے وقت اس کے ہاتھ یا پیشانی کا بوسہ لیتا ہے تو بطور اعزاز واکرام کے ایسا کرنا جائز ہے ہاں اگر کوئی بزرگ اس بات کا خواہشمند ہو تو پھر اس کو بوسہ دینا جائز نہیں اسی طرح کسی کے سامنے زمین کا بوسہ لینا یا کسی کے سامنے سجدہ کرنا حرام ہے اور شرک ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل: مشکوٰۃ کی ایک روایت ہے "عن انس قال' قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی أخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال (لا) قال أفیلتزمہ ویقبلہ قال لا... الخ"

قول ثانی کی دلیل: حدیث الباب ہے "عن عائشہ قالت قدم زید بن حارثۃ المدینۃ ورسول اللہ ﷺ فی بیتی فأتاہ فقرع الباب فقام الیہ رسول اللہ ﷺ عریانًا یجر ثوبہ واللہ مارائیتہ عریانًا قبلہ ولا بعدہ فاعتنقہ وقبلہ"۔

قول ثانی کی دلیل کا جواب: یہ قبل النہی پر محمول ہے یا کراہت پر اس وقت محمول ہے جب معانقہ سے کسی کو خوش آمدید یا تعظیم کرنی مقصود ہو لیکن اگر تو دیع ،قدام یا طویل عرصے کی ملاقات ہو تو پھر معانقہ جائز ہے اور مذکورہ حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ زید بن حارثہ طویل عرصے کے بعد آ رہے تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَاللهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن اسماعیل، ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن عباد مدینی، ابو یحییٰ بن محمد، محمد بن اسحاق، محمد بن مسلم زہری، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت زید نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برہنہ کپڑے کھینچتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔ اللہ کی قسم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے یا بعد کبھی نہیں دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گلے لگایا اور ان کا بوسہ لیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے زہری کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: فَقَامَ إِلَيْهِ عُرْيَانًا: اس کا یہ مطلب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ننگے ہو کر باہر نکلے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی عموماً گھر میں سر سے ٹوپی اور قمیص اُتار کر بیٹھتا ہے، ناف سے لے کر گھٹنے تک جو ستر کا حصہ ہے وہ چھپا ہوتا ہے، باقی کپڑوں کو اتار دیا جاتا ہے، اور جب کوئی دروازہ پر آتا ہے تو پھر انسان جلدی سے تمام کپڑے پہن کر دروازے پر چلا جاتا ہے، لیکن نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ کی اتنی خوشی ہوئی کہ اوپر کی چادر اوڑھنا بھی بھول گئے اور ایسے ہی چادر کے بغیر ان کا استقبال کیا۔
سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح برہنہ حالت میں نہ تو اس سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ اس کے بعد، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت حاصل رہی اور ایک بستر اور ایک لحاف میں سونا ثابت ہے تو پھر یہ کیسے کہا ہے کہ میں نے اس طرح برہنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا؟
اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:
(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے استقبال کیلئے اس طرح بغیر چادر کے اس موقع کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا، گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطور اختصار کے یہ جملہ ذکر فرمایا فواللہ مارأیتہ عریانا قبلہ ولا بعدہ اور مراد اس سے مذکورہ طریقے سے استقبال ہے۔
(۲) بعض نے یہ مطلب ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ میں نے کمرے سے باہر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح برہنہ حالت میں نہیں دیکھا، کمرے کے اندر دیکھنے کی نفی کرنا مراد نہیں۔
یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ ایک جائز اور مسنون عمل ہے جبکہ حضرت انس کی گذشتہ باب کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معانقہ مشروع اور مسنون نہیں ہے، بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان سفر سے واپس آئے یا طویل عرصے کے بعد ملاقات ہو تو اس وقت معانقہ کرنا اور گلے لگا کر ملنا مسنون ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت زید کی آمد پر معانقہ فرمایا، اور جب انسان کسی سفر سے واپس نہ آئے تو پھر صرف مصافحہ کرنا مسنون ہے، معانقہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ حدیث انس میں اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانقہ سے منع فرمایا کہ وہاں کسی کا سفر سے آنے کا ذکر نہیں تھا، اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں کے مفہوم الگ الگ ہیں۔ (معارف ترمذی ج ۲ صفحہ ۵۶۶)

بَابُ مَا جَاءَ فِي قُبْلَةِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا إِلَى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

حضرت صفوان بن عسال فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو میرے ساتھ اس نبی کے پاس چلو۔ اس کے ساتھی نے کہا نبی نہ کہو کیونکہ اگر انہوں نے سن لیا تو خوشی سے ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نو نشانیوں کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوری نہ کرو، زنا

فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا بِبَرِيئٍ إِلَى ذِي سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْحَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تُوَلُّوا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودَ أَنْ لَا تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلُوا يَدَهُ وَرِجْلَيْهِ فَقَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُونِي قَالُوا إِنَّ دَاوُدَ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ فِي ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُودُ وَفِي الْبَابِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ وَابْنِ عُمَرَ وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

نہ کرو، ایسے شخص کو قتل نہ کرو جسے قتل کرنا حرام ہے، بے قصور شخص کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تا کہ وہ اسے قتل کرے (یعنی تہمت وغیرہ لگا کر) جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، پاکباز عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ، کافروں سے مقابلہ کرتے وقت پیٹھ نہ پھیرو اور خصوصا اے یہود یو تمہارے لئے لازمی ہے کہ ہفتے کے دن حد سے تجاوز (یعنی ظلم و زیادتی) نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں پھر انہوں (یعنی یہودیوں) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر کون سی چیز تمہیں میری اتباع سے روکتی ہے۔ راوی کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی کہ نبی ہمیشہ ان کی اولاد میں سے ہوں۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے تو یہودی ہمیں قتل نہ کر دیں۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں ابواب کی حدیثوں میں بوسہ کا تذکرہ آیا ہے جبکہ گذشتہ باب مصافحہ میں حضرت انس کی حدیث میں بوسہ کی ممانعت ہے۔ ممانعت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل میں مطابقت یوں ہوگی کہ وہ بوسہ ممنوع ہے جو موجب فتنہ ہو یا شہوت کا اس میں شائبہ ہو اور وہ بوسہ جائز ہے جو بطور اعزاز و اکرام ہو۔ ہاتھ پاؤں چومنے کے بارے میں یہ ہے کہ پاؤں کا چومنا بالاتفاق مکروہ وغیرہ غیر درست ہے اور ہاتھ کا چومنا بھی مکروہ ہے لیکن متاخرین نے علماء اور صلحاء کا ہاتھ چومنے کی اجازت دی ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت تفصیل سے کی جاتی ہے۔ (درمختار)

ہاتھوں اور پاؤں کے چومنے میں روایات متعدد ہیں جو مختصراً بیان کی جاتی ہیں۔

اول: حضرت ابولبابہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جب توبہ قبول ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک چومے۔

ثانی: وفد عبدالقیس والے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما۔

ثالث: حدیث الباب میں ہے کہ دو یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پیر کو چوما۔

رابع: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک چوما۔

خامس: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بدو اور درخت کے واقعہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور پاؤں مبارک چوموں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

سادس: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ کو چوما جب انہوں نے حضرت زید کی رکاب تھامی تھی۔

سابع: حضرت ابو مالک اشجعی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا آپ اپنا وہ ہاتھ مجھے دکھادیں جس سے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی انہوں نے ہاتھ آگے کیا پس ابو مالکؒ نے ان کے ہاتھ کو چوما۔

اس بارے میں روایات متعدد آئی ہیں اس لئے فقہاء کی متعدد آراء ہیں۔

جمہور ائمہ علماء احناف کا قول یہ ہے کہ قدم بوسی کی اجازت نہیں کیونکہ اس میں ہندوؤں کی مشابہت ہے وہ اپنے بڑوں کے پاؤں چومتے ہیں اور وہ اس کو تعظیم خیال کرتے ہیں۔

اور رہی قبلۃ الید، دست بوسی اگرچہ جائز ہے لیکن اس میں بھی جھکنا پڑتا ہے اور اس میں رکوع کی مشابہت حاصل ہوجاتی ہے تو لہٰذا یہ بھی سجدہ ہی کی طرح ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے۔

مالکیہ حضرات ہاتھ و پاؤں دونوں کی تقبیل کی ممانعت کے قائل ہیں اس طرح کی روایت کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کسی کی بزرگی، نیکی، علم وشرافت کی وجہ سے یا دیگر دینی فضائل کی وجہ سے ہاتھ چومنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے البتہ کسی کی مالداری اور دبدبہ یا شوکت کی وجہ سے یا جاہ وجلال کی وجہ سے ہاتھوں کو چومنا مکروہ ہے۔

كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ: یہ ایک محاورہ ہے جو خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے کہ خوشی سے اس کی چار آنکھیں ہوگئیں خوشی کے موقع پر آنکھیں پھیلتی ہیں اور دور دور تک دیکھتی ہیں جیسے غمی کے وقت آنکھیں سکڑتی ہیں بلکہ بسا اوقات تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ: سوال: ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو نشانیوں کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں دس احکام بیان فرمائے بظاہر سوال وجواب میں مطابقت نہیں بنتی۔

جواب اول: اس حدیث میں ایک راوی عبداللہ بن سلمہ ہے اس کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی یادداشت آخیر زمانہ میں بگڑ گئی تھی تو اس نے اس حدیث میں تسع کا اضافہ کیا۔ عبارت صرف عن ایات بینات تھی اور اس طرح اس وجہ سے شیخین سے کسی نے پوچھا کہ آپ صفوان کی احادیث کیوں نہیں لیتے تو فرمایا لفساد الطریق الیہ اس کی سند صحیح نہ ہونے کی وجہ سے۔

جواب ثانی: اصل میں یہود بھی دس احکامات پوچھ رہے تھے جو انہوں نے تورات سے غائب کردیئے اور وہ احکامات ان کے بڑے بڑے علماء بھی نہیں جانتے تھے تو ان کا خیال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہیں ہوں گے جب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تفصیل سے سب بتادیئے جو کہ حدیث میں مذکور ہیں۔

فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُونِي: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پھر تمہیں کس چیز نے میری اتباع سے روکا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ ان کی ذریت سے ہی نبی آتے رہیں پس اگر کوئی اور نبی ظاہر ہوا اور اس کے متبعین بن گئے تو وہ ہمیں قتل کردیں گے اس اندیشہ سے ہم آپ پر ایمان نہیں لائے۔ مگر یہ بات ان کی غلط ہے کیونکہ

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسی کوئی دعا نہیں کی اور اگر کی تھی تو یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کیوں نہیں لائے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَرْحَبًا

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَنَا اَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ اَنَا أُمُّ هَانِئٍ قَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَذَكَرَ قِصَّةً فِي الْحَدِيثِ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسحاق بن موسیٰ انصاری، معن، مالک، ابونضر، ابومرۃ مولیٰ ام ہانی بن ابی طالب، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کپڑے سے پردہ کر رکھا تھا۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں میں نے سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں ام ہانی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام ھانی کا آنا مبارک ہو۔ اور پھر راوی نے ایک طویل قصہ ذکر کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ابواب السیر باب ماجاء فی امان المرأۃ والعبد کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِي جَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جِئْتُهُ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي جُحَيْفَةَ وَهٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصَحِيحٍ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ مُوسَى بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ سُفْيَانَ وَمُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ وَرَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ وَهٰذَا اَصَحُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَقُولُ مُوسَى بْنُ

عبداللہ بن حمید وغیر واحد، موسیٰ بن مسعود، سفیان، ابواسحاق، حضرت عکرمہ بن ابی جہل سے روایت ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مہاجر سوار کا آنا مبارک ہو (یعنی مہاجر سوار کو مرحبا) اس باب میں حضرت بریدہ، ابن عباس اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہم اسے موسیٰ بن مسعود کی سفیان سے روایت کے علاوہ نہیں پہچانتے موسیٰ بن مسعود ضعیف ہیں۔ پھر عبدالرحمن بن مہدی بھی سفیان سے اور وہ ابواسحاق سے مرسلاً نقل کرتے ہوئے مصعب بن سعد کا تذکرہ نہیں کرتے۔ یہ زیادہ صحیح ہے۔ میں نے محمد بن بشار سے سنا کہ موسیٰ بن مسعود حدیث میں ضعیف ہیں۔ محمد بن بشار کہتے

مَسْعُوْدٍ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَكَتَبْتُ كَثِيرًا عَنْ مُوسَى بْنِ مَسْعُوْدٍ تَرَكْتُهُ

ہیں کہ میں نے موسیٰ بن مسعود سے بہت سی حدیثیں لکھی تھیں لیکن پھر اسے چھوڑ دیا۔

تشریح: حضرت عکرمہؓ فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تھے لیکن یہ خالد بن ولید کے ہاتھوں شکست کھا کر یمن کی طرف بھاگ گئے تھے ان کی بیوی مسلمان ہوگئی تھی اور یہ اسلام لانے سے پہلے ابوجہل کی طرح اسلام کے بہت سخت خلاف تھے۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث ان کے پاس یمن گئیں اور ان کو اپنے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائیں انہوں نے گزشتہ تقصیرات پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اور معافی طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا اور پھر ان کو حسن اسلام کی ایسی دولت نصیب ہوئی کہ قابل رشک بن گئے یہاں تک کہ خدا کے دین کے جھنڈے کو سربلند کرتے ہوئے اپنی جان تک قربان کردی اور جنگ یرموک میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

باقی اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے بظاہر مناسبت معلوم نہیں ہورہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ خوش آمدید کہنا مصافحہ سے ایک طرح کی مناسبت رکھتا ہے اس اعتبار سے اس کو باب المصافحہ میں ذکر کیا۔

وفی الباب: اس باب میں دوسرے حضرات سے بھی منقول ہے آگے اس حدیث کے ضعف کو بیان کررہے ہیں کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن مسعود ہے جو کہ ضعیف ہے اور سفیان کے دوسرے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو منقطع روایت کرتے ہیں وہ سند میں مصعب کا ذکر نہیں کرتے اور یہی سند اصح ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد محمد بن بشار سے سنا وہ کہتے تھے کہ موسیٰ ضعیف راوی ہے اور مزید یہ کہا کہ جو حدیثیں موسیٰ سے لکھی تھیں پھر میں نے ان کو چھوڑ دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أَيُّوبَ وَالْبَرَاءِ وَأَبِي مَسْعُوْدٍ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔(۱) جب ملاقات کرے تو سلام کہے۔(۲) اگر وہ اسے دعوت دے تو وہ قبول کرے۔(۳) چھینک کا جواب دے (یعنی جب چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہے(۴) اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرے۔(۵) اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔(۶) اس کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ، ابوایوب، براء اور ابومسعودؓ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اور کئی سندوں سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ بعض محدثین نے حارث اعور کے بارے میں کلام کیا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْمَخْزُومِيُّ الْمَدِينِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْمَخْزُومِيُّ الْمَدِينِيُّ ثِقَةٌ رَوَى عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ

قتیبہ بن سعید، محمد بن موسیٰ مخزومی مدینی، سعید بن ابی سعید مقبری، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا مومن کے مومن پر چھ حقوق ہیں ،(۱) جب بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے(۲) اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہو(۳) اس کی دعوت قبول کرے(۴) اگر اس سے ملاقات ہو تو سلام کرے (۵) اسے چھینک آئے تو جواب دے(۶) اس کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کی خیر خواہی کرے یہ حدیث صحیح ہے اور محمد بن موسیٰ مخزومی مدینی ثقہ ہیں ان سے عبدالعزیز بن محمد اور ابن فدیک روایت کرتے ہیں۔

تشریح: چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا یہ بھی مسلمان کے مسلمان پر حقوق ہیں اس کے بارے میں فقہی کا حکم کیا ہے۔

مسئلہ: کسی کی چھینک کا جواب دینے کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

قول اوّل: امام شافعیؒ کے نزدیک چھینک کا جواب سنت علی الکفایہ ہے۔

قول ثانی: امام مالکؒ کے مختلف اقوال ہیں۔ان کے ہاں وجوب، سنت، استحباب کا بھی قول ہے۔

قول ثالث: بعض اصحاب ظواہر اور غیر مقلدین کے نزدیک چھینک کا جواب دینا فرض ہے۔

قول رابع: احناف کے نزدیک چھینک کا جواب دینا واجب علی الکفایہ ہے اور یہی قول اکثر حنابلہ کا ہے۔

اصحاب ظواہر کی دلیل اول: یہی حدیث جو بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب فاذا عطس فحمد اللہ فحق علی کل مسلم سمعہ... الخ'' اس آخری جملے سے استدلال کرتے ہیں۔(باب مایستحب من العطاس وما یکرہ من التثاؤب)

دلیل ثانی: مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور روایت ہے ''حق المسلم علی المسلم ست'' اس حدیث میں مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق بتلائے ہیں ان میں سے ایک حق چھینک کا جواب دینا بھی ہے اور حق فرض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے۔

دلیل ثالث: بخاری شریف میں اور مسلم شریف میں ایک اور روایت جو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے ''خمس تجب للمسلم علی المسلم'' ان میں سے ایک حق چھینک کا جواب دینا بھی ہے (بخاری شریف کتاب الجنائز باب الامر باتباع الجنائز)

ان دلائل میں ''تجب'' کے الفاظ صراحتاً موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے۔

احناف اور مالکیہ حضرات کی دلیل: یہی حدیث الباب ہے نیز جن کے نزدیک چھینک کا جواب فرض ہے وہ فرض کفایہ ہونے کے منافی نہیں ہے جیسا کہ کسی نے سلام کا جواب دیدیا تو سب کیلئے کافی ہو جائیگا نیز یہ جواب اس وقت ہے جب چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا ہو۔

باب ما يقول العاطس إذا عطس

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَضْرَمِيٌّ مَوْلَى آلِ الْجَارُودِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَلَيْسَ هَكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زِيَادِ بْنِ الرَّبِيعِ

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا (الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں (الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ) لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح نہیں سکھایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ کلمات سکھائے (الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ) یعنی ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف زیاد بن ربیع کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: حدیث کی شرح ترجمہ سے واضح ہے اس حدیث کی سند میں ایک راوی زیادہ ہے یہ بصری اور ثقہ راوی ہے اور حضرمی ایک ہی راوی ہے۔

باب ما جاء كيف يشمت العاطس

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ دَيْلَمَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ الْيَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُونَ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ يَرْحَمُكُمُ اللَّهُ فَيَقُولُ يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ فِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي أَيُّوبَ وَسَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، حکیم بن دیلم، ابو بردہ بن ابی موسی، حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکتے اور امید رکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (يَرْحَمُكُمُ اللَّهُ) کہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کہتے (يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ) یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست کرے۔ اس باب میں حضرت علی، ابو ایوب، سالم بن عبید، عبداللہ بن جعفر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ یہودیوں کی چھینک پر آپ ﷺ ''یرحمك الله'' نہیں کہتے تھے کیونکہ رحمت صرف مومنین کیلئے ہے البتہ آپ ﷺ ان کیلئے ہدایت کی دعا فرمالیا کرتے تھے نیز یہودیوں کی یہ شرارت تھی کہ آپ ﷺ ہمارے لئے ''یرحمك الله'' کہیں گے تو ہم جواب میں ''یهدیکم الله'' کہیں گے لیکن آپ ﷺ یہود کے کچھ کہنے سے پہلے جواب میں ہی یَهْدِيكُمُ اللَّهُ فرما دیتے۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کو آپ ﷺ کی معرفت کامل

حاصل تھی لیکن ان کو اسلام قبول کرنے میں تقلید یا حبِ ریاست آڑے تھی۔ یہودیوں کی چاہت تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے ان کو ہدایت دے گا اور حبِ ریاست کو زائل کر دیگا۔ ملا علی قاریؒ اس بات کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہودی صرف اس بات کے منتظر تھے کہ آپ ﷺ ان کیلئے دعائے رحمت کریں یہود ہدایت کی آرزو نہیں کرتے تھے نیز ہدایت کی دعا تو آپ ﷺ پوری امت کیلئے کرتے تھے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۹۸)

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّهُ كَانَ مَعَ الْقَوْمِ فِي سَفَرٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَقُلْ إِلَّا مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ يَرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللهُ وَلْيَقُلْ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ هٰذَا حَدِيثٌ اخْتَلَفُوا فِي رِوَايَتِهِ عَنْ مَنْصُورٍ وَقَدْ أَدْخَلُوا بَيْنَ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ وَسَالِمٍ رَجُلًا

محمود بن غیلان، ابو احمد، سفیان، منصور، ہلال بن یساف، حضرت سالم بن عبید ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكُم حضرت سالم نے فرمایا عَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ (تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی) یہ بات اس شخص پر شاق گزری تو حضرت سالم نے فرمایا جان لو کہ میں نے وہی جواب دیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو چھینک مار کر السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے پر دیا تھا۔ پھر فرمایا اگر تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) کہے اور جواب دینے والا کہے يَرْحَمُكَ اللهُ پھر پہلا کہے يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ یعنی اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے۔ اس حدیث کی روایت میں اختلاف ہے۔ بعض راوی ہلال بن یساف اور سالم کے درمیان ایک راوی کا اضافہ کرتے ہیں۔

تشریح: یعنی چھینک کے وقت حاضرین میں سے کسی کو سلام کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی اسکی کوئی اصل ہے بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہنے والے کے جواب میں چھینکنے والے کو "يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ" کیساتھ "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" کہنا بھی افضل ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص الحمد للہ کے علاوہ کوئی اور الفاظ کہے تو وہ چھینک کے جواب کا مستحق نہیں رہتا۔

سوال: پھر اس شخص نے الحمدللہ کے بجائے السلام علیکم کیوں کہا؟

جواب اول: اس کا گمان تھا کہ الحمدللہ کی جگہ السلام علیکم کہنا جائز ہے۔

جواب ثانی: ممکن ہے اس سے سبقت لسانی ہوگئی ہو۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۹۹)

سوال: حضرت سالم نے چھینکنے والے شخص کی غلطی پر اس کی ماں کا ذکر کیوں کیا؟

جواب اول: ''علی امك'' کہہ کر اس شخص کی نادانی کو ظاہر کرنا مقصود تھا جو اس شخص میں ماں کے اوصاف سرایت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئے اس لئے وہ اپنی ماں کے حق میں آفت سے سلامتی کا محتاج تھا اس لئے ''علی امك'' کہا۔

جواب ثانی: یا حضرت سالم کے ارشاد سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ جو کچھ تجھ سے سرزد ہوا ہے یہ تیرا قصور نہیں بلکہ تیری ماں کا قصور ہے کہ اس نے تجھے صحیح تعلیم نہیں دی اور تیری صحیح تربیت نہیں کی اس لئے تم ان آداب سے محروم رہ گئے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَخِيهِ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلِ الَّذِي يَرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللهُ وَلْيَقُلْ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، ابن ابی لیلی، حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الْحَمْدُ لِلهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ" کہے (یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے) اسے جواب دینے والا "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہے اور پھر چھینکنے والا کہے "يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست کرے۔

تشریح: یہ حدیث اہل ظواہر کی دلیل ہے کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے۔

بالکم: اس کے تین معنی آتے ہیں (۱) قلب (۲) رخاء العیش (۳) حال۔ حدیث تینوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے تیسرے معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ پہلے دو معنوں کو بھی شامل ہو جائے نیز پہلا معنی مراد لینا بھی اولیٰ ہے کیونکہ جب دل صالح ہوتا ہے تو حال بھی صالح ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۹۸)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَهٰكَذَا رَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى يَضْطَرِبُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ أَحْيَانًا عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ أَحْيَانًا عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن مثنی، محمد بن جعفر سے وہ شعبہ سے وہ ابن ابی لیلی سے اس سند سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ شعبہ بھی اسے ابن ابی لیلی وہ ابوایوب سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی لیلی کو اس روایت میں اضطراب ہے۔ اس لئے کہ ابن ابی لیلی کبھی ابوایوب سے اور کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الثَّقَفِيُّ الْمَرْوَزِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَخِيهِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

محمد بن بشار، محمد بن یحیی ثقفی مروزی، یحیی بن سعید قطان، ابن ابی لیلی، عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ التَّشْمِيتِ بِحَمْدِ الْعَاطِسِ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ عَطَسَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَمِّتْهُ يَا رَسُولَ اللهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ابن ابی عمر، سفیان، سلیمان تیمی، حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کی چھینک کا جواب دیا لیکن دوسرے کی چھینک کا جواب نہیں دیا۔ اس پر دوسرے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور میری چھینک کا جواب نہیں دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور تم نے نہیں کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اس شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو چھینک کے جواب کا مستحق نہیں نیز جو چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے اسکے جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا جائیگا اسی طرح جس شخص کو زکام، نزلہ کی وجہ سے بار بار چھینکیں آتی ہوں اس کی ہر چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا جائیگا کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق کی قبیل سے ہے کہ وہ بار بار چھینکتا رہے اور یہ بار بار جواب دیتا رہے اور اگر کسی کافر کو چھینک آجائے تو اسکے جواب میں یرحمک اللہ نہیں کہا جائیگا کیونکہ کافر پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور نہ وہ اسکا مستحق ہے بلکہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ كَمْ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا شَاهِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُكَ اللهُ ثُمَّ عَطَسَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا رَجُلٌ مَزْكُومٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید، عبداللہ، عکرمہ بن عمار، حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میری موجودگی میں ایک شخص کو چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یَرْحَمُكَ اللهُ پھر اسے دوبارہ چھینک آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو زکام ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، عکرمہ، ایاس بن سلمہ ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے انہوں نے یحیی بن سعید سے وہ عکرمہ سے وہ ایاس بن سلمہ سے وہ اپنے والد سلمہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَنْتَ مَزْكُومٌ هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ هٰذَا الْحَدِيثَ نَحْوَ رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ

وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ چھینکنے پر فرمایا کہ اسے زکام ہے۔ اور یہ ابن مبارک کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ بھی عکرمہ بن عمار سے یہی حدیث یحیی بن سعید کی مانند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بْنُ الْحَكَمِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ بِهٰذَا

احمد بن حکم بصری، محمد بن جعفر، شعبہ، عکرمہ بن عمار ہم سے یہ حدیث روایت کی احمد بن حکم نے انہوں نے محمد بن جعفر سے انہوں نے شعبہ سے اور انہوں نے عکرمہ بن عمار سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا تعلق دوسری صورت کیساتھ ہے کہ جس کو دو یا تین مرتبہ چھینک آئے یا اس سے زیادہ تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ سوال: شرح مسلم میں امام نووی فرماتے ہیں کہ جب چھینکنے والا مریض ہو تو اس کیلئے دعا کی جائے کیونکہ وہ دوسروں سے بڑھ کر دعا کا مستحق ہے؟ جواب: ایسے شخص کیلئے دعا کرنا مستحب ہے لیکن چھینک والی دعا کے علاوہ دعا کی جائیگی مثلاً عافیت وسلامتی کی دعا (مرقاۃ ج۹ ص۹۷)

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ السَّلُولِيُّ الْكُوفِيُّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أَبِيهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَإِنْ زَادَ فَإِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ

قاسم بن دینار کوفی، اسحاق بن منصور سلولی کوفی، عبدالسلام بن حرب، یزید بن عبدالرحمن ابی خالد دالانی، حضرت عمرو بن اسحاق بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے اور وہ ان کے والد سے نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھینکنے والوں کو تین مرتبہ جواب دو۔ اگر اس سے زیادہ مرتبہ چھینکے تو تمہیں اختیار ہے چاہو تو جواب دو چاہو تو (جواب) نہ دو۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند مجہول ہے۔

تشریح: تعارض ورفع تعارض: اس حدیث میں تین بار چھینک کا جواب دینے کا ذکر ہے جبکہ ماقبل میں ایک بار اور دو بار چھینک کے جواب کا ذکر ہے یہ ایک قسم کا تعارض ہو گیا۔

جواب: جب اندازہ ہو جائے کہ چھینکنے والا مریض ہے تو پھر دعا دینا ضروری نہیں خواہ یہ اندازہ پہلی بار ہی ہو جائے یا دوسری بار یا تیسری بار نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تین بار کہنے والی روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند مجہول ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَفْضِ الصَّوْتِ وَتَخْمِيرِ الْوَجْهِ عِنْدَ الْعُطَاسِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَزِيرٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى

محمد بن وزیر واسطی، یحیی بن سعید، محمد بن عجلان، سمی، ابوصالح،

بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَطَسَ غَطَّى وَجْهَهُ بِيَدِهِ أَوْ بِثَوْبِهِ وَغَضَّ بِهَا صَوْتَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرہ مبارک کو ہاتھوں سے یا کسی کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز پست کرتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: چھینکتے وقت چہرے کو ڈھانک لینا چاہیے اور حتی الامکان اپنی آواز کو پست کیا جائے۔ چہرے کو ڈھانکنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دوران چھینک انسان کی ہیئت تبدیل ہوجاتی ہے اس لئے چہرے پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لینا چاہیے تاکہ چھینکتے وقت چہرے کی حالت میں جو تغیر واقع ہو اس کو کوئی نہ دیکھے یا اس کا حکم اس لئے دیا کہ دوران چھینک انسان کے ناک اور منہ سے ذرات نکل کر دوسرے پر نہ پڑ جائیں اور یہ ایذاء کا سبب نہ بنیں نیز بعض بزرگوں سے یہ منقول ہے کہ چھینک کے بعد چونکہ انسان کی ہیئت تبدیلی کے بعد اصلی حالت میں آجاتی ہے اس لئے اس پر شکر ادا کرنے کیلئے الحمد للہ کہنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ مَا جَاءَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ

العطاس: چھینک کو کہتے ہیں اور تثاؤب کے معنی جمائی کے ہیں۔ جب آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ڈالی گئی تو ان کو چھینک آئی اللہ رب العزت نے حکم دیا کہ ''الحمد لله'' کہو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں ''یرحمك الله یا آدم'' کہا چھینک کا آنا یہ بھی اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے اس سے دماغ کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے اسی وجہ سے چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہا جائے اور اس کا جواب دینے والے کو ''یرحمك الله'' اور پھر چھینک مارنے والے کو ''یھدیکم الله ویصلح بالکم'' کہنا چاہئے۔ اس کے مدمقابل تثاؤب ہے۔ کہ تثاؤب کا آنا تھکان اور سستی کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ جس کو تثاؤب آئے اسے چاہیے کہ حتی الامکان اس کو روکے اگر نہ روک سکے تو منہ پر بایاں ہاتھ الٹا کر کے رکھ دے ''کما فی قوله علیه السلام اذا تثاءب احدکم فلیمسك بیده علی فیه فان الشیطان یدخل'' اور تثاؤب کے وقت آواز نکالنے سے شیطان خوب ہنستا ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسان جمائی لینے میں مبالغہ کرے تو شیطان خوش ہوتا ہے عند البعض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی جیسا کہ ابن ابی شیبہ والبخاری فی التاریخ یزید بن اصم سے مرسل روایت کرتے ہیں ''قال ما تثاؤب النبی ا قط'' اسی طرح امام خطابیؒ نے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان سے نقل کیا ہے ''قال ماتثاؤب نبی قط''۔ (التعلیق الصبیح ج ۵ ص ۱۳۷)

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُطَاسُ مِنَ اللهِ وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا

ابن ابی عمر، سفیان، ابن عجلان، مقبری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھینک اللہ کی طرف سے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ اگر کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے اس لئے کہ

تَثَائَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ وَإِذَا قَالَ آهْ آهْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ مِنْ جَوْفِهِ وَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

جب جمائی لینے والا آہ، آہ کہتا ہے تو شیطان اس کے منہ کے اندر ہنستا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی جمائی لیتے وقت آہ، آہ کہتا ہے تو شیطان اس کے منہ کے اندر سے ہنستا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے کیونکہ چھینک سے جسم میں نشاط اور چستی پیدا ہوتی ہے اور سستی دور ہوتی ہے اور فہم وادراک بڑھ جاتا ہے اس لئے چھینک اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جمائی سے جسم میں بوجھ بڑھ جاتا ہے اور یہ بدفہمی کا سبب بنتی ہے اس لئے جمائی اللہ کو ناپسند اور شیطان کو پسند ہے۔ عطاس اور تثاؤب اپنے انجام کے اعتبار سے پسند ناپسند ہیں جمائی کا انجام بد اور برا ہے اس کو شیطان پسند کرتا ہے جمائی رحمن کو ناپسند ہے اور عطاس کے انجام وثمرہ کو رحمن پسند کرتا ہے یہ شیطان کو ناپسند ہے، جمائی اکثر وبیشتر آسیب زدہ آدمی لیتا ہے جبکہ فہم وادراک والا شخص چھینک لیتا ہے۔ واللہ اعلم

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ يَرْحَمُكَ اللهُ وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُولُ هَاهْ هَاهْ فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَجْلَانَ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ أَحْفَظُ لِحَدِيثِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ وَأَثْبَتُ مِنَ ابْنِ عَجْلَانَ وَسَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ الْعَطَّارَ الْبَصْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَحَادِيثُ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ رَوَى بَعْضَهَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَبَعْضُهَا سَعِيدٌ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَاخْتَلَطَتْ عَلَيَّ فَجَعَلْتُهَا عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حسن بن علی خلال، یزید بن ہارون، ابن ابی ذئب، سعید بن ابی سعید مقبری، ان کے والد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی چھینکے تو الْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ جہاں تک جمائی کا تعلق ہے تو اگر کسی کو جمائی آئے تو حتی الوسع روکنے کی کوشش کرے اور ہاہ، ہاہ نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے جو اس پر ہنستا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن عجلان کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ ابن ابی ذئب، سعید مقبری کی روایت کو اچھی طرح یاد رکھتے ہیں وہ ابن عجلان سے اثبت ہیں۔ ابوبکر عطاء بصری، علی بن مدینی سے وہ یحیی سے اور وہ ابن عجلان سے نقل کرتے ہیں کہ سعید مقبری نے اپنی بعض روایت براہ راست حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیں جبکہ بعض روایات ایک شخص کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیں اور یہ روایتیں مجھ پر خلط ملط ہوگئیں لہٰذا میں نے سب کو اسی طرح روایت کیا عن سعید عن ابی ہریرۃ۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْعُطَاسَ فِي الصَّلوٰةِ مِنَ الشَّيْطَانِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَفَعَهُ قَالَ الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلَاةِ وَالْحَيْضُ وَالْقَيْئُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطَانِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قُلْتُ لَهُ مَا اسْمُ جَدِّ عَدِيٍّ قَالَ لَا أَدْرِي وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ قَالَ اسْمُهُ دِينَارٌ

علی بن حجر، شریک، ابوالیقظان، حضرت عدی بن ثابت اپنے والد اور وہ ان کے داد سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ نماز کے دوران چھینک، اونگھ، حیض، قے اور نکسیر پھوٹنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف شریک کی ابوقیظان سے روایت سے جانتے ہیں۔ (امام ترمذی فرماتے ہیں کہ) میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عدی کے دادا کا نام پوچھا تو انہیں معلوم نہیں تھا۔ یحیی بن معین کہتے ہیں کہ ان کا نام دینار ہے۔

تشریح: اس حدیث کا تعلق اس صورت کے ساتھ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی بات نہیں تھی لیکن جب نماز کی ابتدا کی تو فوراً جمائیاں آنے لگیں اور سستی، کاہلی شروع ہوگئی۔ یہ سب شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ جمائی آنا یہ بری حالت ہے اور بری حالت کو شیطان کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث غریب ہے امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے عدی کے دادا کا نام پوچھا تو امام بخاریؒ نے لاعلمی ظاہر کی اور یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ ان کے دادا کا نام دینار ہے۔ ماقبل میں یہ بات گزری ہے کہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے ابن معین کا قول ذکر کیا تو انہوں نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يُجْلَسُ فِيهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُقِيمُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، حماد بن زید، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حسن بن علی خلال، عبدالرزاق، معمر، زہری، سالم، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی بھائی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقِيمُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ قَالَ وَكَانَ الرَّجُلُ يَقُومُ لِابْنِ عُمَرَ فَمَا يَجْلِسُ فِيهِ

کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ جب ابن عمر کو دیکھتے تو ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے لیکن ابن عمر ان کی جگہ نہ بیٹھتے۔

تشریح: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکورہ ممانعت نہی تحریمی کے طور پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ میں یا عیدین وغیرہ میں پہلے آ کر بیٹھ جائے تو اس جگہ بیٹھنے کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہوگا دوسرے شخص کیلئے اس کا اٹھانا حرام ہے کہ وہ اس کی جگہ پر بیٹھے لیکن ہمارے اصحاب نے اس ممانعت میں چند مواقع مستثنیٰ کئے ہیں مثلاً کوئی شخص مسجد میں کسی خاص جگہ بیٹھ کر فتویٰ دیتا ہے یا قرآن کی تعلیم دیتا ہے تو ایسی صورت میں وہ شخص اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کی جگہ کے معاملے میں لڑے لیکن ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات محل غور ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ کوئی شخص اپنے لئے مسجد میں جگہ مخصوص کرتا ہے تو اس میں ریاکاری کا شبہ ہے جو منافی اخلاص ہے۔ (مرقاۃ ج۹ ص ۷۴)

باقی حدیث الباب وہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ احتیاطاً نہیں بیٹھے تھے یا سد باب مقصود تھا کیونکہ اٹھنے والا تو خوشی سے اٹھا تھا یا ناپسندیدگی کی وجہ سے یا حیا کی وجہ سے اس کی وضاحت موجود نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَهْبِ بْنِ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ وَإِنْ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ عَادَ فَهُوَ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ

قتیبہ، خالد بن عبداللہ واسطی، عمرو بن یحییٰ بن حبان، ان کے چچا واسع بن حبان، حضرت وہب بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ضرورت کے لئے اٹھ کر جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس باب میں حضرت ابوبکرہ، ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے۔

تشریح: مجلس کے اندر جو شخص آ کر بیٹھ گیا پھر وہ کسی کام کی غرض سے باہر چلا گیا مثلاً وضو کرنے یا پانی پینے سے تو اس کی جگہ پر قبضہ نہیں کرنا چاہیے ہاں اگر وہ واپس نہ آنا چاہے تو پھر اس کی جگہ بیٹھ سکتے ہیں مگر یہ اس صورت میں ہے جب درس کی مجلس عمومی ہو متعین افراد نہ ہوں لیکن اگر درس و تدریس متعین ہے اور افراد سننے والے بھی متعین ہیں تو اول دن بیٹھنے والوں کی اپنی اپنی جگہیں ہوں گی اور اس درس کے اختتامی سال تک ان کی جگہوں پر کوئی قبضہ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ مدارس کی درسگاہ میں ہوتا ہے کہ سال کے ابتدا میں بچے اپنی درسگاہ میں بیٹھ جاتے ہیں بعض طلبا استاد کے سامنے اور قریب بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ علم میں استفادہ زیادہ ہو تو اس صورت میں جو شخص جس جگہ پہلے دن بیٹھ گیا وہ اسی کے لئے جگہ متعین ہو گئی اس کی جگہ پر کوئی دوسرا قبضہ نہیں کر سکتا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْجُلُوسِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاهُ عَامِرٌ الْأَحْوَلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ أَيْضًا

سوید، عبداللہ، اسامۃ بن زید، عمرو بن شعیب، شعیب، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لئے حلال (یعنی جائز) نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھ جائے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ عامر احول نے بھی اس حدیث کو عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب دو آدمی آپس میں بیٹھے ہوئے ہوں تو تیسرے شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان گھس کر بیٹھ جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں آپس میں کوئی بات چیت کرنا چاہتے ہوں اگر کوئی تیسرا آدمی ان کے درمیان حائل ہوکر بیٹھے گا تو اس کا بیٹھنا ان دونوں پر شاق گزرے گا نیز اگر ان دونوں کا آپس میں باہمی کوئی ربط یا تعلق نہ ہو تو تیسرے شخص کا ان کے درمیان بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں بعض حضرات نے کہا کہ اس سے دو آدمیوں کے درمیان نفاق اور تفرقہ پیدا کرنا مراد لیا گیا ہے۔ ہاں اگر تین آدمی اکٹھے ہیں تو دو آدمی الگ سرگوشی نہ کریں اس سے تیسرے کو تکلیف ہوگی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْقُعُودِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ أَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَلْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ أَوْ لَعَنَ اللهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو مِجْلَزٍ اسْمُهُ لَاحِقُ بْنُ حُمَيْدٍ

سوید، عبداللہ، شعبہ، قتادہ، حضرت ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حلقہ کے درمیان بیٹھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق حلقے کے درمیان بیٹھنے والا ملعون ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابومجلز کا نام لاحق بن حمید ہے۔

تشریح: اس حدیث کے مطالب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

پہلا مطلب: کسی جگہ پر لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا بجائے اسکے کہ جہاں اس کو جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتا اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا درمیان میں جا کر بیٹھ گیا تو ایسے شخص کو ملعون کہا گیا ہے۔

دوسرا مطلب: کوئی شخص کچھ لوگوں کے حلقہ کے درمیان اس طرح بیٹھ جائے کہ ان میں سے بعضوں کے چہرے بعضوں کے دیکھنے سے چھپ جائیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے چہرے نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے اس شخص سے ضرر محسوس کریں تو ایسا شخص مذکورہ حدیث کا مصداق بننے کی وجہ سے ملعون ہے۔

تیسرا مطلب: امام تورپشتیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق اس شخص سے ہے جو مسخرا پن کرنے کیلئے حلقہ کے بیچ جا کر بیٹھ جائے تا کہ لوگوں کو ہنسائے ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے۔(مرقاۃ ج۹)

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذَلِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عفان، حماد بن سلمۃ، حمید، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں تھا لیکن اس کے باوجود وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند نہیں کرتے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ: اس کی دو وجوہات ہیں (۱) ''انا واتقیاء امتی براء من التکلف'' میں اور میری امت کے متقی لوگ تکلف سے بیزار ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ تکلف کو پسند نہیں کرتے (۲) امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ کمال محبت کا تقاضا یہی ہے کہ تکلف وحشمت سے پرہیز کیا جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے ''لم یکن شخص أحب الیهم من رسول الله''۔(مرقاۃ ج۹ ص ۷۴)

امام طیبیؒ اس حدیث کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اس چیز کو ناپسند کرنا کمال محبت، صفائی باطن کی بناء پر تھا اور تعلق کا کمال اس طرح کے تکلفات کا متقاضی نہیں ہوتا تھا۔ الحاصل کھڑے ہونے اور نہ ہونے کا تعلق مختلف حالتوں پر محمول ہے کہ بعض صورتوں میں آنے والے کیلئے احتراماً کھڑے ہوجانا مناسب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں کھڑے نہ ہونا ہی مناسب ہوتا ہے جیسے کھانے کے دسترخوان سے، مسند تدریس سے یا ایک کے کھڑے ہونے سے سب کو کھڑا ہونا پڑے گا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ صَفْوَانَ حِينَ رَأَوْهُ فَقَالَ اجْلِسَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مِنَ النَّارِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ

حضرت ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان انہیں دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے تصویروں (بت) کی طرح کھڑے ہوں وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے۔ اس باب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ہناد بھی

الشَّهِيدِ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

ابو اسامہ سے وہ حبیب سے وہ ابو مجلز سے وہ معاویہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: علماء نے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو بطریق تکبر اور اپنی تعظیم کرانے کے خاطر اپنے سامنے لوگوں کو کھڑا کرے۔ ہاں اگر کوئی مرید یا شاگرد اپنے شیخ یا استاذ کے لئے خود بخود احتراماً کھڑے ہوں تو جائز ہے بیہقی نے شعب الایمان میں خطابیؒ سے نقل کیا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو بطریق تکبر و نخوت لوگوں کو یہ حکم دے کہ وہ ان کے سامنے کھڑے رہیں یہ درست نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ حدیث اول سے جو ثابت ہو رہا ہے کہ سردار، عالم فاضل استاد کے سامنے کسی کا باادب کھڑے رہنا جیسا کہ اولاد والدین کے سامنے اور شاگرد استاد کے سامنے کھڑے رہتے ہیں یہ مستحب ہے نہ کہ مکروہ۔ حدیث میں راوی سے مراد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں جب حدیث میں مطلق معاویہ بولا جائے تو اس سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان مراد ہوتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الِاسْتِحْدَادُ وَالْخِتَانُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حسن بن علی حلوانی وغیر واحد، عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید بن مسیب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں زیر ناف بال صاف کرنا، ختنہ کروانا، مونچھیں کترنا، بغل کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **اَلْفِطْرَةِ** اس سے مراد سنت قدیمہ ہے جس کو تمام انبیاء نے اختیار کیا ہو اور تمام شرائع اس پر متفق ہیں۔

اَلْخِتَانُ: پہلی فطرت یہ ہے کہ ختنہ کروانا، اس کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اوّل: شوافع حضرات میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ ختنہ واجب ہے۔

قول ثانی: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ختنہ سنت مؤکدہ ہے پھر مردوں کیلئے ختنہ کی جتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے عورتوں کیلئے اتنی تاکید نہیں۔

شوافع کی پہلی دلیل: ختنہ شعار اسلام میں سے ہے لہٰذا اس کو واجب ہونا چاہیے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس میں تشدید سے کام لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''وقال الاقلف لاتقبل شهادته وصلوته وذبيحته'' کہ غیر مختون کی شہادت و صلوۃ قبول نہیں اور اس کا ذبیحہ بھی نہیں کھانا چاہیے اور ایسی سختی ترک واجب ہی میں ہو سکتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ختنہ کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل: ''وقال ابن شريح ستر العورة واجب اتفاقا فلولا وجوب الختان لم يجز كشفها فجواز الكشف دليل وجوبه'' یعنی ستر عورت بالاتفاق واجب ہے اگر ختنہ کروانا سنت ہوتا تو کشف عورۃ جائز نہ ہوتا ختنہ

کیلئے کشف عورة کا جائز ہونا ختنہ کے وجوب کی دلیل ہے۔ (مرقاۃ ج۸ ص۲۸۹)

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: یہی حدیث الباب ہے کہ اس میں ختنہ کرنے والے کو فطرۃ سے تعبیر کیا اور فطرۃ کے معنی ہیں کہ سنن انبیاء میں سے ہے نیز مسند احمد وطبرانی میں خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "الختان سنة للرجال ومکرمة للنساء"۔

شوافع کی پہلی دلیل کا جواب: ختنہ سنت انبیاء ہے اور سنت بھی شعائر اسلام میں سے ہے باقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا جواب یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول قابل حجت نہیں جبکہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ختنہ واجب نہیں کہتے لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشدد کو استحقار پر محمول کیا جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص ختنہ کو حقیر سمجھے گا اس کی نماز اور شہادت مقبول نہیں ہوگی۔

دوسری دلیل کا جواب: حنفیہ کے نزدیک یہ کوئی ضروری نہیں کہ ترک واجب (کشف عورت) کسی واجب ہی کے لئے ہو بلکہ غیر واجب کے لئے بھی ہوسکتا ہے مثلاً علاج معالجہ عام حالات میں واجب نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اگر علاج کے لئے ستر کھولنے کی ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے اور اگر ستر بقدر ضرورت معالج کو دکھانا پڑے تو دکھا بھی سکتے ہیں تو اب علاج معالجہ مباح ہے لیکن اس مباح کے لئے بھی ستر کھولنے کی اجازت ہے تو معلوم ہوا کہ ستر کھولنے کی اجازت کسی واجب ہی کے لئے مختص نہیں۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ اللہ پاک نے انبیاء کرام کو مختون ومقطوع السرة (ناف کاٹا ہوا) پیدا کیا تا کہ ان کا کوئی ستر وغیرہ نہ دیکھ سکے مگر روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام غیر مختون پیدا ہوئے تھے انہوں نے خود اپنا ختنہ کیا تھا تا کہ ان سے یہ سنت عملاً جاری ہو۔ چودہ انبیاء کرام مختون پیدا ہوئے جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت حنظلہ بن صفوان اصحاب الرس کے نبی ہیں، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ (مرقاۃ ج۹ ص۲۸۹)

وَالِاسْتِحْدَادُ زیر ناف بالوں کا مونڈنا، اور بعض روایات میں حلق العانة کے الفاظ آتے ہیں۔ ان کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں (۱) بعض حضرات نے کہا کہ ناف کے نیچے ماحول الذکر بالوں کو کہا جاتا ہے (۲) عند البعض ماحول المقعد بالوں کو کہا جاتا ہے یہ قول بعید ہے (۳) عند البعض وہ حصہ جو پیٹ کے نیچے ہو۔ ان ساری تعبیرات سے معلوم ہوا کہ عانۃ اس حصے کو کہا جاتا ہے جو عضو مخصوص کے قریب ہو۔ یا پیٹ کی حدود کے اختتام والی جگہ کو کہا جاتا ہے۔

وَقَصُّ الشَّارِبِ: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کے جو بال ہونٹ پر لمبے ہوجائیں ان کو کاٹنا تا کہ کھانے میں تکلیف نہ ہو اور میل وغیرہ نہ جمے۔ بعض روایات میں "قص" اور بعض میں "حلق" اور بعض میں "احفاء" اور بعض میں "نہک" کا لفظ ہے۔ ان الفاظ سے مختلف کیفیات بیان کرنا مقصود ہے جن کی تین صورتیں نکلتی ہیں (۱) مونچھوں کو اتنا کاٹنا کہ ہونٹ کا نچلا حصہ ظاہر ہوجائے، ضروری ہے (۲) مونچھوں کو مونڈ کر صاف کر لینا امام طحاویؒ کے نزدیک مستحب ہے (۳) ہونٹ کے اوپر نیچے مونچھوں کو کاٹ دیا جائے اور مونچھوں کے بال ڈاڑھی سے مل جائیں یہ ثمالہ ہے جو مسنون ہے باقی حاجبین کے بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں لیکن

آنکھ کا نقصان ہے اور چہرے کے بال بھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں سینہ، پیٹ، اور پیٹھ کے بال کاٹنا مستحب نہیں۔(مرقاۃ)

وَتَقْلِیمُ الْأَظْفَارِ: علامہ نوویؒ اور امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ناخن کتروانے میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن کاٹے جائیں اس ترتیب سے کہ دائیں ہاتھ کی مسبحہ سے شروع کر کے خنصر پر ختم کیے جائیں پھر بائیں ہاتھ کی خنصر سے شروع کر کے ابہام پر ختم کئے جائیں اور آخر میں دائیں ہاتھ کے ابہام کے ناخن تراشے جائیں اور پاؤں میں ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے دائیں پاؤں کی خنصر سے شروع کیا جائے اور ابہام پر ختم کیا جائے اور پھر بائیں پاؤں کے ابہام سے شروع کر کے اور خنصر پر ختم کیا جائے باقی ان کے درمیان کتنے دنوں کا وقفہ ہونا چاہیے بعض حضرات نے کہا کہ چالیس دن سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آرہا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ عرف پر محمول ہے کہ عام طور پر جتنے دنوں کے بعد کاٹے جاتے ہوں، کاٹ لینے چاہئیں مثلاً ہاتھ کے ناخن عام طور پر دو ہفتوں میں بڑے ہو جاتے ہیں ہر ہفتہ میں ورنہ دو ہفتے کے بعد ہاتھ کے ناخن کاٹے جائیں اس طرح پاؤں کے ناخن اکیس دنوں تک بڑے ہو جاتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ اٹھائیس دن تک اور مونچھیں بھی اکیس دن میں ہونٹ کی سرخی پر آجاتی ہیں اس لئے اتنے دنوں کے بعد کاٹ لینا چاہیے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ہر ہفتے کے بعد ناخن اور بالوں کی صفائی کرنی چاہیے یہی بہتر ہے یا انسانی مزاج پر منحصر ہے جس کی طبیعت جتنی نازک ہو اُتنی جلدی صاف کر سکتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَابْنِ عُمَرَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَالَ أَبُو عِيسَى انْتِقَاصُ الْمَاءِ الِاسْتِنْجَاءُ بِالْمَاءِ

قتیبہ وہناد، وکیع، زکریا بن ابی زائدۃ، مصعب بن شیبہ، طلق بن حبیب، عبداللہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ مونچھیں کترنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے پشت کو دھونا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا۔ زکریا کہتے ہیں کہ مصعب نے فرمایا میں دسویں چیز بھول گیا ہوں لیکن وہ کلی کرنا ہی ہوگا۔ اس باب میں حضرت عمار بن یاسر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ) سے مراد پانی سے استنجاء کرنا ہے۔

تشریح: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش "کما فی القرآن فاطر السموات والارض" مگر اصطلاح میں فطرۃ ان سنن انبیاء کو کہا جاتا ہے جن پر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی عامل رہے ہوں۔

فطرۃ سے کیا مراد ہے؟ (۱) فطرت سے مراد سنت انبیاء علیہم السلام ہیں۔ یعنی دس چیزیں سنن الانبیاء علیہم السلام میں سے ہیں (۲) فطرت بمعنی

دین ہے یعنی دس باتیں دین میں سے ہیں (۳) فطرت بمعنی سنت ابراہیم یعنی دس چیزیں سنت ابراہیمی میں سے ہیں (۴) فطرت بمعنی سنت ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں عشر من السنن ہے (۵) فطرت بمعنی فطرت سلیمہ کے ہے یعنی دس باتیں فطرت کا مقتضیٰ ہیں۔

فطرۃ کا مصداق: اس کا مصداق دس چیزیں ہیں:

(۱) **قص الشارب:** مونچھوں کو کاٹنا، اسکی دوصورتیں ہیں (۲) اتنا کاٹنا کہ ہونٹوں کی سرخی نظر آجائے (۳) مونچھوں کو استرے سے صاف کرنا جس سے مثلہ ہونا ظاہر ہو یہ درست نہیں لیکن جو شخص جہاد میں ہے اس کیلئے جائز ہے کہ مونچھوں کو آگے سے بڑھائے۔ جس کو سبالۃ کہتے ہیں تاکہ دشمن پر رعب پیدا ہو کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل سبالۃ پر تھا۔

(۲) **إعْفَاءُ اللِّحْيَةِ: سوال:** داڑھی کا بڑھانا تو واجبات میں سے ہے سنن میں اس کو کیسے ذکر کر دیا گیا؟

جواب: اس کا وجوب سنت سے ہے یا بالفاظ دیگر عملاً داڑھی رکھنا سنت ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ داڑھی کی مقدار ایک قبضہ طولاً وعرضاً ہونی چاہئے۔ ایک مشت داڑھی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ ایک قبضہ سے کم کاٹنے والا فاسق اور فاجر ہے اور شیو کرانے والا بطریق اولیٰ فاسق وفاجر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**کل امتی معافی الا المجاھرین**'' میرے ہر امتی کی معافی ہے مگر کھلم کھلا علانیہ گناہ کرنے والے کی نہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ داڑھی چھوٹی کرنا گنوار پن ہے اور آج کل بہت سارے مشرکین یہود وہنود ملحد لوگ چھوٹی داڑھی رکھتے ہیں لہٰذا ایک قبضہ سے کم داڑھی رکھنے سے اجتناب ضروری ہے۔ (۳) **مسواک کرنا:** اسکی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے (۴) **استنشاق بالماء:** وضو کیلئے ناک میں پانی چڑھانا مستحب ہے اور غسل جنابت کیلئے فرض ہے

(۵) **مضمضہ کلی کرنا:** اسکا ذکر آگے آرہا ہے مذکورہ پانچ امور کا تعلق چہرہ کیساتھ ہے باقی پانچ کا تعلق پورے جسم سے ہے۔

(۱) **قَصُّ الْأَظْفَارِ:** ناخن کاٹنا یہ بھی سنت میں سے ہے اور ناخن بڑھانا یہ خلاف سنت وحرام ہے۔

(۲) **غَسْلُ الْبَرَاجِمِ:** جسم کے جوڑوں کی جگہ کو دھونا کیونکہ اکثر کام کاج کرنے والے لوگوں کے ہاتھ میں میل کچیل جم جاتی ہے خاص کر جوڑوں میں اس لئے ان کے دھونے کا حکم ہے۔ (۳) **نَتْفُ الْإِبِطِ** بغل کے بال اکھیڑنا سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ صاف کرنا سنت نہیں ہاں جس کو اکھیڑنے میں تکلیف محسوس ہو اُس کے لئے منڈوانا یا نورے سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔

(۴) **حَلْقُ الْعَانَةِ:** زیر ناف بال کا صاف کرنا یہ بھی سنن میں سے ہے جس طریقے سے بھی صاف کئے جائیں مسنون ہے۔ عورت کیلئے بال اکھیڑنا ہے کیونکہ اسکے اندر ۹۹ حصے شہوت ہے بال اکھیڑنے سے شہوت کم ہوتی ہے جبکہ مرد میں شہوت ایک حصہ ہوتی ہے مرد کیلئے مونڈنے سے شہوت زیادہ ہوگی۔ لہٰذا عورت کے مناسب حال بال اکھیڑنا اور مرد کے مناسب حال مونڈنا ہے۔ نیز ان چیزوں کی صفائی کی مدت کے بارے میں مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے لبوں کو صاف کرنے ناخن تراشنے، بغل کے بال صاف کرنے اور زیر ناف بالوں کی صفائی کیلئے زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا وقت دیا تھا اس سے پوری امت کو یہی تعلیم دی جاتی ہے۔ علماء نے اسکی ترتیب بتلائی ہے کہ ہفتہ وار صفائی کی کوشش کریں ورنہ پندرہ دن میں زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں۔ (۵) **انْتِقَاصُ الْمَاءِ:** اس کے دو مطلب ہیں۔ (۱) پانی کے ساتھ استنجاء کرنا، چونکہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنے سے پانی کم ہوجاتا ہے اس لئے اس سے تعبیر کیا۔ (۲) پانی کے استعمال سے پیشاب کے قطروں کو کم کرنا مراد ہے۔ راوی کہتے ہیں

کہ میں دسویں بھول گیا اس پر بعض نے کہا کہ دسویں چیز مضمضہ ہے امام مسلمؒ نے فرمایا کہ اعفاء اللحیۃ کی جگہ الختان ہے یعنی ختنہ کرنا

ختنہ کے فوائد اور اسکا حکم: ختنہ شعائرِ اسلام میں سے ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ ہے اسی وجہ سے اگر کوئی غیر مسلم اسلام لے آئے تو اس کے حق میں بھی ختنہ سنت ہے البتہ اگر کوئی بوڑھا یا ضعیف ہو اور وہ ختنہ کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس سے ختنہ معاف ہے نیز ختنہ کرنے والے کو ختنہ کی غرض سے دوسرے کی شرمگاہ پر بقدر ضرورت نظر ڈالنا جائز ہے (بحوالہ مجمع الانہر)۔
نیز ختنہ کے ذریعہ سے انسان کو پاکیزگی و نظافت حاصل ہو جاتی ہے اور ختنہ کے ذریعہ سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے ختنہ کئی جنسی امراض اور بیماریوں سے حفاظت اور ان کے خاتمہ کا ذریعہ ہے اور ختنہ کے بغیر زوجین کے باہمی تعلقات کے نتیجہ میں کئی بیماریاں مثلاً ایڈز وغیرہ جنم لیتی ہیں جبکہ ختنہ کے ذریعہ سے اس قسم کی بیماریوں سے کافی حد تک حفاظت ہو جاتی ہے نیز ختنہ زوجین کے لئے حق زوجیت کی ادائیگی میں سہولت اور لذت کا باعث ہے اور ختنہ کی اصل سنت اور تاکید تو مردوں کے حق میں ہے عورتوں کے حق میں ختنہ کی تاکید نہیں البتہ اگر بچیوں کا ختنہ کر دیا جائے تو کوئی گناہ بھی نہیں بلکہ بہت سے فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے ختنہ کو قابل اکرام چیز قرار دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خواتین کے ختنہ کا رواج پایا جاتا تھا کما فی الحدیث ''الختان سنة للرجال ومكرمة للنساء'' اگرچہ آج کل ہمارے علاقہ میں اس کا رواج نہیں پایا جاتا لیکن بعض ممالک سوڈان، کردستان وغیرہ میں بچیوں کے ختنہ کا اب بھی رواج ہے۔

ختنہ کی عمر: اگر بچے میں تحمل ہو تو پیدائش کے ساتویں دن ختنہ افضل ہے اور اگر بچہ ختنہ کا متحمل نہ ہو تو پھر ساتویں دن سے تاخیر کی اجازت ہے۔ الحاصل جب بچہ ختنہ کا متحمل ہو جائے تو اس کی جلد از جلد ختنہ کر دی جائے بلا وجہ تاخیر نہ کی جائے۔
بعض حضرات نے ساتویں سال دودھ کے دانت ٹوٹنے کے وقت ختنہ کرنے کا ذکر کیا ہے اسی طرح بعض روایات میں نویں سال، دسویں سال کا بھی ذکر ہے اور بعض روایات سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا ختنہ بعد البلوغ بھی ثابت ہے۔ لیکن اس بلوغ سے تمیز وعدم تمیز مراد ہے ورنہ بلوغت کے بعد ستر عورت واجب ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوْقِيتِ تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَأَخْذِ الشَّارِبِ

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى أَبُو مُحَمَّدٍ صَاحِبُ الدَّقِيقِ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ وَقَّتَ لَهُمْ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً تَقْلِيمَ الْأَظْفَارِ وَأَخْذَ الشَّارِبِ وَحَلْقَ الْعَانَةِ

اسحاق بن منصور، عبدالصمد، صدقۃ بن موسیٰ ابومحمد صاحب الدقیق، ابوعمران جونی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے ناخن تراشنے، مونچھیں کترنے اور زیر ناف بال مونڈنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر کی۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ

قتیبہ، جعفر بن سلیمان، ابوعمران جونی، حضرت انس بن مالک رضی

أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ لَا يُتْرَكُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ وَصَدَقَةُ بْنُ مُوسَى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْحَافِظِ

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں اس لئے مونچھیں کترنے، ناخن تراشنے زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بال اکھاڑنے کے متعلق حکم دیا گیا کہ چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے پائیں۔ یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کے راوی صدقہ بن موسیٰ محدثین کے نزدیک حافظ نہیں ہیں۔ (یعنی ضعیف ہیں)

تشریح: اس حدیث کے ذیل میں ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناخن اور لبوں کے بال ہر جمعہ کو ترشواتے تھے زیر ناف بال بیس دن بعد اور بغل کے بال چالیس دن بعد صاف کرتے تھے جبکہ قنیہ میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ناخنوں کو ترشوا کر، لبوں کے بال ہلکے کروا کر اور جسم کے زائد بال صاف کر کے غسل کے ذریعہ اپنے بدن کو صاف ستھرا کیا جائے اگر یہ ہر ہفتہ ممکن نہ ہو تو پندرہ دن میں اس پر عمل کیا جائے یہاں تک کہ چالیس دن سے زائد کا عرصہ گزر جائے تو یہ بلا عذر ترک کہلائے گا بہر حال چالیس دن سے کم میں مختلف روایات ہیں البتہ چالیس دن کے اوپر گزر جانے سے گنہگار ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَصِّ الشَّارِبِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيدِ الْكُوفِيُّ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهِ وَكَانَ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ إِبْرَاهِيمُ يَفْعَلُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمد بن عمر بن ولید کوفی کندی، یحیی بن آدم، اسرائیل، سماک، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مونچھیں کاٹا کرتے تھے اور فرماتے کہ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

احمد بن منیع، عبیدۃ بن حمدی، یوسف بن صہیب، حبیب بن یسار، زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔ اس باب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن بشار بھی یحیی بن سعید سے وہ یوسف بن صہیب سے اسی سند سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: مونچھیں کاٹنے کے متعلق تفصیل تو ماقبل میں گزر چکی ہے یہاں اس کی مزید وضاحت دیکھ لی جائے۔

مونچھیں مونڈنے کا حکم ہے یا کتروانے کا: اس بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔
امام مالکؒ کے نزدیک مونچھیں مونڈنا منع ہے۔
احناف کا قول اول: مونچھیں مونڈنا بدعت ہے درمختار میں ان کا یہ قول حظر والاباحۃ میں لکھا ہے۔
احناف کا قول ثانی: مونچھیں مونڈنے کے سنت ہونے کے قائل ہیں ملتقی الابحر والے نے اس کو لیا ہے لیکن درمختار نے اس کو قیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جو کہ ضعف ہونے کی دلیل ہے۔
اختلاف کا سبب: اختلاف کا سبب روایات کا مختلف ہونا ہے کہ احادیث میں پانچ طرح کے الفاظ آتے ہیں۔
(۱) جَزُّوا (۲) قَصٌّ (۳) أُحْفُوا (۴) أَنْهِكُوا (۵) أَخْذُ
ان پانچ الفاظ میں احفا اور انہاک کے الفاظ مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں اور مبالغہ یہ ہے کہ ان کو مونڈا جائے اس وجہ سے بعض حضرات نے مونچھیں مونڈنے کو سنت کہا ہے تو ان کا جواب یہ ہے کہ اگر مونڈنا مقصود ہوتا تو اس کے لئے عربی میں لفظ حلق موجود تھا اس کو استعمال نہ کرنا اور اس کی جگہ دوسرے الفاظ استعمال کرنا اس طرف مشیر ہے کہ مونڈنا پسندیدہ امر نہیں اسی وجہ سے احناف کا مونڈنے والا قول قیل کے ساتھ ذکر کیا گیا۔
بہر حال راجح قول اور افضل کیا ہے اس میں تین قول ہیں۔
اول: مونچھوں کو اتنا کاٹا جائے کہ ہونٹوں کا کنارہ نظر آجائے یہ بالاجماع سنت ہے۔
ثانی: مونچھوں کو بھوؤں کی طرح بنالیا جائے فتاویٰ عالمگیری میں اسی کو لیا گیا ہے۔
ثالث: مونچھوں کو اتنا کتروانا کہ بالکل پست کردی جائیں امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مزنیؒ کو مونچھیں پست کراتے دیکھا اور اپنے علماء کو بھی ایسا کرتے دیکھا۔ اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مونچھیں مونڈوانا بدعت تو نہیں البتہ سنت کتروانا ہے اور وہ بھی پست کردی جائیں۔
حضرت شیخ زکریا نے خصائل نبوی میں لکھا ہے کہ ایک جماعت علما سلف کی اس طرف گئی ہے کہ مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اس کے برعکس اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہوجائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ و سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ

ہناد، عمر بن ہارون، اسامۃ بن زید، حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی مبارک لمبائی اور چوڑائی دونوں جانب سے تراشا کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ فرماتے ہیں

يَقُولُ عُمَرُ بْنُ هَارُونَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ لَا أَعْرِفُ لَهُ حَدِيثًا لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ أَوْ قَالَ يَتَفَرَّدُ بِهِ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ هَارُونَ وَرَأَيْتُهُ حَسَنَ الرَّأْيِ فِي عُمَرَ بْنِ هَارُونَ وَ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُولُ عُمَرُ بْنُ هَارُونَ وَكَانَ صَاحِبَ حَدِيثٍ وَكَانَ يَقُولُ الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمَنْجَنِيقَ عَلَى أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ قُتَيْبَةُ قُلْتُ لِوَكِيعٍ مَنْ هٰذَا قَالَ صَاحِبُكُمْ عُمَرُ بْنُ هَارُونَ

کہ عمر بن ہارون مقارب الحدیث ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ان کی ایسی کسی حدیث کا علم نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو یا اس حدیث کے علاوہ کسی اور حدیث میں وہ متفرد ہوں۔ حدیث مذکورہ کو ہم صرف عمر بن ہارون کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں امام بخاری کی اچھی رائے پائی۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ عمر بن ہارون صاحب حدیث تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع بواسطہ ایک آدمی کے ثور بن یزید سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل طائف پر منجنیق نصب کی۔ قتیبہ کہتے ہیں میں نے وکیع سے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ عمر بن ہارون ہیں۔

تشریح: داڑھی رکھنے کے متعلق حدیث میں مختلف قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

(۱) أعفوا اللحیة: داڑھی کو بڑھاؤ (۲) اوفو اللحیة: داڑھی کو کامل کرو، پورا کرو (۳) ارخوا اللحیة: داڑھی کو چھوڑ دو (۴) أرجوا اللحیة: داڑھی کو موخر کرو بالکل نہ لینا (۵) وفروا اللحیة: زیادہ کرو، پورا کرو (۶) دَعوُ اللحیة: چھوڑ دو داڑھی کو۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ لمبی داڑھی رکھنا مامور بہ ہے اس لئے واجب ہے جس طرح داڑھی منڈوانا حرام ہے کترنا اور چھوٹی چھوٹی رکھنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ وجوب کے منافی ہے۔

نیز مذکورہ بالا الفاظ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی جتنی بڑھتی ہے اس کو بڑھنے دیا جائے اس کو کاٹنا اور ہاتھ لگانا منع ہے اور یہی رائے غیر مقلدین کی بھی ہے جبکہ حدیث الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی کے طول وعرض سے لیتے تھے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک تو قول ہے اور ایک فعل ہے لہٰذا فعل مبارک کے ذریعے قول کی شرح کی جائے گی اور قولی حدیث کو ایک مشت کے ساتھ خاص کیا جائے گا۔ غیر مقلدین حضرات کے ہاں یہ حدیث ضعیف ہے صحیح نہیں آپ نے ابھی دیکھا کہ امام بخاریؒ وغیرہ نے عمر بن ہارون کی توثیق کی ہے پس یہ روایت اگرچہ اعلیٰ درجہ کی صحیح نہیں مگر حسن ہے اس لئے یہ قابل استدلال بھی ہے اس کے ذریعے قولی حدیث کو مقید کرنا درست ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بخاری شریف میں عمل بیان کیا گیا ہے کہ آپؓ اتباع سنت کا بہت ذوق رکھتے تھے ان کا یہ عمل تھا کہ جب حج یا عمرہ کرتے اور احرام کھولتے تو اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے اس سے جو زائد ہوتی اسے کٹوا دیتے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی عمل نقل کیا ہے صحابہ کرامؓ کے اس عمل سے باب کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔
باقی حدیث کی سند پر کلام ترجمہ سے واضح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

حسن بن علی خلال، عبداللہ بن نمیر، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ هُوَ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ ثِقَةٌ وَعُمَرُ بْنُ نَافِعٍ ثِقَةٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يُضَعَّفُ

انصاری، معن، مالک، ابوبکر بن نافع، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مونچھیں کٹوانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مولیٰ ابوبکر بن نافع ثقہ ہیں جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبداللہ بن نافع حدیث میں ضعیف ہیں۔

تشریح: شرح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَضْعِ إِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الْأُخْرَى مُسْتَلْقِيًا

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَمُّ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ

سعید بن عبدالرحمن مخزومی وغیر واحد، سفیان، زہری، حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں (چت) لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عباد بن تمیم کے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں۔

تشریح: وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى: یہ حال متداخلہ ہے یا حال مترادفہ، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "ووضع القدم على القدم لا يقتضى كشف العورة بخلاف وضع الرجل على الرجل فانه قد يؤدى الى ذالك" کہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر سونے سے کشف عورت نہیں ہوتی۔ برخلاف ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے سے

کشف عورت کا اندیشہ ہے نیز پاؤں پر پاؤں رکھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ پاؤں کی ایڑی دوسرے پاؤں کے تسمہ باندھنے کی جگہ پر رکھی جائے تو اس صورت میں بھی کشف عورت نہیں ہوتا دوسری صورت یہ ہے کہ ایک پاؤں کی ایڑی دوسرے پاؤں کی انگلیوں پر رکھے جیسا کہ عام طور پر دیہاتی رکھتے ہیں اس صورت میں کشف عورت کا اندیشہ ہے تو حدیث میں جس صورت کا ذکر ہے وہ پہلی صورت ہے ٹانگ کا ٹانگ پر رکھنا کہ چت لیٹے ہوئے ایک ٹانگ کے گھٹنے کو کھڑا کر لیا جائے اور دوسری ٹانگ کے پیر کو اس کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھ لیا جائے اس صورت میں کشف عورت کا اندیشہ ہے اگر ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے کشف عورت نہ ہو بایں معنی کہ شلوار پہن رکھی ہو یا تہبند طویل پہنا ہوا ہو تو یہ صورت جائز ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ فِي ذٰلِكَ

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ خِدَاشٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَلْقَى أَحَدُكُمْ عَلَى ظَهْرِهِ فَلَا يَضَعْ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى هَذَا حَدِيثٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَلَا نَعْرِفُ خِدَاشٌ هٰذَا مَنْ هُوَ وَقَدْ رَوَى لَهُ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ غَيْرَ حَدِيثٍ

عبید بن اسباط بن محمد قرشی، محمد قرشی، سلیمان تیمی، خداش، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی کپڑے میں ہاتھوں اور جسم کو لپیٹنے اور ایک ہی کپڑے میں اکڑوں بیٹھنے سے منع فرمایا اور چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھنے سے بھی منع فرمایا۔ اس حدیث کو کئی لوگوں نے سلیمان تیمی سے روایت کیا ہے۔ ہم خداش کو نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔ سلیمان تیمی ان سے کئی احادیث نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَأَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، لیث، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر وغیرہ بالکل لپیٹنے (کہ اعضاء باہر نہ نکل سکیں) پنڈلیوں کو رانوں سے ملا کر باندھنے اور چت لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھنے سے منع فرمایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: سوال: اس حدیث میں اور ماقبل والی حدیث میں تعارض ہے کہ ماقبل عباد بن تمیم والی روایت میں مستلقیا کی اجازت معلوم ہوتی ہے جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ان دونوں حدیثوں سے نہی معلوم ہوتی ہے۔

جواب: مستلقیا کی دو صورتیں ہیں ایک صورت جس میں کشف عورت کا خطرہ ہو۔ اور دوسری صورت جس میں کشف عورت کا خطرہ نہ ہو لہٰذا حضرت سلیمان تیمی والی روایت اس صورت پر محمول ہے جس صورت میں کشف عورت نہیں ہوتی اور مذکورہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جس میں کشف عورت کا اندیشہ ہو لہٰذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی بناء پر کیا ہوگا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ ہوئی ہوگی تو طلب راحت کے لئے ایسا کیا ہوگا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقار تواضع کے ساتھ متربعاً تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۸۸)

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْاِضْطِجَاعِ عَلَى الْبَطْنِ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلَى بَطْنِهِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ ضَجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ طِهْفَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَرَوَى يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ يَعِيشَ بْنِ طِهْفَةَ عَنْ أَبِيهِ وَيُقَالُ طِخْفَةُ وَالصَّحِيحُ طِهْفَةُ وَقَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ الصَّحِيحُ طِخْفَةُ وَيُقَالُ طِغْفَةُ وَهُوَ مِنَ الصَّحَابَةِ

ابوکریب، عبدۃ بن سلیمان وعبدالرحیم، محمد بن عمرو، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح لیٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ اس باب میں طہفہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یحیی بن ابی کثیر یہ حدیث ابوسلمہ سے وہ یعیش بن طہفہ سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انہیں طخفہ بھی کہتے ہیں جبکہ صحیح طہفہ ہی ہے۔ بعض طغفہ بھی کہتے اور حفاظ نے طخفہ کو صحیح کہا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي حِفْظِ الْعَوْرَةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ قُلْتُ وَالرَّجُلُ يَكُونُ خَالِيًا قَالَ فَاللهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَى مِنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَجَدُّ بَهْزٍ اسْمُهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيُّ وَقَدْ رَوَى الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ وَالِدُ بَهْزٍ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ۔ انہوں نے عرض کیا اگر کوئی کسی مرد کے ساتھ ہو تو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے اپنے ستر (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کرو کہ کوئی نہ دیکھ پائے۔ عرض کیا بعض اوقات آدمی اکیلا ہی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابوبہز کے دادا کا نام معاویہ بن حیدۃ قشیری ہے۔ اس حدیث کو جریری بھی بہز کے والد حکیم بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: احْفَظْ عَوْرَتَكَ: اپنے ستر کو چھپاؤ مگر اپنی بیوی اور لونڈی سے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب آدمی اکیلا ہو تو اس وقت بھی ستر کو چھپائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت بھی ستر ضروری ہے کیونکہ اللہ تو ہر جگہ موجود ہے تو اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے نیز حدیث میں اپنی بیوی اور لونڈی کا استثناء ہے کہ اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے سامنے ستر چھپانا ضروری نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاتِّكَاءِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ إِسْرَائِيلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

عباس بن محمد دوری بغدادی، اسحاق بن منصور، اسرائیل، سماک، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بائیں جانب تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ متعدد لوگوں نے اس حدیث کو اسرائیل اور سماک اور جابر بن سمرہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ لیکن اس میں بائیں جانب کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکیہ لگا کر بیٹھنا سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ پسند فرماتے تھے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو کے متعلق ارشاد فرمایا کہ خوشبو کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے اسی طرح تکیہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص تکیہ پیش کرے تو اس کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

بَابٌ (بلا ترجمہ)

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، اسماعیل بن رجاء، اوس بن ضمعج، حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو اس کی حکومت میں مقتدی نہ بنایا جائے اور کسی کو اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بٹھایا جائے یہ حدیث حسن ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الرَّجُلَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهِ

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ وَمَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ارْكَبْ وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ إِلَّا أَنْ تَجْعَلَهُ لِي قَالَ قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ قَالَ فَرَكِبَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ابوعمار حسین بن حریث، علی بن حسین بن واقد، عبداللہ بن بریدہ، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ پیدل چل رہے تھے کہ ایک شخص آیا، اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! سوار ہو جائیے اور خود پیچھے ہٹ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہو مگر یہ کہ تم اپنا حق مجھے دے دو۔ اس نے عرض کیا میں نے آپ کو اپنا حق دے دیا۔ راوی کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح میں دو مطلب بیان کئے جاسکتے ہیں ایک یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی سواری کی آگے کی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خالی کردی اور وہ پیچھے ہٹ گیا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ سواری سے نیچے اتر گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سواری چھوڑ دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جواب دیا اس کے بھی دو مطلب بنیں گے آگے بیٹھنے کا زیادہ حق سواری والے کا ہے لہٰذا تم آگے بیٹھو میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا اور دوسرا یہ کہ یہ سواری تمہاری ہے اس۔ لئے تم سوار ہونے کا زیادہ حق رکھتے ہو۔ مگر یہ کہ وہ حق میرے لئے تم کردو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ گدھے پر ایک ہی شخص سوار ہو سکتا ہے دو سوار نہیں ہو سکتے اور اسی طرح کار اور گاڑی کا بھی یہی حکم ہے کہ آگے بیٹھنے کا حق گاڑی کے مالک کے لئے ہی ہے ہاں اگر گاڑی کا مالک از خود کسی کو بٹھائے تو درست ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي اتِّخَاذِ الْأَنْمَاطِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ أَنْمَاطٌ قُلْتُ وَأَنَّى تَكُونُ لَنَا أَنْمَاطٌ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ قَالَ فَأَنَا أَقُولُ لِامْرَأَتِي أَخِّرِي عَنِّي أَنْمَاطَكِ فَتَقُولُ أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، محمد بن منکدر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس انماط (قالین) ہیں؟ میں نے عرض کیا ہمارے پاس انماط کہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم لوگوں کے پاس انماط (قالین) ہوں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں بیوی سے کہتا کہ اپنے انماط مجھ سے دور کرو تو وہ کہتی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ قَالَ فَأَدَعُهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس انماط ہوں گے۔ پھر میں اسے چھوڑ دیتا اور کچھ نہ کہتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: انماط: نمط کی جمع ہے بستر کے اوپر والی چادر جو گدے پر بچھائی جائے جسے پلنگ پوش بھی بول سکتے ہیں پلنگ اور چارپائی پر کپڑے اور چادریں فخر کے لئے نہ ہوں تو جائز ہے اور اگر ان کے ذریعے بڑائی اور غرور دکھانا مقصود ہو تو جائز نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلَى دَابَّةٍ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ قُدْتُ بِنَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ حَتَّى أَدْخَلْتُهُ حُجْرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا قُدَّامُهُ وَهٰذَا خَلْفُهُ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

حضرت ایاس بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر شہباء کو کھینچا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوار تھے۔ یہاں تک کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک تک لے گیا۔ ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے بیٹھے ہوئے اور دوسرے پیچھے (یعنی حضرت حسن و حسین) اس باب میں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: روایات میں ایک سواری پر تین افراد کے بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغلہ شہباء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حسن و حسین سوار ہوئے اس میں تطبیق یہ ہے کہ اگر سواری تین افراد کے بیٹھنے کی متحمل ہے تو اس پر بیٹھ سکتے ہیں یہاں بھی سواری کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن و حسین کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کوئی تکلیف نہیں تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَظْرَةِ الْفُجَاءَةِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَائَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو زُرْعَةَ اسْمُهُ هَرِمٌ

احمد بن منیع، ہشیم، یونس بن عبید، عمرو بن سعید، ابوزرعۃ بن عمرو بن جریر، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی (عورت) پر اچانک نظر پڑ جانے کا حکم پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نگاہ پھیر لو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوزرعہ کا نام ہرم ہے۔

تشریح: عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَائَةِ: (۱) فاء کے ضمہ اور مد کے ساتھ (۲) فاء کے فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ بغیر مد کے۔

اچانک نظر کا کسی اجنبی عورت پر پڑ جانا۔ الحاصل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اچانک نظر کے بارے میں سوال کیا کہ اگر میری اچانک نظر اجنبیہ پر پڑ جائے تو کیا میرا مؤاخذہ ہوگا یا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نظر گناہ نہیں لیکن اس کو فوراً ہٹانا واجب ہے کیونکہ پہلی نظر کو جاری رکھنا اور دیکھتے رہنا یہ گویا دوسری نظر ہے اور یہ گناہ ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم۔۔۔ الایة'' کہ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظروں کو نیچے رکھیں۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت اور مستحب ہے اور مردوں کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام احوال میں اپنی نظریں نیچے رکھیں (لیکن فتوی اس قول پر ہے کہ موجودہ دور میں فتنہ وفساد کی وجہ سے عورت کے چہرہ کا پردہ ضروری ہے) لیکن صحیح غرض شرعی میں مثلاً نکاح میں آنے والی عورت کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے اور اسی طرح عورت کو مثلاً بازو، ٹانگ وغیرہ میں مرض ہے پھوڑا پھنسی ہے تو صرف وہی حصہ معالج کو دکھا سکتی ہے ساری ٹانگ یا مکمل بازو نہ دکھلائے بقیہ جسم کو چھپانا ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَفَعَهُ قَالَ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی ایک مرتبہ نگاہ پڑنے کے بعد دوبارہ اس پر نگاہ مت ڈالو کیونکہ پہلی نظر اچانک پڑ جانے کی وجہ سے قابل معافی ہے جبکہ دوسری قابل مواخذہ ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف شریک کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ لا یعنی پہلی نظر تو معاف ہے لیکن دوسری نظر معاف نہیں کیونکہ دوسری ارادہ کے ساتھ ہوتی ہے اور ارادةً نظر معاف نہیں ہوتی نیز پہلی نظر کا جمائے رکھنا بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگا اس پر بھی گناہ ہے۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بغیر ارادہ والی نظر تمہارے لئے مفید ہے کہ جب تم فوراً نگاہ نیچی کر گے تو یقیناً اجر پاؤ گے تو لامحالہ دوسری نظر نقصان دہ ہوگی۔ حدیث الباب کے پیش نظر یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ علماء اور مشائخ کے لئے اپنی مریدنیوں اور طالبات کو دیکھنا جائز نہیں اور نہ بلا حجاب بیعت جائز ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي احْتِجَابِ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَبْهَانَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوید، عبد اللہ، یونس بن یزید، ابن شہاب، نبہان مولی ام سلمة، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں کہ ابن ام مکتوم (نابینا صحابی) داخل

وَمَيْمُونَةَ قَالَتْ فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهُ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہوئے اور یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ یہ پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم بھی اسے نہیں دیکھ سکتیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَفَعَمْيَاوَانِ: یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد ''عمیا'' ہے اور یہ تانیث ہے ''اعمی'' کی یہاں پر ہمزہ حرف عطف پر داخل ہے تو اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہاں پر معطوف محذوف ہے اصل میں تھا ''افغیر مبصراتین'' (۲) جمہور کے ہاں اصل میں تھا ''ما عمیاوان'' اس میں قلب ہوا کیونکہ ہمزہ صدارت چاہتا ہے۔

روایات میں تعارض: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں ایسے ہی عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا جائز نہیں جبکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے جیسا کہ حدیث عائشہ میں ہے ''کنت انظر الی الحبشة وهم یلعبون بحرابهم فی المسجد'' کہ حبشی لوگ مسجد نبوی سے متصل نیزہ بازی کے کرتب کیا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ مجھ سے فرماتے کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو تو میں عرض کرتی کہ ہاں تو آپ ﷺ کھڑکی کے پاس کھڑے ہو جاتے اور چونکہ میں چھوٹی تھی تو میں آپ ﷺ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھ کر ان کو دیکھتی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے جبکہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو دیکھنا عورت کیلئے جائز نہیں ہے تو اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب اول: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر (رسول کریم ﷺ) کی موجودگی میں غیر محارم کے چہرے نہیں دیکھ رہی تھیں بلکہ آپ کی اجازت سے وہ عمل دیکھ رہی تھیں جو عبادت سے متعلق تھا جبکہ حضرت ام سلمہ، حضرت میمونہ کو رسول کریم ﷺ کے منع فرمانے کا تعلق عبادت سے متعلق عمل کو دیکھنے سے نہیں بلکہ ابن ام مکتوم کا چہرہ دیکھنے سے تھا۔

جواب ثانی: عورتوں کو مردوں کے تحت الرکبۃ وفوق السرۃ کی طرف دیکھنا بلا شہوۃ جائز ہے حدیث میں جو ممانعت آئی ہے وہ ورع اور تقویٰ کی بناء پر ہے۔

جواب ثالث: حدیث عائشہ جواز پر محمول ہے حدیث الباب احتیاط پر محمول ہے

جواب خامس: حدیث الباب بعد نزول الحجاب پر محمول ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث قبل نزول الحجاب پر محمول ہے۔

امام سیوطیؒ اس جواب کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حبشیوں کا کھیل دیکھنا ۷ھ کا ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سولہ سال کی تھیں لہٰذا یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد ہوا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ

عورتیں مسجد اور عیدگاہ میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے حاضر ہوتی تھیں اور اس کی اجازت بھی تھی اب ظاہر بات ہے کہ عورتوں کی نظریں مردوں پر پڑتی ہوں گی اگر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا جائز نہ ہوتا تو عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دی جاتی اسی وجہ سے عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ مردوں کو لہٰذا بغیر شہوت کے عورت کا مرد کو دیکھنا جائز ہے اور شہوت کیساتھ دیکھنا حرام ہے۔ (مرقاۃ) (التعلیق الصبیح ج ۴ ص ۱۹)

بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنِ الدُّخُولِ عَلَى النِّسَاءِ إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَرْسَلَهُ إِلَى عَلِيٍّ يَسْتَأْذِنُهُ عَلَى أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ فَأَذِنَ لَهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ سَأَلَ الْمَوْلَى عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَوْ نَهَى أَنْ نَدْخُلَ عَلَى النِّسَاءِ بِغَيْرِ إِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، شعبہ، حکم، ذکوان، عمرو بن عاص کے مولیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ عمرو نے انہیں علی کے پاس بھیجا کہ عمرو کے لئے اسماء بنت عمیس کے پاس جانے کی اجازت لے کر آئیں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ جب حضرت عمرو بن عاص اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے تو ان کے غلام نے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں شوہروں کی اجازت کے بغیر ان کی بیویوں کے ہاں جانے سے منع فرمایا۔ اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر، عبداللہ بن عمر اور جابر سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَحْذِيرِ فِتْنَةِ النِّسَاءِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِي النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الثِّقَاتِ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

محمد بن عبدالاعلی صنعانی، معتمر بن سلیمان، سلیمان، ابوعثمان، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عورتوں کے فتنے سے بڑھ کر نقصان پہنچانے والا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسے کئی ثقہ راوی سلیمان تیمی سے وہ ابوعثمان سے وہ اسامہ بن زید سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ غَيْرُ الْمُعْتَمِرِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

کرتے ہیں۔ اس سند میں سعید بن زید کا ذکر نہیں۔ ہمیں معتمر کے علاوہ کسی راوی کے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے کا علم نہیں۔ اس باب میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: مَا تَرَكْتُ بَعْدِي: اصل میں یہ فعل مضارع کا صیغہ ہے اور اس پر قرینہ ''بعدی'' کا لفظ ہے اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا اس فتنہ کے یقینی وقوع کی وجہ سے اور جس چیز کا وقوع یقینی ہو اس کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

فِتْنَةً: اس سے مراد امتحان اور آزمائش ہے۔

أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ: ''لان الطباع کثیر تمیل الیهن وتقع فی الحرام لاجلهن'' مردوں کیلئے سب سے بڑا فتنہ عورتوں کو قرار دیا ہے کیونکہ انسان ان کی طرف بہت زیادہ جلدی مائل ہو جاتا ہے اور ان کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

دنیا میں سب سے پہلا قتل بھی عورت کی وجہ سے قابیل نے کیا وہ بھی اپنے بھائی کو۔ قرآن مجید میں عورت کے مکر کو مکر عظیم قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ''زين للناس حب الشهوات من النساء'' عورتوں کو نفس شہوات قرار دیکر تمام شہوات میں سرفہرست رکھا گیا ہے۔

عورتیں تین قسم کی ہیں۔ (۱) بیویاں (۲) محرمات (۳) اجنبی عورتیں۔

پہلی قسم ازواج: بسا اوقات خاوند کو بیوی اپنے جال میں اس طرح پھنسا دیتی ہے کہ خاوند بیوی کی ہر بات ماننے کیلئے تیار ہو جاتا ہے حتی کہ اپنے رشتہ داروں سے لڑائی جھگڑے، حرام کا ارتکاب بھی بیوی خاوند سے کرواتی ہے۔ اور بسا اوقات بیوی خاوند کو ایسی فرمائش کر دیتی ہے جس کو پورا کرنے کیلئے ہر قسم کا حربہ وہ استعمال کرتا ہے حتی کہ وہ مال حرام سے بھی نہیں بچتا۔

دوسری قسم محرمات: یہ بنسبت بیوی کے کم درجہ ہوتی ہیں لیکن بعض دفعہ یہ بھی ایسا مطالبہ کر دیتی ہیں کہ اس کو پورا کرنے کیلئے آدمی ہر طرح کی کوشش بروئے کار لاتا ہے۔

تیسری قسم اجنبی عورتیں: یہ تو ویسے ہی فتنہ ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آج کل کے دور میں فیشن پرست عوام کا حال ہے۔ اللہ عورتوں کے فتنے سے ہر شخص کو بچائے۔

الحاصل عورتوں میں سے کم ہی ایسی ہوتی ہیں جن کی رغبت دنیا سے کم ہو لیکن اکثر عورتیں خود دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی اسی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''حب الدنیا رأس کل خطیئة'' کہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے نیز آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کے فتنے کم تھے عورتوں کے فتنے کا زیادہ ظہور آپ ﷺ کے بعد ہوا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے منور تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حق کا غلبہ تھا فتنے وفساد دبے ہوئے تھے جوں جوں قیامت قریب آرہی ہے حق کا غلبہ کم ہو رہا ہے اور فتنے فسادات زیادہ ظاہر ہو رہے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ اِتِّخَاذِ الْقُصَّةِ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ خَطَبَ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ هٰذِهِ الْقُصَّةِ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ

سوید، عبداللہ، یونس، زہری، حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں خطاب کرتے ہوئے سنا فرمایا اے مدینہ والو تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالوں کے اس طرح گچھے بنانے سے منع فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل بھی اسی وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح بال بنانے شروع کئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت معاویہ سے منقول ہے۔

تشریح: القصۃ کے معنی ہیں بالوں کا گچھا وہ عورتیں جن کے اپنے بال ہلکے ہوتے ہیں تو وہ دوسروں کے بال اپنے بالوں سے ملاتی ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے اس کی تفصیل آنے والے باب میں آرہی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَاصِلَةِ، وَالْمُسْتَوْصِلَةِ، وَالْوَاشِمَةِ، وَالْمُسْتَوْشِمَةِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ مُبْتَغِيَاتٍ لِلْحُسْنِ مُغَيِّرَاتٍ خَلْقَ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، عبیدۃ بن حمید، منصور، ابراہیم، علقمۃ، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گودنے والی، گدوانے والی اور (پلکوں کے) بالوں کو اکھیڑ کر زینت وحسن حاصل کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلتی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَقَالَ نَافِعٌ الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ

سوید، عبداللہ بن مبارک، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بالوں کو جوڑنے والی، جڑوانے والی، گودنے والی اور گدوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ گودنا مسوڑھوں میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ، معقل بن یسار، اسماء بنت ابوبکر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ يَحْيَى قَوْلَ نَافِعٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، عبیداللہ بن عمر، نافع، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے انہوں نے یحیی بن سعدی سے وہ عبیداللہ بن عمر سے وہ نافع سے وہ ابن عمر سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن اس میں نافع کا قول نہیں ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وَالْمُتَنَمِّصَاتِ: یہ متنمصۃ کی جمع ہے اس کے معنی بال اکھیڑنے کے آتے ہیں نامصہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے چہرے سے بالوں کو اکھاڑے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ متنمصہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جو بھنویں بناتی اور پلکیں باریک کرتی ہے اور ایسی عورت کو بھی کہا جاتا ہے جو دوسروں سے بال اکھڑواتی ہے۔

حدیث الباب میں اس سے نہی فرمائی گئی ہے اور اگر کسی عورت کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال نکل آئیں تو ایسی عورت کو مذکورہ بال صاف کرنے کی اجازت ہے ایسی عورت مذکورہ وعید میں شامل نہیں۔

مُغَيِّرَاتٍ: عورتوں کی عادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیز میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم کرتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مصلحت و مرضی کیخلاف ہے اسی طرح لفظ ''خلق اللہ'' مغیرات کا مفعول ہے اور یہ پورا جملہ تعلیل کے درجے میں ہے جو وجوب لعنت وعلت کو ظاہر کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مثلہ اور ڈاڑھی منڈانے کی حرمت کی علت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں میں تغیر کرنا ہے۔ جبکہ قرآن پاک میں ''لا تبديل لخلق الله'' کے پیش نظر اللہ کی پیدا کردہ چیزوں میں تغیر کی صراحتاً ممانعت آئی ہے۔ الحاصل شارع نے جن تغیرات کو مباح قرار دیا ہے ان میں اباحت رہے گی اور جن تغیرات کو حرام قرار دیا ہے ان میں حرمت جاری ہوگی۔

ان احادیث کی مزید تفصیل ماقبل ''باب ما جاء في مواصلة الشعر'' کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، طیالسی، شعبہ وہمام، قتادہ، عکرمۃ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَأَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ

حسن بن علی خلال، عبدالرزاق، معمر، یحیی بن کثیر وایوب، عکرمۃ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کی وضع قطع اختیار کرنے

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ

والے مردوں پر اور مردوں کی وضع قطع اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت منقول ہے۔

تشریح: **اَلْمُخَنَّثِينَ:** مخنث اس مرد کو کہتے ہیں جو حلیہ، لباس، شکل وصورت اور حرکات وسکنات میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرے جس کو ہمارے عرف میں ہیجڑا کہا جاتا ہے۔

مخنث دوطرح کے ہوتے ہیں (۱) وہ جو خلقتاً ہو یعنی ان کی تخلیق میں عورتوں کے اوصاف پائے جاتے ہیں تو ایسے مخنث پر کوئی مواخذہ نہیں نہ اس پر کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی عقوبت کیونکہ یہ معذور ہے (۲) بعض مرد اگرچہ اپنے اعضاء وجسم کے اعتبار سے مرد ہوتے ہیں لیکن جان بوجھ کر عورتوں کے اوصاف اپنانا چاہتے ہیں اور بات چیت میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کر لیتے ہیں۔ مخنثوں کی اس قسم کے حق میں لعنت ومذمت فرمائی ہے اسکے برخلاف پہلی قسم لعنت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ خلقتاً معذور ہیں انکے اپنے قصد اور اختیار کا کوئی دخل نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ خُرُوجِ الْمَرْأَةِ مُتَعَطِّرَةً

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُمَارَةَ الْحَنَفِيِّ عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید قطان، ثابت بن عمارۃ حنفی، غنیم بن قیس، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر آنکھ زنا کرتی ہے اور وہ عورت جو خوشبو لگا کر کسی (مردوں کی) مجلس کے پاس سے گزرے وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں عورت کے لئے خوشبو لگا کر مجلس میں جانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور جو عورت ایسا کرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی بدکار ہے کیونکہ وہ لوگوں کی نظر زنا کا سبب بنے گی اور متسبب کے لئے مباشر کا حکم ہے پس گویا وہی بدکار ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي طِيبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ

محمود بن غیلان، ابوداؤد حفری، سفیان، جریری، ابونضرۃ، ایک آدمی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو زیادہ اور رنگت ہلکی ہو۔ اور عورتوں کے لئے وہ خوشبو

لَوْنُهُ وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ

ہے جس کی رنگ تیز اور خوشبو کم ہو۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنِ الطُّفَاوِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِلَّا أَنَّ الطُّفَاوِيَّ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهُ وَحَدِيثُ إِسْمَعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ

علی بن حجر، اسماعیل بن ابراہیم، جریری، ابی نضرہ، طفاوی، ابوہریرہ ہم سے روایت کی علی بن حجر نے انہوں نے اسماعیل سے انہوں نے جریری سے وہ ابونضرہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ البتہ طفاوی کو ہم اس حدیث کے علاوہ کہیں نہیں جانتے۔ ہمیں اس کا نام معلوم نہیں۔ اسماعیل بن ابراہیم کی حدیث زیادہ مکمل اور طویل ہے۔ اس باب میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَيْرَ طِيبِ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَخَيْرَ طِيبِ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ وَنَهَى عَنْ مِيثَرَةِ الْأُرْجُوَانِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن بشار، ابوبکر حنفی، سعید، قتادہ، حسن، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردوں کے لئے بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ پوشیدہ اور خوشبو تیز ہو اور عورتوں کے لئے بہترین خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ہلکی اور رنگ ظاہر ہو۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کی سرخ چادر سے منع فرمایا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مردوں اور عورتوں کی خوشبو کا ذکر کیا گیا ہے کہ مردوں کے لئے وہ خوشبو ہے جس کی خوشبو پھیلے جیسے عرق گلاب، عطر گلاب، مشک وغیرہ اس کا رنگ نہیں ہوتا خوشبو ہوتی ہے جبکہ عورتوں کے لئے خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو پوشیدہ ہو جیسے زعفران اس باب کی حدیث میں جو خوشبو عورت کے لئے منع کی گئی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ وہ خوشبو لگا کر باہر جائے۔ جیسا کہ پچھلے باب کی روایت میں گزر چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایسی عورت کا یہ عمل زنا شمار ہوگا اس لئے عورت کے لئے تیز خوشبو لگانا جائز نہیں۔ (معارف ج ۲ ص ۶۱۲) لیکن گھر میں عورت جو چاہے خوشبو لگا سکتی ہے۔ باقی حدیث کی شرح ابواب اللباس "باب ما جا فی رکوب المباشر" میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ رَدِّ الطِّيبِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ أَنَسٌ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ وَفِي

حضرت ثمامہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انسؓ کبھی خوشبو انکار نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کبھی خوشبو (کا عطیہ) واپس نہیں کرتے تھے۔ اس باب میں

الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ الدُّهْنُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ مُسْلِمٍ هُوَ بْنُ جُنْدُبٍ وَهُوَ مَدِينِيٌّ

قتیبہ، ابن ابی فدیک، عبداللہ بن مسلم، مسلم، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں سے انکار نہیں کیا جاتا تکیہ، خوشبو اور دودھ۔ یہ حدیث غریب ہے اور عبداللہ بن مسلم کے بیٹے جندب کے بیٹے اور مدینی ہیں۔

تشریح: ان احادیث مبارکہ میں خوشبو کے ہدیہ کو واپس کرنے کی کراہت کا بیان ہے کہ اگر کوئی خوشبو کا ہدیہ دے رہا ہو تو اسے قبول کرنا چاہیے اس کو رد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ خوشبو ہلکے بوجھ والی اور کم قیمت ہے اس وجہ سے اس کے قبول کرنے میں حرج نہیں ہونا چاہیے ہاں اگر بہت زیادہ قیمتی خوشبو اگر کوئی ہدیہ پیش کر رہا ہے تو اس کو واپس کرنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حدیث میں خوشبو واپس نہ کرنے کی وجہ کم قیمت اور ہلکی ہونے کی وجہ سے ہے۔ باقی حدیث میں تین کا عدد بطور مثال کے ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلِيفَةَ وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ حَنَانٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا نَعْرِفُ لِحَنَانٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَأَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَلٍّ وَقَدْ أَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرَهُ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ

محمد بن خلیفہ ابوعبداللہ بصری، عمرو بن علی، یزید بن زریع، حجاج صواف، حنان، حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کو خوشبو دی جائے تو انکار نہ کرے کیونکہ یہ جنت سے (نکلی) ہے۔ یہ حدیث غریب حسن ہے۔ ہم حنان کی اس کے علاوہ کوئی روایت نہیں جانتے۔ ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمن بن مل ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور نہ ہی کچھ سنا۔

تشریح: ۱۔ أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ: ریحان ایک خوشبودار پودہ ہے اور ہر خوشبودار پودے کو بھی ریحان کہتے ہیں اور حدیث میں یہی عام معنی مراد ہے۔ خرج من الجنۃ سے مراد ہے کہ اس کا جنت سے خصوصی تعلق ہے یا وہ پسندیدہ چیز ہے اچھی چیز کو جنت کی طرف اور بری چیز کو جہنم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث مرسل ہے ابوعثمان نہدی جس کا نام عبدالرحمن بن مل ہے یہ تابعی ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تو پایا لیکن نہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ ہی کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ان سے روایت کرنے والا راوی حنان اسدی جو حضرت مسدد کے والد کا چچا ہے اس کی یہی ایک حدیث ہے اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے حدیث کو غریب کہا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مُبَاشَرَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ، وَالْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ حَتَّى تَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہناد، ابومعاویۃ، اعمش، شقیق بن سلمۃ، حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی عورت سے ملاقات کو اپنے شوہر سے اس طرح بیان نہ کرے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آپ ﷺ نے دو باتوں سے منع فرمایا ہے (۱) کسی عورت کا اپنے جسم کو برہنہ کر کے کسی دوسری عورت کے برہنہ جسم سے مس کرنا منع ہے (۲) کسی دوسری ننگی عورت کے جسم کے اوصاف خاوند کے سامنے بیان کرنا کہ اس کا جسم ایسا ایسا تھا چونکہ دوسری عورت کے جسمانی اوصاف سن کر خاوند کا اُس عورت کی طرف میلان ہو سکتا ہے اور وہ اِس عورت کو طلاق دے کر اُس دوسری عورت سے شادی کر سکتا ہے اب اس میں اسی عورت کا نقصان ہے اس وجہ سے بھی ممانعت ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ أَخْبَرَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا تَنْظُرُ الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عبداللہ بن ابی زیاد، زید بن حباب، ضحاک بن عثمان، زید بن اسلم، حضرت عبدالرحمن بن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی شرمگاہ کو اور کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ اور عورت دوسری عورت کے ساتھ (برہنہ ہوکر) ایک کپڑے میں اکٹھے نہ ہوں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ: مرد کا ستر زیر ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہوتا ہے اس حصہ کو نہ کوئی دوسرا مرد دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی عورت سوائے اس شخص کی بیوی اور لونڈی کے۔ ستر کے حصہ کے علاوہ کو دیکھنا مرد کے لئے بھی جائز ہے اور عورت کے لئے بھی اس شرط پر کہ عورت کو نفسی ہیجان پیدا نہ ہو نیز آزاد عورت کا ستر اجنبی مرد کے لئے پورا جسم ہے اور ایک روایت میں ہے عورت کی ہتھیلیاں، چہرہ اور پاؤں ستر سے خارج ہیں اور عورت کا ستر عورت کے حق میں اس کے جسم کے زیر ناف سے زانوں تک کا حصہ ہے لہٰذا عورت کے اس حصہ کو بلا ضرورت دوسری عورت نہیں دیکھ سکتی اور اسی طرح عورت کی پیٹھ، پیٹ اور زیر ناف گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ بھی ستر ہے کسی مرد کیلئے ان اعضاء کا دیکھنا یا چھونا خواہ نفسی ہیجان پیدا ہو یا نہ ہو جائز نہیں ہے۔ مرد کے حق میں غیر کی لونڈی کا ستر اس کی محرمہ کے ستر کی مانند ہے یعنی پیٹھ، پیٹ اور زیر ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ لہٰذا غیر کی لونڈی کے جسم کے ان حصوں اور اعضاء کو جو اس کے ستر کے حکم میں ہے دیکھنے اور چھونے کے بارے میں وہی تفصیل ہے جو اپنی محرمہ کے جسم کے مستور حصوں کو دیکھنے اور چھونے کی ہے۔ خوبصورت مرد کو نفسانی خواہش کے ساتھ دیکھنا یا اس کو ہاتھ لگانا

حرام ہے اسی طرح اجنبی عورت کو شہوۃ یا بغیر شہوۃ کے دیکھنا حرام ہے۔ (التعلیق الصبیح ج ۴ ص ۱۳)

وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ: کہ دو ننگے مردوں کا ایک کپڑے میں یکجا ہونا یا دو ننگی عورتوں کا ایک کپڑے میں یکجا ہونا اگر چہ عورتوں کا یکجا ہونا بظاہر برائی کا محل نہیں ہے لیکن پھر بھی حرام اور ممنوع ہے۔

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوتے ہیں (۱) عورت اپنے گھر سے نہ نکلے مگر شدید ضرورت کی بناء پر کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان'' (۲) عورت بوقت مجبوری اپنے اوپر چادر ڈال کر نکلے اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کرے مگر اپنے شوہر یا ذی رحم محرم کیلئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ... الآیۃ'' (النور: ۳۰) (۳) کوئی مرد غیر عورت کے ساتھ ایسے گھر میں نہ ٹھہرے جس میں کوئی تیسرا نہ ہو کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ''الا لا یبیتن رجل عند امرأۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذی رحم محرم وقال لا یخلون رجل بامرأۃ فان الشیطان ثالثهما'' (۴) کوئی دو مرد یا دو عورتیں اکٹھے ایک کپڑے میں نہ سوئیں نہ ہی جمع ہوں۔ (التعلیق الصبیح ج ۴ ص ۱۳)

بَابُ مَا جَاءَ فِي حِفْظِ الْعَوْرَةِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَلَا تُرِيَنَّهَا قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ فَاللهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَى مِنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے ستر کو اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا اگر لوگ آپس میں مباشرت میں باہم شریک ہوں تو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ہو سکے کہ تمہاری شرمگاہ کو کوئی نہ دیکھے تو ضرور ایسا ہی کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کوئی اکیلا ہو تو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے زیادہ اس کا حقدار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ اپنے ستر کو چھپاؤ مگر اپنی بیوی اور لونڈی سے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب آدمی اکیلا ہو تو اس وقت بھی ستر کو چھپائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت بھی ضروری ہے کیونکہ اللہ تو ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے نیز حدیث میں اپنی بیوی اور لونڈی کا استثناء ہے کہ اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے سامنے ستر چھپانا ضروری نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جَرْهَدٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ جَدِّهِ جَرْهَدٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَرْهَدٍ فِي الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَشَفَ فَخِذُهُ قَالَ إِنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ مَا أُرَى إِسْنَادَهُ بِمُتَّصِلٍ

ابن ابی عمر، سفیان، ابونضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ، زرعۃ بن مسلم بن جرہد اسلمی، حضرت جرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ان کے پاس سے گزرے تو ان کی ران ننگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ران ستر میں داخل ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی سند متصل نہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جَرْهَدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ وَهُوَ كَاشِفٌ عَنْ فَخِذِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطِّ فَخِذَكَ فَإِنَّهَا مِنَ الْعَوْرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حسن بن علی خلال، عبدالرزاق، معمر، ابوزناد، حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو اس وقت ان کی ران ننگی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو اس وقت ان کی ران ننگی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی ران کو ڈھانپ لو یہ بھی ستر میں داخل ہے یہ حدیث حسن ہے۔

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَرْهَدٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

واصل بن عبدالاعلی، یحییٰ بن آدم، حسن بن صالح، عبداللہ بن محمد بن عقیل، عبداللہ بن جرہد اسلمی، حضرت جرہد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ران ستر میں داخل ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَحْشٍ وَلِعَبْدِ اللهِ بْنِ جَحْشٍ صُحْبَةٌ وَلِابْنِهِ مُحَمَّدٍ صُحْبَةٌ

واصل بن عبدالاعلی کوفی، یحییٰ بن آدم، اسرائیل، ابویحییٰ، مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ران بھی ستر میں داخل ہے۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن عبداللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ عبداللہ بن جحش اور ان کے بیٹے صحابی ہیں۔

تشریح: اختلافی مسئلہ: مرد کا ستر کس حد تک ہے؟ قول اوّل: امام شافعیؒ کے نزدیک مرد کا ناف ستر میں داخل ہے اور گھٹنے ستر سے خارج ہیں۔ **قول ثانی:** امام مالکؒ کے نزدیک مرد کے ستر میں ناف اور گھٹنے دونوں شامل نہیں ہیں۔

قول ثالث: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے سمیت ہے ''الفخذ عورة'' کے پیش نظر۔
قول رابع: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک صرف عورت غلیظہ ہی ستر ہے لہٰذا ناف، ران، گھٹنے ستر میں داخل نہیں۔
امام مالکؒ کی دلیل: مستدرک حاکم میں ایک روایت مذکور ہے جس میں ہے کہ ابوجعفر محمد علی بن حسین فرماتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن ابی جعفر سے عرض کیا کہ آپ نے جو بات آپ ﷺ سے سنی ہے وہ ذکر کریں اس کے ماسوا ذکر نہ کریں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''ما بین السرة والركبة عورة''۔ امام مالکؒ کا استدلال ما بین کے لفظ سے ہے کہ جب لفظ بین آئے تو دونوں غایتیں خارج ہو جاتی ہیں تو ایسے ہی ''سرة'' اور ''ركبة'' خارج ہیں۔
امام شافعیؒ کی دلیل: انکی دلیل بھی یہی حدیث ہے مگر استدلال میں فرق ہے کہ ''مابین السرة'' ''من السرة'' کے معنی میں ہے تو گویا کہ ''سرة'' ستر میں داخل ہے اور ''ركبة'' غایت ہے اور غایت خارج ہوتی ہے تو ''ركبة'' ستر سے خارج ہوا۔
امام احمد بن حنبلؒ کی دلیل اول: قرآن کریم نے حضرت آدم اور حضرت حوا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ''فبدت لهما سواتهما'' یعنی ان کی شرمگاہ ظاہر ہو گئی تو اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک کھل گیا تو معلوم ہوا کہ صرف شرمگاہ کا چھپانا ضروری ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ''عورة'' کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد عرف میں شرمگاہ ہی ہوتی ہے لہٰذا یہی ستر ہوگا۔
دلیل ثانی: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ''ان النبی ﷺ غزا خيبر ... ثم حسر الازار عن فخذه'' کہ غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی ران کھلی ہوئی تھی اور میں نے سفیدی دیکھی تھی تو معلوم ہوا کہ ستر میں ران داخل نہیں ورنہ آپ کی ران نظر نہ آتی۔
احناف کی دلیل اول: حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے قال اما علمت ان الفخذ عورة۔
دلیل ثانی: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''قال له يا علی لا تبرز فخذك ولا تنظر''۔
دلیل ثالث: محمد بن جحش کی روایت ہے ''قال مر رسول الله ﷺ على معمر وفخذاه مكشوفتان فقال يا معمر غط فخذيك فان الفخذين عورة''۔
امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب: آپ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں ''بین'' کا لفظ ہے اور اس میں دونوں احتمال ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''سرة'' ستر میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ''سرة'' ستر سے خارج ہو تو ہم نے دیگر احادیث کے ذریعہ حکم لگا دیا کہ ''سرة'' ستر میں داخل نہیں ہے اور ''ركبة'' داخل ہے۔
امام احمد بن حنبلؒ کی پہلی دلیل کا جواب: قرآن کریم میں اجمال ہے اور حدیث میں اس کی تفصیل ہے اور حدیث میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے کہ الی الركبة دون السرة اور نیز عرف کا اعتبار نہیں ہے شریعت کا اعتبار ہے۔
دوسری دلیل کا جواب: کہ لڑائی اور جنگ کے موقع پر لوگوں کا اژدہام ہوتا ہے غیر اختیاری طور پر ستر کھل گیا ہوگا۔ اس سے فخذ کا عدم ستر پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔
اختلافی مسئلہ: باندی کے ستر کی کیا حد ہے؟ قول اوّل: عندالاحناف اس کا ستر مرد کی طرح ہے مگر اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر

میں شامل ہے۔ **قول ثانی:** عند البعض اس کا ستر مرد کی طرح ہے یہ حضرات کسی چیز کا استثناء نہیں کرتے۔
احناف کی دلیل: ماقبل حدیث میں گزرا ہے کہ ''المرأة عورة'' تو مرأة جس طرح آزاد کو شامل ہے ایسے ہی باندی کو شامل ہے مگر چہرہ، بازو، پنڈلیاں اور سر ستر میں داخل نہیں ہیں جیسا کہ مصنف عبد الرزاق میں ایک حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے خاندان کی ایک لونڈی کو اس وجہ سے مارا کہ اس نے سر پر دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا اور فرمایا کہ تم آزاد عورتوں کی طرح نقل مت اتارو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّظَافَةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ إِلْيَاسَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَسَّانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ فَنَظِّفُوا أُرَاهُ قَالَ أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ نَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَخَالِدُ بْنُ إِلْيَاسَ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ ابْنُ إِيَاسٍ

حضرت سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاکیزگی پسند فرماتے ہیں، وہ صاف ہیں اور صفائی کو پسند کرتے ہیں، وہ کریم ہیں اور کرم کو پسند کرتے ہیں۔ وہ سخی ہیں اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں لہٰذا تم لوگ پاک صاف رہا کرو۔ راوی کہتے ہیں میرے خیال میں حضرت سعید نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے صحنوں کو صاف ستھرا رکھو اور یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ صالح بن ابی حسان کہتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث مہاجر بن مسمار کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث عامر بن سعد نے بواسطہ اپنے والد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل بیان کی البتہ یہ فرمایا کہ صحنوں کو صاف رکھا کرو۔ یہ حدیث غریب ہے اور خالد الیاس ضعیف ہیں انہیں ابن ایاس بھی کہتے ہیں۔

تشریح: نظافت کے معنی صفائی ستھرائی اور تنظیف کے معنی ہیں آراستگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاکی کو پسند کرتے ہیں۔ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ فیاض ہیں فیاضی کو پسند کرتے ہیں۔ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ سخی ہیں اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں۔

سند پر کلام: صالح بن ابی حسان یہ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں پس یہ روایت مرسل ہے لیکن حضرت سعید بن المسیب کے مراسل بالاتفاق مقبول ہیں دوسری سند سے یہ روایت مرفوع ہے صالح کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عن مہاجر بن مسمار زہری، عن عامر بن سعد عن سعد عن النبی سعید بن المسیب کی روایت میں أَفْنِيَتَكُمْ شک کے ساتھ ہے مگر حضرت سعد کی روایت میں نَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ ہے مگر صالح کا شاگرد خالد غیر صالح ہے امام بخاریؒ اس کو منکر الحدیث قرار دے رہے ہیں اور ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع حدیثیں گھڑتا تھا اس لئے یہ نہایت ضعیف راوی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاسْتِتَارِ عِنْدَ الْجِمَاعِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَيَّاةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ فَاسْتَحْيُوهُمْ وَأَكْرِمُوهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو مُحَيَّاةَ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى

احمد بن محمد بن نیزک بغدادی، اسود بن عامر، ابومحیاۃ، لیث، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا برہنہ ہونے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ لوگ (یعنی فرشتے) بھی ہیں جو تم سے قضائے حاجت اور تمہارے اپنی بیویوں سے جماع کرنے کے اوقات کے علاوہ جدا نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان سے حیاء کرو اور ان کی عزت کرو۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ ابومحیاہ کا نام یحیی بن یعلی ہے۔

تشریح: إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ: بلاوجہ کشف عورۃ سے بچو اسلئے کہ تمہارے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو کبھی جدا نہیں ہوتے مگر پیشاب پاخانے کے وقت۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے حفاظت والے فرشتے یا کراما کاتبین مراد ہیں اور ابن الملکؒ فرماتے ہیں کہ کشف عورت بلاضرورت نہ کیا جائے اور ضرورت قضاء حاجت یا مجامعت وغیرہ ہے۔ اُس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ انسان کا ستر دیکھنے سے شرم کرتے ہیں لہٰذا ایمانی تقاضا یہی ہے کہ ہم بھی اُن سے شرم کریں اور بغیر ضرورت ستر نہ کھولیں نیز اللہ پاک شرم وحیاء کے زیادہ حقدار ہیں۔

سوال: ان دو وقتوں میں اگر کوئی گناہ کرے تو کراما کاتبین نزدیک نہ ہونے کی وجہ سے اسکے گناہ کو نہیں لکھیں گے پھر تو مواخذہ بھی نہ ہوگا؟ جب لکھیں گے نہیں تو مرتکب کو سزا نہ ہوگی؟

جواب اول: اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو بتلادیتے ہیں کہ فلاں آدمی نے یہ گناہ کیا ہے تو وہ لکھ دیتے ہیں۔

جواب ثانی: ان دو وقتوں میں بھی گناہ کرنے والے کا گناہ لکھا جائے گا کیونکہ جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے بدن پر ایک نجاست لگ جاتی ہے جس کی بناء پر کراما کاتبین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے کونسا گناہ کیا ہے۔

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا

قاسم بن دینار کوفی، مصعب بن مقدام، حسن بن صالح، لیث بن ابی سلیم، طاؤس، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ برہنہ ہو کر حمام میں داخل نہ ہو جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ لے جائے نیز اللہ اور

يَدْخُلِ الْحَمَّامَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلَى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهِمُ الْخَمْرُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ طَاوُوسٍ عَنْ جَابِرٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ صَدُوقٌ وَرُبَمَا يَهِمُ فِي الشَّيْئِ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَيْثٌ لَا يُفْرَحُ بِحَدِيثِهِ

قیامت کے دن پر ایمان لانے والا ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف طاوس کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم صدوق (یعنی سچے) ہیں لیکن اکثر وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان کی کسی روایت سے دل خوش نہیں ہوتا۔

تشریح: حمام کا لفظ مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ حمام وہ غسل خانہ جس میں گرم پانی ملتا ہو پرانے زمانے میں حمام وہ جگہ ہوتی تھی جہاں مرد وعورتیں سب جمع ہو کر اکٹھے غسل کرتے تھے اسلام نے اس سے منع فرمایا کیونکہ یہ اختلاط ہے مردوں اور عورتوں میں اسی طرح زمانہ جاہلیت میں وہ عورتیں جو برہنہ ہو کر طواف بھی کرتی تھیں زمانہ جاہلیت میں طرح طرح کی قبیح حرکات کا صدور ہوتا تھا۔ حدیث میں تین احکام کا بیان ہے۔

اول: جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ بغیر ازار کے حمام میں داخل نہ ہو۔

ثانی: جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ لے جائے۔

ثالث: جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔

سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہیں یہ راوی کمزور ہے امام بخاریؒ ان کے بارے میں قول نقل کرتے ہیں کہ لَيْثٌ لَا يُفْرَحُ بِحَدِيثِهِ کی حدیثیں خوش کن نہیں ہوتیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي عُذْرَةَ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ فِي الْمَيَازِرِ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَائِمِ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، حماد بن سلمۃ، عبداللہ بن شداد اعرج، ابوعذرۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں جانے سے منع فرمایا لیکن بعد میں مردوں کو تہبند باندھ کر جانے کی اجازت دے دی۔ اس حدیث کو ہم صرف حماد بن سلمہ کی روایت سے جانتے ہیں اور اس کی سند قوی نہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ الْهُذَلِيِّ أَنَّ

محمود بن غیلان، ابوداود، شعبۃ، منصور، سالم بن ابی الجعد، حضرت ابوملیح ہذلی فرماتے ہیں کہ حمص یا شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر

نِسَاءٌ مِنْ أَهْلِ حِمْصَ أَوْ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ دَخَلْنَ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَنْتُنَّ اللَّاتِي يَدْخُلْنَ نِسَاؤُكُنَّ الْحَمَّامَاتِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ امْرَأَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا هَتَكَتْ السِّتْرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رَبِّهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تم وہی عورتیں ہو جو حماموں میں داخل ہوتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اپنے کپڑے خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اور اتارتی ہے وہ اس پردے کو پھاڑ دیتی ہے جو اس (عورت کے) اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن شداد راوی ہے صدوق ہے مگر اس کا استاد ابوعذرہ مجہول ہے اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے اور کتاب میں ذکر ہے کہ ابوعذرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ہے مگر تقریب میں ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے' کیونکہ آخر میں امام ترمذیؒ نے خود کہا ہے کہ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَائِمِ

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةُ تَمَاثِيلَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سلمۃ بن شبیب وحسن علی دلال وعبد بن حمید وغیر واحد، عبدالرزاق، معمر، زہری، عبیداللہ بن عتبہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا کسی جاندار کی تصویر ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ إِسْحٰقَ أَخْبَرَهُ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ نَعُودُهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ تَمَاثِيلُ أَوْ صُورَةٌ شَكَّ إِسْحٰقُ

احمد بن منیع، روح بن عبادۃ، مالک بن انس، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ، رافع بن اسحاق، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ جس گھر میں مجسمہ یا تصویریں (راوی کو شک ہے) ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لَا يَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي جِبْرَئِيلُ فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكُونَ دَخَلْتُ عَلَيْكَ الْبَيْتَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فِي بَابِ الْبَيْتِ تِمْثَالُ الرِّجَالِ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِي بِالْبَابِ فَلْيُقْطَعْ فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ وَيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مُنْتَبَذَتَيْنِ تُوطَآنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ذٰلِكَ الْكَلْبُ جِرْوًا لِلْحُسَيْنِ أَوْ لِلْحَسَنِ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي طَلْحَةَ

سوید، عبداللہ بن مبارک، یونس بن ابواسحاق، مجاہد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل میرے پاس آئے اور کہا کہ میں کل رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا۔ مجھے آپ کے پاس داخل ہونے سے اس گھر کے دروازے پر موجود مردوں کی تصویروں نے روک دیا۔ جس گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اس گھر میں ایک پردہ تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں پھر وہاں ایک کتا بھی تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیجئے کہ اس تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی طرح ہو جائے۔ پردے کے متعلق حکم دیجئے کہ اسے کاٹ کر دو تکیے بنائے جائیں جو پڑے رہیں اور (پیروں) میں روندے جائیں۔ پھر کتے کو نکال دینے کا حکم دیجئے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور وہ کتا ایک کتے کا بچہ تھا جو حسین یا حسنؓ کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پلنگ کے نیچے تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اسے نکال دیا گیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ اور ابوطلحہؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ: اس سے وہ فرشتے مستثنیٰ ہیں جو انسان کے نامہ اعمال لکھنے پر مامور ہوتے ہیں کیونکہ یہ فرشتے انسان سے کبھی جدا نہیں ہوتے لہٰذا حدیث الباب میں رحمت کے فرشتوں کا گھر میں داخل نہ ہونا مراد ہے۔

كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ: کتے اور تصاویر کا حکم عام ہے بعض حضرات نے کہا کہ جن کتوں کو پالنے کی اجازت دی گئی ہے وہ اس سے خارج ہیں اور وہ فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہوتے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر قسم کے کتے اور تصاویر کے لئے عام ہے کیونکہ تصویر اور کتے سے فرشتوں کو طبعی نفرت ہے جائز و ناجائز الگ چیز ہے اور کسی چیز کا اثر الگ ہے جیسے کوئی غلطی سے زہر کھالے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ غلطی ہوگئی تو اثر بھی نہیں ہوگا بلکہ اس کا اثر ضرور ہوگا اور وہ آدمی مرجائے گا اسی لئے آپ ﷺ کے گھر میں کتا چارپائی کے نیچے تھا اس میں تو عذر ظاہر تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو اس کا علم نہیں تھا مگر اس کے باوجود جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ تصاویر والے کمرے میں فرشتے اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ عموماً مشرکین بتوں کی تصاویر بنا کر پوجتے تھے اور جس گھر میں کتا موجود ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ یہ گندگی کھاتا ہے اور بعض کتے شیطان ہوتے ہیں اور ملائکہ شیطان

کی ضد ہیں اور یہ کہ کتوں سے قبیح قسم کی بو آتی ہے لہٰذا کتے رکھنے والے کو رحمت کے فرشتوں کے دخول اور دعا رحمت اور استغفار سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۳۲۶)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ”یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب“۔ الآیة (سبا:۱۳) اس آیت میں ”تماثیل“ کی تفسیر تصویروں سے بھی کی گئی ہے اگر تصویر جائز نہیں تھی تو پھر ان کے لئے تصویر کیوں بنائی جاتی تھی۔ **جواب:** حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصاویر جائز تھیں جبکہ شریعت محمدی میں تصاویر جائز نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تماثیل سے ذی روح کی تصویر مراد نہ ہو بلکہ غیر ذی روح کی تصویر مراد ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي يَحْيٰى عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ كَرِهُوا لُبْسَ الْمُعَصْفَرِ وَرَأَوْا أَنَّ مَا صُبِغَ بِالْحُمْرَةِ بِالْمَدَرِ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُعَصْفَرًا

عباس بن محمد بغدادی، اسحاق بن منصور، اسرائیل، ابو یحیی، مجاہد، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سرخ رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے گزرا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زعفران سے رنگے ہوئے لباس کو ناپسند فرمایا۔ اہل علم کے نزدیک اگر کپڑا امدر وغیرہ سے رنگا گیا ہو تو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ کسم نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ابواب اللباس ”باب ما جا فی الرخصة فی الثوب الاحمر للرجال“ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

سند پر کلام: المدر: مٹی، ڈھیلا، لیس دار مٹی۔ علما کے ہاں گیروے رنگ کا کپڑا تو مکروہ ہے البتہ سرخ رنگ کا کپڑا اگر سرخ مٹی سے رنگا ہوا ہو تو یا اسکے علاوہ کسی اور رنگ سے رنگا گیا ہو تو اس کی گنجائش ہے جبکہ وہ گیروا نہ ہو۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيمَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَعَنِ الْمِيثَرَةِ وَعَنِ الْجِعَةِ قَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ وَهُوَ شَرَابٌ يُتَّخَذُ بِمِصْرَ

قتیبہ، ابوالاحوص، ابو اسحاق، ہبیرۃ بن یریم، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشمی کپڑا پہننے، ریشمی زین پوش اور جعہ سے منع فرمایا۔ ابوالاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جعہ مصر کی ایک شراب جو جو

مِنَ الشَّعِيرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سے بنتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِي وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ وَلُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَالْقَسِّيِّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ هُوَ أَشْعَثُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ وَأَبُو الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ سُلَيْمُ بْنُ الْأَسْوَدِ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر وعبدالرحمن بن مہدی، شعبہ، اشعث بن سلیم، معاویۃ بن سوید بن مقرن، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا جنازے کے پیچھے چلنے، مریض کی عیادت کرنے، چھینکنے والے کو جواب دینے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے اور قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے اور سلام کا جواب دینے حکم دیا۔ اور جن چیزوں سے منع فرمایا وہ یہ ہیں سونے کی انگوٹھی یا سونے کا چھلہ، چاندی کے برتن حریر، دیباج، استبرق اور قسی (یعنی ریشمی) کپڑے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اشعث بن سلیم سے مراد، اشعث بن ابی شعثاء ہے۔ ابوشعثاء کا نام سلیم بن اسود ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْبَيَاضِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، حبیب بن ابی ثابت، میمون بن ابی شبیب، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ یہ پاکیزہ اور عمدہ ترین ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات منقول ہیں۔

تشریح: فَإِنَّهَا أَطْهَرُ: کہ سفید کپڑے زیادہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سفید کپڑا بہت جلد میلا ہو جاتا ہے اور وہ بار بار دھلتا ہے اور عموماً صاف نظر آتا ہے جب کوئی داغ دھبہ لگ جائے تو نمایاں نظر آتا ہے جبکہ رنگ دار کپڑے کو بار بار دھویا نہیں جاتا اور اس کے اندر میل بھی نظر نہیں آتی۔ عند البعض عموماً رنگ دار کپڑوں کو دھونے سے یہ ڈر رہتا ہے کہ اس کا رنگ زائل نہ ہو جائے اس لئے رنگ دار کپڑے جلدی نہیں دھوئے جاتے۔ جبکہ سفید کپڑوں میں کوئی ڈر نہیں ہوتا اس کا رنگ

زائل بھی نہیں ہوتا۔ **وَأَطْيَبُ**: سفید کپڑے کا اطیب ہونے کا معنی یہ ہے کہ سفید کپڑا دیکھنے میں اچھا لگتا ہے نظروں کو بھلا لگتا ہے اور اس لئے کہ سفید رنگ اجلا اجلا محسوس ہوتا ہے اور جتنا حسن سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔

سوال: ماقبل روایت میں گزرا کہ آپ ﷺ حبرہ کو پسند کرتے تھے جبکہ یہاں ہے کہ آپ ﷺ سفید کو پسند کرتے تھے۔

جواب: سفید کی پسندیدگی اپنی جگہ اور رنگ دار کپڑوں میں سے حبرہ کی پسندیدگی اپنی جگہ ہے یا رسول کریم ﷺ کسی وقت میں سفید کو پسند کرتے تھے اور کسی وقت حبرہ کو پسند کرتے تھے۔

وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ: کفن میں سفید ہی کپڑا دینا افضل ہے کیونکہ اس وقت مردہ گویا فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے اس لئے مجلس کے آداب میں سے ہے کہ سفید اور اچھا لباس پہن کر جائے اور سفید اچھا لباس ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي لُبْسِ الْحُمْرَةِ لِلرِّجَالِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْأَشْعَثِ وَهُوَ ابْنُ سَوَّارٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْأَشْعَثِ وَرَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً حَمْرَاءَ

ہناد، عبثر بن قاسم، اشعث بن سوار، ابو اسحاق، حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا تو کبھی آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاندنی کی طرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اشعث کی روایت سے جانتے ہیں۔ شعبہ اور ثوری اسے اسحاق سے اور وہ براء بن عازب سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ (یعنی اس پر سرخ لکیریں تھیں نہ کہ پورا سرخ تھا)۔

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ بِهٰذَا وَفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا سَأَلْتُ مُحَمَّدًا فَقُلْتُ لَهُ حَدِيثُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ أَصَحُّ أَوْ حَدِيثُ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فَرَأَى كِلَا الْحَدِيثَيْنِ

محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، ابی اسحاق، محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، ابی اسحاق ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے محمد بن جعفر سے وہ شعبہ سے اور وہ ابو اسحاق سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث میں اس سے زیادہ کلام ہے۔ میں امام بخاری سے پوچھا کہ براء کی حدیث زیادہ صحیح ہے یا جابر بن سمرہ کی تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اس باب میں حضرت براء اور ابو جحیفہ

صَحِيحًا وَفِي الْبَاب عَنِ الْبَرَاءِ وَأَبِي جُحَيْفَةَ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب اللباس ''باب ما جا فی الرخصۃ فی لبس الحمرۃ للرجال'' کے ذیل میں گزر چکی ہے اس کی کچھ شرح شمائل ترمذی میں بھی آ رہی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّوْبِ الْأَخْضَرِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ إِيَادٍ وَأَبُو رِمْثَةَ التَّيْمِيُّ اسْمُهُ حَبِيبُ بْنُ حَيَّانَ وَيُقَالُ اسْمُهُ رِفَاعَةُ بْنُ يَثْرِبِيٍّ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، عبیداللہ بن ایاد بن لقیط، ان کے والد، حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو سبز کپڑوں میں دیکھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف عبیداللہ بن ایاد کی روایت سے جانتے ہیں۔ ابورمثہ تیمی کا نام حبیب بن حیان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام رفاعہ بن یثربی ہے۔

تشریح: بعض حضرات اس حدیث کے پیش نظر کہتے ہیں کہ سبز لباس پہننا سنت ہے مگر یہ بات ضعیف ہے کیونکہ صرف زیب تن ہونے سے سبز لباس کا سنّت ہونا ثابت نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي رِمْثَةَ: ان کے نام میں اختلاف ہے بعض حبیب بن حیان کہتے ہیں اور بعض رفاعۃ بن یثربی کہتے ہیں۔ کوئی عمارۃ بن یثربی اور کوئی جندب اور کوئی خشخاش کہتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ ابْنَةِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

احمد بن منیع، یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ، مصعب بن شیبہ، صفیہ ابنۃ شیبہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر ایک سیاہ بالوں والی چادر تھی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّوْبِ الْأَصْفَرِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ

عبد بن حمید، عفان بن مسلم صفار، ابوعثمان، عبداللہ بن

الْقَفَّارُ أَبُو عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ أَنَّهُ حَدَّثَتْهُ جَدَّتَاهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ عُلَيْبَةَ وَدُحَيْبَةُ بِنْتُ عُلَيْبَةَ حَدَّثَتَاهُ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْهَا وَقَيْلَةُ جَدَّةُ أَبِيهِمَا أُمُّ أُمِّهِ أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتِ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ حَتَّى جَاءَ رَجُلٌ وَقَدِ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَعَلَيْهِ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتَا وَمَعَهُ عَسِيبُ نَخْلَةٍ حَدِيثُ قَيْلَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَّانَ

حسان، صفیہ بنت علیبۃ دحیبۃ بن علیبۃ، حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر طویل حدیث بیان کرتی ہیں یہاں تک کہ فرماتی ہیں ایک شخص سورج بلند ہونے کے بعد آیا اور عرض کیا السلام علیکم یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر اس وقت دو پرانے بغیر سلے ہوئے کپڑے تھے جو زعفران سے رنگے ہوئے تھے اور ان کا رنگ ہلکا پڑ گیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کھجور کی شاخ بھی تھی۔ قیلہ کی حدیث کو ہم صرف عبداللہ بن حسان کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: أَسْمَالُ: جمع ہے سملٌ کی اس کے معنی ہیں بوسیدہ کپڑا، پرانا یہ مفرد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ملية ملاۃ کی تصغیر ہے چھوٹی چادر جو پلنگ پر بچھائی جاتی ہے۔ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ یہاں جار مجرور کا متعلق محذوف ہے مطلب یہ ہوگا کہ ای مصبوغتین بزعفران، نفض الثوب نفوضًا رنگ اڑ جانا پھیکا پڑ جانا۔

زعفران کے رنگ سے رنگی ہوئی چادریں جب ان کا رنگ پھیکا پڑ جائے تو وہ پیلی ہو جاتی ہیں اسی مناسبت سے اس باب میں حدیث ھذا کو لائے ہیں یہ حدیث یہاں پر مختصر ہے معجم طبرانی میں طویل حدیث ہے۔ یہ حدیث عبداللہ بن حسان دو دادیوں سے روایت کرتے ہیں۔ دحیبۃ ان کی حقیقی دادی ہیں اور صفیہ دادی کی بہن ہیں یہ دونوں دادیاں حضرت قیلہ سے روایت کرتی ہیں اور حضرت قیلہ دونوں کے والد ثانی ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ وَالْخُلُوقِ لِلرِّجَالِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّزَعْفُرِ

قتیبہ، حماد بن زید، (دوسرا طریق) اسحاق بن منصور، عبدالرحمن بن مہدی، حماد بن زید، عبدالعزیز بن صہیب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو زعفران (بطور خوشبو) لگانے سے منع فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح

لِلرِّجَالِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّزَعْفُرِ

ہے۔ شعبہ اسے اسماعیل بن علیہ سے وہ عبدالعزیز بن صہیب سے اور وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مردوں کو) زعفران لگانے سے منع فرمایا۔

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ وَمَعْنٰى كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ يَعْنِي أَنْ يَتَطَيَّبَ بِهِ

شعبہ ہم یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمن، آدم کے حوالے سے اور وہ شعبہ سے نقل کرتے ہیں شعبہ کہتے ہیں کہ تزعفر سے مراد زعفران کو خوشبو کے طور پر استعمال کرنا ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَفْصِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ رَجُلًا مُتَخَلِّقًا قَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ لَا تَعُدْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدِ اخْتَلَفَ بَعْضُهُمْ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مَنْ سَمِعَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَدِيمًا فَسَمَاعُهُ صَحِيحٌ وَسَمَاعُ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ صَحِيحٌ إِلَّا حَدِيثَيْنِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ قَالَ شُعْبَةُ سَمِعْتُهُمَا مِنْهُ بِآخِرَةٍ يُقَالُ إِنَّ عَطَاءَ بْنَ السَّائِبِ كَانَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ قَدْ سَاءَ حِفْظُهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي مُوسَى وَأَنَسٍ

محمود بن غیلان، ابوداؤد طیالسی، شعبہ، عطاء بن سائب، ابوحفص بن عمر، حضرت یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو خلوق لگائے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اسے دھوؤ پھر دوبارہ دھوؤ اور آئندہ کے لئے نہ لگانا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ بعض محدثین نے اس کی سند میں اختلاف کیا ہے جو عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ جس نے عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع عمر میں احادیث سنیں وہ صحیح ہیں۔ شعبہ اور سفیان کا بھی ان سے سماع صحیح ہے۔ البتہ دو حدیثیں جو عطاء زازان سے روایت کرتے ہیں صحیح نہیں۔ کیونکہ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیثیں ان کی عمر کے آخری ایام میں سنی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ ٹھیک نہیں رہا تھا۔ اس باب میں میں حضرت عمار، ابوموسی اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں خلوق اور تزعفر دونوں ہم معنی ہیں مطلب یہ ہے کہ زنانی خوشبو جس کا غالب جز زعفران ہوتا ہے جس کو خلوق کہتے ہیں یہ مردوں کے لئے ممنوع ہے حدیث کی بقیہ شرح آسان ہے۔

سند میں امام شعبہ عطا بن سائب سے نقل کرتے ہیں جبکہ عطا کے دوسرے تلامذہ دوسری سند سے بیان کرتے ہیں مگر شعبہ کی سند راجح ہے کیونکہ یحیٰی بن قطان نے فرمایا جس نے عطا سے قدیم زمانہ میں سنا ہے اس کا سننا معتبر ہے اور شعبہ اور سفیان کا عطا سے سننا بھی معتبر ہے مگر عطا کی ذاذان سے دو حدیثیں مستثنیٰ ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَحُذَيْفَةَ وَأَنَسٍ وَغَيْرِ وَاحِدٍ قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ اللِّبَاسِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ

احمد بن منیع، اسحاق بن یوسف ازرق، عبدالملک بن ابی سلیمان، مولیٰ اسماء، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے دنیا میں ریشمی کپڑا پہنا۔ وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا۔ اس باب میں حضرت علی، حذیفہ اور کئی حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے جن کا ذکر ہم نے کتاب اللباس میں کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ماقبل ابواب اللباس ''باب ماجا فی الحریر والذہب للرجال'' میں گزر چکی ہے۔ سند میں مولیٰ اسماء آیا ہے اس راوی کا نام عبداللہ بن کیسان ہے اور ان کی کنیت ابوعمر ہے۔ اس سے عطا اور عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں اور اسماء سے مراد صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی ہیں یہ عبداللہ ان کے آزاد کردہ ہیں۔ مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔

ریشمی لباس کے استعمال کے جواز وعدم جواز کی چند صورتیں: اول: خالص ریشم جسے حریر مصمت کہتے ہیں بالاتفاق مردوں کے لئے حرام اور منع ہے البتہ حالت اضطراری اور مجبوری کی حالت میں ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ کسی کو خارش ہے یا جوئیں تنگ کر رہی ہیں وغیرہ۔ **الثانی:** میدان جنگ میں امام شافعیؒ، امام احمد اور صاحبین کے نزدیک مکمل ریشم پہننا جائز ہے کیونکہ دوران جنگ یہ ڈھال اور پروف کا کام دیتی ہے۔ دوران جنگ میں اس سے تلوار پھسل جاتی ہے زخمی ہونے سے انسان بچ جاتا ہے۔ امام صاحب اور امام مالکؒ کے نزدیک حالت جنگ میں بھی بالکل خالص ریشم استعمال نہ کیا جائے۔ بلکہ ملاوٹ شدہ ریشم استعمال کیا جائے خواہ وہ ریشم زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ **الثالث:** ایسا کپڑا جس کا تانا اور طول ریشم کا ہو اور بانا وعرض سوتی کا ہو تو اس کا استعمال بھی جائز نہیں للاکثر حکم الکل کے قاعدے کے مطابق۔

الرابع: اور اگر تانا اور طول سوتی اور بانا اور عرض ریشمی ہو تو پہننا جائز ہے (کمافی الہدایۃ)

الخامس: ریشمی بچھونا، تکیہ، نمدہ، بستر امام ابوحنیفہؒ، ابن ماجشو مالکی اور بعض شوافع کے نزدیک جائز ہے جبکہ اکثر مالکیہ، شوافع، صاحبین کے نزدیک مردوں کے لئے ریشمی بچھونا استعمال کرنا جائز نہیں۔

ریشم کی حرمت کی وجہ: امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ریشم میں ایک طرح کی لچک اور للچائی کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جو مردکی شجاعت وحمیت کے منافی ہے اس لئے منع فرمایا۔

باب (بلا ترجمہ)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ قَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْتُ لَكَ هٰذَا قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائیں تقسیم فرمائی اور مخرمہ کو کچھ نہیں دیا۔ مخرمہ نے مجھ کہا کہ بیٹے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا۔ وہاں پہنچے تو مجھے کہا کہ اندر جاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر ان میں سے ایک قبا تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اے مخرمہ!) میں نے یہ تمہارے لئے بچا کر رکھی ہوئی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخرمہ کی طرف دیکھا اور فرمایا مخرمہ راضی ہو گئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن ابی ملیکہ کا نام عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہے۔

تشریح: **أَقْبِيَةً:** یہ قباءؒ کی جمع ہے بمعنی قبہ، چوغا۔ حضرت مخرمہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے غزوہ حنین میں شریک رہے انتقال ۵۴ھ میں ہوا آخر عمر میں نابینا ہوئے باقی حدیث میں انطلق بنا سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بچے کو اس لئے ساتھ لیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر سے بلانے اور ملاقات میں سہولت رہے اور یہ الفاظ حدیث سے نمایاں ہے یہ اس وقت کے نابینا ہونے کو مستلزم نہیں۔

فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ مخرمہ خوش ہوا؟ (۲) یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ مخرمہ راضی ہو چکا۔ (۳) یا مخرمہ نے خود ہی جبا لے کر کہا کہ مخرمہ خوش ہو گیا۔ اس میں تینوں احتمال ہیں پہلے دو میں قال کی ضمیر کا مرجع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آخری صورت میں مرجع حضرت مخرمہ ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهٖ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهٖ وَفِي

حسن بن محمد زعفرانی، عفان بن مسلم، ہمام، قتادہ، حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اظہار پسند کرتا ہے۔ اس باب میں ابو الاحوص بواسطہ والد، عمران بن

الْبَاب عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حصین اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اگر کسی کو مال دیا ہے تو وہ بخل کی بناء پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے بھی پہنے لیکن اسراف کی حد تک نہ جائے تا کہ اللہ پاک کی نعمت کا اظہار ہو لہٰذا اظہار نعمت اور بغیر کسی غرور و تکبر کے اگر وہ اچھے کپڑے پہنے گا محض اللہ تعالیٰ کے مال کی شکرگزاری کے لئے تو جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپانا اچھا نہیں ہے۔

سوال: ماقبل حدیث میں تو ترک زینت کا حکم دیا گیا تھا اور اس حدیث میں عمدہ لباس پہننے اور زیب و زینت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے تو دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے۔ **جواب:** ماقبل والی روایت تکبر و غرور کی صورت پر محمول ہے اور یہ حدیث اظہار نعمت پر محمول ہے ایک چیز کبھی ایک نیت سے بری ہوتی ہے اور دوسری نیت سے اچھی باعث اجر بن جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُفِّ الْأَسْوَدِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ دَلْهَمٍ وَقَدْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ دَلْهَمٍ

ہناد، وکیع، دلہم بن صالح، حجیر بن عبد اللہ، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نجاشی نے موزوں کا ایک سیاہ جوڑا اپہنا ہوا بھیجا جو غیر منقوش تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہنا اور وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ہم اسے صرف دلہم کی روایت سے جانتے ہیں۔ محمد بن ربیعہ بھی اسے دلہم سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس باب میں امام ترمذیؒ سیاہ موزے کا ذکر کر رہے ہیں چونکہ موجودہ دور میں اکثر سیاہ موزے ہی ملتے ہیں اس لئے ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں کیونکہ موجودہ دور میں سیاہ موزے کسی غیر مسلم کا شیوا نہیں جبکہ سیاہ لباس تو روافض کی علامت ہے لہٰذا سیاہ لباس پہننے سے اجتناب ضروری ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

ہارون بن اسحاق ہمدانی، عبدة، محمد بن اسحاق، حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ إِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَارِثِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ۔

بال نکالنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا نور ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسے عبدالرحمن بن حارث اور کئی راوی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: سفید بال نوچنا یا قینچی کے ساتھ کاٹنا یا کانٹے کے ساتھ پکڑ کر نکالنا مکروہ ہے۔ سفید بال نوچنے میں مرد وعورت دونوں کے لئے ممانعت اور کراہت ہے کیونکہ یہ نور المسلم ہے۔

بذل المجہود میں اس حدیث کا شان ورود بھی نقل کیا گیا ہے کہ حجام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائد بال کاٹ رہا تھا اس نے داڑھی مبارک میں ایک سفید بال دیکھا اس کو لینے کے لئے ذرا جھکا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمادیا اور اس کا ہاتھ روک دیا پھر فرمایا ''من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نورًا یوم القیامة''۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اولاد آدم میں سفید بال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا جب ان کو اپنا سفید بال دکھائی دیا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا یہ وقار ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اللھم زدنی وقارًا''۔

سفید بال اکھاڑنے کے بارے میں دیلمی نے ایک روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے کہ جو شخص سفید بال اکھاڑے گا قیامت کے دن وہ بال نیزہ بن جائے گا جس سے اس کو ٹھونکا جائے گا ''اللھم احفظ جمیع الآفات''۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ

ابوکریب، وکیع، داؤد بن ابی عبداللہ، ابن جدعان، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ اس باب میں حضرت ابن مسعود، ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث ام سلمہ کی روایت سے غریب ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ

احمد بن منیع، حسن بن موسیٰ، شیبان، عبدالملک بن عمیر، ابوسلمۃ بن عمیر، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانتداری کا دامن

مُؤْتَمَنٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ قَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ النَّحْوِيِّ وَشَيْبَانُ هُوَ صَاحِبُ كِتَابٍ وَهُوَ صَحِيحُ الْحَدِيثِ وَيُكْنٰى أَبَا مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ الْعَطَّارُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ إِنِّي لَأُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ فَمَا أَخْرِمُ مِنْهُ حَرْفًا

ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔اس حدیث کو کئی راوی شیبان بن عبدالرحمن نحوی سے نقل کرتے ہیں۔ شیبان صاحب کتاب اور صحیح الحدیث ہیں۔ ان کی کنیت ابومعاویہ ہے۔ پھر عبدالجبار بن علاء عطار نے یہ حدیث سفیان بن عیینہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ سفیان، عبدالملک کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں جو حدیث بیان کرتا ہوں اسے حرف بہ حرف بیان کرتا ہوں۔

تشریح: مشورہ لینے والا جس سے مشورہ لیتا ہے تو اس پر وہ بھروسہ کرتا ہے اس لئے مشورہ دینے والے کو مشورہ کا معاملہ امانت رکھنا چاہیے اور مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ آدمی جس کو مشورہ دیتا ہے وہ اس کو اپنے پاس ایسا مشورہ نہ دے جس سے مشورہ لینے والے کو نقصان پہنچے۔ ہاں اگر مشورہ دینے والے کو معلوم تھا کہ جو مشورہ اس کو دے رہا ہوں اس کی بہتری اس کے علاوہ ہے تو یقیناً اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

سند پر کلام: امام ترمذیؒ نے حدیث المستشار موتمن دو سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے پہلی سند میں عبدالرحمن بن محمد بن زید بن جدعان کی داوی غیر معروف ہے اس لئے حدیث ضعیف ہے البتہ دوسری سند صحیح ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّؤْمِ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّابَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَبَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ لَا يَذْكُرُونَ فِيهِ عَنْ حَمْزَةَ إِنَّمَا يَقُولُونَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰكَذَا رَوٰى لَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن ابی عمر، سفیان، زہری، سالم وحمزہ ابنی عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نحوست تین چیزوں میں ہے عورت گھر اور جانور میں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض زہری کے ساتھ اس حدیث کی سند میں حمزہ کا ذکر نہیں کرتے۔ وہ سالم کے واسطہ سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ دونوں کی روایت ہم سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بواسطہ سفیان بن عیینہ زہری سے بیان کی ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَمْزَةَ وَرِوَايَةُ سَعِيدٍ أَصَحُّ لِأَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ وَالْحُمَيْدِيَّ رَوَيَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ وَذَكَرَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ لَمْ يَرْوِ لَنَا الزُّهْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَى مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِمَا وَفِي الْبَابِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَسْكَنِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شُؤْمَ وَقَدْ يَكُونُ الْيُمْنُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهِ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

سعید بن عبدالرحمن مخزومی، سفیان، زہری، سالم سے وہ زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ تذکرہ نہیں کہ سعید بن عبدالرحمن، حمزہ سے روایت کرتے ہیں اور سعید کی روایت زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ علی بن مدینی اور حمیدی دونوں سفیان سے روایت کرتے ہیں جبکہ زہری نے یہ حدیث صرف سالم سے روایت کی ہے۔ پھر مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ حدیث زہری سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زہری، سالم اور حمزہ سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ اس باب میں حضرت سہل بن سعد، عائشہ اور انس سے بھی احادیث منقول ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو عورت گھر اور جانور میں ہوتی۔ حکیم بن معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نحوست کسی چیز میں نہیں ہوتی ہاں کبھی، عورت اور گھوڑے میں برکت ضرور ہوتی ہے۔ یہ حدیث علی بن حجر، اسماعیل بن عیاش سے وہ سلیمان سے وہ یحیی بن جابر سے وہ معاویہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ: اگر کسی چیز میں شگون (نحوست) ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی گھر، گھوڑا اور عورت میں گھر کے اندر نحوست اس کا تنگ ہونا ہے اور پڑوسی کا برا ہونا اور مسجد سے اس قدر دور ہونا کہ جماعت نہ مل سکے اور گھوڑے میں نحوست یہ ہے کہ اس پر سوار ہو کر جہاد نہ کیا جائے یا گھوڑے کا سخت طبیعت ہونا اور اس کا ثمن زیادہ ہونا اور عورت میں نحوست یہ ہے کہ ولادت کا نہ ہونا اور زبان تیز چلانا اور مہر زیادہ ہونا۔ اس کی کچھ تفصیل کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

سوال: بعض احادیث میں نحوست کی نفی کی گئی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بدشگونی، نحوست کسی چیز میں نہیں جبکہ بعض

روایات میں نحوست کا اثبات ہے اس تعارض کو دور کرنے کے مختلف جواب ہیں۔

جواب اول: کہ جن روایات میں نحوست کی تاثیر کی نفی کی گئی ہے اس سے تاثیر بالذات کی نفی مراد ہے اور تاثیر بالذات کے اعتقاد کو جاہلیت کا عقیدہ بتایا گیا کیونکہ ہر چیز میں مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے سب کچھ اللہ کے خلق وتقدیر سے ہوتا ہے

جواب ثانی: یہ کلام بطور فرض اور تقدیر کے ہے بالفرض والتقدیر اگر نحوست ہوتی تو ان تین اشیاء میں ہوتی چونکہ یہ عقیدہ رکھنا درست نہیں لہٰذا ان تین چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَنْتَجِي اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا و قَالَ سُفْيَانُ فِي حَدِيثِهِ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَتَنَاجَى اِثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ وَاللهُ يَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، (دوسرا طریق) ابن ابی عمر، سفیان، اعمش، حضرت شقیق بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم تین آدمی ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں سفیان نے اپنی روایت میں کہا کہ تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ اس سے وہ (تیسرا آدمی) غمگین ہوگا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی نہ کریں کیونکہ اس مؤمن کو تکلیف ہوتی ہے اور مؤمن کو تکلیف دینا اللہ کو پسند نہیں۔ اس باب میں حضرت ابن عمر، ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: اگر کسی مقام پر تین اشخاص جمع ہوں تو دو آدمیوں کو علیحدہ ہو کر سرگوشی کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے تیسرا شخص پریشان ہوگا اس لئے حدیث میں ایسا کرنے سے ممانعت آئی ہے اگر تین سے زائد اشخاص ہوں اور وہ سرگوشی کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ چار آدمیوں میں سے جب دو علیحدہ ہوگئے تو باقی دو آپس میں مشغول ہو سکتے ہیں۔ باقی حدیث میں تین طرح کے الفاظ آئے ہیں۔ ’’إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَنْتَجِي اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا‘‘ دوسرے الفاظ یہ ہیں ’’لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ‘‘ اور تیسری روایت میں یہ الفاظ ’’لَا يَتَنَاجَى اِثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ وَاللهُ يَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ‘‘۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِدَةِ

لغت میں اچھی چیز کی امید دلانے یا بری چیز سے ڈرانے کو ''وعد'' کہتے ہیں اور اسلام میں کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ اور کسی چیز سے ڈرانے کو وعید کہتے ہیں جیسے میں کہوں کہ میں تم کو کوئی چیز دوں گا تو یہ میرا وعدہ ہے اور اگر میں کہوں کہ میں تم کو سزا دوں گا تو یہ وعید ہے۔ وعدہ کیخلاف کرنا وعدہ خلافی اور بدعہدی جھوٹ ہے جو مذموم ہے اور وعید کیخلاف کرنا معاف کر دینا محمود ہے اسی طرح وعد خیر و شر دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اسکے معنی مختلف ہیں اگر موعد ہو تو اسکے معنی خوشی دینے کے آتے ہیں اور اسکے معنی قول وقرار کے بھی آتے ہیں اسی طرح وعدہ کرنا، کہ میں تمہارا فلاں کام کر دوں گا یا تمہارے پاس آؤں گا چنانچہ وعدہ کرنا اور اس کو پورا کرنا ایمان کا حصہ و اسلامی اخلاق اور آداب کا ایک بنیادی تقاضا ہے اسکے برعکس وعدہ خلافی ایک بڑا عیب ہے جو شخص اپنا عہد پورا نہ کرے۔ وہ اسلامی نقطہ نظر اور اسلامی معاشرہ دونوں کی نظر میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ قَدْ شَابَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ قَلُوصًا فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَأَتَانَا مَوْتُهُ فَلَمْ يُعْطُونَا شَيْئًا فَلَمَّا قَامَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَجِئْ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَمَرَ لَنَا بِهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ بِإِسْنَادٍ لَهُ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ نَحْوَ هٰذَا وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَلَمْ يَزِيدُوا عَلَى هٰذَا

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپا آ گیا ہے۔ حسن بن علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے تیرہ جوان اونٹنیاں لانے کا حکم دیا تھا۔ ہم انہیں لینے کے لئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے خلافت سنبھالی تو فرمایا اگر کسی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی وعدہ ہو تو وہ آئے۔ ابو جحیفہ فرماتے ہیں میں کھڑا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدے کے متعلق بتایا تو انہوں نے ہمیں اونٹنیاں دینے کا حکم دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ مروان بن معاویہ اسے اپنی سند سے ابو جحیفہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ کئی راوی ابو جحیفہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسن بن علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ اس سے زائد مذکور نہیں۔

تشریح: أَبْيَضَ: ''ای ابیض اللون مائلا الی الحمرة ومنہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعائشة یا حمیراء'' یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔

قَدْ شَابَ: "ای بعض لحیتہ او ظہر منہ شیب" یعنی آپ ﷺ کی داڑھی مبارک میں بیس بال سے زیادہ سفید نہ تھے۔

وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: سر سے ناف تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ناف سے قدم تک مشابہ تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سر سے قدم تک رسول کریم ﷺ کے مشابہ تھیں۔ (مرقاۃ ج۹ ص۱۶۹)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ نَحْوَ هٰذَا وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَأَبُو جُحَيْفَةَ اسْمُهُ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، اسماعیل بن ابی خالد، ابو جحیفہ سے وہ اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ کئی راوی اسماعیل سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ اس باب میں حضرت جابر سے بھی روایت ہے۔ ابو جحیفہ کا نام وہب سوائی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ

ابراہیم بن سعید جوہری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید، سعید بن مسیب، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی کے لئے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَا سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ قَالَ عَلِيٌّ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاهُ وَأُمَّهُ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ أُحُدٍ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي وَقَالَ لَهُ ارْمِ أَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ وَفِي الْبَاب عَنِ الزُّبَيْرِ وَجَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

حسن بن صباح بزار، سفیان، ابن جدعان و یحییٰ بن سعید، حضرت سعید بن مسیب، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی کو اس طرح نہیں کہا کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ چنانچہ جنگ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ پھر یہ بھی فرمایا اے بہادر جوان تیر چلاؤ۔ اس باب میں حضرت زبیر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح اور کئی سندوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کئی راوی اسے یحییٰ بن سعید بن مسیب سے اور سعد بن

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ صَحِيحٌ

ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احد کے موقع پر مجھ سے فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ قتیبہ بن سعید، لیث بن سعد، عبدالعزیز بن محمد، یحیی بن سعید، سعید بن منیب سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ نبی اکرم نے غزوہ احد کے دن میرے لئے اپنے والدین کریمین کو جمع فرمایا (یعنی فداک امی وابی فرمایا) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور مذکورہ بالا دونوں حدیثیں بھی صحیح ہیں۔

تشریح: فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان۔ فدا یفدی و فداءً: فدیہ دینا، جان بچانا کسی کو مال کے بدلے قید وغیرہ سے چھڑانا۔ المفدی جس پر جان قربان کی گئی ہو محبوب خلائق پر جان نثار کرنا آخری درجہ کا جذبہ ہے فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي کا مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت مخاطب پر آنے والی ہے وہ متکلم پر آئے اور مخاطب بچ جائے یا وہ مصیبت متکلم کی ماں باپ پر آئے اور مخاطب بچ جائے۔ یہ بہت بڑا ایثار ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنو قریظہ کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا جب وہ لوٹ کر آئے اور احوال بتائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي اسی طرح جنگ احد کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ارم یا سعد فداک ابی وامی دوسری روایت میں ہے ارْمِ أَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ اے طاقت ور لڑکے تیر چلا۔ حضرت سعدؓ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے لئے ماں باپ کو جمع نہیں فرمایا۔

سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے لئے فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي نہیں فرمایا جبکہ مسلم جلد ۲ ص ۲۸۲ میں فضائل طلحہ وزبیر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے بھی فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي فرمایا۔

جواب اول: سیدنا سعدؓ کا اختصاص غزوہ احد کے اعتبار سے ہے کہ غزوہ احد میں حضرت سعدؓ کے علاوہ کسی کیلئے فداک ابی وامی نہیں فرمایا۔ **جواب ثانی:** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کی بنا پر فرمایا مسلم والی حدیث ان کے ذہن میں نہیں رہی ہوں گی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي يَا بُنَيَّ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ شَيْخٌ لَهُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا بُنَيَّ وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُغِيرَةِ وَعُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب، ابوعوانہ، ابوعثمان، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بیٹا (یعنی اے بیٹے) کہہ کر پکارا۔ اس باب میں حضرت مغیرہ اور عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبُو عُثْمَانَ هٰذَا شَيْخٌ ثِقَةٌ وَهُوَ الْجَعْدُ بْنُ عُثْمَانَ وَيُقَالُ ابْنُ دِينَارٍ وَهُوَ بَصْرِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَشُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ

ہے اور دوسری سند سے بھی حضرت انس ہی سے منقول ہے۔ ابوعثمان شیخ کا نام جعد بن عثمان ہے۔ یہ ثقہ ہیں۔ انہیں ابن دینار بھی کہتے ہیں یہ بصری ہیں ان سے یونس بن عبید، شعبہ اور کئی آئمہ حدیث احادیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: بنی ابن کی تصغیر ہے یہ لفظ پیار کے لئے بولا جاتا ہے سند میں ابوعوانہ کے استاد ابوعثمان ثقہ راوی ہیں۔ شَيْخٌ لَهُ سے ابوعوانہ کے خاص استاد مراد ہیں اور ان کا نام جعد بن عثمان ہے اور ان کو کوئی جعد بن دینار کہتا ہے یہ بصرہ کے باشندے ہیں اور ان سے یونس اور امام شعبہ وغیرہ بڑے لوگ روایت کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْجِيلِ اِسْمِ الْمَوْلُودِ

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَنِي عَمِّي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ يَوْمَ سَابِعِهِ وَوَضْعِ الْأَذٰى عَنْهُ وَالْعَقِّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، شریک، محمد بن اسحاق، حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومولود کا نام پیدائش کے ساتویں دن رکھنے، تکلیف دہ چیزیں دور کرنے (یعنی بال مونڈنے) اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: بچے کا نام کب رکھا جائے بعض حضرات نے کہا کہ پیدائش کے فوراً بعد رکھا جائے اور بعض حضرات نے کہا کہ ساتویں دن عقیقہ کے وقت رکھا جائے اور بعض حضرات نے کہا کہ نام رکھنے کیلئے کوئی وقت متعین نہیں جب بھی نام رکھا جائے درست ہے۔
وَوَضْعِ الْأَذٰى: اذی سے مراد نومولود کے سر کے بال ہیں بعض حضرات نے کہا کہ اذی سے مراد ختنہ ہے کہ اس کا ختنہ کر کے اس کی گندگی کو دور کر دیا جائے۔ **وَالْعَقِّ:** عقیقہ کرنا ساتویں دن بچے کے بال وغیرہ صاف کر کے عقیقہ کرنا مسنون ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْوَرَّاقُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ الزَّنْجِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن بن اسود ابوعمرو وراق بصری، معمر بن سلیمان رقی، علی بن صالح زنجی، عبداللہ بن عثمان، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین نام عبداللہ اور

قَالَ أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عبد الرحمن ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے کہا کہ یہ دونوں نام عبداللہ وعبدالرحمن انبیا علیہم السلام کے ناموں کے بعد اللہ پاک کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں لیکن یہ دونوں نام اسم محمد سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہیں بلکہ پسندیدگی میں ان دونوں کا درجہ یا تو اسم محمد کے درجہ سے کم ہے یا برابر ہے۔

سوال: ان دوناموں کے علاوہ اور بھی نام ہیں جن میں عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی طرف کی جاتی ہے جیسے عبدالرحیم، عبدالحلیم، عبدالسمیع وغیرہ ان سے بھی توحید ثابت ہوتی ہے پھر مذکورہ دونام ہی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کیوں ہیں؟

جواب: یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کے مشہور نام ہیں لفظ اللہ تو اسم علم (ذاتی نام) ہے اور الرحمن صفت خاصہ ہے غیر اللہ پر ان دونوں ناموں کا اطلاق نہیں ہوتا جبکہ دیگر صفات کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے اس لئے یہی دونام اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْهَيَنَّ أَنْ يُسَمَّى رَافِعٌ وَبَرَكَةُ وَيَسَارٌ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ هٰكَذَا رَوَاهُ أَبُو أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ وَأَبُو أَحْمَدَ ثِقَةٌ حَافِظٌ وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ النَّاسِ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيهِ عَنْ عُمَرَ

محمد بن بشار، ابواحمد، سفیان، ابوزبیر، حضرت جابر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم لوگوں کو رافع، برکت اور یسار جیسے نام رکھنے سے منع کرتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ابواحمد بھی سفیان سے وہ ابوبیر سے وہ جابر سے اور وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ ابواحمد ثقہ اور حافظ ہیں لوگوں کے نزدیک یہ حدیث حضرت جابر سے مرفوعاً مشہور ہے اور میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واسطہ مذکور نہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ عُمَيْلَةَ الْفَزَارِيِّ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحٌ وَلَا أَفْلَحُ وَلَا يَسَارٌ وَلَا نَجِيحٌ يُقَالُ أَثَمَّ هُوَ فَيُقَالُ لَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، منصور، ہلال بن یساف، ربیع بن عمیلۃ فزاری، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے بچے کا نام رباح، یسار، افلح اور نجیح نہ رکھ کیونکہ لوگ پوچھیں فلاں ہے جواب جائے گا نہیں ہے۔ (یعنی اس طرح فلاح وبرکت وغیرہ کی نفی ہوگی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: یَسَارًا: اس کے معنی فراخی کے ہیں ''رَبَاحًا'' کے معنی فائدہ مند اور نفع کے ہیں۔ اور ''نَجِيحٌ'' کے معنی فتح مندی

اور مطلب یابی کے ہیں اور اسی طرح ''أَفْلَحُ'' کے معنی کامیابی ونجات کے ہیں اور ''نافع'' نفع سے ہے جس کے معنی فائدہ کے ہیں۔ان اسماء کے نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی دوسرے کو کہے کہ یسار ہے تو وہ جواب میں کہے گا کہ نہیں۔اسی طرح رافع، اور برکت اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر میں فراخی نہیں حالانکہ اس طرح کہنا برا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے نام رکھنا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں۔

سوال: حدیث میں ''لا تسمین غلامك رباحٌ ولا افلح ولا یسارٌ'' وغیرہ کے الفاظ ہیں اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام کے ایسے نام رکھنا جائز نہیں آزاد کے رکھ سکتے ہیں حالانکہ جس علت کی وجہ سے غلام کے یہ نام رکھنے سے ممانعت آئی ہے وہی علت آزاد کا نام رکھنے میں بھی پائی جاتی ہے، گویا اس معنی میں غلام اور آزاد برابر ہوئے تو پھر غلام کی تخصیص کا کیا مطلب ہوا۔

جواب اول: یہاں غلام کو اس لئے خاص کیا کہ اُس زمانے میں لوگ اکثر طور پر ایسے نام غلاموں کے ہی رکھا کرتے تھے۔

جواب ثانی: یہاں غلام بول کر نابالغ مراد ہے کہ نابالغ خواہ آزاد ہو یا غلام اس کا نام رکھنے سے ممانعت ہے چونکہ عرب میں نابالغ کو غلام کہہ کر پکارتے ہیں اور اس سے وہ معروف غلام نہیں ہوتے جو آقا کی خدمت میں رہتے ہیں بلکہ چھوٹا لڑکا مراد ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''قال رب انی یکون لی غلامٌ'' اور اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں ذکر کیا۔ ''قال یبشری هذا غلام واسروه بضاعة۔ الآية'' یہاں پر حضرت زکریا علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہیں اور آزاد ہیں لیکن ان پر نابالغ ہونے کی وجہ سے غلام کا اطلاق کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ (التعلیق الصبیح ج ۵ ص ۱۴۷)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ قَالَ سُفْيَانُ شَاهَانْ شَاهْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَخْنَعُ يَعْنِي أَقْبَحُ

محمد بن میمون مکی، سفیان بن عیینہ، ابوزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب برے نام والا وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہوگا۔ سفیان کہتے ہیں یعنی شہنشاہ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اخنع کے معنی سب سے زیادہ برے کے ہیں۔

تشریح: مَلِكِ الْأَمْلَاكِ: اس کا معنی ہے بادشاہوں کا بادشاہ۔ چونکہ بادشاہ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی طرح نام میں مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ پر بادشاہی کا دعویٰ لازم آتا ہے اور یہ بہت بڑا جرم ہے اس لئے اس کو قبیح ترین نام قرار دیا گیا ہے کیونکہ أَخْنَعُ کا معنی قبیح ہی ہے۔ کہتے ہیں کہ شاہ ایران نے اپنا نام یسار رکھا ہوا تھا جب وہ معزول ہوا تو معزول ہونے کے بعد ساحل سمندر کی طرف بھاگتا ہوا نظر آ گیا۔ ایک کتے نے اس کا پیچھا کیا تھا کوئی ملک اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بالآخر کینسر کے مرض کی وجہ سے مر گیا اور مصر میں دفن کیا گیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَأَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ أَنْتِ جَمِيلَةُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَإِنَّمَا أَسْنَدَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ مُرْسَلًا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطِيعٍ وَعَائِشَةَ وَالْحَكَمِ بْنِ سَعِيدٍ وَمُسْلِمٍ وَأُسَامَةَ بْنِ أَخْدَرِيٍّ وَشُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ أَبِيهِ وَخَيْثَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ

یعقوب بن ابراہیم دورقی و ابوبکر بندار وغیر واحد، یحیی بن سعید قطان، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاصیہ کا نام بدل دیا اور فرمایا تم جمیلہ ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ یحیی بن سعید قطان اسے عبیداللہ سے وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ بعض حضرات اس سند سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ اس باب میں عبدالرحمن بن عوف، عبداللہ بن سلام، عبداللہ بن مطیع، عائشہ، حکم بن سعید، مسلم، اسامہ بن اخدری اور شریح بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ خیثمہ بھی اپنے والد سے حدیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کے نام ڈراؤنے اور تکبرانہ رکھا کرتے تھے جیسے حجر۔ حرب، صخرہ وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ نے ان ناموں کو تبدیل کروا کر اسلامی نام رکھوائے جیسا کہ حدیث مذکورہ میں عاصیة نام کو تبدیل کر کے جمیلہ رکھنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برے نام فوراً تبدیل کر دینے چاہئیں۔

سند پر کلام: حدیث میں راوی یحییٰ بن سعید قطان ہیں انہوں نے نافع کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا ہے اور عبیداللہ کے دوسرے شاگرد نے نافع کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا ہے پس یہ روایت منقطع ہے کیونکہ نافع نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الِاسْمَ الْقَبِيحَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَرُبَّمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوبکر بن نافع بصری، عمر بن علی مقدمی، ہشام بن عروہ، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ ابوبکر بن نافع کہتے ہیں کہ عمر بن علی کبھی اس روایت کو ہشام بن عروہ سے وہ اپنے سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلا روایت کرتے ہیں اور اس میں حضرت

مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہیں۔

تشریح: اس حدیث اور ماقبل والی احادیث سے تین امور ثابت ہوتے ہیں۔اول: یہ کہ نیک صالح اولاد کے حصول کے لئے نیک عورت سے شادی کرنا تا کہ اس سے نیک صالح اولاد پیدا ہو کیونکہ ماں کے صلاح وفساد کا دارومدار کا اثر اولاد پر پڑتا ہے۔دوسرا یہ کہ جب اولاد پیدا ہوتی ہے تو ان کا اچھا نام رکھنا چاہیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسا نام رکھا جائے گا ویسے مسمی بھی ہوگا نام کا اثر اس پر ہوگا۔تیسرا درجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کا کہ جب وہ بڑے ہو جائیں تو ان کی اچھی تربیت کریں اگر نامناسب نام رکھ دیا تو اس کا عمل ہونے پر اسے بدل دینا چاہیے جیسا کہ رسالہ کے لئے ایک خط آیا اس میں یہ نام لکھا ہوا تھا کہ نعوذ باللہ اللہ خان۔ایسے نام جس میں اسماء النبی یا اسماء الحسنیٰ کی توہین ہو نہ رکھے جائیں۔جیسے عبداللہ،عبدالرحمن،عباداللہ،عبادالرحمن۔

سند پر کلام: اس روایت کو دو طریقوں سے نقل کیا گیا ہے اس روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر ہے کہ نہیں امام ترمذیؒ کے استاد ابوبکر کہتے ہیں کہ میرے استاد عمر بن علی مقدمی بھی سند کے آخر میں عن عائشۃ نہیں بڑھاتے یعنی روایت کو مرسل نقل کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

نام کی دو قسمیں ہیں: ذاتی اور وصفی

ذاتی کو اسم علم بھی کہتے ہیں یہ شخصیت کی تعیین کے لئے ہوتا ہے۔دوسرا وصفی نام یہ خوبیوں کے اظہار کے لئے ہوتا ہے ذاتی نام تو ایک ہوتا ہے اور وصفی متعدد ہوتے ہیں۔وجہ اس کی یہ ہے کہ کبھی کسی ذات میں اتنی خوبیاں جمع ہوتی ہیں کہ ایک لفظ اس کی ترجمانی نہیں کرسکتا اس لئے متعدد اسماء اس کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سعید بن عبدالرحمن مخزومی،سفیان،زہری،محمد بن جبیر بن مطعم،حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں۔میں محمد ہوں،میں احمد ہوں،میں ماحی ہوں یعنی جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے،میں حاشر ہوں قیامت کے دن لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے (یعنی میرے پیچھے ہوں گے) اور میں عاقب ہوں (یعنی پیچھے رہ جانے والا) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں پانچ ناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

مُحَمَّدٌ: یہ باب تفعیل سے ہے یہ اسم مفعول ہے اس کا معنی ہے بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خاندانی نام ہے اور اس

میں معنی کا لحاظ بھی ہے یعنی وہ شخصیت جس کی ہر کسی نے تعریف کی ہے اللہ تعالیٰ نے بھی تعریف کی ہے، اور ملائکہ ونبیوں نے بھی تعریف کی ہے، اپنوں نے بھی تعریف کی ہے، غیروں نے بھی تعریف کی ہے۔

أَحْمَدُ: اسم تفضیل کا صیغہ ہے بروزن اکبر سب سے زیادہ تعریف کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ایسا کوئی نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کی اتنی تعریف کی ہو جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

مَاحِي: مٹانے والا، مٹانا اثر زائل کرنا یعنی دنیا سے کفر کا خاتمہ کرنے والا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ حدیث میں آئی ہے: ''الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ'' یعنی میرا نام ماحی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائیں گے۔

حَاشِرُ: جمع کرنے والا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ بھی حدیث میں آئی ہے یعنی میرا نام حاشر اس لئے ہے کہ لوگ میرے دونوں قدموں پر جمع کئے جائیں گے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قیامت قائم ہوگی اور لوگ میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔

عَاقِبُ: اس کا معنی ہے پیچھے آنے والا اس کی وجہ تسمیہ حدیث میں آئی ہے ''الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ'' میرا نام عاقب اس لئے ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں تمام انبیا کے بعد میں آنے والے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْجَمْعِ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَكُنْيَتِهِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَجْمَعَ أَحَدٌ بَيْنَ اسْمِهِ وَكُنْيَتِهِ وَيُسَمِّي مُحَمَّدًا أَبَا الْقَاسِمِ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ بن سعید، لیث بن سعد، ابن عجلان، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام اور کنیت کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، یعنی اپنا نام اس طرح رکھے محمد ابوالقاسم، اس باب میں حضرت جابر سے بھی روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمَّيْتُمْ بِي فَلَا تَكْتَنُوا بِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ اسْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتِهِ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا فِي السُّوقِ يُنَادِي يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ

حسین بن حریث، فضل بن موسیٰ حسین بن واقد ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نام پر کسی کا نام رکھو تو میری کنیت نہ رکھو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اور کنیت کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ بعض حضرات نے ایسا کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازار میں ایک شخص کو ابوالقاسم پکارتے ہوئے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے عرض کیا۔ میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ أَعْنِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي

نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پکارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری کنیت پر کسی کی کنیت نہ رکھو۔

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَفِي الْحَدِيثِ مَا يَدُلُّ عَلَى كَرَاهِيَةِ أَنْ يُكَنَّى أَبَا الْقَاسِمِ

حسن بن علی خلال، یزید بن ہارون، حمید، انسیہ حدیث حسن بن علی بن خلال، یزید بن ہارون سے وہ حمید سے وہ انس اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ابوقاسم کنیت رکھنے کی کراہت معلوم ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ حَدَّثَنِي مُنْذِرٌ وَهُوَ الثَّوْرِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ وُلِدَ لِي بَعْدَكَ أُسَمِّيهِ مُحَمَّدًا وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَانَتْ رُخْصَةً فِي هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید قطان، فطر بن خلیفہ، منذر ثری، محمد بن حنفیہ، حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میرے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام اور کنیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام و کنیت پر رکھلوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے لئے اس کی اجازت تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **فَلَا تَكْتَنُوا بِي:** کنیت اس لقب کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی ذات کی نسبت باپ یا بیٹے یا کسی وصف کی طرف کر کے اپنے آپ کو مشہور و متعارف کرائے جیسے ابوبکر، ابوحفص وغیرہ یہ کنیت ہیں۔ اب آپ ﷺ کی کنیت صحیح احادیث سے جو ملتی ہے وہ ابوالقاسم ہے اس پر کسی کو کنیت رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

آپ ﷺ کے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس لئے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم کے ساتھ مشہور ہوئی۔

مسئلہ: ابوالقاسم کنیت رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں ائمہ کرام کی مختلف آرائیں ہیں۔

قول اول: اہل ظواہر کے نزدیک ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے۔

قول ثانی: امام محمدؒ کے نزدیک یہ تو جائز نہیں کہ ایک آدمی کا نام محمد ہو اور کنیت بھی ابوالقاسم ہو ہاں البتہ الگ الگ رکھنا جائز ہے یعنی نام محمد ہو اور کنیت ابوالقاسم کے علاوہ ہو یا نام کچھ اور ہو اور کنیت ابوالقاسم ہو۔

قول ثالث: امام مالکؒ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت رکھنا دونوں جائز ہیں۔

قول رابع: احناف کے نزدیک آپ ﷺ کے نام پر صرف نام (محمد) رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے اور صرف کنیت ابوالقاسم رکھنا بھی جائز ہے لیکن نام اور کنیت دونوں اکٹھے رکھنا پہلے منع تھا پھر آپ ﷺ نے اجازت دے دی جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ذکر ہے۔

اہل ظواہر کی دلیل: پہلی دونوں احادیث ہیں ''سموا باسمی ولا تكتنوا بكنيتي'' اسکے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔

قول ثانی کی دلیل: یہی پہلی اور دوسری حدیث الباب ہے لیکن ان کے نزدیک ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی

ذات کے لئے اس نام وکنیت کو ایک ساتھ اختیار نہ کرے۔

امام مالکؒ کی دلیل: جن احادیث میں کنیت رکھنے کی ممانعت آئی ہے وہ منسوخ ہیں۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ کے بعد میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام وکنیت کی طرح رکھ سکتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت عطا فرمائی۔ جب محمد بن الحنفیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پیدا ہوئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا نام محمد اور ان کی کنیت ابو القاسم رکھی۔

اس حدیث کا جواب احناف نے یہ دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت دی اور یہ اجازت ان کے لئے خاص تھی۔ اس کی تائید ابن العساکر کی ایک روایت سے ہوتی ہے کہ ایک دن اسی مسئلہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اپنے لڑکے کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر رکھا اور اس کی کنیت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت پر ابو القاسم رکھی ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک شخص کے لئے ان دونوں کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلوایا ان سب نے حاضر ہو کر گواہی دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے بچے کا نام وکنیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام وکنیت پر رکھ سکتے ہیں۔

احناف کی دلیل: اسی باب کی دو احادیث مستدل ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي غَنِيَّةَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ إِنَّمَا رَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ عَنِ ابْنِ أَبِي غَنِيَّةَ وَرَوَى غَيْرُهُ عَنِ ابْنِ أَبِي غَنِيَّةَ هٰذَا الْحَدِيثَ مَوْقُوفًا وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَاب عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَبُرَيْدَةَ وَكَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

ابوسعید اشج، یحیی بن عبدالملک بن ابی غنیّۃ، ابوغنیّۃ، عاصم، زر، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بعض اشعار حکمت ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اسے صرف ابوسعید اشج نے ابن عیینہ کی روایت سے مرفوع کیا ہے۔ دوسرے راوی اسے موقوفاً روایت کرتے ہیں۔ پھر یہ حدیث کئی سندوں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے۔ اس باب میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بریدہ کثیر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بواسطہ والد ان کے دادا سے بھی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ

قتیبہ، ابوعوانہ، سماک بن حرب، عکرمہ، حضرت ابن عباس

حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بعض شعروں میں حکمت ہوتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وَالشِّعْرِ: لغت میں دانائی اور علم دقیق کو کہتے ہیں اور عرف میں شعر کہا جاتا ہے اس موزوں کلام کو جس میں قائل نے موزونیت کا قصد اور ارادہ کیا ہو جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے موزوں کلام صادر ہوا ہے جیسے ''انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب هل انت الا اصبع دميت وفی سبیل الله ما لقیت'' اسکو بھی شعر نہیں کہا جائیگا کیونکہ وہ اتفاقاً صادر ہوا لہٰذا رسول کریم ﷺ کا یہ کلام قرآن کی آیت ''وما علمناه الشعر وما ينبغي له'' کے منافی نہیں ہوگا۔

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً: ''ای مافيه حق و حكمة او قولا صادقا'' اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے جاتے ہیں۔(۱) سارے اشعار برے نہیں ہوتے بلکہ بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور سچے ہوتے ہیں (۲) اور بعض شارحین نے بیان حکمت کو نفع کے معنی میں لیا ہے یعنی بعض اشعار ایسے نفع بخش ہوتے ہیں جو انسان کو جہالت اور بیوقوفی سے باز رکھتے ہیں اور غلط افعال سے منع کرتے ہیں اور عموماً شاعروں کے اشعار ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مواعظ، امثال اور دانائی کی باتیں ہوتی ہیں اسلئے اشعار کو حکمت کہا گیا ہے (مرقاۃ ج۹ ص ۱۲۲)

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ

حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسماعیل بن موسیٰ فزاری وعلی بن حجر، ابن ابی زناد، ہشام بن عروہ عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسجد نبوی) میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر رکھا کرتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فخریہ اشعار کہتے تھے یا فرمایا جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعتراضات کا جواب دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ جب حسان فخر کرتے یا اعتراضات کا رد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جبرائیل کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ

اسماعیل بن موسیٰ، علی بن حجر ابن ابی زناد، عروہ، عائشہ سے وہ اپنے والد سے وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور وہ

عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْبَرَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَهُوَ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث یعنی ابن ابی زناد کی روایت سے حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: **أَوْ يُنَافِحُ:** ''ای یدافع عنه ﷺ ویخاصم المشرکین'' حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی طرف سے کفار کے مخالف اشعار اور ہجو کا مقابلہ کرتے تھے۔ **بِرُوحِ الْقُدُسِ:** اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ روح کی اضافت قدس کی طرف اس وجہ سے کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزہ پیدا کیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ قدس سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں پھر اضافت تشریف کیلئے ہوگی جیسا کہ بیت اللہ میں بیت کی اضافت اللہ کی طرف ہے باقی حضرت جبریل کو روح کے ساتھ مسمّٰی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاس ایسی وحی لاتے ہیں جن میں حیات ابدیہ ہوتی ہے اسلئے ان کو روح کہا جاتا ہے۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۳۲)

مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ: ''وفی الشمائل ماینافح او یفاخر ای مادام مشتغلا بتأیید دین الله'' (ایضاً)

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَمْشِي وَهُوَ يَقُولُ خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَرَمِ اللهِ تَقُولُ الشِّعْرَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَهِيَ أَسْرَعُ فِيهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ هٰذَا الْحَدِيثَ أَيْضًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَ هٰذَا وَرُوِيَ فِي غَيْرِ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِي

اسحاق بن منصور، عبدالرزاق، جعفر بن سلیمان، ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرے کی قضاء ادا کرنے کے لئے مکہ داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔ (اے اولاد کفار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ خالی کر دو آج کے دن ان کے آنے پر ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے جو دماغ کو اس کی جگہ سے ہلا کر رکھ دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن رواحہ! رسول اللہ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں تم شعر پڑھ رہے ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو یہ کافروں کے لئے تیروں سے بھی زیادہ اثر انداز ہوگا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ عبدالرزاق اس حدیث کو معمر سے وہ زہری سے اور وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث کے علاوہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل

عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهٰذَا أَصَحُّ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيثِ لِأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ قُتِلَ يَوْمَ مُؤْتَةَ وَإِنَّمَا كَانَتْ عُمْرَةُ الْقَضَاءِ بَعْدَ ذٰلِكَ

ہوئے تو کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے تھے اور بعض محدثین کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کیونکہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ موتہ کے موقع پر شہید ہو گئے تھے اور عمرہ قضاء اس کے بعد ہوا۔

تشریح: خَلُّوا: خالی چھوڑ دینا، ای خلوا عن سبیلہ، راستہ چھوڑ دینا۔ التَّنْزِيلِ: تھوڑا تھوڑا اتارنا۔

الْهَامَ: کھوپڑی۔ المَقِيلِ: قیلولہ کی جگہ یہاں کھوپڑی میں دماغ کی جگہ مراد ہے۔

شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ اے کافروں کے بچو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے سے ہٹو ہم آج تم کو ماریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موجود ہونے کی وجہ سے ایسی مار جو کھوپڑی کو اس کے ٹھکانے سے جدا کر دے اور جگری دوست کو اس کے جگری دوست سے بے خبر کر دے۔

سند پر کلام: یہ سند غریب ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ عمرۃ القضا کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے عبداللہ بن رواحہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے مگر دوسری روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھ رہے تھے۔ بعض حضرات دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھنے والے حضرت کعب بن مالک تھے کیونکہ عبداللہ بن رواحہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے اور عمرۃ القضا کا واقعہ اس کے بعد کا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قِيلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَقُولُ وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت مقدام بن شریح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن رواحہ کا یہ شعر پڑھ کرتے تھے (یعنی تمہارے پاس وہ لوگ خبریں لائیں گے جن کو تم نے زاد راہ فراہم نہیں کیا۔ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں شعر کا دوسرا مصرعہ ذکر کیا گیا ہے پہلا مصرعہ ذکر نہیں کیا گیا۔ مکمل شعر اس طرح ہے۔

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا　　ویاتیك بالاخبار من لم تزود

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ عنقریب تیرے سامنے لائے گا زمانہ وہ باتیں جس کو تو نہیں جانتا اور تیرے پاس خبریں لائے گا وہ شخص جس کو تو نے توشہ نہیں دیا۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے نشیب وفراز تجھے خود احوال سکھا دیں گے زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سی باتیں تمہیں از خود معلوم ہو جاتی ہیں۔ یہ شعر در حقیقت جاہلی شاعر طرفہ بن عبد کا ہے یہ سبعۃ معلقہ سے دوسرے معلقہ میں ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

علی بن حجر، شریک، عبدالملک بن عمیر، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرب شعراء کے بہترین کلام میں سے لبید کا یہ قول ہے کہ الا الخ۔ (یعنی جان لو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے یعنی فنا ہونے والی ہے) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے ثوریؒ عبدالملک بن عمیر سے نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ فَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ فَرُبَّمَا يَتَبَسَّمُ مَعَهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ أَيْضًا

علی بن حجرؒ، شریک، سماک، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سو سے زیادہ مرتبہ بیٹھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اشعار پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی یادیں تازہ کیا کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہتے اور بعض اوقات ان کے ساتھ تبسم فرماتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ زہری اسے سماک سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: لبید عرب کے مشہور شاعر تھے عربی ادب میں ان کے کلام اوران کے شاعری کو سند کا درجہ حاصل تھا ان کی کنیت ابو قیل تھی یہ وفد بنی کلاب کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کیا اور خلافت عثمانی میں کوفہ میں وفات پائی ان کی عمر ۱۵۰ سال ہوئی صاحب مشکوۃ نے ان کی عمر ۱۴۰ سال بتلائی ہے بعض نے ۱۵۷ سال ذکر کی ہے۔ (مرقاۃ ج ۹ ص ۱۲۳)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی وجہ سے اسلام کی دولت سے نوازا اور صحابیت کا شرف بخشا۔ جس طرح زمانہ جاہلیت میں شاعری کیا کرتے تھے اسی طرح زمانہ اسلام میں اشعار کہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے حدیث میں جس شعر کی توصیف وتعریف فرمائی وہ شعر مکمل یوں ہے۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل   وکل نعیم لا محالۃ زائل

ترجمہ: اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور دنیا کی ہر لذت وراحت کو آخر کار فنا ہونا ہے۔ اور دوسرا شعر یوں ہے۔

ولقد یئیس عن الحیوۃ وطولھا   وسوال ھذا الناس کیف لبید

ترجمہ: تحقیق میں زندگی اور اس کی درازی سے بیزار ہو گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار پوچھنے سے کہ لبید کیسا ہے۔

پہلے شعر میں باطل سے مراد معدوم اور نیست ونابود ہونا ہے بہر حال حضور ﷺ کا فرمان اصدق کلمۃ حضرت لبید رضی اللہ عنہ کی منقبت پر مشتمل ہے یہ اصدق کیوں ہے؟ جواب: یہ ارشاد باری تعالیٰ کے موافق ہے ''کل من علیہا فان'' ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ شعر اس آیت کریمہ کے زیادہ موافق ہونے کی وجہ سے اصدق ہے۔ (مرقاۃ ایضا)۔

وکل نعیم لا محالۃ: **سوال:** اس شعر میں اشکال ہوتا ہے کہ جنت کی نعمتیں تو ابدی ہیں پھر یہ کیسے کہہ دیا کہ ہر نعمت کو زوال لازمی ہے۔ **جواب اول:** شاعر نے یہ شعر زمانہ جاہلیت میں کہا تھا جب شاعر کا جنت ودوزخ پر عقیدہ نہیں تھا۔

جواب ثانی: یا یہاں دنیاوی نعمتیں مراد ہیں جس کو فنا ہے۔ (فتح الباری)

بَابُ مَا جَاءَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، شعبہ، قتادہ، یونس بن جبیر، محمد بن سعد بن ابی وقاص، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے پیٹ کو پیپ سے بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ شعروں سے بھرے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عِيسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عَمِّي يَحْيَى بْنُ عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا وَفِي الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عیسی بن عثمان بن عیسیٰ بن عبدالرحمن رملی، یحیی بن عیسی، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے پیٹ کا ایسی پیپ سے بھر جانا جو اس کے پیٹ کو کھا رہی ہے اس سے بہتر ہے کہ وہ اسے شعروں سے بھرے۔ اس باب میں حضرت سعد، ابوسعید، ابن عمر اور ابودرداءؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس باب میں شعر کی مذمت بیان کی گئی ہے حالانکہ ماقبل باب میں تو اس کی اجازت معلوم ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث الباب میں اشعار سے مراد وہ ہیں جو شرکیہ یا عشقیہ اشعار ہوں۔ جو اشعار عشقیہ ہوں گے یا شرکیہ وہ منع ہیں جبکہ ماقبل میں جن اشعار کی اجازت دی گئی ہے وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدح اور کفار کی مذمت میں کہے گئے یا اس سے مراد وہ اشعار ہیں جو بے مقصد ہوں اور شعراء ان اشعار کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنا دیں اور جبکہ ماقبل والے اشعار وہ کسی مصلحت کی بنا پر کہے گئے اور وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع اور اسلام کا دفاع۔ نیز وہ اشعار بھی منع ہیں جن میں بلاوجہ سجع بندی کی بتکلف رعایت رکھی گئی ہو اور جن میں سجع بندی کی رعایت نہیں رکھی گئی وہ جائز ہیں۔ حدیث میں قیحًا کی صفت جملہ فعلیہ پر آئی ہے جس کے معنی ایسی پیپ جو اس کے پیٹ کو خراب کر دے یریہ ریھًا لہریں مارنا یعنی پیپ کا پیٹ میں جوش مارنا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَيَانِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي

محمد بن عبدالاعلی صنعانی، عمر بن علی مقدمی، نافع بن عمر جمحی، بشر بن عاصم، عاصم، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے بلیغ شخص سے بغض رکھتے ہیں جو اپنی زبان سے اس طرح باتوں کو لپیٹتا ہے جیسے گائے چارے کو (یعنی بے فائدہ اور بہت زیادہ

يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ

باتیں کرتا ہے) یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ اس باب میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حدیث مبارک میں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت کا تذکرہ ہے کہ لوگ اپنی زبانوں کو صرف اور صرف کھانے پینے کیلئے استعمال کریں گے۔ یعنی کسی کی بے جا تعریفیں یا بغض وحسد کی بناء پر کسی کی جھوٹی مذمت بیان کریں گے اور اپنی تقریر وتحریر میں زبان دانی اور فصاحت وبلاغت کا جھوٹا مظاہرہ کریں گے تاکہ لوگوں کو اپنے دام وفریب میں مبتلا کریں۔

كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ: تمام جانور دانتوں سے چارہ کھاتے ہیں مگر گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے مثال سے مقصد زبان سے غیر محتاط گفتگو کرنے کی مذمت کی گئی ہے کہ جس طرح گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے اور چارہ کو لپیٹتی ہے اور چارہ چرتے وقت یہ تمیز نہیں کرتی کہ وہ چارہ خشک ہے یا تر، میٹھا ہے یا کڑوا ہے اسی طرح وہ لوگ بھی اپنی زبانوں کے ذریعے ناجائز مقاصد وخواہشات کی تکمیل کو وسیلہ وذریعہ بنائیں گے۔ حق وباطل، سچ وجھوٹ کے درمیان کوئی تمیز نہیں کریں گے تو حلال وحرام میں کیسے تمیز کریں گے۔

إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ: ''اى المبالغ فى فصاحة الكلام وبلاغته'' یعنی فصاحت وبلاغت میں بے جا مبالغہ کرنے والا مبغوض ہے۔ **يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ:** ''اى يأكل بلسانه'' ''بلسانه حول اسنانه مبالغة فى اظهار بلاغته وبيانه'' یعنی زبان کو دانتوں کے درمیان گھما گھما کر باتیں کرنے والا مصنوعی فصاحت وبلاغت میں مبالغہ کرنے سے کنایہ ہے۔

باب (بلا ترجمة)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمِّرُوا الْآنِيَةَ وَأَوْكِئُوا الْأَسْقِيَةَ وَأَجِيفُوا الْأَبْوَابَ وَأَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا جَرَّتِ الْفَتِيلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ، حماد بن زید، کثیر بن شنظیر، عطاء بن ابی رباح، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سوتے وقت برتنوں کو ڈھانکا کرو۔ مشکیزوں کے منہ بند کر دیا کرو، دروازے بند رکھا کرو اور یہ چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ چھوٹے فسق (چوہے) نے کئی مرتبہ بتی کو گھسیٹ کر گھر والوں کو جلا دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی سندوں سے مرفوعاً مروی ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ابواب الاطعمة ''باب ما جاء فى تخمير الاناء واطفاء السراج والنار عند المنام'' کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

باب (بلا ترجمة)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَنَسٍ

نے فرمایا اگر تم سبزے (یعنی فراوانی) کے دنوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حصہ دو اور اگر خشک سالی کے موقع پر سفر کرو تو اس کی قوت باقی رہنے تک جلدی جلدی سفر مکمل کرنے کی کوشش کرو۔ پھر جب رات کے آخری حصے میں آرام کیلئے اترو تو راستے سے ایک طرف ہو جاؤ۔ اسلئے کہ ان راستوں پر رات کے جانوروں اور حشرات الارض کا گزر ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس باب میں حضرت انس اور جابرؓ سے روایت ہے۔

تشریح: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ: جب خوشحالی میں سفر کریں تو اونٹوں کا ان کو حق دیں یعنی ان کو چرنے دیں ان کو کسی چیز سے نہ روکیں اور جب قحط سالی میں سفر کریں تو اونٹوں کے ساتھ سبقت کرو یعنی جلدی سفر کرو تا کہ اونٹوں کو بھوک کی تکلیف نہ ہو۔
وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ: اور جب رات گزارو تو راستے سے اجتناب کرو یعنی راستے سے ہٹ کر پڑاؤ ڈالو کیونکہ رات کو حشرات الارض سانپ وغیرہ کیڑے مکوڑے چلتے پھرتے ہیں تا کہ تمہیں وہ نقصان نہ پہنچا سکیں۔

بَابٌ (بلا ترجمة)

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُورٍ عَلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ الْأَيْلِيُّ يُضَعَّفُ

اسحاق بن موسیٰ انصاری، عبداللہ بن وہب، عبدالجبار بن عمر، محمد بن منکدر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا جس کے گرد دیوار نہ ہو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے محمد بن منکدر کی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ عبدالجبار بن عمر ایلی ضعیف ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں بغیر آڑ والی چھت پر سونے سے منع فرمایا گیا ہے وجہ ممانعت یہ ہے کہ انسان بسا اوقات نیند میں اٹھ کر چلنا شروع ہو جاتا ہے تو اس بنا پر وہ نیچے گر سکتا ہے ایسی چھت پر سونا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔
یہ حدیث غریب ہے کیونکہ اس کو محمد بن منکدر کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا

محمود بن غیلان، ابواحمد، سفیان، اعمش، ابووائل، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نصیحت کے ساتھ ساتھ فرصت بھی دیا

بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنِي شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ نَحْوَهُ

کرتے تھے تاکہ ہم ملول نہ ہو جائیں اور اکتا نہ جائیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن بشار بھی اسے یحیی بن سعید سے وہ سلیمان سے وہ شقیق بن سلمہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

تشریح: يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ: یہ ''خول'' سے مشتق ہے ''خول'' کا معنی ہے نگرانی کرنا اور حفاظت کرنا آپ ﷺ وعظ و نصیحت کرنے میں اوقات کی رعایت رکھتے تھے ہر روز اس لئے وعظ نہیں فرماتے تھے تاکہ لوگ بددل نہ ہو جائیں چنانچہ واعظ کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ وعظ و نصیحت کرنے میں لوگوں کے اوقات کا خیال رکھے۔ یہ بات طلباء و علماء کے لئے نہیں کہ ہفتہ میں ایک بار سبق پڑھ لیا اور باقی دن چھٹی بلکہ یہ حکم عوام کے لئے ہے۔

بَابٌ (بلا ترجمة)

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتَا مَا دِيمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دِيمَ عَلَيْهِ

ابو ہشام رفاعی، ابن فضیل، اعمش، حضرت ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل سب سے محبوب تھا۔ انہوں نے فرمایا جسے ہمیشہ کیا جائے چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ ہشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ تھا جسے ہمیشہ کیا جائے۔

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہم سے روایت کی ہارون بن اسحاق نے انہوں نے عبدہ سے وہ ہشام سے وہ اپنے والد سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کے ہم معنی حدیث بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں ہمیشگی اور دوام ہو اگرچہ تھوڑا ہو کیونکہ قطرہ قطرہ پہاڑ پر گرتا ہے تو سوراخ ہو جائے گا لیکن اگر ایک ہی بار پہاڑ پر سے سیلاب بہہ جائے تو اس پہاڑ پر کوئی اثر باقی نہیں رہے گا لہٰذا دوام کا اثر زیادہ ہوتا ہے بنسبت ایک آدھ مرتبہ عمل کرنے سے۔ یہ باب ابواب الاستیذان کے آخر میں اس لئے لائے کہ طالبین اور قارئین اپنے اعمال میں دوام لائیں ایک آدھ مرتبہ کسی عمل کو جوش میں کر کے پھر چھوڑ نہ دیں۔

أَبْوَابُ الأَمْثَالِ

امثال: مثل کی جمع ہے اس کے متعدد معانی ہیں۔ (۱) مثل مانند (۲) حالت اور حالت عجیبہ: اس باغ کا حال جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا۔ (۳) معقول کو محسوس بنا کر پیش کرنا قرآن وحدیث میں عام طور پر یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے قرآن مجید میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔
امام ترمذیؒ نے دو اغراض کو بیان کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا۔ (۱) تفہیم کے لئے تمثیل جائز ہے (۲) تشبیہ کے لئے مشبہ اور مشبہ بہ میں من کل الوجوہ اور مکمل مماثلت ضروری نہیں بلکہ کسی ایک چیز میں مشابہت وتشبیہ کافی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَثَلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لِعِبَادِهِ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ ضَرَبَ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ زُورَانِ لَهُمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ عَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ وَدَاعٍ يَدْعُو عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ يَدْعُو فَوْقَهُ وَاللهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَالْأَبْوَابُ الَّتِي عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ حُدُودُ اللهِ فَلَا يَقَعُ أَحَدٌ فِي حُدُودِ اللهِ حَتَّى يَكْشِفَ السِّتْرَ وَالَّذِي يَدْعُو مِنْ فَوْقِهِ وَاعِظُ رَبِّهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ سَمِعْتُ زَكَرِيَّا بْنَ عَدِيٍّ يَقُولُ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ خُذُوا عَنْ بَقِيَّةَ مَا حَدَّثَكُمْ عَنْ

حضرت نواس بن سمعان کلابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی اس طرح مثال دی ہے کہ وہ ایسی راہ ہے جس کے دونوں جانب دیواریں ہیں جن میں جابجا دروازے لگے ہوئے ہیں جن پر پردے لٹک رہے ہیں۔ پھر ایک بلانے والا اس راستے کے سرے پر کھڑا ہو کر اور ایک اس کے اوپر کھڑا ہو کر بلا رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَاللهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (یعنی اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے) اور وہ دروازے جو راستے کے دونوں جانب ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی حدود (حرام کی ہوئی چیزیں) ہیں۔ ان میں اس وقت تک کوئی گرفتار نہیں ہوسکتا جب تک پردہ نہ اٹھائے یعنی صغیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور اس راستے کے اوپر پکارنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نصیحت کرنے والا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ میں نے عبداللہ بن عبدالرحمن کو زکریا بن عدی کے حوالے سے ابواسحاق فزاری کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا کہ بقیہ بن ولید کی وہی روایتیں لو جو وہ

الثِّقَاتِ وَلَا تَأْخُذُوا عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا غَيْرِ الثِّقَاتِ

ثقہ لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور اسماعیل بن عیاش کی کسی روایت کا اعتبار نہ کرو خواہ وہ ثقہ سے نقل کرے یا غیر ثقہ سے۔

تشریح: **دَاعٍ يَدْعُو عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ:** محرمات سے بچنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ محرمات کی طرف انسان کا طبعی میلان ہے البتہ جس شخص کو اپنے نفس پر ضبط ہو اس کیلئے کوئی مشکل نہیں خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے دو پہرے داروں کا انتظام بھی فرما دیا ان میں سے ایک پہرے دار قرآن مجید ہے اور دوسرا اللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا وہ داعیہ خیر جو اللہ پاک نے انسان کے دل میں رکھ دیا ہے وہ انسان کی امور خیر کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی چند تشبیہات پر مشتمل ہے۔(۱) صراط کو تشبیہ دی ہے اسلام کے ساتھ (۲) ابواب مفتوحہ کو تشبیہ دی ہے اللہ تعالیٰ کی محارم کے ساتھ۔(۳) ستورٌ مرخاۃ لٹکے ہوئے پردوں کو تشبیہ دی ہے اللہ تعالیٰ کی حدود کے ساتھ (۴) راستے کے سرے پر جو داعی ہے اس کو تشبیہ دی ہے قرآن کے ساتھ (۵) اور اس کے اوپر پکارنے والا (وہ نصیحت دینے والا ہے) یعنی ایسا القاء جو دل میں اچھا خیال لاتا ہے یہ بمنزلہ اس داعی کے ہے جو راستے کے اوپر بیٹھا ہے اور کہتا ہے ''ویحك لا تفتحه''۔

عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ زُورَانِ: زوران یہ زاء اصل میں سین سے بدل ہو کر آیا ہے یہ ''سوزان'' تھا سور کی تثنیہ دو دیواریں اور بعض نسخوں میں مثلاً مصری نسخوں میں داران لکھا ہے جو غلط ہے۔

وَالَّذِي يَدْعُو مِنْ فَوْقِهِ: اوپر سے راستے کے اوپر پابند کے اوپر مراد ہے اس کے مصداق نبی یا ان کے نائب ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق ''ملھم'' بھلائی دینے میں ڈالنے والا فرشتہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق قلب سلیم اور داعیہ صادقہ ہے جو انسان کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ جِبْرَائِيلَ عِنْدَ رَأْسِي وَمِيكَائِيلَ عِنْدَ رِجْلَيَّ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اضْرِبْ لَهُ مَثَلًا فَقَالَ اسْمَعْ سَمِعَتْ أُذُنُكَ وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ إِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ أُمَّتِكَ كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا ثُمَّ بَنَى فِيهَا بَيْتًا ثُمَّ جَعَلَ فِيهَا مَائِدَةً ثُمَّ بَعَثَ رَسُولًا يَدْعُو النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَجَابَ الرَّسُولَ وَمِنْهُمْ مَنْ تَرَكَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے اور فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے سرہانے اور میکائیلؑ میرے پاؤں کے پاس کھڑے ہیں اور آپس میں کہہ رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مثال بیان کرو۔ دوسرے نے کہا (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) سنیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان ہمیشہ سنتے رہیں اور سمجھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہمیشہ سمجھتا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مثال اس طرح ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک بڑا مکان بنایا۔ پھر اس میں ایک گھر بنایا پھر وہاں ایک دسترخوان لگوا کر ایک قاصد کو بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے چنانچہ بعض نے اس کی دعوت قبول کی اور بعض نے دعوت قبول نہیں کی۔ یعنی

فَاللهُ هُوَ الْمَلِكُ وَالدَّارُ الْإِسْلَامُ وَالْبَيْتُ الْجَنَّةُ وَأَنْتَ يَا مُحَمَّدُ رَسُولٌ مَنْ أَجَابَكَ دَخَلَ الْإِسْلَامَ وَمَنْ دَخَلَ الْإِسْلَامَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَكَلَ مَا فِيهَا هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ لَمْ يُدْرِكْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ بِإِسْنَادٍ أَصَحَّ مِنْ هٰذَا

اللہ بادشاہ ہیں وہ بڑا مکان اسلام ہے اور اس کے اندر والا گھر جنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اے محمد! پیغمبر ہیں۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی اسلام میں داخل ہوا، جو اسلام میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا اس نے اس میں موجود چیزیں کھالیں۔ یہ حدیث مرسل ہے اس لئے کہ سعید بن ابی ہلال نے جابر بن عبد اللہ کو نہیں پایا۔ اس باب میں ابن مسعودؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس کے علاوہ اور سند سے بھی منقول ہے۔ وہ سند اس سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: اسْمَعْ سَمِعَتْ أُذُنُكَ: یہ توجہ سے سننے کے لئے کہا جاتا ہے جیسا کہ محاورہ ہے کہ کان لگا کر سن۔

كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا: یہاں سے حدیث میں چند تشبیہات کا ذکر کر رہے ہیں کہ حدیث میں ملک بادشاہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے اور دار سے مراد دین اسلام اور بیتا سے مراد جنت ہے جس میں دستر خوان بچھا ہوا ہے۔ ثُمَّ بَعَثَ رَسُولًا اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر لبیک کہے گا دائرہ اسلام میں آئے گا اور جو دائرہ اسلام میں آئے گا جنت میں جائے گا اور جو جنت میں جائے گا جنت کی نعمتوں سے کھائے گا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ حَتَّى خَرَجَ بِهِ إِلَى بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَأَجْلَسَهُ ثُمَّ خَطَّ عَلَيْهِ خَطًّا ثُمَّ قَالَ لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ فَإِنَّهُ سَيَنْتَهِي إِلَيْكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمْهُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَلِّمُونَكَ ثُمَّ مَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَرَادَ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِي خَطِّي إِذْ أَتَانِي رِجَالٌ كَأَنَّهُمُ الزُّطُّ أَشْعَارُهُمْ وَأَجْسَامُهُمْ لَا أَرَى عَوْرَةً وَلَا أَرَى قِشْرًا وَيَنْتَهُونَ إِلَيَّ وَلَا يُجَاوِزُونَ الْخَطَّ ثُمَّ يَصْدُرُونَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی اور عبد اللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر بطحاء کی طرف نکل گئے وہاں پہنچ کر انہیں بٹھایا اور ان کے گرد ایک خط (لکیر) کھینچ کر فرمایا تم اس خط سے باہر نہ نکلنا۔ تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے تم ان سے بات نہ کرنا (اگر تم نہیں کرو گے) تو وہ بھی تم سے بات نہیں کریں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں کا ارادہ کیا تھا۔ چلے گئے میں وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس کچھ لوگ (یعنی جن) آئے گویا کہ وہ جاٹ ہیں۔ ان کے بال اور بدن نہ تو میں ننگے دیکھتا تھا اور نہ ہی ڈھکے ہوئے۔ وہ میرے طرف آئے لیکن اس خط (لکیر) سے تجاوز نہ کر سکتے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاتے۔ یہاں تک کہ رات کا آخری حصہ ہو گیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ

حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ لٰكِنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَنِي وَأَنَا جَالِسٌ فَقَالَ لَقَدْ أُرَانِي مُنْذُ اللَّيْلَةَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ فِي خَطِّي فَتَوَسَّدَ فَخِذِي فَرَقَدَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَيْنَا أَنَا قَاعِدٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِي إِذَا أَنَا بِرِجَالٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ بِيضٌ اللّٰهُ أَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ فَانْتَهَوْا إِلَيَّ فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالُوا بَيْنَهُمْ مَا رَأَيْنَا عَبْدًا قَطُّ أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هٰذَا النَّبِيُّ إِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهُ يَقْظَانُ اضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا مَثَلُ سَيِّدٍ بَنَى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَأْدُبَةً فَدَعَا النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ فَمَنْ أَجَابَهُ أَكَلَ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهِ وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ أَوْ قَالَ عَذَّبَهُ ثُمَّ ارْتَفَعُوا وَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَهَلْ تَدْرِي مَنْ هُمْ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِي مَا الْمَثَلُ الَّذِي ضَرَبُوا قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِي ضَرَبُوهُ الرَّحْمٰنُ بَنَى الْجَنَّةَ وَدَعَا إِلَيْهَا عِبَادَهُ فَمَنْ أَجَابَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ أَوْ عَذَّبَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو تَمِيمَةَ اسْمُهُ طَرِيفُ بْنُ مُجَالِدٍ وَأَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مِلٍّ وَسُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ قَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْهُ

علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں پوری رات نہیں سو سکا۔ پھر میری خط میں داخل ہوئے اور میری ران کو تکیہ بنا کر لیٹ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سوتے تو خراٹے لینے لگتے میں اسی حال میں تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے کہ کچھ لوگ آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے حسن و جمال کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ مجھ تک آئے پھر ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گئی اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں کے پاس۔ پھر کہنے لگے ہم کوئی بندہ ایسا نہیں دیکھا جسے وہ کچھ دیا گیا ہو۔ جو اس نبی کو عطاء کیا گیا ہے۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔ ان کے لئے مثال بیان کرو۔ ان کی مثال ایک سردار جیسی ہے جس نے محل بنایا اور اس میں دسترخوان لگوا کر لوگوں کو کھانے پینے کے لئے بلایا۔ پھر جس نے اس کی دعوت قبول کی اس نے کھایا پیا اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اسے سزا دی یا فرمایا عذاب دیا۔ پھر وہ لوگ اٹھ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاگ گئے۔ اور فرمایا تم نے سنا ان لوگوں نے کیا کہا۔ جانتے ہو یہ کون تھے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔ جو مثال انہوں نے بیان کی جانتے ہو وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے جو مثال بیان کی وہ یہ ہے کہ رحمان نے جنت بنائی اور لوگوں کو بلایا۔ جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے انکار کیا اسے عذاب دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابو تمیمہ کا نام طریف بن مجالد ہے۔ ابو عثمان

مُعْتَمِرٌ وَهُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ طَرْخَانَ وَلَمْ يَكُنْ تَيْمِيًّا وَإِنَّمَا كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي تَيْمٍ فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مَا رَأَيْتُ أَخْوَفَ لِلَّهِ تَعَالَى مِنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ

نہدی کا نام عبدالرحمن بن مل ہے۔ سلیمان تیمی، ابن طرخان ہیں۔ وہ قبیلہ بنی تمیم میں جایا کرتے تھے اس لئے تیمی مشہور ہو گئے۔ علی، یحیی بن سعید کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں کسی کو سلیمان سے زیادہ اللہ سے ڈرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تشریح: إِلَى بَطْحَاءِ مَكَّةَ: اس سے مراد مروہ سے آگے کچھ فاصلے پر واقع وادی ہے یہ باب ملک عبداللہ کے قریب ہے یہ مسجد الجن کے نام سے مشہور ہے اس میں وہ مشہور واقعہ رونما ہوا ہے۔

قَالَ لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دائرہ کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلنا کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور تم ان سے دہشت زدہ نہ ہونا۔

كَأَنَّهُمُ الزُّطُّ: گویا کہ وہ حبشی اور کالے سوڈانی ہیں۔ زط یہ جنت کا معرب ہے یہ سوڈانی اور ہندی لوگوں کی ایک قسم ہے۔

أَشْعَارُهُمْ وَأَجْسَامُهُمْ: یہ دونوں منصوب نزع الخافض ہیں یعنی حرف جار محذوف ہے گویا کہ جسموں اور بالوں کے کالا ہونے میں وہ حبشی تھے دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ دونوں معطوف ہیں مل کر مرفوع مبتدا ہیں ان کی خبر ''مثالھم'' محذوف ہے ان کے بال و جسم ان کی مثل تھے۔ حدیث کی بقیہ شرح ترجمہ سے واضح ہے۔

سند پر کلام: ابوتمیمہ راوی کا نام طریف بن مجالد ہے اور ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمن بن مل ہے۔ سلیمان بن طرخان تیمی قبیلہ تیم کے نہیں تھے بلکہ بنو تیم میں فروکش ہو گئے تھے اس لئے ان کی طرف منسوب کیے گئے۔

بَابُ مَا جَاءَ مَثَلُ النَّبِيِّ وَالْأَنْبِيَاءِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَرَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ مِنْهَا وَيَقُولُونَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھی طرح مکمل کر کے اس کی تزئین و آرائش کی لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ چنانچہ لوگ اس میں داخل ہوتے اور تعجب کرتے ہوئے کہتے کہ کاش یہ جگہ خالی نہ ہوتی۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور ابی بن کعبؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ (اینٹ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے کہ صحیحین کی روایت میں بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اینٹ میں ہی ہوں۔ مجھ سے ہی وہ عمارت مکمل ہوئی اور انبیاء کا خاتمہ ہوا۔ چنانچہ میں ہی وہ نبی ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں)۔

بَابُ مَا جَاءَ مَثَلُ الصَّلوٰةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ أَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ يَعْمَلَ بِهَا وَيَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا وَإِنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا فَقَالَ عِيسَى إِنَّ اللهَ أَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيَى أَخْشَى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَأَ وَقَعَدُوا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ **أَوَّلُهُنَّ** أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هٰذِهِ دَارِي وَهٰذَا عَمَلِي فَاعْمَلْ وَأَدِّ إِلَيَّ فَكَانَ يَعْمَلُ وَيُؤَدِّي إِلَى غَيْرِ سَيِّدِهِ فَأَيُّكُمْ يَرْضَى أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ كَذٰلِكَ وَإِنَّ اللهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهِ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ وَآمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ

حضرت حارث اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یحییٰؑ کو پانچ چیزوں کو حکم دیا کہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ ان پر عمل پیرا ہوں۔ لیکن یحییٰؑ نے انہیں پہنچانے میں تاخیر کی تو عیسیٰؑ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنواسرائیل سے ان پر عمل کرانے کا حکم دیا ہے یا تو آپ انہیں حکم دیجئے ورنہ میں حکم دیتا ہوں۔ یحییٰؑ نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ انہیں پہنچانے میں سبقت لے گئے تو مجھے دھنسایا جائے گا یا عذاب دیا جائے گا۔ پھر انہوں نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ یہاں تک کہ وہ جگہ بھر گئی اور لوگ اونچی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت یحییٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے کہ خود بھی ان پر عمل کروں اور تم لوگوں کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دوں۔ (۱) تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے خالصتاً اپنے سونے چاندی کے مال سے کوئی غلام خریدا اور اسے کہا کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا پیشہ ہے۔ لہٰذا اسے اختیار کرو اور مجھے کما کر دو لیکن وہ کام کرتا اور اس کا منافع کسی اور کو دے دیتا۔ چنانچہ تم میں سے کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کا غلام اس طرح کا ہو (۲) اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم دیا۔ لہٰذا جب تم نماز پڑھو تو کسی اور جانب توجہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نماز پڑھنے والے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب وہ نماز پڑھتے ہوئے ادھر ادھر متوجہ نہ ہو۔ (۳) اور میں تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک گروہ کے ساتھ ہے اس کے پاس مشک سے بھری ہوئی تھیلی ہے

فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلَى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَنَا أَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدَى نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللّٰهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يُرَاجِعَ وَمَنِ ادَّعَى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَى جَهَنَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ قَالَ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ فَادْعُوا بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّذِي سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللّٰهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الْحَارِثُ الْأَشْعَرِيُّ لَهُ صُحْبَةٌ وَلَهُ غَيْرُ هٰذَا الْحَدِيثِ

جس کی خوشبو اس کو بھی پسند ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی۔ چنانچہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک اس مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔(۴) میں تمہیں صدقہ دینے کا حکم دیتا ہوں۔ اسکی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو دشمن کی قید میں چلا جائے اور وہ لوگ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ کر اسے قتل کرنے کیلئے لے کر چل دیں جب وہ اسکی گردن اتارنے لگیں تو وہ کہے کہ میں تم لوگوں کو کچھ تھوڑا یا زیادہ جو میرے پاس ہے اسے بطور فدیہ دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ انہیں فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے۔(۵) میں تمہیں اللہ کے ذکر کی تلقین کرتا ہوں اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے دشمن اسکے تعاقب میں ہوں اور وہ بھاگ کر ایک قلعے میں گھس جائے اور ان لوگوں سے اپنی جان بچالے۔ اسی طرح کوئی بندہ خود کو شیطان سے اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے نہیں بچا سکتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اور میں بھی تم لوگوں کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔(۱) بات سننا (۲) اطاعت کرنا (۳) جہاد کرنا (۴) ہجرت کرنا (۵) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ منسلک رہنا۔ اسلئے کہ جو جماعت سے ایک بالشت کے برابر بھی الگ ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی مگر یہ کہ وہ دوبارہ جماعت سے مل جائے۔ جس نے زمانہ جاہلیت والی برائیوں کی طرف لوگوں کو بلایا وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اگرچہ اس نے نماز پڑھی اور روزے رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لہٰذا لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ جس نے تمہارا نام مسلمان، مؤمن اور اللہ کا بندہ رکھا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری کہتے ہیں کہ حارث اشعری صحابی ہیں اور ان سے دیگر روایات بھی مروی ہیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ عَنِ الْحَارِثِ

محمد بن بشار، ابوداؤد طیالسی ابان بن یزید، یحیی بن ابی کثیر، زید بن سلام ابی سلام، حارث اشعری سے وہ ابان بن یزید سے وہ یحیی سے وہ زید بن سلام سے وہ ابوسلام سے وہ

الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَأَبُو سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ اسْمُهُ مَمْطُورٌ وَقَدْ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ

حارث اشعری سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے معنی کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوسلام کا نام ممطور ہے۔ علی بن مبارک یہ حدیث یحیی بن کثیر سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب کے ذیل میں چیدہ چیدہ گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الْقَارِئِ لِلْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقَارِئِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُنْجَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ رِيحُهَا مُرٌّ وَطَعْمُهَا مُرٌّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ أَيْضًا

قتیبہ، ابوعوانہ، قتادہ، انس، حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال ترنج (سنگترے) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی اور ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کی خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ میٹھا ہوتا ہے۔ پھر قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال ریحان کی طرح ہے۔ کہ اس میں خوشبو تو ہوتی ہے لیکن وہ کڑوا ہوتا ہے۔ اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال حنظل کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی کڑوی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شعبہ بھی اسے قتادہ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: **كَمَثَلِ الْأُتْرُنْجَةِ:** اردو میں اس کا ترجمہ سنگترہ سے کرتے ہیں بعض اہل لغت اس کا لیمو سے ترجمہ کرتے ہیں۔ امام طیبیؒ نے لکھا ہے کہ اس پھل سے تمام قوتوں کو لذت حاصل ہوتی ہے سونگھنے اور چکھنے سے قوت شامہ اور قوت ذائقہ لطف اندوز ہوتے ہیں اس طرح قرآن عظیم پڑھنے پڑھانے والے بھی اس سے لطف اٹھاتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔

پھر یہ حدیث چند تشبیہات پر مشتمل ہے جس سے حدیث شریف کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ: پہلی تشبیہ: وہ مومن جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ایسے مومن کو تشبیہ دی ہے سنگترے کے ساتھ۔ جس طرح سنگترہ تمام پھلوں میں اچھا اور اہل عرب کے نزدیک پسندیدہ اور معدہ کے لئے فائدہ مند اور قوۃ ہضم اور دیگر بہت سارے فائدے ہیں "بحسن منظر ها صفراء فاقع لونها تسر الناظرين"۔

اسی طرح مومن قرآن کی تلاوت کرنے والے کے بہت سارے فائدے ہیں کہ یہ بھی طیب الطعم ہے کیونکہ اس کے دل میں ایمان

ثابت ہے اور لوگ اس سے خوشبو حاصل کرتے ہیں کہ اس کی قرأت سن کر راحت محسوس کرتے ہیں اور ثواب حاصل کرتے ہیں اور قرآن کی تعلیم سیکھتے ہیں۔

وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ: دوسری تشبیہ وہ مومن جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ کھجور کھانے سے مٹھاس تو معلوم ہوتی ہے لیکن خوشبو نہیں ہوتی اسی طرح اس مومن کے دل میں مٹھاس قرآن ہے اور اس کی مٹھاس محسوس کرتا ہے لیکن اس کا اثر دوسروں کو نہیں پہنچتا۔

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ: تیسری تشبیہ: وہ منافق جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال حنظلہ کی ہے یعنی نہ تو کوئی اس کو کھا سکتا ہے اور نہ اس کی خوشبو سے کسی کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح منافق کی مثال ہے کہ نہ قرآن سے خود فائدہ اٹھاتا ہے او نہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

الْحَنْظَلَةِ: یہ نہایت کڑوا درخت ہوتا ہے اور اس کی بدبو بھی بہت سخت ہوتی ہے، منافق کی مثال اس کڑوے درخت جیسی ہے۔

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ: چوتھی تشبیہ: وہ منافق جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کی مثال (ریحانہ) خوشبودار پھل کی ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن مزہ کڑوا ہے اسی طرح منافقؔ کا قرآن پڑھنا تو خوشبو ہے لیکن اس کے سینے میں نفاق کی وجہ سے کڑواہٹ ہے جس سے وہ نورانیت حاصل نہیں کر سکتا۔

بعض حضرات نے کہا کہ جس گھر میں اترنجہ پھل ہو اس گھر میں جن داخل نہیں ہوتا اس سے قاری القرآن کے ساتھ مشابہت زیادہ ہوگی کہ قاری قرآن پاک پڑھے گا تو اس گھر میں جنات وشیاطین داخل نہیں ہو سکیں گے۔ جیسا کہ علامہ رومیؒ کے اشعار میں ہے۔

كل الخلال التى فيكم محاسنكم — تشابهت فيكم الاخلاق والخلق
كانكم شجر الاترنج طاب معا — حملا ونورا وطاب العود والورق

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ بَلَاءٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حسن بن علی خلال وغیر واحد، عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید بن مسیب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی مثال کھیتی کی مانند ہے کہ ہوا اسے ہمیشہ جھکاتی رہتی ہے۔ کبھی دائیں کبھی بائیں۔ پھر مؤمن ہمیشہ آزمائش میں رہتا ہے منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے کہ کبھی نہیں ہلتا یہاں تک کہ جڑ سے کاٹ دیا جائے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ: ''ای تمیلها شمالا وجنوبا'' یعنی ہوا اس کو شمال وجنوب کی طرف مائل کرتی ہے۔ علامہ تورپشتیؒ نے فرمایا کہ جب ہوا شمال کی طرف سے آتی ہے تو کھیتی کی کمزور ٹہنی جنوب کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور اگر جنوب کی طرف سے ہوا آئے تو یہ ٹہنی شمال کی جانب مائل ہو جاتی ہے یعنی ہوا کی وجہ سے کبھی ایک طرف مائل ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرف۔ اور کبھی

گرتی ہے اور کبھی سیدھی ہوتی ہے۔

یُصِیبُهُ بَلَاءٌ: مؤمن کو مشقت طرح طرح کی آتی ہے۔ کبھی خوف، بھوک، مرض وغیرہ آتی ہے۔ یہاں تک کہ ان ہی لمحوں میں اس کو موت گھیر لیتی ہے۔ حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ مومن کسی نہ کسی پریشانی سے خالی نہیں ہوتا کبھی بیماری، کبھی رزق کی تنگی اور کبھی اور پریشانی۔ یہ ساری علامات نیک بختی کی ہیں (مرقاۃ)۔ امام ابن الملکؒ نے فرمایا کہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ صبر، رضا، شکر بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اسی طرح کی روایت امام احمدؒ نے نقل کی کہ "مثل المؤمن مثل الخامة تحمر مرة وتصفر اخرى"۔

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ: منافق سے منافق حقیقی، حکمی دونوں مراد ہیں۔ منافق کی مثال ارز درخت کی طرح ہے عند البعض اس درخت سے مراد صنوبر کا درخت ہے۔ عند البعض ارز مراد ہے۔ ارز بانس کی لکڑی کو کہتے ہیں جو مضبوط اور لمبی ہوتی ہے اور ایک دم ہوا سے گر جاتی ہے یہ درخت ہوا آنے کے ساتھ کھڑا رہتا ہے یا یکدم زمین پر آ گرتا ہے یہی مثال منافق کی ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو وہ واویلا کرتا ہے جس سے نہ اس کی خطائیں کم ہوتی ہیں اور نہ اس مصیبت کی وجہ سے اس کو اجر ملتا ہے۔ (مرقاۃ ایضا)

اس سے معلوم ہوا کہ مومن خوشی سے مرتا ہے کمافی الحدیث "الموت تحفة المؤمن" اور منافق کی دنیاوی راحتیں آخرت کے مصائب کا ذریعہ ہیں اور منافق جبراً موت دیا جاتا ہے، مومن کی دنیاوی تکلیفیں آخرت کی راحت کا سبب ہیں یہ بھی اکثری قاعدہ ہے ورنہ مومن دنیا میں جتنی راحت سے رہے ان شاء اللہ آخرت کے دائمی عذاب سے محفوظ ہوگا۔ کافر دنیا میں کتنی ہی مصیبت سے رہے آخرت میں نجات نہیں پا سکتا۔

اس حدیث مبارکہ میں مؤمن اور منافق کی مثال بیان فرمائی ہے کہ مؤمن کی مثال کھیتی کی ہے کہ جس طرح کھیتی کو ہوائیں ادھر اُدھر جھکاتی ہیں اسی طرح مؤمن کو ادھر اُدھر سے آزمائشیں آتی رہتی ہیں لیکن مومن جڑوں سے اکھڑتا نہیں بلکہ مصائب و مشکلات برداشت کرتا رہتا ہے اور اس کے گناہ دھلتے رہتے ہیں اور منافق کی مثال صنوبر جیسی ہے کہ ہوائیں اس کو نہیں جھکاتی لیکن جب گرنا ہو تو جڑ سے اکھڑ جاتا ہے تو ایسے ہی جب منافق کی پکڑ ہوتی ہے تو یکبارگی ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حَدِّثُونِي مَا هِيَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَقُولَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بِالَّذِي وَقَعَ فِي

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں سے ایک ایسا درخت بھی ہے کہ موسم خزاں میں بھی اس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مؤمن کی طرح ہے۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کونسا درخت ہے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق سوچنے لگے لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔ پھر میں نے اپنے والد حضرت عمر سے اپنے دل میں آنے والے خیال

نَفْسِي فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا اگر تم نے کہہ دیا ہوتا تو یہ میرے لئے ایسا ایسا مال ہونے سے زیادہ محبوب تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں دوسری مثال بیان کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ کونسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مؤمن جیسی ہے؟ حدیث کے راوی حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ پس لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے کہ ایسا درخت کونسا ہے اور میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور میرے دل میں اس کا خیال اس وجہ سے آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کا گوند کھا رہے تھے پھر جب کسی نے جواب نہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ بات میں نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم جواب دیتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی اس سے کہ مجھے اتنا اور اتنا مال مل جائے یعنی مال ملنے سے بھی زیادہ خوشی تمہارے جواب سے ہوتی۔

اس حدیث کے مطابق چند مسائل زیر غور ہیں۔

استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے شاگردوں کو جانچتا رہے اور ان سے پیچیدہ سوال کرے تا کہ سامعین کے ذہن کا پتہ لگے۔ ایسا سوال کرے جس کا قرینہ بھی موجود ہو بالکل مجمل سوال نہ کرے۔

طالب علم کو چاہیے کہ جو جواب ذہن میں آئے وہ اسے پیش کر دے اگر جواب غلط ہوگا تو استاد تنبیہ کرے گا، اگر بیٹا کسی کام میں ترقی پذیر ہو تو اس سے باپ کو خوشی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ابن عمر کی مذکورہ بات پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

بَابُ مَا جَاءَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ الْقُرَشِيُّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ نَحْوَهُ

قتیبہ، لیث، ابن ہاد، محمد بن ابراہیم، ابوسلمۃ بن عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیکھو اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہ جائے گی۔ عرض کیا گیا نہیں بالکل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی طرح پانچوں نمازوں کی بھی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس باب میں حضرت جابر سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ قتیبہ اس حدیث کو بکر بن مضر سے اور وہ ابن ہاد سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں چند تشبیہات ہیں گناہ کو تشبیہ دی گئی ہے میل کچیل کے ساتھ اور نماز کو تشبیہ دی گئی ہے پانی کے ساتھ یعنی جس طرح میل کچیل سے ظاہری بدن گندہ ہو جاتا ہے اور اس کا ازالہ پانی کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح گناہ سے باطن گندا ہو جاتا ہے بلکہ ظاہر بھی گندا ہو جاتا ہے اور نماز سے حسی و معنوی گندگی زائل ہو جاتی ہے۔

سوال: پانی سے ہر قسم کی گندگی زائل ہو جاتی ہے نماز کو پانی سے تشبیہ دی مطلب یہ ہوا کہ نماز سے بھی صغیرہ وکبیرہ گناہ زائل ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تو تشبیہ کیسے ہوئی؟

جواب: ظاہری میل دو قسم پر ہے ایک تو خفیف کہ پانی بہا دینے سے زائل ہو جاتی ہے صابن کی ضرورت نہیں ہوتی دوسری شدید میل جو جسم کیساتھ جم جاتی ہے اس کیلئے صابن اور رگڑنے کی ضرورت ہوتی ہے گناہ صغیرہ خفیف میل کی مانند ہے کہ نیک عمل سے زائل ہو جاتا ہے توبہ کی ضرورت نہیں اور کبیرہ گناہ شدید میل کی طرح ہے جس کے رگڑنے (توبہ) کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔

سوال: تشبیہ معقول کو محسوس کے ساتھ دی جاتی ہے تا کہ طالبین کو سمجھ آ جائے جبکہ یہاں اس کا عکس ہے۔

جواب: تشبیہ المعقول بالمحسوس بطور مبالغہ کے ہے جیسے قرآن مجید میں ہے ''انما البیع مثل الربوا'' حالانکہ اس طرح ہونا چاہئے ''انما الربوٰا مثل البیع''۔

بَابٌ (بلا ترجمہ)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى الْأَبَحُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ قَالَ وَيُرْوَي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُثَبِّتُ حَمَّادَ بْنَ يَحْيَى الْأَبَحَّ وَكَانَ يَقُولُ هُوَ مِنْ شُيُوخِنَا

قتیبہ، حماد بن یحیی ابح، ثابت بنانی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ کہ معلوم نہیں کہ اس کے شروع میں بھلائی ہے یا آخر میں۔ اس باب میں حضرت عمار، عبداللہ بن عمرو اور ابن عمر سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے عبدالرحمن بن مہدی، حماد بن یحیی کو ثبت کہتے ہیں۔ اور انہیں اپنے اساتذہ میں شمار کرتے ہیں۔

تشریح: مَثَلُ الْمَطَرِ: یہ منصوب بنزع الخافض بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی ہو سکتی ہے۔ ای کمثل المطر بارش کی مانند۔ بارش کا کبھی اول بابرکت ہوتا ہے اور کبھی آخر اور کوئی نہیں جانتا کہ کونسی بارش بابرکت ہے۔ اس حدیث میں امت کے آخری لوگوں کی جزوی فضیلت ہے جبکہ کلی فضیلت قرون مشہور لھا بالخیر کے لئے ثابت ہے۔

سند پر کلام: اس حدیث کے راوی حماد بن یحییٰ ابو بکر سلمی بصری صدوق راوی ہے مگر ان کی روایتوں میں غلطی ہوتی ہے اور حضرت ابن مہدی اس راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں بعض نے کہا کہ ھُوَ مِنْ شُيُوخِنَا وہ ہمارے اساتذہ میں سے ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ مَثَلُ ابْنُ آدَمَ وَأَجَلِهِ وَأَمَلِهِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُونَ مَا مَثَلُ هٰذِهِ وَمَا هٰذِهِ وَرَمَى بِحَصَاتَيْنِ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هَذَاكَ الْأَمَلُ وَهَذَاكَ الْأَجَلُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن اسماعیل، خلاد بن یحییٰ، بشیر بن مہاجر، حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کی اور اس کی کیا مثال ہے اور دو کنکریاں پھینکیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ امید ہے اور یہ موت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ لَا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيهَا رَاحِلَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حسن بن علی خلال وغیرواحد، عبدالرزاق، معمر، زہری، سالم، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ کسی کے پاس سو اونٹ ہوں لیکن ان میں سے ایک بھی سواری کے قابل نہ ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ لَا تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً أَوْ لَا تَجِدُ فِيهَا إِلَّا رَاحِلَةً عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ لَا تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً أَوْ لَا تَجِدُ فِيهَا إِلَّا رَاحِلَةً

سعید بن عبدالرحمن مخزومی، سفاین بن عیینہ، زہری ہم سے روایت کی سعید بن عبدالرحمن مخزومی نے سفیان کے حوالے سے اور وہ زہری سے اس سند سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں اور فرمایا کہ تم ان میں ایک کو بھی سواری کے قابل نہ پاؤ گے۔ سالم حضرت ابن عمر سے راوی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگ ان سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں تمہیں بھی ایک بھی سواری کے قابل نہ ملے یا فرمایا ایک آدھ سواری کے قابل مل جائے گا۔

تشریح: **إِنَّمَا النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ:** اس حدیث میں ''لَا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيهَا رَاحِلَةً'' ہے یہ معمر کی روایت ہے جبکہ سفیان بن عیینہ کی روایت میں شک کے ساتھ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''لَا تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً فرمایا یا لَا تَجِدُ فِيهَا إِلَّا رَاحِلَةً'' فرمایا پہلی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سو اونٹوں میں سواری کے قابل ایک بھی نہیں اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ سو اونٹوں میں ایک اونٹ ہی سواری کے قابل ہے یہ انسان کی صلاحیتوں کی ایک مثال ہے جیسا کہ ہر اونٹ سواری کے قابل نہیں ہوتا بلکہ کوئی کوئی سواری کے قابل ہوتا ہے اس طرح اچھی صلاحیتوں کے لوگ ایک فیصد ہوتے ہیں یا اس سے

بھی کم ہوتے ہیں۔

رَاحِلَۃٌ: اس اونٹ کو کہتے ہیں جو تندرست وتوانا ہو اور یہ سواری و بوجھ برداری کے کام کیلئے بہت اچھا اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سو اونٹ جسامت کے اعتبار سے سب یکساں معلوم ہوں لیکن سواری و بوجھ برداری کے قابل ایک بھی نہ ہو اسی طرح سو انسان شکل وصورت، نماز روزہ میں سب یکساں نظر آئیں مگر معاملات کے قابل کوئی ایک بھی نہ ہو۔ اس وجہ سے عارفین کہتے ہیں کہ اب قحط الرجال کا زمانہ ہے باقی سو کا عدد تکثیر کیلئے ہے تحدید و تعیین مقصود نہیں ہے اس طرح کی یہ کیفیت خیر القرون کے بعد ہر زمانہ کے لئے عام ہے کوئی تخصیص نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا وَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِيهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ بن سعید، مغیرۃ بن عبدالرحمن، ابوزناد، اعرج، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ سلگائی۔ چنانچہ کیڑے مکوڑے اور پروانے اس پر گرنے لگیں۔ چنانچہ میں پیچھے کی طرف گھسیٹ کر تمہیں بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم ہو کہ آگے بڑھ کر اس میں گرتے چلے جا رہے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فَرَاشٌ: کا معنیٰ پروانہ ہے۔ هٰذِهِ الدَّوَابُّ: یہ عطف تفسیری ہے یا اس سے مراد دوسرے جانور ہیں مثلاً ٹڈی، مچھر وغیرہ۔ بِحُجَزِكُمْ: بضم الحاء وفتح الجیم یہ حجزۃ کی جمع ہے تہبند باندھنے کی جگہ کمر کا پکڑ نا روکنے سے زیادہ مؤثر ہے۔

حدیث کی تشبیہات: یہ حدیث چند تشبیہات پر مشتمل ہے (۱) حرمات اور مہلکات کو تشبیہ دی ہے آگ کے ساتھ۔ جس طرح آگ ہلاکت کا سبب بنتی ہے اسی طرح معاصی اور محرمات بھی ہلاکت کا سبب بنتے ہیں (۲) آپ ﷺ کا ان معاصی ومحرمات کو بیان فرمانا بمنزلہ آگ روشن کرنے کے ہے۔ جس طرح آگ سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اپنے آپ کو بچا کر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصحانہ بیان سے فائدہ اٹھائیں اپنے آپ کو معاصی اور محرمات سے بچا کر (۳) ناواقفی کی بناء پر ان مہالک ومعاصی کے ارتکاب کی وجہ سے ان لوگوں کے جہنم کی آگ میں گرنے کو تشبیہ دی ہے دواب کو دنیا کی آگ میں گرنے کیساتھ۔ یعنی جس طرح پروانے بھاگ کر آگ میں گر رہے ہیں اسی طرح یہ لوگ اپنی کم علمی کی بناء پر جہنم میں گر رہے ہیں۔ اس تشبیہ سے یہ حاصل بھی نکلتا ہے کہ جس طرح پروانے دنیا کی آگ کے حریص وعاشق ہیں انکو اپنے انجام کا علم نہیں اسی طرح مبتدعین بھی اجر وثواب کے حریص ہیں اور عاشق ہیں لیکن انجام کا علم نہیں (۴) آپ ﷺ نے اپنی امت کو جہنم سے بچانے کو تشبیہ دی ہے اس شخص کے ساتھ جو آگ میں گرنے والے شخص کی کمر کو مضبوطی سے پکڑ کر آگ سے پیچھے دھکیل رہا ہو اور آگ سے بچا رہا ہو تو آپ ﷺ کا پوری قوت سے روکنا بمنزلہ پکڑنے کے ہے۔ نیز تشبیہ میں آگ جلانے والا اور ہے اور بچانے والا اور، دونوں کو لفظ "رجل" شامل ہے اسی طرح یہاں دنیا بنانے والے اللہ پاک ہیں اور دنیا کے غلط استعمال سے بچانے والے رسول پاک ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِيمَا خَلَا مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلٰى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّهُ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسحاق بن موسیٰ انصاری، معن، مالک، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کی عمریں پہلی امتوں کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت۔ پھر تمہاری اور یہود ونصاری کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کئی مزدوروں کو کام پر لگایا اور ان سے کہا کہ کون میرے لئے دو پہر تک ایک قیراط کے عوض میں کام کرے گا۔ چنانچہ یہودیوں نے ایک ایک قیراط کے بدلے میں کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ کون ایک قیراط کے عوض دو پہر سے عصر تک کام کرے گا۔ چنانچہ نصاری نے اس وقت کام کیا۔ پھر اب تم لوگ عصر سے غروب آفتاب تک دو دو قیراط کے عوض کام کرتے ہو۔ جس پر یہود ونصاری غصے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ ہم کام زیادہ کرتے ہیں اور معاوضہ کم دیا جاتا ہے۔ پھر وہ شخص کہتا ہے کہ کیا میں نے تم لوگوں کے حق میں سے کچھ رکھ لیا اور تم پر ظلم کیا؟ وہ کہتے ہیں نہیں تو وہ کہتا ہے کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔

تشریح: یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں نماز عصر کا وقت دیر سے شروع ہونے پر امام ابوحنیفہؒ کی قوی دلیل ہے کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد سے شروع ہوتا ہے کیونکہ وہ ظہر کے وقت سے کم ہے اگر عصر کا وقت مثل اوّل کے بعد شروع ہو جائے تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائیگا جسکی طرف وہاں اشارہ کر دیا تھا تو امت محمدیہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوگی۔

قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اجل کسی چیز کی مدت کو بیان کر دینے اور کبھی کبھار کسی انسان کی عمر بیان کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے خواہ وہ معلق ہو یا مبرم جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ثم قضی اجلا واجل مسمی عنده" (الآیۃ) یا کبھی مدت عمر کے خاتمے اور زندگی کے آخری لمحے پر بھی "رجل" کا اطلاق ہوتا ہے لقوله تعالی "اذا جاء اجلهم لا يستاخرون عنه ساعة ولا يستقدمون"۔ یہاں حدیث میں اجل سے مراد معنی اول ہے کہ تمہاری عمروں کی مدت بہت قلیل ہے۔

عَلٰى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ: قیراط ایک وزن کو کہتے ہیں جو نصف دانق کے برابر ہو بعض حضرات نے کہا کہ قیراط دینار کے اجزاء میں سے ایک جزء کو کہا جاتا ہے جو درہم کے بارہویں حصہ یا دینار کے بیسویں یا چوبیسویں حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حدیث الباب میں امت محمدیہ کی خاص فضیلت کو بیان کیا گیا ہے ماقبل امتوں کے لوگ جتنا کماتے تھے اس مقدار سے ان کو اجر دیا جاتا تھا لیکن تمہارا اعزاز یہ ہے کہ ان کی بنسبت تم کو دگنا اجر وثواب ملتا ہے گویا حدیث کا

مضمون اس آیت سے ماخوذ ہے ''یاایھا الذین آمنوا اتقوااللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ'' الخ۔ یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ امت محمدیہ کی عمریں کم اور اعمال بھی کم لیکن اجر زیادہ کہ ان کو لیلۃ القدر عطا کردی گئی اسکے برعکس ہماری عمریں بھی زیادہ اور اعمال بھی زیادہ لیکن اجر کم ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ بات یہود ونصاریٰ قیامت کے دن کہیں گے جب وہ امت محمدیہ کو اجر وثواب کے اعتبار سے اپنے مقابلے میں کہیں زیادہ آگے پائیں گے یا یہ بات انہوں نے اس وقت کہی ہوگی جب انہوں نے آسمانی کتابوں یا اپنے رسولوں کی زبانی یہ بات سنی ہوگی۔ باقی یہود ونصاری سے مراد وہ ہیں جو اپنے اپنے رسولوں پر ایمان لائے اور دین سے منحرف نہیں ہوئے لیکن جنہوں نے اپنے وقت کے نبی کو نہیں مانا اور انحراف کیا وہ اس سے خارج ہیں۔

اَبْوَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآن

عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

امام سیوطیؒ نے اتقان میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ فضیلت کے اعتبار سے پورا قرآن کریم برابر ہے یا بعض بعض سے افضل ہے۔

مسئلہ: تفاضل قرآن کا کیا حکم ہے؟ ائمہ کے اقوال مختلف ہیں۔

قول اوّل: ابوالحسن اشعریؒ، قاضی ابوبکر الباقلانیؒ اور ابن حبانؒ کے نزدیک بعض بعض پر افضل نہیں ہے۔

قول ثانی: جمہور علماء کے نزدیک قرآن کی بعض سورتیں وآیتیں دوسری بعض سے افضل ہیں۔

قول اوّل کی دلیل: قرآن کریم اللہ جل ذکرہ کا کلام ہے اگر بعض کو بعض سے افضل کہا جائے تو مفضول علیہ کا نقص لازم آئے گا اور یہ خدا تعالیٰ کی شان میں محال ہے۔

جمہور حضرات کی دلیل: کثیر روایات سے یہ ثابت ہے جیسا کہ روایت میں ہے ''یس قلب القرآن وفاتحة الکتاب افضل سور القرآن وآیۃالکرسی سیدۃ آی القرآن وقل ھواللہ احد تعدل ثلث القرآن وغیر ذلك مما لا یحصی''۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۳۳۳)

قول اوّل والوں کی دلیل کا جواب: صحیح اور صریح احادیث کے مقابلے میں قیاس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ نیز آپ کا قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں آتا ہے ''تلك الرسل فضلنا بعضھم علی بعض''۔ بعض کا بعض سے افضل ہونا یہ نقص کی دلیل نہیں ہے۔ بعض جاہل یہ مسئلہ بھی زور شور سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن افضل ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دیتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے جب متکلم اللہ تعالیٰ ہر چیز سے افضل ہے تو اس کا کلام بھی ہر چیز سے افضل ہوگا اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق میں سب سے افضل واشرف ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی افضلیت ظاہر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ابی بن کعب کے پاس گئے اور انہیں پکارا اے ابی! وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے نماز مختصر کی اور آپ صلی

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُبَيُّ وَهُوَ يُصَلِّي فَالْتَفَتَ أُبَيٌّ فَلَمْ يُجِبْهُ وَصَلَّى أُبَيٌّ فَخَفَّفَ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ مَا مَنَعَكَ يَا أُبَيُّ أَنْ تُجِيبَنِي إِذْ دَعَوْتُكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَفَلَمْ تَجِدْ فِيمَا أَوْحَى اللهُ إِلَيَّ أَنِ اسْتَجِيبُوا لِلهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ قَالَ بَلَى وَلَا أَعُودُ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ أَتُحِبُّ أَنْ أُعَلِّمَكَ سُورَةً لَمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيتُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا السلام علیکم یا رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام اور پوچھا کہ تمہیں کس چیز نے مجھے جواب دینے سے روکا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے میرے اوپر نازل ہونے والی وحی میں یہ حکم نہیں پڑھا "وَاللهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" الانفال:24) (یعنی جب تمہیں اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کے لئے پکاریں جو تمہیں زندگی بخشے تو انہیں جواب دو) عرض کیا جی ہاں۔ انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو میں تمہیں ایسی سورت بتاؤں جو نہ تورات میں اتری ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس جیسی کوئی اور سورت ہے۔ عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کس طرح پڑھتے ہو؟ انہوں نے ام القرآن (سورت فاتحہ) پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تورات، زبور، انجیل حتی کہ قرآن میں بھی اس جیسی کوئی سورت نازل نہ ہوئی۔ یہی سبع مثانی (سات دہرائی جانے والی آیتیں) ہے اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت انس بن مالک بھی روایت ہے

تشریح: **اسْتَجِيبُوا:** امام طیبیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اجابت الرسول سے نماز باطل نہیں ہوتی جیسا کہ نماز میں "السلام علیك ایها النبی" کہہ کر خطاب کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور بعض حضرات کے نزدیک حضور ﷺ اگر ایسے امر کیلئے بلائیں جس میں تاخیر کی گنجائش نہیں تو اسکے جواب دینے کیلئے نماز توڑنا جائز ہے اور حدیث مذکور میں اس قسم کے امر کیلئے آپ ﷺ نے بلایا تھا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اجابت رسول تو لازم ہے حدیث الباب اس پر دلالت کرتی ہے لیکن نماز کے بطلان، عدم بطلان سے یہ حدیث ساکت ہے۔

إِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي: یہاں لام عہد کے لئے ہے لقولہ تعالیٰ "ولقد اٰتیناك سبعا من المثانی والقرآن

العظیم'' اس کو سبع مثانی کہے جانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔(۱) اس میں سات آیات ہیں اس لئے سبع کہا گیا ہے۔ (۲) بعض حضرات نے کہا کہ اس میں سات آداب کا ذکر ہے۔(۳) بعض حضرات نے کہا کہ اس کو سبع مثانی اس لئے کہا گیا کہ یہ سات حروف سے خالی ہے۔ ثاء، جیم، خاء، زاء، شین، ظاء، فاء اور مثانی اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ بار بار نماز میں پڑھی جانیوالی سورۃ ہے۔(۴) بعض نے کہا کہ مثانی اس لئے کہا گیا کہ اس کا نزول دو مرتبہ ہوا یہ ایک دفعہ مکہ میں نازل ہوئی اور دوسری مرتبہ مدینہ میں۔(۵) بعض نے کہا کہ مثانی اس لئے کہا گیا کہ یہ صورت پہلے والی امتوں پر نازل نہیں ہوئی بلکہ اس امت کے لئے خاص کی گئی ہے نیز مرقات میں ہے کہ تمام آسمانی کتب کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور مکمل قرآن مجید کے مضامین سورۃ فاتحہ میں ہیں اور سورۃ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں ہیں اور بسم اللہ کے مضامین ''ب'' کے نقطے میں ہیں۔(مرقاۃ ج ۴ ص ۲۴۱)

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ وَإِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي تُقْرَأُ الْبَقَرَةُ فِيهِ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، سہیل بن ابی صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور جس گھر میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَفِيهَا آيَةٌ هِيَ سَيِّدَةُ آيِ الْقُرْآنِ هِيَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ وَضَعَّفَهُ

محمود بن غیلان، حسین جعفی، زائدۃ، حکیم بن جبیر، ابوصالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کے لئے ایک بلندی ہوتی ہے اور قرآن کی بلندی سورت بقرہ ہے۔ اس میں ایک آیت ایسی بھی ہے جو قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف حکیم بن جبیر کی روایت سے جانتے ہیں۔ شعبہ انہیں ضعیف کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُغِيرَةِ أَبُو سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الْمُلَيْكِيِّ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حم الْمُؤْمِنَ إِلَى

یحیی بن مغیرۃ ابوسلمۃ مخزومی مدینی، ابن ابی فدیک، عبدالرحمن ملیکی، زرارۃ بن مصعب، ابوسلمۃ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے صبح کے وقت (حم الْمُؤْمِنَ إِلَى إِلَيْهِ الْمَصِيرُ وَآيَةَ) تک

إِلَيْهِ الْمَصِيرُ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَأَهُمَا حِينَ يُمْسِي حُفِظَ بِهِمَا حَتَّى يُصْبِحَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ الْمُلَيْكِيِّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

پڑھی اور آیۃ الکرسی پڑھی تو آیات کی برکت سے اس کی شام تک حفاظت کی جائے گی اور جو شام کو پڑھے گا تو اس کی صبح تک حفاظت کی جائے گی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ بعض علماء عبدالرحمن بن ابی بکر بن ابی ملیکہ الملیکی کے حافظے پر اعتراض کرتے ہیں۔

تشریح: پہلی حدیث میں فرمایا کہ جس گھر میں سورۃ بقرۃ پڑھی گئی اس میں یقیناً شیطان داخل نہیں ہوگا۔ شیطان یا شیطان کے اثرات سحر و جادو وغیرہ داخل نہیں ہوسکتے۔ **دوسری حدیث** میں ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کی کوہان ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورۃ بقرۃ ہے یعنی سورۃ بقرۃ قرآن پاک کی سب سے اعلیٰ وسورت ہے۔ **تیسری حدیث** میں جو وظیفہ بتایا گیا ہے اس میں اختیار ہے کہ چاہے تو پہلے سورۃ آیۃ الکرسی پڑھے یا پہلے تین آیات سورۃ مؤمن کی پڑھے پھر آیت الکرسی پڑھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَخِيهِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ سَهْوَةٌ فِيهَا تَمْرٌ فَكَانَتْ تَجِيءُ الْغُولُ فَتَأْخُذُ مِنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِذَا رَأَيْتَهَا فَقُلْ بِسْمِ اللهِ أَجِيبِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَخَذَهَا فَحَلَفَتْ أَنْ لَا تَعُودَ فَأَرْسَلَهَا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قَالَ حَلَفَتْ أَنْ لَا تَعُودَ فَقَالَ كَذَبَتْ وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ قَالَ فَأَخَذَهَا فَحَلَفَتْ أَنْ لَا تَعُودَ فَأَرْسَلَهَا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قَالَ حَلَفَتْ أَنْ لَا تَعُودَ فَقَالَ كَذَبَتْ وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ فَأَخَذَهَا فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِكِ حَتَّى أَذْهَبَ بِكِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي ذَاكِرَةٌ لَكَ شَيْئًا

حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ان کے ہاں ایک طاق تھا جس میں کچھ کھجوریں رکھی تھیں ایک جنی آتی اور اس میں سے کھجوریں چرا لیتی۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور جب تم اسے دیکھو تو اللہ کا نام لے کر اسے کہو کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ابوایوب انصاریؓ نے اسے پکڑ لیا تو وہ جنی قسم کھانے لگی کہ دوبارہ نہیں آئے گی۔ اس پر انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ ابوایوب انصاری نے عرض کیا اس نے قسم کھائی ہے کہ اب وہ دوبارہ نہیں آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا کیونکہ وہ جھوٹ کی عادی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب نے اسے پکڑا تو اس نے پھر قسم کھائی اور ابوایوب نے اسے دوبارہ چھوڑ دیا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ پوچھا تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ ابوایوب انصاریؓ نے عرض کیا اس نے قسم کھائی ہے کہ اب تیسری مرتبہ وہ نہیں آئے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے جھوٹ کہا کیونکہ وہ جھوٹ کی عادی ہے چنانچہ حضرت ابوایوب نے پھر اسے پکڑا اور فرمایا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی

آيَةَ الْكُرْسِيِّ اقْرَأْهَا فِي بَيْتِكَ فَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ وَلَا غَيْرُهُ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قَالَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَتْ قَالَ صَدَقَتْ وَهِيَ كَذُوبٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

خدمت میں لے جاؤں۔اس نے کہا میں تمہیں ایک چیز بتاتی ہوں وہ یہ کہ تم گھر میں آیۃ الکرسی پڑھا کرو تو شیطان یا کوئی اور چیز تمہارے قریب نہیں آئے گی۔وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس کے قول کی خبر دی۔آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا اگر چہ وہ جھوٹی ہے۔یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: شَيْطَانٌ: سوال: ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے شیطان کو پکڑ کر چھوڑ دیا اور فرمایا ''لو لا دعوت اخی سلیمان لا صبح مربوطاً بسارية'' کہ مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد نہ آتی تو یہ شیطان صبح کرتا اس حال میں کہ ستون سے بندھا ہوتا حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی ''رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ'' (سورۃ ص:۳۵) کہ میری جیسی بادشاہت کسی کو عطا نہ فرما اس دعا کی بناء پر شیطان کو چھوڑ دیا کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت ہے جبکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیطان کو تین رات تک تین مرتبہ پکڑ لیا اور اس کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو شیطان کو نہ پکڑیں اور حضرت ابو ہریرہ پکڑ لیں۔ **جواب اول:** حضور ﷺ نے جس شیطان کو باندھنے کا ارادہ کیا تھا وہ شیطان کا سردار تھا اور جس شیطان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پکڑا تھا وہ بڑے شیطان کا چیلا تھا۔

جواب ثانی: یا شیطان آپ ﷺ کے سامنے اپنی شکل میں آیا تھا اس لئے انہوں نے نہیں پکڑا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سامنے انسانی شکل وصورت میں آیا تھا اس لئے انہوں نے پکڑ لیا۔لہٰذا کوئی تعارض نہ ہوا۔(التعلیق الصبیح ج ۳ ص ۱۶)

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَهُمْ ذُو عَدَدٍ فَاسْتَقْرَأَهُمْ فَاسْتَقْرَأَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَتَى عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَحْدَثِهِمْ سِنًّا فَقَالَ مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ قَالَ مَعِي كَذَا وَكَذَا وَسُورَةُ الْبَقَرَةِ فَقَالَ أَمَعَكَ سُورَةُ الْبَقَرَةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَأَنْتَ أَمِيرُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَاللهِ مَا مَنَعَنِي أَنْ أَتَعَلَّمَ الْبَقَرَةَ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک لشکر روانہ کیا۔اس میں گنتی کے لوگ تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ہر ایک سے قرآن پڑھوایا جتنا جتنا یاد تھا پڑھوایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کمسن (چھوٹی عمر والے شخص) کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہیں کتنا قرآن یاد ہے۔اس نے کہا کہ مجھے فلاں فلاں سورت اور سورت بقرہ یاد ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں سورت بقرہ یاد ہے۔اس نے عرض کیا جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر جاؤ تم ان کے امیر ہو۔چنانچہ ان کے معززین میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم میں نے سورت بقرہ محض اس لئے نہیں سیکھی کہ میں

إِلَّا خَشْيَةَ أَنْ لَا أَقُومَ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَاقْرَئُوهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَأَهُ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا يَفُوحُ رِيحُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلَى مِسْكٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا نَحْوَهُ

اس کے ساتھ (نماز میں) کھڑا نہ ہوسکوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن سیکھو اور پڑھو اس لئے کہ جس نے قرآن کو سیکھا اور پھر اسے تہجد وغیرہ میں پڑھا اس کی مثال ایک مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی سی ہے کہ اس کے خوشبو ہر جگہ پھیلتی رہتی ہے اور جس نے اسے یاد کیا اور پھر سو گیا تو وہ اس کے دل میں محفوظ ہے جیسے مشک کی تھیلی کو باندھ کر رکھ دیا گیا ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اسے مقبری بھی ابو احمد کے مولیٰ عطاء سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند مرسلاً نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

قتیبہ اسے لیث بن سعد سے وہ سعید مقبری سے وہ عطاء سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی مرسلاً نقل کرتے ہوئے ابو ہریرہ کا ذکر نہیں کرتے۔ اس باب میں حضرت ابی بن کعب سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ہے کہ جس شخص کو سورۃ بقرۃ یاد تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو امیر بنایا۔

تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ: ابو محمد الجوینیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کا سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا فرض کفایہ ہے اور نیز اتنا یاد کرنا جس سے فرائض کی قرأت پوری ہوسکے فرض عین ہے۔ امام زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ سے زیادہ قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو یاد کرنے میں مشغول ہونا نفلی نماز میں مشغول ہونے سے افضل ہے کیونکہ وہ فرض کفایہ ہے جو نفل نماز سے زیادہ اہم ہے۔

جِرَابٍ: تھیلی کو کہتے ہیں۔

مَحْشُوٍّ مِسْكًا: یعنی ایسی تھیلی جو اندر سے مشک وغیرہ سے بھری ہوئی ہو اسکا منہ کھلا ہوا ہو جس کی خوشبو ہر طرف پھیل رہی ہو۔

''وکی'' تھیلی کو رسی اور کسی تسمہ وغیرہ سے باندھنے کے معنی میں ہے۔

الحاصل جب حافظ قرآن تلاوت کرتا ہے تو اسکے اندر کی خوشبو باہر آکر چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ حافظ قرآن کو بھی فائدہ ہوگا اور دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا لیکن جو حافظ قرآن خود قرآن سیکھ کر تلاوت نہ کرے یا عمل نہ کرے نہ لوگوں کو قرآن پہنچائے تو اس کی مثال اس مشک بھری تھیلی کی ہے جس کا منہ بند ہے کہ اس کی خوشبو کسی کو نہیں پہنچتی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ

احمد بن منیع، جریر بن عبد الحمید، منصور بن معتمر، ابراہیم

عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

بن یزید، عبدالرحمن بن یزید، حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے رات کے وقت سورت بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیں وہی اس کے لئے کافی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ: جو شخص ان مذکورہ آیات کی تلاوت کرے گا ان کی برکت سے جنات وانسانوں کی شرارت سے محفوظ رہے گا بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس رات قیام کرنے کے لئے کافی ہوجائے گی یعنی جس نے ان دونوں کو رات کے قیام میں پڑھا تو یہ اس کی شب بیداری کے لئے کافی ہیں۔ ان آیات کی برکت سے حضور قلبی نصیب ہوگی۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَرْمِيِّ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الْجَرْمِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا يُقْرَآنِ فِي دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، حماد بن سلمۃ، اشعث بن عبدالرحمن جرمی، ابوقلابۃ، ابواشعث جرمی، حضرت نعمان بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے کتاب لکھی اس میں دو آیتیں نازل کر کے سورت بقرہ کو ختم کیا گیا۔ اگر یہ آیتیں کسی گھر میں تین رات تک پڑھی جائیں تو شیطان اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا: یعنی لوح محفوظ میں فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیا۔

قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ: امام طیبیؒ نے فرمایا کہ مخلوقات کی تقدیر اس کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھی گئی اور قرآن کریم کی تحریر دو ہزار سال قبل لکھی گئی لہٰذا روایات میں تعارض ہوا۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی آخری روایات آمن الرسول سے آخر تک جس گھر میں پڑھی جائیں شیطان ابلیس اُس گھر میں ان آیات کی برکت سے تین دن تک نہیں آسکتا یعنی اس گھر میں یہ آیات اور شیطان جمع نہیں ہوسکتے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَبُو عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ

محمد بن اسماعیل، ہشام بن اسماعیل ابوعبدالملک عطار، محمد بن شعیب، ابراہیم بن سلیمان، ولید بن عبدالرحمن، جبیر بن نفیر، حضرت نواس بن سمعان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي الْقُرْآنُ وَأَهْلُهُ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ قَالَ نَوَّاسٌ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ يَأْتِيَانِ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ وَبَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ سَوْدَاوَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا ظُلَّةٌ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافَّ تُجَادِلَانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُ يَجِيءُ ثَوَابُ قِرَاءَتِهِ كَذَا فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيثَ وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الْأَحَادِيثِ أَنَّهُ يَجِيءُ ثَوَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَفِي حَدِيثِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّ عَلَى مَا فَسَّرُوا إِذْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَفِي هٰذَا دَلَالَةٌ أَنَّهُ يَجِيءُ ثَوَابُ الْعَمَلِ

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) قرآن اور اہل قرآن جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے اس طرح آئیں گے کہ آگے سورت بقرہ اور پھر سورت آل عمران ہوگی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تین مثالیں بیان فرمائیں۔ میں اس کے بعد انہیں کبھی نہیں بھولا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ اس طرح آئیں گی گویا کہ وہ دو چھتریاں ہیں اور ان کے درمیان ایک روشنی ہے۔ یا اس طرح آئیں گی جیسے دو سیاہ بادل ہیں یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی مانند اپنے ساتھی (یعنی پڑھنے والے) کی طرف سے شفاعت کرتے ہوئے آئیں گی۔ اس باب میں حضرت بریدہ اور ابوامامہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ سورتوں کے آنے سے مراد ان کا ثواب ہے۔ بعض اہل علم اس حدیث اور اس سے مشابہ احادیث کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت نواس کی حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کے آنے سے مراد اس پر عمل کرنے والوں کے اعمال کا اجر وثواب ہے۔

وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِي تَفْسِيرِ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَا خَلَقَ اللهُ مِنْ سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ أَعْظَمَ مِنْ آيَةِ الْكُرْسِيِّ قَالَ سُفْيَانُ لِأَنَّ آيَةَ الْكُرْسِيِّ هُوَ كَلَامُ اللهِ وَكَلَامُ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ خَلْقِ اللهِ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

امام بخاری، حمیدی سے اور وہ سفیان بن عیینہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین میں آیۃ الکرسی سے بڑی کوئی چیز پیدا نہیں کی کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آیۃ الکرسی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اس کے پیدا کئے ہوئے آسمان وزمین سے بہت عظیم ہے۔

تشریح: يَأْتِي الْقُرْآنُ: ''اى متصورا او بثوابه'' قرآن کو یا صورت عطا کی جائیگی یا اس کا ثواب لایا جائیگا۔ (مرقاۃ) الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِهِ: یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا پھر اس پر عمل نہ کیا وہ

اہل قرآن کے تحت داخل نہیں ہوگا اور نہ قرآن اس کی شفاعت کرے گا بلکہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔

تَقْدُمُهُ: اس کا اہل مقدم ہوگا یا قرآن، یا تقدیم میں ضمیر قرآن کی طرف راجع ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کا ثواب سارے قرآن کے ثواب کے آگے ہوگا بعض حضرات نے فرمایا کہ قیامت کے دن میدان حشر میں سارے قرآن کو ظاہری صورت وشکل دی جائے گی جسے تمام لوگ دیکھیں گے جیسا کہ میزان میں تولنے کے لئے اعمال کو صورت دی جائے گی۔

غَمَامَتَانِ سَوْدَاوَانِ: ظاء کے ضمہ کے ساتھ بمعنی بدلیاں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہہ بہ تہہ ہونے کی وجہ سے دو سیاہ ٹکڑے ہوں گے ایسے بادل کا سایہ بہت فرحت بخش اور باعث سکون ہوتا ہے۔

بَيْنَهُمَا شَرْقٌ: یعنی یہ بادل تو نہایت گہرے ہوں گے لیکن اس کے درمیان ایک چمک ہوگی جس کی وجہ سے مزید اررو شنی میں کمی نہیں آئے گی اور نہ ہی خوفناک اندھیرا ہوگا۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں یہاں شرق کا معنی الشق ہے۔ یعنی درمیان سے خالی ہونا یا فاصلہ ہونا اور یہ فاصلہ دو سورتوں کے درمیان بسملہ کی صورت میں ہوگا تا کہ دونوں سورتوں میں امتیاز ہو جائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُوْرَةِ الْكَهْفِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ إِذْ رَأَى دَابَّتَهُ تَرْكُضُ فَنَظَرَ فَإِذَا مِثْلُ الْغَمَامَةِ أَوِ السَّحَابَةِ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ السَّكِينَةُ نَزَلَتْ مَعَ الْقُرْآنِ أَوْ نَزَلَتْ عَلَى الْقُرْآنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، ابواسحاق، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورت کہف پڑھ رہا تھا کہ اس نے اپنی سواری کو کودتے ہوئے دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں ایک بدلی کی طرح کوئی چیز تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ سکینہ (اطمینان) تھا جو قرآن کے ساتھ نازل ہوا یا فرمایا قران کے اوپر نازل ہوا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں اسید بن حضیر سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا وہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ انہوں نے اچانک دیکھا کہ گھوڑا بدک رہا ہے اور بادل کی طرح سائبان دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سکینہ ہے جو آپ کے قرآن کی تلاوت کے دوران اتری تھی یا قرآن پڑھنے کی وجہ سے اتری تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، قتادہ، سالم بن ابی الجعد، معدان بن ابی طلحہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے سورت کہف کی پہلی تین آیتیں پڑھیں۔ وہ دجال کے

أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

فتنے سے محفوظ کر دیا گیا۔ محمد بن بشار، معاذ بن ہشام اور وہ اپنے والد سے اس سند سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ: بعض حضرات نے اس کا سبب یہ لکھا ہے کہ جو ان آیات کے اندر عجائبات اور نشانیوں پر تدبر کرے گا تو وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا اگر ان دونوں کو جمع کیا جائے تو پھر بھی درست ہے۔

ملا علی قاریؒ نے دجال کی تعریف یوں کی ہے ''هو الذی يخرج فی آخر الزمان ويدعی الوهية لخوارق تظهر علی يديه'' دجال وہ ہے جو آخر زمانہ میں نکلے گا اور الوہیۃ کا دعویٰ کرے گا اس کے ہاتھ پر خرق عادت امور ظاہر ہوں گے مثلاً وہ آسمان کو کہے گا کہ بارش برسا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو کہے گا کہ سبزہ اگا وہ سبزہ اگائے گی اور یہ اشیاء زیادہ فتنے میں ڈالنے والی شمار ہوں گی۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ دجال کے فتنہ سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہے۔ اس لئے دنیا میں جو بھی نبی بھیجا گیا ہے اس نے اپنی امت کو اس فتنہ سے ڈرایا ہے۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۳۴۸)

روایات میں تعارض: حدیث الباب میں سورۃ کہف کی تین آیتیں پڑھنے کا ذکر ہے اور یہی روایت مسلم شریف میں ہے اس میں دس آیات کے پڑھنے کا ذکر ہے اور دوسرا یہ کہ یہ حدیث قتادہ سے امام شعبہ روایت کرتے ہیں اس میں سورۃ کہف کی شروع کی تین آیات کا ذکر ہے اور مسلم شریف میں اسی سند سے سورۃ کہف کی آخری آیتوں کا ذکر ہے اسی طرح قتادہ کے دوسرے شاگردوں کی روایات میں اختلاف ہے۔

جواب: بعض حضرات نے ان دونوں روایات میں یہ تطبیق دی ہے کہ جو شخص دس آیات یاد کرے گا اللہ اس کو دجال کے شر سے بچائے گا جو شخص تین آیات پڑھے گا تو وہ دجال کے فتنہ سے بچے گا۔ بعنوان آخر جو دس آیات پڑھے گا وہ دجال کی ملاقات کے فتنے سے بچے گا اور تین آیات پڑھنے سے دجال کے فتنہ سے بچے گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي يٰسٓ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ هَارُونَ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يٰسٓ وَمَنْ قَرَأَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

قتیبہ وسفیان بن وکیع، حمید بن عبدالرحمن رواسی، حسن بن صالح، ہارون ابومحمد، مقاتل بن حیان، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورت یٰسین ہے۔ جو اسے ایک مرتبہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا اجر لکھ دیتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حمید بن

لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَبِالْبَصْرَةِ لَا يَعْرِفُونَ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهَارُونُ أَبُو مُحَمَّدٍ شَيْخٌ مَجْهُولٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَلَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عبدالرحمن کی روایت سے جانتے ہیں۔ اہل بصرہ اس حدیث کو قتادہ کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ ہارون ابو محمد مجہول ہیں۔ ابوموسی بھی یہ حدیث احمد بن سعید سے وہ قتیبہ سے اور وہ حمید بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں۔ اس باب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔

تشریح: یٰس قرآن کا قلب اس طرح ہے کہ علامہ طیبیؒ نے فرمایا (جس کو ملا علی قاریؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا) ''انہ لاحتوائها مع قصرها على البراهين الساطعة، والآيات القاطعة والعلوم المكنونة والمعانى الدقيقة والمواعيد الفائقة والزواجر البالغة''۔

دوسری وجہ: قرآن کے قلب کہنے کی یہ ہے کہ اس سورۃ یٰسین میں جس طرح قیامت کے احوال کا ذکر ہے اس طرح دوسری سورتوں میں قیامت کے احوال کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حشر ونشر پر ایمان لانا ایمان کے صحیح ہونے کی علامت ہے اور یہ موضوع سورۃ یٰسین میں ابلغ طریقے پر مذکور ہے۔ علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ اس سورت یٰسین میں تین بنیادی عقائد کا ذکر ہے (۱) توحید (۲) رسالت (۳) حشر ونشر اور ان تینوں کا تعلق دل سے ہے لہٰذا یہ سورۃ بھی قرآن کا دل ہوئی۔

سند پر کلام: امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا یعنی حمید سے آخر تک حدیث کی ایک سند ہے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بصرہ والے قتادہ کی اس حدیث کو اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کا راوی ہارون جس کی کنیت ابومحمد تھی مجہول راوی ہے اس لئے یہ حدیث صرف حسن ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي حٰمٓ الدُّخَانِ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي خَثْعَمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ

سفیان بن وکیع، زید بن حباب، عمر بن ابی خثعم، یحیی بن ابی کثیر، ابوسلمۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے سورت دخان رات کو پڑھی وہ اس حالت میں صبح کرے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت مانگ رہے

سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَعُمَرُ بْنُ أَبِي خَثْعَمٍ يُضَعَّفُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

ہوں گے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ عمر بن ابی خثعم ضعیف ہیں۔ امام بخاری انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ هِشَامٍ أَبِي الْمِقْدَامِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حمٓ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهِشَامٌ أَبُو الْمِقْدَامِ يُضَعَّفُ وَلَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰكَذَا قَالَ أَيُّوبُ وَيُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ

نصر بن عبدالرحمن کوفی، زید بن حباب، ہشام ابومقدام، حسن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے شب جمعہ کو سورت دخان پڑھی اس کی مغفرت کر دی گئی۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ ہشام ابومقدام ضعیف ہیں۔ ان کا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ ایوب، یونس بن عبید اور علی بن زید تینوں یہی کہتے ہیں۔

تشریح: يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ: اس دعائے مغفرت سے مراد فرشتوں کی خصوصی دعا ہے ورنہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ اہل ایمان کے لئے عمومی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ''کما فی قولہ الذین یحملون العرش ... الخ''۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس کا راوی عمر بن ابی خثعم نہایت ضعیف راوی ہے امام بخاریؒ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے دوسری حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی رات کو سورۃ الدخان پڑھے گا اس کی بخشش کر دی جائے گی یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ہشام ابوالمقدام ضعیف راوی ہے نیز حضرت حسن بصریؒ کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع بھی نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُورَةِ الْمُلْكِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا قَبْرُ إِنْسَانٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي ضَرَبْتُ

محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب، یحیی بن عمرو بن مالک نکری، ان کے والد، ابوجوزاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا انہیں علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے لیکن وہ قبر تھی جس میں ایک شخص سورت ملک پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اسے مکمل کیا وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا تو آپ صلی

خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ (سورت ملک) عذاب قبر کو روکنے اور اس سے نجات دلانے والی ہے اور اپنے پڑھنے والے کو اس سے بچاتی ہے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں سورۃ ملک کی فضیلت کا حکم مذکور ہے کہ یہ سورۃ عذاب قبر سے بچانے والی ہے اور یوم آخرت میں مصیبت ورنج کو دور کرنے والی ہے۔ **خِبَائَهُ عَلَى قَبْرٍ:** اس میں دونوں احتمال ہیں۔(۱) کہ نیند کی حالت میں قبر والے کو سورۃ ملک پڑھتے سنا۔(۲) بیداری کی حالت میں قبر سے سنا، راجح یہی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بسا اوقات مردوں سے بھی زندوں والے افعال صادر ہو سکتے ہیں اور مردے بھی بعض ایسی نیکیاں کرتے ہیں جو اپنی زندگی میں کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۳۶۷) **اَلْمَانِعَةُ:** یعنی عذاب قبر کو روکنے والی ہے یا ان گناہوں سے روکتی ہے جو قبر کے عذاب کا سبب بنتے ہیں یا میدان حشر میں اس کی ہر قسم کی تکلیف کو روک دے گی۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی یحییٰ ہے جو ضعیف ہے اور اس کا باپ معمولی راوی ہے یہ احادیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، قتادہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن میں تیس آیتوں والی ایک سورت ہے جس نے ایک شخص کی شفاعت کی اور اسے بخش دیا گیا۔ وہ تبارک الذی یعنی سورت ملک ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **حَتَّى غُفِرَ لَهُ:** یہ شفاعت کے متعلق ہے اس کے اندر دو احتمال ہیں۔(۱) ماضی کے ذریعے اس کی خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اس سورت ملک کی بہت قدر کی اور اس کو خوب پڑھا جب وہ فوت ہوا تو اس شخص کی اس سورۃ نے سفارش کی جس کے نتیجے میں اس شخص کو عذاب سے بچایا گیا۔(۲) یہ مستقبل کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص اس سورہ ملک کو پڑھے گا تو اس کے بارے میں یہ سورت قیامت کے دن شفاعت کرے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمائے گا۔

حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ الم تَنْزِيلُ وَتَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ هٰذَا حَدِيثٌ

ہریم بن مسعر، فضیل بن عیاض، لیث، ابو زبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورت الم سجدہ اور سورت ملک پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ اس حدیث کو کئی راوی لیث بن ابی سلیم سے اسی طرح نقل

رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ مِثْلَ هٰذَا وَرَوَاهُ مُغِيرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَرَوَى زُهَيْرٌ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الزُّبَيْرِ سَمِعْتَ مِنْ جَابِرٍ يَذْكُرُ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ إِنَّمَا أَخْبَرَنِيهِ صَفْوَانُ أَوِ ابْنُ صَفْوَانَ وَكَأَنَّ زُهَيْرًا أَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

کرتے ہیں، مغیرہ بن مسلم بھی ابوزبیر سے وہ جابر سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ زبیر نے ابوزبیر سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ صفوان یا ابن صفوان نے سنائی ہے۔ گویا کہ انہوں نے اسے روایت کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ بواسطہ ابوزبیر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

ہناد، ابوالاحوص، لیث، ابی زبیر، جابر ہم سے روایت کی ہناد نے ان سے ابوالاحوص نے وہ لیث سے وہ زبیر سے وہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ تَفْضُلَانِ عَلَى كُلِّ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ بِسَبْعِينَ حَسَنَةً

طاؤس ہم سے روایت کی ہریم بن مسعر نے ان سے فضیل وہ لیث سے اور وہ طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا (سورت الم سجدہ اور سورت ملک) قرآن کی دوسری سورتوں پر ستر گنا فضیلت رکھتی ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح آسان ہے سند میں اختلاف دیکھیں اس حدیث کے راوی فضیل بن عیاض ہیں اس سند پر زہیر کا خیال ہے کہ ابوالزبیر نے یہ حدیث حضرت جابرؓ سے نہیں سنی انہوں نے خود ابوالزبیر سے پوچھا تھا کہ آپ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ وہ یہ حدیث ذکر کرتے ہوں گو یا زہیر نے اس کا انکار کیا ہے ان کے نزدیک درمیان میں صفوان کا واسطہ ہے اور صفوان اور ابن صفوان دونوں ایک ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِذَا زُلْزِلَتْ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْحَرَشِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَلْمِ بْنِ صَالِحٍ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ إِذَا زُلْزِلَتْ عُدِلَتْ لَهُ بِنِصْفِ الْقُرْآنِ وَمَنْ قَرَأَ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ عُدِلَتْ لَهُ بِرُبُعِ الْقُرْآنِ وَمَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ عُدِلَتْ لَهُ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ هٰذَا حَدِيثٌ

محمد بن موسیٰ جرشی بصری، حسن بن سلیم بن صالح عجلی، ثابت بنانی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورت زلزال پڑھی اس کے لئے آدھے قرآن پڑھنے کا ثواب ہے۔ جس نے سورت کافرون پڑھی اس کے لئے چوتھائی قرآن کا اور جس نے سورت اخلاص پڑھی اس کے لئے تہائی قرآن کا ثواب ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حسن بن سلم کی

غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هٰذَا الشَّيْخِ الْحَسَنِ بْنِ سَلْمٍ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

روایت سے جانتے ہیں اور اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ هَلْ تَزَوَّجْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا عِنْدِي مَا أَتَزَوَّجُ قَالَ أَلَيْسَ مَعَكَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ قَالَ بَلَى قَالَ ثُلُثُ الْقُرْآنِ قَالَ أَلَيْسَ مَعَكَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ قَالَ بَلَى قَالَ رُبُعُ الْقُرْآنِ قَالَ أَلَيْسَ مَعَكَ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ قَالَ بَلَى قَالَ رُبُعُ الْقُرْآنِ قَالَ أَلَيْسَ مَعَكَ إِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ قَالَ بَلَى قَالَ رُبُعُ الْقُرْآنِ قَالَ تَزَوَّجْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی صحابی سے پوچھا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ اس نے عرض کیا اللہ کی قسم نہیں کی یا رسول اللہ! اور نہ ہی میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے شادی کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں سورت اخلاص یاد نہیں، عرض کیا، کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تہائی قرآن ہوا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا سورت نصر یاد ہے، اس نے عرض کیا کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ چوتھائی قرآن ہوا، پھر پوچھا سورت کافرون یاد ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں، کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی چوتھائی قرآن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا سورت زلزال یاد ہے، اس نے عرض کیا جی ہاں کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی چوتھائی قرآن ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم نکاح کرو۔ نکاح کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: یہ نصف قرآن کے برابر بایں طور ہے کہ قرآن میں مبداء اور معاد کو بیان کیا گیا ہے چونکہ ''اذا زلزلت'' میں معاد کو بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے اس لئے سورہ زلزال نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ اخلاص کا تہائی قرآن ہونا ماقبل میں بیان ہو چکا ہے اور ''قل یا ایھا الکافرون'' چوتھائی قرآن کے برابر ہے بایں طور کہ قرآن میں چار مضامین کا ذکر ہے توحید، نبوت، احکام اور قصص اس سورت میں توحید کو بہت اچھے انداز سے بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ ربع قرآن کے برابر ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُورَةِ الْإِخْلَاصِ وَفِي سُورَةِ إِذَا زُلْزِلَتْ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا يَمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا

علی بن حجر، یزید بن ہارون، یمان بن مغیرۃ عنزی، عطاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہء زلزال نصف قرآن کے برابر، سورت اخلاص تہائی قرآن کے برابر اور سورت کافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ یہ حدیث

الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَمَانِ بْنِ الْمُغِيرَةِ

غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف یمان بن مغیرہ کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے اس میں یمان بن المغیرۃ راوی ہے جو کہ ضعیف ہے اس راوی کی روایتیں صرف ترمذی میں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سُورَةِ الْإِخْلَاصِ

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ امْرَأَةِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ مَنْ قَرَأَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ فَقَدْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَأَبِي سَعِيدٍ وَقَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِي مَسْعُودٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَلَا نَعْرِفُ أَحَدًا رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ أَحْسَنَ مِنْ رِوَايَةِ زَائِدَةَ وَتَابَعَهُ عَلَى رِوَايَتِهِ إِسْرَائِيلُ وَالْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الثِّقَاتِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَنْصُورٍ وَاضْطَرَبُوا فِيهِ

محمد بشار، عبدالرحمن بن مہدی، زائدۃ، منصور، ہلال بن یساف، ربیع بن خثیم وعمرو بن میمون، عبدالرحمن بن ابی لیلی، امرأۃ ابی ایوب، حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی روزانہ رات کو تہائی قرآن کو پڑھنے سے بھی عاجز ہے کیوں کہ جس نے سورت اخلاص پڑھی گویا کہ اس نے تہائی قرآن پڑھا۔ اس باب میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انس رضی اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے، ہمیں علم نہیں کہ اس حدیث کو کسی زائدہ سے بہتر بیان کیا ہو۔ اسرائیل اور فیاض بھی ان کی متابعت کرتے ہیں، پھر شعبہ اور کئی ثقہ راوی اسے منصور سے نقل کرتے ہوئے اضطراب کرتے ہیں۔

تشریح: وكيف يقرأ ثلث القرآن: تہائی قرآن روزانہ پڑھنے میں تھکاوٹ اور مشکلات ہوتی ہیں اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تہائی قرآن پڑھنے کا تعجباً سوال کیا۔

قال قل هو الله احد يعدل ثلث القرآن: کہ "قل هو الله" الخ تہائی قرآن ہے اس سے مراد پوری سورۃ اخلاص ہے اب اس سورت کے پڑھنے کا ثواب تہائی قرآن کے برابر کیسے ہے۔ حالانکہ تہائی قرآن پڑھنے میں بہت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے جبکہ "قل هو الله" الخ پڑھنے میں اتنی مشقت نہیں ہوتی اس پر علماء کرام نے اس جملہ کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

(۱) بعض حضرات نے کہا کہ پورے قرآن میں تین علوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ علم التوحید، علم الشرائع، علم تہذیب الاخلاق وتزکیۃ النفس اور سورۃ اخلاص ان تینوں اقسام میں سے اشرف وافضل پر قسم مشتمل ہے اور وہ علم التوحید ہے۔ اسی وجہ سے سورۃ اخلاص کو ثلث

القرآن کہا گیا۔(۲) امام طیبیؒ نے فرمایا کہ قرآن میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں، قصص، احکام اور صفات اللہ اور ''قل ھو اللّٰہ'' میں تیسری چیز صفات اللہ کا بیان ہے اس لئے سورۃ اخلاص کو ثلث القرآن کے برابر کہا گیا۔(۳) بعض حضرات نے کہا کہ ''قل ھو اللّٰہ'' الخ کا ثواب تہائی قرآن کے اصل ثواب کے بقدر مضاعف کیا جاتا ہے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے والے کو پورے قرآن کا ثواب ملے۔ بلکہ تین مرتبہ ''قل ھو اللّٰہ'' الخ پڑھنے سے ایک پورے قرآن کے اصل ثواب کے برابر ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔(۴) علامہ میرک نے کہا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے قرآن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ان میں سے ایک حصہ سورۃ اخلاص کو ٹھہرایا۔(مرقاۃ ج۴ ص۳۴۹)(۵) علامہ عبدالبرؒ نے فرمایا کہ سورۃ اخلاص کا اتنا ثواب بتلانا اس سورۃ کی تعلیم کی طرف ابھارنا مقصود ہے نہ کہ تین مرتبہ پڑھنے کے ثواب کو قرآن کے ثواب کے برابر بیان کرنا۔کیونکہ پورا قرآن پڑھنے کے بقدر تو اس کا ثواب نہیں ہوسکتا اگرچہ اس کو دوسو مرتبہ ہی کیوں نہ پڑھا جائے۔(مرقاۃ) (۶) بعض حضرات کے نزدیک اس سے مقصود پورا قرآن نہ پڑھ سکنے والے کو تسلی دینا مقصود ہے کہ ایسا شخص پریشان نہ ہو بلکہ اس سورت اخلاص کو بھی پڑھ لے تو اس کو ثواب مل جائیگا۔

سند پر کلام: یہ حدیث زائدۃ منصور سے روایت کرتے ہیں اور ان کے متابع اسرائیل اور فضیل بن عیاض ہیں اور امام شعبہ وغیرہ ثقہ راوی بھی یہ حدیث منصور سے روایت کرتے ہیں مگر ان کی سندوں میں اختلاف ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ حُنَيْنٍ مَوْلًى لِآلِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ مَوْلَى زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقْبَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ قُلْتُ مَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَابْنُ حُنَيْنٍ هُوَ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ

ابوکریب، اسحاق بن سلیمان، مالک بن انس، عبیداللہ بن عبدالرحمن، ابوحنین مولیٰ لآل زید بن خطاب یا مولیٰ زید بن خطاب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سورت اخلاص پڑھتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی، میں نے پوچھا، کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا؟ جنت۔ یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف مالک بن انس کی روایت سے جانتے ہیں اور ابوحنین وہ عبید بن حنین ہیں۔

تشریح: وَمَا وَجَبَتْ: یعنی اس سورۃ اخلاص پڑھنے کی برکت سے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی نیز واضح رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب میں علت تامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ بھی پھسل جاتے ہیں مگر سورۃ اخلاص پڑھنے والا شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے یقینی طور پر جنت میں داخل ہوگا اور اللہ کے فضل وکرم سے جنت میں داخلہ سورۃ اخلاص کی قرأت کا بدلہ ہے اور یہ اللہ کے اس وعدے کی بناء پر ہے لقولہ تعالیٰ ''ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد''۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ مَيْمُونٍ أَبُو سَهْلٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ مِائَةَ مَرَّةٍ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا عَبْدِيَ ادْخُلْ عَلَى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا عَنْ ثَابِتٍ

محمد بن مرزوق بصری، حاتم بن میمون ابوسہل، ثابت بنانی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (روزانہ) دوسو مرتبہ سورت اخلاص پڑھے، اس کے پچاس سال (تک) کے گناہ معاف کر دیئے گئے، ہاں البتہ اگر اس پر قرض ہوگا تو وہ معاف نہیں ہوگا، اسی سند سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سونے کا ارادہ کیا اور پھر اپنی دائیں کروٹ لیٹا، پھر سو مرتبہ سورت اخلاص پڑھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا، یہ حدیث ثابت کی روایت سے غریب ہے۔ وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، پھر یہ اس کے علاوہ اور اس سند سے بھی منقول ہے۔

تشریح: إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ: اسکے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ① یہ کہ قرضہ کا گناہ نہیں مٹایا جائیگا ② جس شخص پر دَین ہوگا اسکے سارے گناہ معاف ہو جائینگے لیکن دَین معاف نہیں ہوگا کیونکہ قرضہ حقوق العباد میں سے ہے اور حقوق العباد بغیر حق کی ادائیگی یا معاف کروانے کے بغیر معاف نہیں ہونگے۔ ''کما رواہ مسلم یغفر للشہید کل شیء الا الدین''۔ (مرقاۃ)

عَلَى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ: دائیں پہلو پر لیٹنا سنت ہے جو شخص دائیں کروٹ سوتے وقت ''قل ھو اللہ'' پڑھے تو آپ ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے اصحاب یمین میں شمار ہوگا اور جنت میں دائیں جانب سے داخل ہوگا۔ اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دائیں طرف کو فضیلت حاصل ہے بائیں طرف پر یعنی دائیں طرف کے جنتی باغات بائیں طرف کے جنتی باغات سے اولی اور افضل ہوں گے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جنت میں جنتی تین قسم پر ہونگے۔ (۱) ''مقربون'' یہ اصحاب علیین وابرار واصحاب یمین ہونگے۔ (۲) گناہگار مومن سفارش کی وجہ سے یا اللہ کے فضل سے جن کے گناہ معاف ہوں گے یا گناہوں سے پاک ہونے کیلئے جہنم میں داخل کیے جائیں گے یہ اصحاب یسار ہوں گے۔ (۳) ''عباد مصطفون'' کمافی قولہ تعالیٰ ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ۔ ذلک ھو الفضل الکبیر''۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، یزید بن کیسان، ابوحازم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمع ہو جاؤ میں تم لوگوں کے سامنے تہائی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْشُدُوا فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ قَالَ فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ إِنِّي لَأَرَى هَذَا خَبَرًا جَاءَ مِنَ السَّمَاءِ فَذَاكَ الَّذِي أَدْخَلَهُ ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي قُلْتُ لَكُمْ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ أَلَا وَإِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَأَبُو حَازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ اسْمُهُ سَلْمَانُ

قرآن پڑھوں گا، چنانچہ جو لوگ جمع ہو سکے جمع ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور سورت اخلاص پڑھی پھر واپس چلے گئے۔ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہائی قرآن پڑھیں گے، میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے کوئی نئی چیز نازل ہونے کی وجہ سے اندر گئے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے اور فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تہائی قرآن پڑھوں گا۔ جان لو کہ یہ (یعنی سورت اخلاص) تہائی قرآن کے برابر ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور ابو حازم اشجعی کا نام سلمان ہے۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عباس بن محمد دوری، خالد بن مخلد، سلیمان بن بلال، سہیل بن ابی صالح، ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورت اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: احْشُدُوا: حشد حشودًا لوگوں کا اکٹھا ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اکٹھے ہو جاؤ میں تمہیں تہائی قرآن سناؤں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قل هو الله احد پڑھی پھر گھر میں تشریف لے گئے پھر ہمارے بعض نے بعض سے کہا کہ بے شک ہم گمان کرتے ہیں کہ اس کو کوئی خبر جو آپ کے پاس آسمان سے آئی ہے پس وہی چیز آپ کو گھر میں لے گئی ہے حدیث کی بقیہ شرح ترجمہ سے واضح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ فَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُورَةٍ أُخْرَى

محمد بن اسماعیل، اسماعیل بن ابی اویس، عبدالعزیز بن محمد، عبید اللہ بن عمر بن ثابت بنانی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص مسجد قباء میں ہم لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جب بھی نماز میں سورت فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنے لگتے تو پہلے سورت اخلاص پڑھتے پھر کوئی سورت پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کرتے۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کیا آپ سورت اخلاص پڑھنے کے بعد

مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا إِنَّكَ تَقْرَأُ بِهٰذِهِ السُّورَةِ ثُمَّ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِسُورَةٍ أُخْرَى فَإِمَّا أَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِسُورَةٍ أُخْرَى قَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِهَا فَعَلْتُ وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوا يَرَوْنَهُ أَفْضَلَهُمْ وَكَرِهُوا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ مِمَّا يَأْمُرُ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ أَنْ تَقْرَأَ هٰذِهِ السُّورَةَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُحِبُّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حُبَّهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدْ رَوَى مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُحِبُّ هٰذِهِ السُّورَةَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ فَقَالَ إِنَّ حُبَّكَ إِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ بِهٰذَا

یہ سوچتے ہیں کہ یہ کافی نہیں پھر دوسری بھی پڑھتے ہیں۔ یا تو آپ یہ سورت پڑھ لیا کریں یا پھر کوئی اور سورۃ، انہوں نے فرمایا میں اسے یہ ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تمہاری امامت کروں تو ٹھیک ہے ورنہ میں چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ لوگ انہیں اپنے میں سب سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا کسی اور کی امامت پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا اے فلاں! تمہیں اپنے دوستوں کی تجویز پر عمل کرنے سے کونسی چیز روکتی ہے اور کیا وجہ ہے کہ تم ہر رکعت میں سورت (یعنی سورت اخلاص) پڑھتے ہو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس سورت سے محبت یقیناً جنت میں داخل کرے گی۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ یعنی عبید اللہ بن عمر کی ثابت بنانی سے روایت ہے۔ مبارک بن فضالہ بھی اسے ثابت بنانی سے اور وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سورت (یعنی سورت اخلاص) سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی محبت تمہیں جنت میں داخل کر دے گی۔ اسی طرح ابوداؤد سلیمان بن الاشعث نے بیان کیا انہوں نے ابوالولید سے انہوں نے مبارک بن فضالہ سے اسی طرح بیان کیا۔

تشریح: اس حدیث میں ایک واقعہ ہے اسی طرح کا دوسرا واقعہ بھی ہے کہ ایک صحابی کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا گیا وہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پہلے کوئی سورت پڑھتے پھر آخر میں قل ھو اللہ احد پڑھتے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے اس لئے مجھے اسے پڑھنا پسند ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتے ہیں یہ دونوں واقعات جدا جدا ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُعَوِّذَتَيْنِ

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ أَخْبَرَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ آيَاتٍ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم، حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کچھ ایسی آیات نازل کی ہیں کہ کسی نے ان کے مثل آیات نہیں دیکھیں یعنی سورت فلق اور سورت الناس۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

قتیبہ، ابن لہیعہ، یزید بن ابی حبیب، علی بن رباح، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ: یعنی ان دونوں سورتوں کے علاوہ کوئی ایسی سورۃ نہیں جو اپنے پڑھنے والے کو شرور کے شر سے محفوظ کرے۔ آپ ﷺ انہی دو سورتوں کے ساتھ جنوں کے شرور اور انسانوں کے شرور سے پناہ مانگتے تھے۔ علامہ ابن ملک فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معوذتین قرآن کا حصہ ہے۔ بعض لوگوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے کہ ہر دو حضرات ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے کے قائل نہیں تھے یہ غلط ہے اور اُن پر الزام ہے۔ رسول کریم ﷺ کے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورت کا جز نہیں۔ ان دونوں سورتوں کا انکار خواہ تاویل کے ساتھ ہو یا بغیر تاویل۔ بعض حضرات نے ایسے شخص کے لئے مطلق تکفیر کا حکم لگایا ہے خواہ وہ تاویل کرے یا نہ کرے۔ بعض فتاویٰ میں اس بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سورتوں کے قرآن نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے (مرقاۃ ج ۴ ص ۳۵۱)۔

دوسری حدیث میں ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا ذکر ہے ان کے ورد سے کوئی سحر اور آسیب باقی نہیں رہے گا اور ان کا یہ فائدہ معوذتین کو سوتے وقت پڑھنے سے بھی حاصل ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ قَارِئِ الْقُرْآنِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ

محمود بن غیلان، ابوداؤد طیالسی، شعبہ، وہشام، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اسے پڑھنے میں

قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ قَالَ هِشَامٌ وَهُوَ شَدِيدٌ عَلَيْهِ قَالَ شُعْبَةُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ فَلَهُ أَجْرَانِ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ماہر ہے وہ شخص ایسے لکھنے والے (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا جو نیک ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور یہ اس کے لئے سخت ہے (یہ ہشام کی روایت کے الفاظ ہیں) یا اس کا پڑھنا اس پر شاق ہے (یہ شعبہ کی روایت کے الفاظ ہیں) اس کے لئے دگنا اجر ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ: اس سے مراد علامہ طیبی نے فرمایا کہ وہ حافظ قرآن ہے جو بغیر مشقت کے قرآن پڑھے۔ امام جزریؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد ائمہ قرأۃ مشہور ہیں اور قرآن کے یاد کرنے میں اور اس کے پڑھانے میں اور اس کے الفاظ تجوید کے ساتھ ادا کرنے میں اور تجوید کے علوم مبادی اور اس کے تمام اصول ولغات ووقف، ناسخ ومنسوخ اور تمام قرأۃ کے اصولوں کو اچھے طریقے سے جاننے والے کو ماہر قرآن کہا جاتا ہے۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۳۳۶)

السَّفَرَةِ: اسکے معنیٰ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) بعض نے کہا کہ السفرۃ سے مراد الکتابۃ ہے۔ یعنی لکھنے والا اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ جو کچھ لکھتا ہے اور اس کتاب کو اٹھانے والا ان کے حقائق کو واضح کرتا ہے۔ (۲) یا اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ "بايدى سفرة كرام بررة"۔ (۳) بعض نے کہا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کے اصحاب ہیں (۴) بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ (۵) قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن جنتوں کی منزلوں پر چڑھتے ہوں گے فرشتوں کے ساتھ قرآن کے حاملین ہونے کی وجہ سے (۶) اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے مطابق عمل کیا اور اسی راستے پر چلے اور اسی کی حفاظت کی پھر اس کو آگے مومنین تک پہنچایا اور اس کے مشکل مقامات کو ان کے لئے آسان کردیا اس وجہ سے یہ ماہر کہلائے۔ (ایضاً)

الْبَرَرَةِ: "قال الطيبى اى المطيعون من البر" وہ نیکیوں میں اطاعت کرنے والے ہیں۔

وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ: "اى التردد فى الكلام" یعنی کلام کو اچھی طرح ادا نہ کرسکنے والا۔ اٹک اٹک کر پڑھنے والا۔

فَلَهُ أَجْرَانِ: دو اجر ہیں (۱) اس کے پڑھنے کا ایک اجر (۲) اس کی مشقت برداشت کرنے کا دوسرا اجر۔ ملا علی قاری نے بیہقی، طبرانی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے مگر اسکو یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو اللہ پاک اس کا حشر حفاظ کرام ہی کے ساتھ فرماویں گے۔ ان شاء اللہ

سوال: اس سے تو ماہر قرآن سے غیر ماہر قرآن کا اجر بڑھ گیا۔ **جواب:** اس سے ماہر قرآن کا ثواب بھی بڑھے گا، غیر ماہر قرآن کو اس اعتبار سے جو دو ثواب ملے اس کے دونوں ثواب ملکر ماہر کے ایک ثواب تک نہیں پہنچ سکتے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ

علی بن حجر، حفص بن سلیمان، کثیر بن زاذان، عاصم بن ضمرۃ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اسے یاد کیا

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ أَدْخَلَهُ اللهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصَحِيحٍ وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَبُو عُمَرَ: بَزَّازٌ كُوفِيٌّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ

پھراس کی حلال کی ہوئی چیزوں کوحلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کی برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اسے اپنے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں کی شفاعت کا اختیار دے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کوصرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔ حفص بن سلیمان ابوعمر بزاز کوفی ہیں۔ حدیث میں یہ ضعیف ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں خوارج وغیرہ کی تردید ہے کہ ان کے نزدیک آخرت میں قرآن کریم کی شفاعت صرف بلندی درجات کیلئے ہوگی جہنم سے چھٹکارے کیلئے نہیں ہوگی کیونکہ خوارج کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہے۔
نیز حافظ قرآن کی فضیلت دو باتوں پر مبنی ہے ایک وہ قرآن کریم کو اچھی طرح حفظ کرلے وہ قرآنی آیات واحکامات پر عمل کرے تبھی اس کے لئے حدیث میں مذکور فضیلت ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی حفص بن سلیمان ابوعمر الاسدی البزاز الکوفی متروک راوی ہے اور اس کا استاد کثیر بن زاذان مجہول ہے اس لئے امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ اس کی سند ٹھیک نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْقُرْآنِ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ عَنْ أَبِي الْمُخْتَارِ الطَّائِيِّ عَنِ ابْنِ أَخِي الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَرَى النَّاسَ قَدْ خَاضُوا فِي الْأَحَادِيثِ قَالَ أَوَقَدْ فَعَلُوهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ كِتَابُ اللهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ

حضرت حارث اعور فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ لوگ دنیاوی (باتوں) میں مشغول ہیں۔ چنانچہ میں حضرت علیؓ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ دیکھ نہیں رہے لوگ باتوں میں مشغول ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کیا ایسا ایسا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ آنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا اس سے بچنے کا کیا راستہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی کتاب قرآن کریم میں تم سے پچھلوں کے متعلق بھی تذکرہ ہے اور تمہارے بعد کا بھی نیز اس میں تمہارے درمیان ہونے والے معاملات کا حکم ہے اور یہ سیدھا سچا فیصلہ ہے۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ جس نے اسے حقیر جان

وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللهُ وَهُوَ حَبْلُ اللهِ الْمَتِينُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي لَا يَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ خُذْهَا إِلَيْكَ يَا أَعْوَرُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ وَإِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ وَفِي حَدِيثِ الْحَارِثِ مَقَالٌ

کر چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ پھر جو شخص اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔ یہ اللہ کی ایک مضبوط رسی ہے اور یہی ذکر حکیم ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جسے خواہشات نفسانی ٹیڑھا نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس سے زبانیں خلط ملط ہوتی ہیں۔ علماء اس سے سیر نہیں ہو سکتے۔ یہ بار بار دہرانے اور پڑھنے سے پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اسے سنکر جن کہہ اٹھے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ جس نے اس کے مطابق بات کی اس نے سچ کہا۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے اجر پایا۔ جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل کیا۔ اور جس نے اس کی طرف لوگوں کو بلایا اسے صراط مستقیم پر چلا دیا گیا۔ اے اعور اس حدیث کو یاد کر لو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حمزہ زیات کی روایت سے جانتے ہیں اور اس کی سند مجہول ہے نیز حارث کی روایت میں کلام ہے۔

تشریح: **إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ:** (۱) اس فتنہ سے مراد کوئی مخصوص فتنہ نہیں بلکہ ہر زمانے کا فتنہ ہے۔ (۲) ابن الملک فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد وہ اختلاف ونزاع ہے جو صحابہ کرامؓ کے درمیان ہوا۔ (۳) یا اس سے وہ فتنہ مراد ہے جو تاتار، دجال یا قرب قیامت میں جانور کا نکلنا ہے۔ **تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ:** جبار سے مراد وہ متکبر شخص ہے جو نہ قرآن پر ایمان لایا اور نہ اس پر عمل کیا اور ایسا شخص متکبر ہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں غرور وتکبر وتعصب کی بو ہو۔

قَصَمَهُ اللهُ: ''ای اهلکه او کسر عنقه'' یعنی اس کو ہلاک کر دینا اور اس کی گردن توڑ ڈالنا لہٰذا جو شخص قرآن پر نہ ایمان لائے گا اور نہ اس پر عمل کرے گا تو اس کی گردن توڑ دی جائے گی اور اس کا تکبر خاک میں ملا دیا جائے گا۔

لَا يَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ: یعنی جو قرآن کریم کی پیروی کرے گا اور اس پر ٹھیک ٹھیک چلے گا تو وہ کبھی سیدھے راستے سے نہیں بھٹکے گا۔ بعض نے کہا کہ اہل اہواء اس قرآن کو راہِ راست صداقت ودیانت سے اِدھر اُدھر نہیں موڑ سکتے اور ایسی کوشش کرنے والے خود راہِ راست سے بھٹک جاتے ہیں۔

وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ: اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ کسی اہل لسان والے کی لغت سے اس کی لغت مشتبہ نہیں ہو سکتی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں قرآن پڑھتے وقت ایک ہو جاتی ہیں اس میں التباس نہیں رہتا۔ (التعلیق الصبیح ج ۳ ص ۲۲)

وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ: اور نہ ہی علماء اس سے سیر ہو سکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ علماء اس کی جتنی تفاسیر لکھیں اس کی جستجو میں عمریں تو ختم ہو سکتی ہیں لیکن قرآن کریم کے جواہرات ختم نہیں ہو سکتے باقی رہتے ہیں۔

وَلَا يَخْلُقُ: ''بفتح الياء وضم اللام، بفتح الياء وكسر اللام، من خلق الثوب اذا بلی'' کپڑے کا پرانا ہو کر پھٹ جانا یعنی اس کے علاوہ ہر کتاب و ہر کلام کو بار بار پڑھنے سے انسان بے ذوق و بے شوق ہو جاتا ہے اور اُکتانے لگ جاتا ہے لیکن یہ ایسا کلام ہے اس کو جتنا پڑھا جائے اتنی لذت، ذوق وشوق بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔

وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ: اس کے عجائب یعنی انوکھی اور حیرت وتعجب میں ڈال دینے والی چیزیں ختم نہیں ہوتیں جیسا کہ عطف تفسیری ہے کہ اس کی باریکیوں اور حکمتوں کو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں نیز قرآن کے معنی ومفہوم کا احاطہ نہ کر سکنا علماء کا اس کے علوم سے سیر نہ ہونا اور کثرت تلاوت سے اس کا پرانا نہ ہونا یعنی اس کی لذت، سرور اور حلاوت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ مزید اضافہ ہوتا ہے یہ سب قرآن کے عجائب ہیں۔

وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِىَ إِلَى صِرَاطٍ: هُدِیَ کو معروف ومجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اگر معروف پڑھیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص لوگوں کو قرآن کی طرف بلاتا ہے تو قرآن انہیں سیدھی راہ بتا دیتا ہے اور اگر اسے مجہول پڑھا جائے تو پھر معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص لوگوں کو قرآن کی طرف بلاتا ہے تو بلانے والے اور رہنمائی کرنے والے کو بھی ہدایت کی توفیق ہو جاتی ہے یعنی وہ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے۔ (معارف ترمذی ج ۳ ص ۴۹)

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَذَاكَ الَّذِي أَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هٰذَا وَعَلَّمَ الْقُرْآنَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ حَتَّى بَلَغَ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، علقمۃ بن مرثد، سعد بن عبیدۃ، ابوعبدالرحمن، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ اس حدیث کے راوی ابوعبدالرحمن کہتے ہیں کہ اسی حدیث نے مجھے اس جگہ بٹھایا، چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانے تک قرآن کی تعلیم دی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

محمود بن غیلان، بشر بن سری، سفیان، علقمۃ بن مرثد، ابوعبدالرحمن، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین یا فرمایا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ أَوْ أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا رَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُفْيَانُ لَا يَذْكُرُ فِيهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَهٰكَذَا ذَكَرَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَصْحَابُ سُفْيَانَ لَا يَذْكُرُونَ فِيهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَهُوَ أَصَحُّ وَقَدْ زَادَ شُعْبَةُ فِي إِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ وَكَأَنَّ حَدِيثَ سُفْيَانَ أَشْبَهُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مَا أَحَدٌ يَعْدِلُ عِنْدِي شُعْبَةَ وَإِذَا خَالَفَهُ سُفْيَانُ أَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ سَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ يَذْكُرُ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ سُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنِّي وَمَا حَدَّثَنِي سُفْيَانُ عَنْ أَحَدٍ بِشَيْءٍ فَسَأَلْتُهُ إِلَّا وَجَدْتُهُ كَمَا حَدَّثَنِي وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعْدٍ

افضل ترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا پھر اور لوگوں کو بھی قرآن سکھایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عبدالرحمن بن مہدی اور کئی راوی اس حدیث کو سفیان ثوری سے وہ علقمہ بن مرثد سے وہ عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عثمان سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں سعد بن عبیدہ کا ذکر نہیں۔ یحییٰ بن سعید قطان بھی یہ حدیث سفیان سے وہ شعبہ سے وہ علقمہ بن مرثد سے اور وہ سعد بن عبیدہ سے وہ ابوعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عثمان سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ محمد بن بشار یہ بات یحییٰ بن سعید سے اور وہ سفیان اور شعبہ سے نقل کرتے ہیں۔ محمد بن بشار کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے بھی اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔ وہ سفیان اور شعبہ سے ایک سے زیادہ مرتبہ وہ علقمہ بن مرثد سے وہ سعید بن ابی عبیدہ سے وہ ابو عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عثمان سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ محمد بن بشار کہتے ہیں کہ سفیان کے ساتھی اس حدیث کی سند میں سفیان کے سعد بن عبیدہ سے نقل کرنے کا ذکر نہیں کرتے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ زیادہ صحیح ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں سفیان نے سعد بن عبیدہ کو زیادہ ذکر کیا ہے۔ اور ان کی حدیث اشبہ ہے۔ علی بن عبداللہ یحییٰ بن سعید سے نقل کرتے ہیں کہ میرے نزدیک ثقاہت میں کوئی شعبہ کے برابر نہیں اور جب شعبہ کی سفیان مخالفت کرتے ہیں۔ تو میں ان کا قول لیتا ہوں۔ ابوعمار وکیع سے شعبہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ شعبہ نے فرمایا سفیان مجھ سے زیادہ حافظ ہیں۔ میں نے ان سے حدیث سننے کے بعد کئی مرتبہ اس شخص سے پوچھی جس سے وہ روایت کرتے ہیں کہ ویسے ہی پایا جیسے سفیان نے روایت کیا تھا۔ اس باب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ هٰذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ

قتیبہ، عبدالواحد بن زیاد، عبدالرحمن بن اسحاق، نعمان بن سعد، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ اس حدیث کو ہم علی بن ابی طالب کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: خَیْرُکُمْ: ''ای افضلکم'' تم میں افضل وہ شخص ہے یعنی خیر کے اور بھی کام ہیں لیکن ان کاموں میں بہتر قرآن کا سیکھنا یا سکھانا ہے۔ **خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ:** ''ای حق تعلمه'' یعنی وہ اس کے سیکھنے میں حق ادا کرے یہاں طالب قرآن وحدیث کی طرف بڑی جامع بات سے اشارہ کیا گیا ہے '' العاقل تکفیه الاشارة '' کہ قرآن سیکھنے کا حق سبق پڑھنے میں، سبق یاد کرنے میں، مطالعہ کرنے میں، حاضری کے دوام میں ادا کرے نیز قرآن کے علم کے حصول کیلئے جن علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے ان کے حاصل کرنے میں بھی حق ادا کرے۔ **وَعَلَّمَهُ:** ''ای حق تعلیمه'' قرآن کے سکھانے میں سکھانے کا حق ادا کرے تو یہ شخص بہتر ہے کیونکہ جس طرح قرآن اور اسکے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ وارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے افراد میں سب سے ممتاز اور کسی بھی علم کے جاننے والے سے اعلیٰ وافضل ہے کیونکہ اللہ کا کلام ''قرآن مجید'' تمام کلاموں سے بہتر ہے تو اس طرح سے اس کلام کو سیکھنے اور سکھانے والے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام لوگوں سے بہتر ہیں لیکن یہ اس وقت ہے جب تعلیم اور تعلم قرآن اخلاص کیساتھ ہو۔

حدیث ثانی کی سند پر کلام: پہلی حدیث شعبہ سے منقول ہے دوسری سند سفیان سے مروی ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ شعبہ کی حدیث میں سعد بن عبیدہ کا ذکر ہے جبکہ سفیان کی سند میں سعد بن عبیدہ کا ذکر نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ سفیان کی روایت میں خیر کم او افضلکم شک کے ساتھ ہے جبکہ شعبہ کی روایت میں شک نہیں۔

دوسری بات آگے امام ترمذیؒ یحییٰ بن سعید القطان کی سند کرتے ہیں یہ شعبہ اور سفیان دونوں کی روایت کو لیتے ہیں اور سعد کا واسطہ بھی بڑھاتے ہیں۔ امام ترمذیؒ کے استاد محمد بن بشار فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان اسی طرح روایت کرتے ہیں جبکہ سفیان کے بعض تلامذہ سعد کا واسطہ ذکر نہیں کرتے اور یہی سند اصح ہے۔

پھر آگے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان اگرچہ سعد بن عبیدہ کا واسطہ نہیں بڑھاتے لیکن صحت کے اعتبار سے یہ زیادہ مشابہ ہے کیونکہ یحییٰ بن قطان کا قول ہے کہ میرے نزدیک شعبہ کے برابر کوئی نہیں مگر جب سفیان ان کی مخالفت کریں تو میں سفیان کا قول لیتا ہوں بہرحال امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں دونوں راویوں شعبہ اور سفیان کی احادیث لی ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ مَالَهُ مِنَ الْأَجْرِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُولُ بَلَغَنِي أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ وُلِدَ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَرَوَاهُ أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَفَعَهُ بَعْضُهُمْ وَوَقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ يُكْنٰى أَبَا حَمْزَةَ

محمد بن بشار، ابوبکر حنفی، ضحاک بن عثمان، ایوب بن موسیٰ، محمد بن کعب قرظی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن مجید میں سے ایک حرف پڑھا اسے اس کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے میں نہیں کہتا کہ الم (ایک) حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم بھی ایک حرف ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ قتیبہ بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ محمد بن کعب قرظی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ حدیث اس کے علاوہ اور سند سے بھی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ ابوالاحوص اسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ بعض راوی اسے مرفوع اور بعض موقوف روایت کرتے ہیں۔ محمد بن کعب قرظی کی کنیت ابوحمزہ ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا اجر ذکر کیا گیا ہے نیز قرآن کریم میں ابلیس وفرعون وغیرہ کفار کے ناموں میں تلاوت پر بھی مذکورہ حساب سے ثواب ملے گا اور ایک حرف پر دس نیکیوں کا ثواب "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" کے پیش نظر ادنیٰ ثواب ہے۔ اللہ پاک اپنے فضل سے دس گناہ سے زیادہ ثواب سات سو گنا تک بھی بڑھا سکتے ہیں۔ "والله يضاعف لمن يشاء بغير حساب"۔ القرآن

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ: یہ حدیث صحیح ہے اس کا ایک راوی محمد بن کعب قرظی ہیں اس کے بارے میں قتیبہ کہتے ہیں کہ ان کی ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی مگر یہ صرف قتیبہ کا وہم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کے والد پیدا ہوئے اور جب بنو قریظہ قتل کیے گئے تھے تو وہ نابالغ تھے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے ان کے والد کا نام کعب بن سلیم بن اسد ہے۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن صاحب قرآن آئے گا۔ تو قرآن اپنے رب سے عرض کرے گا۔ یا اللہ اسے جوڑا پہنا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ حَلِّهِ فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ زِدْهُ فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ فَيَقُولُ رَضِيتُ عَنْهُ فَيُقَالُ لَهُ اقْرَأْ وَارْقَ وَيُعْطَى بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

پھر اسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ وہ (قرآن) عرض کرے گا یا اللہ! اسے مزید پہنا۔ چنانچہ پھر اسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر وہ عرض کرے گا یا اللہ اس سے راضی ہو جا تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور سیڑھیاں (درجات) چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے ایک نیکی زیادہ کی جائے گی۔ یہ حدیث حسن ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، عاصم بن بہدلہ، ابی صالح، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی محمد بن بشار ان سے محمد بن جعفر نے وہ شعبہ سے وہ عاصم بن بہدلہ سے وہ ابوصالح سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن یہ غیر مرفوع ہے اور زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کو امام شعبہ کے شاگرد عبدالصمد نے مرفوع نقل کیا ہے اور محمد بن جعفر غندر نے موقوف نقل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس کو اصح نقل کیا ہے کیونکہ غندر امام شعبہ کے پروردہ تھے اور وہ ان کے مضبوط راوی ہیں۔

باب

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللهُ لِعَبْدٍ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يُصَلِّيهِمَا وَإِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلَى رَأْسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِي صَلَاتِهِ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ يَعْنِي الْقُرْآنَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ

احمد بن منیع، ابونضر، بکر بن خنیس، لیث بن ابی سلیم، زید بن ارطاۃ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کسی چیز کو اتنے غور سے نہیں سنتے جتنا کہ اس کی (قرأت والی) دو رکعتوں کو سنتے ہیں اور جتنی دیر وہ نماز پڑھتا رہتا ہے نیکی اس کے سر پر چھڑکی جاتی ہے اور بندوں میں سے کوئی کسی چیز سے اللہ کا اتنا قرب حاصل نہیں کر سکتا جتنا کہ اس کے پاس سے نکلی ہوئی چیز سے۔ ابونضر کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ بکر بن خنیس پر ابن مبارک اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے آخر میں

مُعَاوِيَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ لَنْ تَرْجِعُوا إِلَى اللهِ بِأَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْآنَ

ان سے نقل کرنا چھوڑ دیا تھا۔

تشریح: مَا أَذِنَ اللهُ لِعَبْدٍ فِي شَيْءٍ: نہیں سنی اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کی کوئی بات ان دو رکعتوں سے بہتر جن کو وہ پڑھتا ہے جب بندہ دو رکعت نماز ادا کرتا ہے اور اس میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قرآن کی تلاوت سنتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں بندے کی یہی بات بہترین بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔

وَإِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلَى رَأْسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِي صَلَاتِهِ: اور نیکی بندے کے سر پر چھڑکی جاتی ہے جب تک وہ اپنی نماز میں رہتا ہے، بندے کے سر پر نیکی کی بارش کی جاتی ہے۔

وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ: اور بندوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کیا اس چیز کی مانند کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی یعنی قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کے ذریعے بندے اللہ کا قرب و نزدیکی حاصل کرتے ہیں اتنا قرب و نزدیکی کسی اور عبادت کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتے۔

اس حدیث میں سند زید بن ارطاۃ سے ہے دوسری سند جبیر بن نفیر سے ہے اور جبیر تابعی ہیں اس لئے یہ حدیث مرسل ہے۔

پھر امام ترمذیؒ نے آخر میں پہلی حدیث کی سند پر کلام کیا ہے کہ اس کی ایک ہی سند ہے اس کا راوی بکر ضعیف ہے ابن المبارک نے بکر بن خنیس پر جرح کی ہے اور آخر حیات میں تو بالکل ہی اسے چھوڑ دیا۔

باب

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، جریر، قابوس بن ابی ظبیان، ابوظبیان، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے اندر قرآن میں سے کچھ نہیں (یعنی اسے کچھ قرآن یاد نہیں) وہ ویران گھر کی مانند ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ: اس سے یا تو حفظ قرآن مراد ہے یا مطلقاً قرآن پڑھنا مراد ہے خواہ زبانی پڑھنا ہو یا دیکھ کر اور مقصد یہ ہے کہ جس شخص کو کسی اعتبار سے قرآن کریم کے ساتھ لگاؤ نہ ہو تو وہ مثل غیر آباد گھر کے ہے کہ اس میں ہر قسم کے جانور آتے جاتے ہیں سانپ، بچھو بھی رہتے ہیں اسی طرح اس شخص کے دل میں ہر قسم کے شیطان آزادانہ طور پر داخل ہو کر گناہ و معاصی کراتے رہتے ہیں الحاصل گھر کی آبادی جس طرح انسانوں اور سامان سے ہوتی ہے اسی طرح دل کی آبادی قرآن اور ایمان سے ہے اگر کوئی شخص

قرآن تھوڑا جانتا ہوگا تو اس کا باطن تھوڑا آباد ہوگا اور اگر کوئی شخص قرآن زیادہ جانتا ہوگا تو اس کا باطن زیادہ آباد ہوگا یا اس سے مراد اہل قرآن علماء، قراء سے دلی محبت ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ وَأَبُو نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقَالُ يَعْنِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

محمود بن غیلان، ابوداؤد حفری وابونعیم، سفیان، عاصم بن ابی نجود، زر، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب قرآن (یعنی حافظ) سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور منزلیں چڑھتا جا اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔ تمہاری منزل وہی ہے جہاں تم آخری آیت پڑھو گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس حدیث کو محمد بن بشار عبدالرحمن بن مہدی سے وہ سفیان سے اور وہ عاصم سے اسی سند سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: صاحب قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت بھی کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہو اس سے ہرگز وہ شخص مراد نہیں جو قرآن کی تلاوت تو کرتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے علماء کرام فرماتے ہیں حافظ قرآن کا جس آیت پر عمل نہیں ہوگا وہ بھلا دی جائیگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر جنت میں درجات ہیں ہر آیت پر ایک درجہ ملتا رہے گا نیز قرآن کی تعداد کے متعلق مشہور یہی ہے کہ ۶۶۶۶ ہیں لیکن کوفیوں کی گنتی کے اعتبار سے آیات کی تعداد ۶۲۳۵ ہے۔ بہرحال آیات کے بقدر حافظ، عامل قرآن کو جنت کے درجات نصیب ہونگے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کے بقدر فاصلہ ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو بھی اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے (آمین)۔

باب

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ

عبدالوہاب الوراق بغدادی، عبدالمجید بن عبدالعزیز، ابن جریج، مطلب بن عبداللہ بن حنطب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا میری امت کے (نیک) اعمال میرے سامنے پیش کیے گئے یہاں تک کہ اگر کسی نے مسجد سے تنکا بھی نکالا تھا تو وہ بھی اور پھر مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے۔ چنانچہ میں نے اس سے بڑا

آيَةٍ أُوتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَذَاكَرْتُ بِهِ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَاسْتَغْرَبَهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَا أَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ حَدَّثَنِي مَنْ شَهِدَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ لَا نَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَأَنْكَرَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ أَنْ يَكُونَ الْمُطَّلِبُ سَمِعَ مِنْ أَنَسٍ

گناہ نہیں دیکھا کہ کسی نے قرآن کریم کی کوئی آیت یا سورت یاد کرنے کے بعد بھلا دی ہو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسے غریب کہتے ہیں۔ کہ میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب کے کسی صحابی سے سماع کے متعلق نہیں جانتا۔ ہاں ان کا ایک قول ہے کہ میں نے یہ حدیث ایسے شخص سے روایت کی ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ کے خطبے میں موجود تھا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے کسی صحابی سے سماع کا علم نہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ علی بن مدینی مطلب کا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع کا انکار کرتے ہیں

تشریح: أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ: روایات میں تعارض: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میری امت کی نیکیاں مجھ پر پیش کی گئیں امت کے نیک اعمال میں اذیت دینے والی چیز کو راستے سے ہٹانے کا ذکر ہے جبکہ اس حدیث میں ''القذاۃ یخرجھا'' کا لفظ ہے جبکہ ایک حدیث میں گناہوں میں سے نخاعۃ کو ذکر کیا اور اس حدیث میں بڑے گناہوں میں سے قرآن کی سورت کو بھول جانا ذکر کیا گیا ہے۔

جواب اول: ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ گناہوں کی اقسام میں سے بعض بعض کو بیان کیا۔

جواب ثانی: یا اشخاص کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات فرمائے۔ جس شخص میں جس چیز کی کمی محسوس کی اس کے مناسب ارشاد فرما دیا۔ **جواب ثالث:** ''اماطۃ عن الطریق'' اور ''القذاۃ یخرجھا'' میں بظاہر کوئی تعارض نہیں کہ مسجد کے راستے میں کوئی نقصان دہ چیز اٹھا دی تو دونوں اس میں شامل ہو گئے۔ جب جان بوجھ کر ہوں۔ بعض علماء نے اس کبیرہ گناہ کا تعلق اس صورت سے بتلایا ہے کہ جب آدمی قرآن کو ایسا بھول جائے کہ وہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔

ثُمَّ نَسِيَهَا: سوال: قرآن کریم بھولنے پر مؤاخذہ نہیں ہونا چاہئے حدیث ''رفع عن امتی الخطاء والنسیان'' کی وجہ سے۔ **جواب:** یہاں نسیان سے مراد وہ نسیان ہے جو عمداً ہو یعنی خود سستی اور لاپرواہی کی جس سے قرآن کریم بھول گیا۔

سوال: اس حدیث میں نسیان سورۃ کو بڑا گناہ قرار دیا ہے جبکہ باب الکبائر میں الاشراک باللہ کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

جواب اول: اعظم سے مراد یہ ہے کہ صغائر میں سے سب سے عظیم گناہ قرآن کریم کی سورت کا بھولنا ہے لیکن یہ اس وقت ہوگا جبکہ نسیان کا سبب قلت تعظیم اور استخفاف نہ ہو جبکہ شرک کبائر میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

جواب ثانی: دو حیثیتیں مختلف ہیں۔ لہٰذا دونوں کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا۔ شرک ذات باری تعالیٰ کے اعتبار سے اکبر گناہ ہے

اور قرآن کریم کی سورۃ کا بھولنا احکام شرعیہ کے متعلق ہونے کے اعتبار سے اعظم گناہ ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں نیز قرآن کریم کے بھولنے کو عظیم گناہ اسلئے قرار دیا کہ شرعی احکام کا مدار زیادہ تر قرآن پاک پر ہے نیز قرآن پاک ضائع ہونے سے احکام شرعی ضائع ہونگے۔

باب

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَارِئٍ يَقْرَأُ ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللهَ بِهِ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ و قَالَ مَحْمُودٌ هٰذَا خَيْثَمَةُ الْبَصْرِيُّ الَّذِي رَوَى عَنْهُ جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ وَلَيْسَ هُوَ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَخَيْثَمَةُ هٰذَا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ يُكْنَى أَبَا نَصْرٍ قَدْ رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَادِيثَ وَقَدْ رَوَى جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ خَيْثَمَةَ هٰذَا أَيْضًا أَحَادِيثَ

محمد بن غیلان، ابواحمد، سفیان، اعمش، خیثمہ، حسن، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ ایک قاری کے پاس سے گذرے جو قرآن پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے ان سے کچھ مانگا (یعنی بھیک مانگی) تو عمران رضی اللہ نے (اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیہ رَاجِعُون) پڑھا اور ایک حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھے اسے چاہئے کہ اللہ سے سوال کرے اس لئے کہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کریں گے۔ محمود کہتے ہیں کہ خثیمہ بصری جن سے جابر جعفی روایت کرتے ہیں وہ خثیمہ بن عبدالرحمن نہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اور خثیمہ بصری کی کنیت ابونصر ہے۔ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں اور ان سے جابر جعفی روایت کرتے ہیں۔

تشریح: يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ: یعنی لوگوں سے دنیا طلب کرے یا ان سے مال طلب کرے مقصد یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر لوگوں سے دنیاوی مقاصد حاصل کرنا بہت بری بات ہے۔

باقی اس حدیث میں قرآن پڑھ کر مانگنے والے کیلئے وعید ہے اس لئے جو آدمی صرف دنیا میں لگا ہوا ہے وہ مال کو مال کے ذریعہ حاصل کرتا ہے افضل ہے ان علماء سے جو دنیا حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ علماء دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے "کمافی قولہ تعالی" اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدی فمار بحت تجارتھم و ماکانو امھتدین"

سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے خیثمہ بن عبدالرحمن ابوسبرہ جعفی ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ راوی خیثمہ بن ابی خیثمہ ابونصر بصری ہیں جو لین الحدیث ہے جس سے جابر جعفی روایت کرتا ہے۔ امام ترمذیؒ نے پھر بھی حدیث کی تحسین کی ہے یہ معمولی راوی کی بھی تحسین کرتے ہیں پھر آگے فرمایا کہ یہ خیثمہ بصرہ کا باشندہ تھا اس کی کنیت ابونصر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ أَبِي

محمد بن اسماعیل واسطی، وکیع، ابوفروۃ یزید بن سنان، ابومبارک، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

الْمُبَارَكِ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ وَقَدْ رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنَ سِنَانٍ عَنْ أَبِيهِ هٰذَا الْحَدِيثَ فَزَادَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ صُهَيْبٍ وَلَا يُتَابَعُ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ عَلَى رِوَايَتِهِ وَهُوَ ضَعِيفٌ وَأَبُو الْمُبَارَكِ رَجُلٌ مَجْهُولٌ هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ وَقَدْ خُولِفَ وَكِيعٌ فِي رِوَايَتِهِ وَ قَالَ مُحَمَّدٌ أَبُو فَرْوَةَ يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ الرُّهَاوِيُّ لَيْسَ بِحَدِيثِهِ بَأْسٌ إِلَّا رِوَايَةَ ابْنِهِ مُحَمَّدٍ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَرْوِي عَنْهُ مَنَاكِيرَ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قرآن کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کیا وہ اس پر ایمان نہیں لایا۔ محمد بن یزید بن سنان یہ حدیث اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے اس کی سند اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد سعید بن مسیب سے اور وہ صہیب سے نقل کرتے ہیں، ان کی روایت کا کوئی متابع نہیں اور وہ ضعیف ہیں۔ ابو مبارک بھی مجہول ہیں اور اس حدیث کی سند ٹھیک نہیں۔ وکیع کے نقل کرنے میں بھی اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یزید بن راوی کی حدیث میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان کے بیٹے محمد ان سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس چیز کو حرام کہا ہے اگر کوئی شخص اسے حلال جانے تو وہ کافر ہو گیا۔ قرآن کو اس کے قطعی ہونے کی وجہ سے خاص کیا۔ مطلب یہ ہوگا کہ مذکورہ شخص قرآن پر کامل ایمان نہیں رکھتا۔

سند پر بحث: محمد بن یزید بھی اس سند کو بیان کرتا ہے اور یہ دو راویوں کا اضافہ کرتا ہے۔ عن مجاہد عن سعید بن المسیب مگر محمد بن یزید کا متابع کوئی نہیں اور وہ خود ضعیف راوی ہے نیز حدیث کا راوی ابو المبارک مجہول راوی ہے اس لئے اس حدیث کی سند ٹھیک نہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الَّذِي يُسِرُّ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَجْهَرُ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِأَنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ أَفْضَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ وَإِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ لِكَيْ يَأْمَنَ الرَّجُلُ مِنَ الْعُجْبِ لِأَنَّ الَّذِي يُسِرُّ الْعَمَلَ

حسن بن عرفة، اسماعیل بن عیاش، بحیر بن سعد، خالد بن معدان، کثیر بن مرة حضرمی، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلند آواز سے قرآن پڑھنے والا اعلان کر کے صدقہ کرنے والے کی طرح ہے آہستہ قرآن پڑھنے والا چھپا کر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن آہستہ پڑھنا زور سے پڑھنے سے افضل ہے کیوں کہ علماء کے نزدیک چھپا کر صدقہ دینا اعلان کر کے صدقہ دینے سے افضل ہے۔ نیز اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ریاکاری وخود پسندی سے محفوظ رہے، کیوں کہ اعلانیہ اعمال کی بنسبت خفیہ

لَا يُخَافُ عَلَيْهِ الْعُجْبُ مَا يُخَافُ فِي الْعَلَانِيَةِ اعمال میں ریا کا خوف نہیں ہوتا۔

تشریح: كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ: چھپا کر صدقہ دینا ظاہر کر کے صدقہ دینے سے افضل ہے تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کو آہستہ پڑھنا جہراً پڑھنے سے افضل ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ بہت ساری احادیث میں جہر کی فضیلت آئی ہے اور اسی طرح خاموشی کے ساتھ پڑھنے کے متعلق بھی احادیث میں فضیلت آئی ہے تو دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جس شخص کو ریاء، تکبر کا خطرہ ہو تو وہ جہراً قرآن نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھے اور جس کو ریاء، تکبر کا خطرہ نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ جہراً قرآن پڑھے تاکہ قرآن سننے والوں کو ثواب حاصل ہو اور قرآن سننے والوں کو بھی تلاوت کا شوق پیدا ہو۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي لُبَابَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالزُّمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو لُبَابَةَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ قَدْ رَوَى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ غَيْرَ حَدِيثٍ وَيُقَالُ اسْمُهُ مَرْوَانُ أَخْبَرَنِي بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ فِي كِتَابِ التَّارِيخِ

صالح بن عبداللہ، حماد بن زید، حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورت اسراء اور سورت زمر پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابولبابہ بصری ہیں۔ ان سے حماد بن زید کئی احادیث نقل کرتے ہیں۔ ان کا نام مروان ہے۔ یہ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی کتاب التاریخ میں نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بِلَالٍ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ وَيَقُولُ إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ آيَةٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

علی بن حجر، بقیۃ بن ولید، بحیر بن سعد، خالد بن معدان، عبداللہ بن ابی بلال، حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سونے سے پہلے وہ سورتیں پڑھا کرتے تھے جو سبح یا یسبح سے شروع ہوتی ہیں نیز فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک آیت ایسی ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: مسبحات ان سورتوں کو کہتے ہیں جو "سبحان"، "سبح" اور "یسبح" سے شروع ہوتی ہیں۔ اور وہ سات سورتیں ہیں۔ (۱) سبحان الذی اسری (۲) سورة الحديد (۳) سورة الحشر (۴) سورة الصف (۵) سورة الجمعه (۶) سورة التغابن (۷) سورة الاعلی۔

إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً: ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے سورۃ الحشر کی آیت ہے "لو انزلنا هذا

القرآن علی جبل۔ الآیة'' بعض حضرات نے کہا کہ وہ سورۃ الحدید کی آیت یہ ہے '' ھو الاول و الآخر والظاھر والباطن۔ الآیة'' لیکن ان دونوں آیتوں میں کسی ایک کو متعین کرنا مشکل ہے۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ آیت لیلۃ القدر کی طرح اور جمعہ کی قبولیت کی ساعۃ کی طرح پوشیدہ ہے اور یہی قول راجح ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ أَبُو الْعَلَاءِ الْخَفَّافُ حَدَّثَنِي نَافِعُ بْنُ أَبِي نَافِعٍ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنْ مَاتَ فِي ذَٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُمْسِي كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمود بن غیلانؒ، ابواحمد زبیری، خلاد بن طہمان ابوعلاء خفاف، نافع بن ابی نافع، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت (أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) تین مرتبہ پڑھنے کے بعد سورت الحشر کی آخری تین آیتیں پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اس دن مر جائے تو اس کا شمار شہیدوں میں ہوتا ہے۔ نیز اگر کوئی شام کو پڑھے تو اسے بھی یہی مرتبہ عطاء کیا جائے گا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ: سورۃ حشر کی آخری تین آیات یہ ہیں '' ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو'' آخر سورۃ تک۔ جو شخص ان آیات کی تلاوت کرتا ہے اللہ پاک اس کے لئے رحمت کے ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتے ہیں جو اس کے لئے خیر کی توفیق اور شر کے دفع ہونے کی دعائیں اور اس کی بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔

مَاتَ شَهِيدًا: یہاں شہید سے حکمی شہید مراد ہے یعنی ان آیات کا پڑھنے والا اگرچہ بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار شہداء میں ہوگا۔

بَابُ مَا جَاءَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ، لیث، عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ، یعلی بن مملک کہتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں قرأت اور آپ کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو

عَنْ قِرَائَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتِهِ فَقَالَتْ مَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ؟ كَانَ يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى ثُمَّ يُصَلِّي قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى حَتَّى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَائَتَهُ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَقَدْ رَوَى ابْنُ جُرَيْجٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَطِّعُ قِرَائَتَهُ وَحَدِيثُ لَيْثٍ أَصَحُّ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے کیا نسبت؟ آپ کی عادت تھی جتنی دیر (رات کو) سوتے اتنی دیر اٹھ کر نماز پڑھتے پھر جتنی دیر نماز پڑھی ہوتی اتنی دیر سو جاتے یہاں تک کہ اسی طرح صبح ہو جاتی۔ پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی قرأت کی کیفیت بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تو ہر حرف جدا جدا ہوتا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف لیث بن سعد کی روایت سے جانتے ہیں وہ ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں وہ یعلی اور وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ پھر ابن جریج بھی حدیث ابن ابی ملیکہ سے اور وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں ہر حرف الگ الگ معلوم ہوتا تھا اور لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال معلوم کر کے کیا کرو گے لغت کا معنی ہے حالت بیان کرنا مفسرۃ واضح۔ حرفاً حرفاً یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے کہ ایک ایک حرف جدا جدا ہوتا تھا کوئی ان کو شمار کرنا چاہے تو کر سکتا تھا اس حدیث کی دو سندیں ہیں پہلی سند امام لیث سے ہے دوسری سند ابن جریج سے ہے اس دوسری سند میں یعلی کا واسطہ نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ يُوتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ أَمْ مِنْ آخِرِهِ فَقَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَصْنَعُ رُبَّمَا أَوْتَرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا أَوْتَرَ مِنْ آخِرِهِ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَتْ قِرَائَتُهُ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَائَةِ أَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ قَالَ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

قتیبہ، لیث، معاویہ بن صالح، حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے متعلق پوچھا کہ کس وقت پڑھا کرتے تھے۔ شروع رات میں یا آخر میں۔ انہوں نے فرمایا کہ دونوں وقتوں میں پڑھا کرتے تھے کبھی رات کے شروع میں اور کبھی رات کے آخر میں۔ میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جس نے دین میں وسعت رکھی ہے پھر میں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت کیا ہوتی تھی یعنی زور سے پڑھتے یا آہستہ پڑھتے یعنی دل میں۔ انہوں نے فرمایا دونوں طرح پڑھتے تھے۔ کبھی زور سے پڑھتے اور کبھی دل ہی میں۔ میں نے کہا تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے دین

قَالَ قُلْتُ فَكَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ أَوْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

میں وسعت رکھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ اگر حالت جنابت میں ہوتے تو کیا سونے سے پہلے غسل کرتے یا نیند سے بیدار ہونے کے بعد غسل کرتے۔ انہوں نے فرمایا دونوں طرح کیا کرتے تھے۔ کبھی غسل کرکے سوتے اور کبھی وضو کر کے ہی سو جاتے۔ میں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے دین میں وسعت رکھی۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل کتاب الصلوٰۃ ''باب ما جاء فی القراءۃ باللیل'' کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

باب

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ بِالْمَوْقِفِ فَقَالَ أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

محمد بن اسماعیل، محمد بن کثیر، اسرائیل، عثمان بن مغیرۃ، سالم بن ابی الجعد، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کو عرفات میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے اور فرماتے کہ کیا تم لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے چلے تا کہ میں انہیں اپنے رب کا کلام سناؤں اس لئے کہ قریش نے مجھے اس سے منع کر دیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کی وفات کے پا جانے کے بعد طائف والوں کے پاس گئے تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھکانہ دیں مگر انہوں نے انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ واپس آئے اور حج کے موسم میں عرب کے قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا مگر کوئی تیار نہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو قبیلہ میں لے جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ونصرت کرے یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے انصار نے حامی بھر لی اور انہوں نے منیٰ کی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ لے گئے اس لئے ان کا نام انصار رکھا گیا۔

سوال: اس باب اور حدیث کی فضائل القرآن سے کیا مناسبت ہے؟

جواب: کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غیر مسلموں کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے تا کہ وہ قرآن پاک پر غور کریں اور قرآن کے مضامین سے فائدہ اٹھائیں۔

باب

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ

محمد بن اسماعیل، شہاب بن عباد، عبدی، محمد بن ابی یزید، ہمدانی،

الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَ مَسْأَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عمرو بن قیس، عطیۃ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسے قرآن نے میری یاد اور مجھ سے سوال کرنے میں مشغول کر دیا۔ میں اسے ان لوگوں سے بہتر چیز عطا کروں گا جو میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں اور اللہ کے کلام کی دوسرے تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح خود اللہ تعالیٰ کی اس کی تمام مخلوقات پر۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: یہ حدیث قدسی ہے مطلب یہ ہے کہ جس کو قرآن کریم میرے ذکر سے اور مجھ سے مانگنے میں مشغول کر دے میں اس کو اس سے بہتر دیتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صفت کے جو احکام ہوتے ہیں وہی موصوف کے ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا کلام دوسرے کلاموں سے ایسا برتر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر اور جو شخص قرآن کریم پڑھنے پڑھانے میں لگا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا موقع نہیں ملتا اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اللہ اس کو بے حساب دیتے ہیں مانگنے والوں کو جتنا دیتے ہیں ان سے زیادہ قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے والوں کو بن مانگے دیتے ہیں۔

اَبوابُ الْقِرَاءَۃِ

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

قرأت کے ابواب کے شروع کرنے سے قبل چند باتوں کو ذہن نشین کرلیا جائے۔

ایک ہے علم قرأت اور ایک ہے تجوید ان کے متعلق ابحاث پیش خدمت ہیں۔

علم قرأت کا معنی: یہ باب فتح کا مصدر ہے اس کا معنی ہے پڑھنا پھر انواع کے اعتبار سے اس کی جمع قرأت آتی ہے۔

علم قرأت کی تعریف: علم قرأۃ اس علم کا نام ہے جس میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق اور قرأت کا اختلاف معلوم ہو جو آپ ﷺ کے سماع کی بنا پر ہے۔

علم قرأت کا موضوع: قرآن مجید کے کلمات کیونکہ اس کے کلمات کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

علم قرأت کی غرض وغایت: قرآن مجید تبدیلی اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور آئمہ کی سب قرأتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔

اس کا حکم: اس کا سیکھنا اور سکھانا واجب ہے پس اگر ایک فرد بھی نہیں سیکھے گا تو سب مسلمان گناہ گار ہوں گے۔

علم تجوید کا معنی: یہ جودت اور جیادت سے مشتق ہے اس کا معنی ہے عمدہ کرنا، کھرا کرنا۔

علم تجوید کی تعریف: ''التجوید عبارۃ اخراج کل حرف من مخرجہ ، و اعطاءٔ حقہ من الصفات مکملاً'' ۔علم تجوید نام ہے ہر حرف کو اپنے مخرج سے صحیح نکالنے اور پوری پوری صفات سے ادا کرنے کا۔

علم تجوید کا موضوع: اس کا موضوع حروف تہجی اور کلمات قرآنیہ ہیں۔

غرض وغایت: قرآن کریم کو صحیح پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا۔

حکم: علم تجوید کا سیکھنا اور اس کے ذریعے قرآن کریم کا صحیح پڑھنا ہر مرد وعورت پر فرض ہے۔

چند مشہور قراء: وہ مشہور قراء جو قراء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں مختصر ان کا تعارف دیکھئے۔

اول: امام نافع مدنی: آپ کا اسم مبارک نافع اور کنیت ابو عبدالرحمن ہے مدینہ منورہ کے امام تھے یہ تابعی ہیں کیونکہ انہوں نے ابن ابی انیس ؓ کی زیارت کی ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نافع کی قرأت سنت اور پسندیدہ ہے خواب میں نبی کریم ﷺ سے مصافحہ فرمایا ستہ تابعین سے قرآن پڑھا آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ قرآن پڑھتے یا بات کرتے تھے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی شاگردوں کے سوال پر فرمایا کہ میرے منہ سے خوشبو اس لئے آتی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ سے منہ ملا کر قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اس وقت سے میرے منہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ان کے بہت سے شاگرد ہیں ان میں خاص خاص سیدنا قالون، سیدنا ورش ہیں۔

ثانی: امام ابن کثیر مکیؒ: یہ بھی فن قرأت کے بڑے امام ہیں ان کا نام مبارک عبداللہ اور ابن کثیر کنیت ہے اور آپ مکہ کے رہنے والے ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک سب مقامات سے اشرف ہے۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مکہ میں پیدا ہوئے کچھ عرصہ تک عراق میں رہے پھر مکہ واپس آ گئے آپ نے ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی۔ آپ نے ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں ۱۲۰ھ مکہ ہی میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے شاگردوں میں سے سیدنا بزیؒ، سیدنا قنبل ہیں۔

ثالث: امام ابوعمرو بصری: صحیح قول کے مطابق آپ کا اسم مبارک زبّان ہے آپ کے باپ ماجد کا نام علاء اور دادا اعمار ہے آپ کے دادا اعمار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے قراء میں سے صرف آپ ہی ایسے ہیں جن کے عربی ہونے پر اجماع ہے یہ آپ کے دادا کا نام زمان ہے آپ خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں ۶۸ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں آپ کی پرورش ہوئی آپ عادل، معتبر، زائد اور نیک امور میں مال خرچ کرنے والے، قرأۃ، نحو، لغت، تاریخ وغیرہ علموں میں مہارت رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید میں ایک حرف بھی نقل کئے بغیر اپنی رائے سے نہیں پڑھا آپ کی قرأۃ دلنشین اور تکلف سے بالاتر تھی۔ جب یہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ سے پڑھنے کے لئے مدینہ کے لوگ ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور جس نے آپ سے فیض حاصل نہ کیا ہوا سے قاری شمار نہیں کرتے تھے۔ آپ کی وفات چوہتر سال کی عمر میں ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے شاگردوں میں سے ابوعمر حفص دوری ازدی اور ابوشعیب صالح بن زیاد سولی ہیں۔

رابع: حضرت امام ابن عامر شامی: ان کا اسم مبارک عبداللہ اور کنیت ابن عامر ہے اور اس کنیت سے آپ مشہور ہیں آپ کو تحصبی بھی کہتے ہیں آپ سرور کائنات خاتم الانبیاء کی وفات سے دو سال پہلے ۸ ھ میں دوسرے قول پر ۲۱ھ میں قریہ جابیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ تابعی اور قرأۃ حدیث کے امام تھے یہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن الاسقعؓ کی زیارت کی تو ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے انہوں نے فرمایا ہاں پس میں نے ان کا ہاتھ چوم لیا۔ آپ کو حافظہ، سند اور علم کمال میں شہرت حاصل تھی آپ کی وفات دس محرم الحرام ۱۱۸ھ کو دمشق میں ہوئی۔ آپ کے بڑے بڑے شاگردوں میں سے ہشام ابن ذکوان مشہور ہیں۔

امام ابن ذکوان: ان کا اسم گرامی عبداللہ اور والد ماجد کا نام احمد اور دادا کا نام بشیر پردادا کا نام ذکوان ہے۔ اس نسبت سے آپ کی کنیت ابن ذکوان ہے آپ قریشی ہیں اور دمشق کے رہنے والے ہیں آپ شام میں شیخ القرأۃ اور جامع مسجد اموی کے امام تھے۔

خامس امام عاصم: یہ قرأت کے مشہور ائمہ میں سے ہیں ان کا اسم مبارک عاصم اور کنیت ابوبکر ہے قبیلہ کے لحاظ سے آپ اسدی ہیں آپ بنی خزیمہ کے آزاد کردہ تھے بڑے فصیح، متقی اور خوش الحان تھے اس بارے میں اپنی نظیر آپ تھے یہ تابعی ہیں انہوں نے حضرت حارث بن حسان کی صحبت پائی ہے آپ نے مروان کی خلافت کے زمانے میں کوفہ یا سماوہ میں ۱۲۷ھ میں وفات پائی ان کے مشہور شاگردوں میں سے ابوبکر بن عیاش اور حفص ہیں۔ آپ ابوعمرو حفص بن سلیمان الاسدی کوفی ہیں اور یہی زیادہ مشہور اور مروج ہیں اور ان کے مروج ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ امام صاحب کے رفیق سفر اور رفیق تجارت تھے اس لئے امام صاحب کے متبعین نے روایت بھی امام صاحب کے رفیق یعنی امام حفصؒ سے اختیار کی۔

سادس: حضرت امام حمزہ کوفیؒ: آپ کا اسم مبارک حمزہ اور کنیت ابو عمارہ بن حبیب بن اسماعیل ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے آپ تیمی ہیں کیونکہ آپ خود یا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی قبیلہ تیم کے آزاد کردہ غلام تھے آپ تابعین میں سے ہیں حد درجہ کے زاہد اور پرہیزگار تھے ابن معین کہتے ہیں کہ عبادت، زہد، فضل، دین، تقویٰ میں بہترین بندوں میں سے تھے۔ آپ پڑھانے کی تنخواہ نہیں لیتے تھے حتیٰ کہ گرمی کے دنوں میں بھی شاگردوں کے ہاتھ سے پانی پینا گوارہ نہیں کرتے تھے یہ عبدالملک کے زمانے میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۶ھ میں بعمر چھہتر سال منصور یا مہدی کے زمانے میں حلوان میں وفات پائی ان کے شاگردوں میں سے خلف اور خلاد مشہور ہیں۔

سابع: امام کسائی: یہ قرأت کے ساتویں امام ہیں آپ کا اسم مبارک علی اور کنیت ابوالحسن ہے آپ کے والد ماجد کا نام حمزہ بن قیس بہمن بن فیروز ہے۔ بنی اسد کے آزاد کردہ غلام تبع تابعین میں سے ہیں آپ کے پاس شاگردوں کا مجمع کثیر رہتا تھا اس لئے کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے اور تلامذہ مصاحف میں قرأت لکھتے جاتے تھے۔ آپ کو کسائی اس لئے کہتے ہیں کہ کسائی کے معنی کمبل والا انہوں نے حج کے لئے کمبل کا احرام استعمال کیا تھا یا اس لئے کہ یہ امام حمزہ کی مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے پس امام حمزہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کمبل والے کو میرے پاس لاؤ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں وجوہ ہوں۔ ان کے دو مشہور شاگرد ہیں ابوالحارث اور دوری۔ یہ سات مشہور قراء ہیں جن کا ذکر مختصراً طور پر کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَؤُهَا مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَبِهِ يَقْرَأُ أَبُو عُبَيْدٍ وَيَخْتَارُهُ وَهٰكَذَا رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ وَغَيْرُهُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ لِأَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا وَصَفَتْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرْفًا حَرْفًا وَحَدِيثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ وَكَانَ يَقْرَأُ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے ہوئے ہر آیت پر وقف کرتے تھے یعنی اس طرح پڑھتے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پھر ٹھہرتے۔ پھر پڑھتے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پھر رکتے اور پھر پڑھتے مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (اور پھر رکتے) یہ حدیث غریب ہے۔ ابو عبیدہ بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ اور یہی قرأت پڑھتے تھے۔ یعنی مالک یوم الدین کی جگہ ملک یوم الدین نہیں پڑھتے تھے۔ یحییٰ بن سعید اور کئی راوی بھی ابن جریج سے وہ ابن ابی ملیکہ سے اور وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی سند سے اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں لیکن اس کی سند متصل نہیں۔ اس لئے کہ لیث بن سعد ابن ابی ملیکہ سے وہ یعلی بن مملک سے اور وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت بیان کی کہ ہر حرف الگ الگ ہوتا تھا۔ لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ پڑھتے تھے۔

تشریح: سورۃ فاتحہ کی تیسری آیت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی قرأت کے متعلق امام ترمذیؒ نے یہ باب قائم کیا ہے۔ مالک میں چند قرأتیں ہیں۔ **اول:** امام عاصم وغیرہ نے "مالک" الف کے ساتھ اور باقی قراء نے مَلِكِ الف کے بغیر پڑھا ہے۔
ثانی: بعض حضرات نے لام کے کسرہ کے ساتھ اشباع کر کے مَلِيْكِ اور نافع نے کاف کے کسرہ کے اشباع کر کے "مَلِكِي يوم الدين" بھی پڑھا ہے۔ہم مالک الف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہی خلف کی مختار قرأت ہے اور اکثر صحابہ کرامؓ اور عشرہ مبشرہ صحابہؓ میں سے ان کی قرأت یہی ہے۔

سند پر بحث: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن جریج کے شاگرد یحییٰ بن سعید اموی کی روایت ہے انہوں نے ابن ابی ملیکہ اور حضرت ام سلمہؓ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں بڑھایا۔ جبکہ ان کے دوسرے شاگرد امام لیث بن سعد ابن ابی ملیکہ اور حضرت ام سلمہ کے درمیان یعلیٰ بن مملک کا واسطہ بڑھاتے ہیں اور ان کی روایت میں وکان یقرأ ملک یوم الدین نہیں ہے ان دونوں سندوں میں کونسی سند اصح ہے۔ امام ترمذیؒ نے فیصلہ کیا کہ امام لیث کی سند اصح ہے کیونکہ اس میں واسطہ بڑھ گیا ہے اس لئے وہ سند نازل ہوگئی۔ امام صاحب ایسی ہی سند کو ترجیح دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأُرَاهُ قَالَ وَعُثْمَانَ كَانُوا يَقْرَءُونَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هٰذَا الشَّيْخِ أَيُّوبَ بْنِ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيِّ وَقَدْ رَوَى بَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَقْرَءُونَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ وَرَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَقْرَءُونَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ

ابوبکر محمد بن ابان، ایوب بن سوید رملی، یونس بن یزید، زہری، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر (اور میرا خیال ہے کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم (کا نام بھی لیا) یہ سب حضرات مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھا کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو زہری سے وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے صرف شیخ ایوب بن سوید رملی کی روایت سے جانتے ہیں۔ زہری کے بعض ساتھی یہ حدیث زہری سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔ عبدالرزاق بھی معمر سے وہ زہری سے اور وہ سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے۔

تشریح: اس حدیث میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی قرأت کا بیان ہے وضاحت پچھلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔
یہ حدیث ایوب بن سوید سے بھی روایت ہے اور ایوب معمولی راوی ہے امام ترمذیؒ نے اس کے لئے لفظ شیخ استعمال کیا ہے۔

امام زہریؒ کے دوسرے تلامذہ اس کو مرسل روایت کرتے ہیں یعنی یہ امام زہری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالک یوم الدین پڑھا کرتے تھے آگے تیسری سند بھی ذکر کی ہے جس کی وضاحت آسان ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَأَبُو عَلِيِّ بْنُ يَزِيدَ هُوَ أَخُو يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ قَالَ مُحَمَّدٌ تَفَرَّدَ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ وَهٰكَذَا قَرَأَ أَبُو عُبَيْدٍ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ اتِّبَاعًا لِهٰذَا الْحَدِيثِ

ابوکریب، ابن مبارک، یونس بن یزید یزید، ابوعلی بن یزید، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس طرح پڑھی (جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ۔ آخر تک) سوید بن نضر بھی ابن مبارک سے اور وہ یونس بن یزید سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ ابن مبارک اس حدیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ ابوعبیدہ نے بھی اس حدیث کی اتباع میں یہ آیت اسی طرح پڑھی۔

تشریح: یہ سورۃ مائدہ کی آیت ۴۵ ہے كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ۔۔۔ الآیۃ۔
اس آیت میں العین بالعین کی دو قراًتیں ہیں۔
یہ منصوب ہوں اس صورت میں اس کا عطف النفس پر ہوگا۔
یہ مرفوع ہوں اس صورت میں یہ ان کے محل پر عطف ہوگا ان جملہ اسمیہ خبریہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کا اسم درحقیقت مبتدا ہوتا ہے اس لئے محلاً مرفوع ہوتا ہے اس وجہ سے عطف کر کے بعد کے سب الفاظ مرفوع پڑھے گئے ہیں کسائی نے والجروح تک سب کو مرفوع پڑھا ہے۔ ابن کثیر، ابوعمرو اور ابوعامر نے صرف الجروح کو مرفوع پڑھا ہے باقی سب قراء نے اس کو منصوب پڑھا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَأَةِ هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعَمَ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا

ابوکریب، رشدین بن سعد، عبدالرحمن بن زیاد بن انعم، عتبہ بن حمید، عبادۃ بن نسی، عبدالرحمن بن غنم، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا یعنی کیا تم اپنے رب سے مانگنے کی طاقت رکھتے ہو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف رشدین کی روایت

مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَرِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ وَالْأَفْرِيقِيُّ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ

سے جانتے ہیں اور اس کی سند قوی نہیں ہے رشدین بن سعید افریقی حدیث میں ضعیف ہیں۔

تشریح: یہ سورۃ مائدہ کی آیت ۱۱۲ ہے اس آیت میں بھی دو قرأتیں ہیں۔ هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ منصوب بھی پڑھا ہے یہ کسائی کی قرأت ہے "باقی قرأ هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبُّكَ" پڑھتے ہیں۔

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں رشدین بن سعد ہے جو ضعیف ہے اور دوسرا راوی افریقی ہے امام ترمذیؒ کے ہاں بھی یہ ضعیف ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُهَا إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ نَحْوَ هٰذَا وَهُوَ حَدِيثُ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ وَسَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُولُ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيدَ هِيَ أُمُّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةُ كِلَا الْحَدِيثَيْنِ عِنْدِي وَاحِدٌ وَقَدْ رَوَى شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ غَيْرَ حَدِيثٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ أَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيدَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

حسین بن محمد بصری، عبداللہ بن حفص، ثابت بنانی، شہر بن حوشب، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہیں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے (یعنی اس نے غیر صالح عمل کیا)۔ اس حدیث کو کئی راوی ثابت بنانی سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ شہر بن حوشب بھی اسے اسماء بنت یزید سے روایت کرتے ہیں۔ عبد بن حمید کہتے ہیں کہ اسماء بنت یزید یہی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انصاریہ ہیں اور میرے نزدیک دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں۔ شہر بن حوشب نے ام سلمہ انصاریہ یہی اسماء بنت یزید کی حدیث کے علاوہ بھی روایت کی ہیں اور تحقیق حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتی ہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَحَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَا حَدَّثَنَا هَارُونُ النَّحْوِيُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

یحییٰ بن موسیٰ، وکیع، حبان بن ہلال، ہارون النحوی، ثابت بنانی، شہر بن حوشب، ام سلمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو "إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ" پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: سورۃ ہود کی آیت "قال یا نوح انہ لیس من اہلك انہ عمل غیر صالح ۔۔۔ الآیۃ"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نوح بے شک یہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ نیک نہیں ہے۔

إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ میں قرأت میں اختلاف ہے۔

اول: امام یعقوب، کسائی وغیرہ نے عَمِلَ فعل ماضی اور غیر منصوب پڑھا ہے۔

ثانی: ان کے علاوہ باقی قراء نے عَمَلُ غیرُ پڑھا ہے اس صورت میں إِنَّهُ کا مرجع نوح علیہ السلام کے لئے سوال ہوگا کہ بے شک یہ کافر کے لئے دعا مغفرت کرنا اچھا عمل نہیں یا اس کا مرجع ان کا بیٹا کنعان ہوگا پھر عمل سے پہلے ''ذو'' معنوی طور پر مقدر ہوگا بلاشبہ وہ تیرا بیٹا برے عمل والا ہے۔

إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ: اس جملہ کی ترکیب یہ ہے کہ ان حروف از حروف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر اس کا اسم عَمَلٌ موصوف غیرُ صفت مضاف صالح مضاف الیہ: مضاف مضاف الیہ سے مل کر صفت، موصوف، صفت سے مل کر ان کی خبر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ سند کی وضاحت ترجمہ کے ساتھ واضح ہے۔

مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا کی قراءت

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا مُثَقَّلَةً هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ ثِقَةٌ وَأَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ شَيْخٌ مَجْهُولٌ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهُ

ابوبکر بن نافع بصری، امیہ بن خالد، ابوالجاریہ عبدی، شعبہ، ابواسحاق، سعید بن جبیر، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا) مُثَقَّلَةً میں ذال پر پیش پڑھا۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ امیہ بن خالد ثقہ اور ابوجاریہ عبدی مجہول ہیں۔ ہم اس کا نام نہیں جانتے۔

تشریح: سورۃ کہف آیت ۷۶ میں ہے ''قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا'' موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر میں آپ سے اس کے بعد کسی امر کے بارے میں پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں آپ میری طرف سے یقیناً عذر کو پہنچ گئے ہیں یعنی آپ نے بہت درگزر کیا اگر آپ ساتھ نہ رکھیں تو آپ معذور ہوں گے۔

مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا: اس میں متعدد قرأتیں ہیں۔

اول: لَّدُنِّي دال پر ضمہ اور نون مشدد کے ساتھ یہ قرأت حمزہ کی ہے۔

ثانی: لَدُنِي دال پر ضمہ اور ن بغیر تشدید کے یہ نافع کی قرأت ہے۔

ثالث: لَدْنِي دال کے سکون کے ساتھ یعنی اشمام کے ساتھ ن مکسور بغیر شد کے ہے۔

سند پر کلام: باب کی حدیث ضعیف ہے ابوالجاریہ کی وجہ سے کیونکہ یہ راوی مجہول ہے اس کا نام معلوم نہیں کون ہے۔

حَمِئَةٍ کی قراءت

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ مِصْدَعٍ أَبِي يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِرَائَتُهُ وَيُرْوَى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اخْتَلَفَا فِي قِرَائَةِ هٰذِهِ الْآيَةِ وَارْتَفَعَا إِلَى كَعْبِ الْأَحْبَارِ فِي ذٰلِكَ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ رِوَايَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاسْتَغْنَى بِرِوَايَتِهِ وَلَمْ يَحْتَجْ إِلَى كَعْبٍ

یحیی بن موسی، معلی بن منصور، محمد بن دینار، سعد بن اوس، مصدع ابی یحیی، ابن عباس، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس طرح پڑھی (فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ) اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور صحیح وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عمرو بن عاص کے درمیان اس حدیث کی قرأت میں اختلاف ہے انہوں نے اس اختلاف کو کعب احبار کے سامنے پیش کیا۔ لہذا اگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ کافی ہوتی اور وہ کعب بن احبار سے دلیل نہ پکڑتے۔

تشریح: سورۃ کہف کی آیت ۸۶ میں ہے ''حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئة ووجدها عندها قومًا''

یہاں تک کہ جب ذوالقرنین غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو انہوں نے آفتاب کو ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتے ہوئے پایا۔ اس آیت میں فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ میں دو قرأتیں ہیں۔

اول: ابن عباس، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، حفص نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ حَمِئَةٍ اس کا معنی سیاہ مٹی۔

ثانی: ابن عامر، ابوبکر، حمزہ، کسائی نے الف کے ساتھ حَامِيَةٍ پڑھا ہے اس کا معنی گرم پانی۔

سند پر کلام: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مرفوع حدیث غریب ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ کی قراءت

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّومُ عَلَى فَارِسَ فَأَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِينَ

نصر بن علی جہضمی، معتمر بن سلیمان، سلیمان اعمش، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے موقع پر (خبر ملی کہ) اہل روم فارس والوں پر غالب ہوگئے۔ چنانچہ (الم غُلِبَتِ الرُّومُ.... إِلَى قَوْلِهِ يَفْرَحُ

فَنَزَلَتْ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ إِلَى قَوْلِهِ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ قَالَ فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُونَ بِظُهُورِ الرُّومِ عَلَى فَارِسَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَيُقْرَأُ غَلَبَتْ وَ غُلِبَتْ يَقُولُ كَانَتْ غُلِبَتْ ثُمَّ غَلَبَتْ هٰكَذَا قَرَأَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ غَلَبَتْ

الْمُؤْمِنُوْنَ) تک آیات نازل ہوئیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔غلبت دونوں طرح (یعنی غَلَبَتْ اور غُلِبَتْ) پڑھا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے اہل روم مغلوب ہوگئے تھے پھر غالب ہوئے۔ لہٰذا غَلَبَتْ میں ان کے غالب ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ نصر بن علی نے بھی غَلَبَتْ پڑھا ہے۔

تشریح: یہ سورۃ روم کی ابتدائی آیات ''الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون'' الم رومی جزیرہ عرب سے قریبی جگہ میں ہار گئے اور وہ اپنے ہارنے کے بعد عنقریب تین سے لے کر نو سال میں غالب آجائیں گے۔ اس آیت میں غلبت الروم۔ غَلَبَتْ کو معروف و مجہول دونوں طرح پڑھتے ہیں۔

یہ روایت قطعاً قابل اعتبار نہیں قراء سبعہ میں سے کسی نے اس طرح نہیں پڑھا اور یہ قرأت واقعہ کے بھی خلاف ہے عطیہ عوفی میں تین خرابیاں تھیں کلبی سے تفسیر لیا کرتا تھا اور اس کی کنیت ابو سعید رکھی تھی اور یہ سورت مکی ہے لہٰذا ان آیات کا جنگ بدر میں نازل ہونے کی بات کرنا ٹھیک نہیں۔

مِنْ ضُعْفٍ کی قراءت

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ فَقَالَ مِنْ ضُعْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ

محمد بن حمید رازی، نعیم بن میسرۃ نحوی، فضیل بن مرزوق، عطیہ عوفی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا (خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضعف پڑھو۔ عبد بن حمید بھی یزید بن ہارون سے اور وہ فضیل بن مرزوق سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف فضیل بن مرزوق کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: سورۃ روم کی آیت ۵۴ میں ہے ''اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ۔۔۔۔ الایۃ'' اللہ ایسے ہیں جنہوں نے تم کو ناتوانی میں پیدا کیا پھر ناتوانی کے بعد توانائی بنائی۔

مِنْ ضَعْفٍ: میں دو قرأتیں ہیں ضَعف فتحہ کے ساتھ یہ لغت بنوتمیم کی ہے۔

دوسری قرأت ضُعف ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اس کو امام حفصؒ نے اختیار کیا ہے جن کی قرأت ہم پڑھتے ہیں۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کی قراءت

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابواحمد زبیری، سفیان، ابواسحاق، اسود بن یزید، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت اس طرح پڑھتے تھے (فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ) القمر) یعنی دال کے ساتھ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سورۃ القمر میں فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ: مدّکر اصل میں مُذْتَكِرٍ ہے اولاً تا کو دال سے بدلا پھر ثانیاً پھر ذال کو بھی دال سے بدلا پھر دونوں میں ادغام کیا ہے یہی عام قرأت ہے۔

اس میں دو قرأتیں ہیں۔ **اول:** جو مشہور قرأت ہے فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ **ثانی:** ذال کے ساتھ مُذَّكِرٍ۔

فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيمٍ کی قراءت

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ هَارُونَ الْأَعْوَرِ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هَارُونَ الْأَعْوَرِ

بشر بن ہلال صواف بصری، جعفر بن سلیمان ضبعی، ہارون اعور، بدیل، عبداللہ بن شقیق، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا (فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ) یعنی راء پر پیش پڑھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے صرف ہارون اعور کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: سورۃ واقعہ میں آیت ۸۹ فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ پس راحت اور روزی نعمت کا باغ ہے۔ اس آیت میں دو قرأتیں ہیں۔ اول: رَوحٌ میں راء فتحہ کے ساتھ جیسے ہم پڑھتے ہیں دوسری قرأت راء کے ضمہ کے ساتھ ہے یہ قرأت متواترہ سے خارج ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ روح کا معنی رحمت ہے ریحان معروف خوشبودار بوٹی ہے۔ "هو كل بفلة طيبة" کہ ہرا چھی خوشبودار سبزی ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ ریحان کے معنی رزق کے ہیں۔

وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى کی قراءت

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْنَا الشَّامَ فَأَتَانَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَفِيكُمْ أَحَدٌ يَقْرَأُ عَلَيَّ قِرَاءَةَ عَبْدِ

حضرت علقمہ کہتے ہیں کہ ہم شام گئے تو ابودرداءؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا تم میں سے کوئی عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت سے قرآن پڑھ سکتا ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ

اللّٰہِ؟ قَالَ فَأَشَارُوا إِلَيَّ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْآيَةَ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَأَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَؤُهَا وَهٰؤُلَاءِ يُرِيدُونَنِي أَنْ أَقْرَأَهَا وَمَا خَلَقَ فَلَا أُتَابِعُهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا قِرَائَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى

کیا تو میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے عبداللہ بن مسعود کو یہ آیت کس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى) میں نے عرض کیا وہ اس طرح پڑھتے تھے۔ (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى) ابودرداءؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ (وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى) پڑھوں لیکن میں ان کی یہ بات نہیں مانوں گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت اسی طرح ہے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى

تشریح: سورۃ اللیل کی ابتدا میں ہے "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى، وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى، إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى" قسم ہے رات کی جب وہ (آفتاب یا دن کو) چھپائے اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔

اس میں وَمَا خَلَقَ میں اختلاف قرأت ہے بعض حضرات مَاخَلَقَ پڑھتے ہیں اور بعض حضرات وَمَاخَلَقَ پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں ماخلق نہیں تھا اور واو قسمیہ تھا۔ بعض علمانے نے حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت کی تاویل کی ہے کہ یہ کلمہ بعد میں نازل ہوا ہوگا اور حضرت ابن مسعودؓ کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی ہوگی۔

إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ کی قراءت

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عبد بن حمید، عبیداللہ، اسرائیل، ابواسحاق، عبدالرحمن بن یزید، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس طرح پڑھائی بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق پہنچانے والے نہایت قوت والے ہیں (إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سورۃ الذاریات آیت ۵۸ میں ہے "إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ" بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق پہنچانے والے، نہایت قوت والے ہیں۔

اس میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک قرأۃ تو یہی "إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ" ہی ہے۔

دوسری قرأۃ ''إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ'' ہے۔ لفظ اللہ کی جگہ ی ضمیر متکلم اور ھو ضمیر غائب کی جگہ أنا ضمیر واحد متکلم بڑھائی ہے مگر قراءمیں اکثر نے اس کو اس طرح نہیں پڑھا۔

سُکَارٰی کی قراءت

حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ وَالْفَضْلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَهٰكَذَا رَوَى الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ وَلَا نَعْرِفُ لِقَتَادَةَ سَمَاعًا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ أَنَسٍ وَأَبِي الطُّفَيْلِ وَهٰذَا عِنْدِي مُخْتَصَرٌ إِنَّمَا يُرْوَى عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَحَدِيثُ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عِنْدِي مُخْتَصَرٌ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ

ابوزرعۃ، فضل بن ابی طالب وغیر واحد، حسن بن بشر، حکم بن عبدالملک، قتادہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس طرح پڑھی (وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حکم بن عبدالملک قتادہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ ہمیں قتادہ کے ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے سماع کا علم نہیں اور یہ روایت مختصر ہے۔ اس کی صحیح سند اس طرح ہے کہ قتادہ حسن سے اور وہ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ) میرے خیال میں یہ حدیث اس حدیث سے مختصر ہے۔

تشریح: سورۃ الحج کی دوسری آیت ''وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى'' اور تو (اے مخاطب) لوگوں کو مست (نشہ کی حالت میں) دیکھے گا حالانکہ وہ مست (نشہ میں) نہیں ہوں گے۔

اس آیت میں دو قراءتیں ہیں اول: سُکَارٰی قرأۃ متواترہ ہے۔

ثانی: حمزہ اور کسائی دونوں جگہ سَکْرٰی، عطشی کے وزن پر پڑھتے ہیں۔

یہ حدیث عمران بن حصین سے مروی ہے مگر روایت صحیح نہیں کیونکہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت انس اور حضرت ابو الطفیل سے تو سماع ہے مگر باقی کسی صحابی سے سماع نہیں اور یہ روایت عمران بن حصین سے ہے اور وہ منقطع ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یہاں مختصر ہے سورۃ الحج کے ذیل میں تفصیل سے آرہی ہے وہاں قتادہ حضرت حسن بصریؒ سے اور وہ حضرت عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں وہاں مفصل روایت میں حضرت حسن بصری کا واسطہ موجود ہے لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِئْسَمَا لِأَحَدِهِمْ أَوْ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، منصور، ابووائل، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنا برا ہے وہ شخص ان میں سے کسی کے لئے یا فرمایا تم لوگوں کے لئے جو کہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ اسے تو بھلا دیا گیا۔ لہذا قرآن کو یاد کرتے رہا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قرآن لوگوں کے دلوں سے اس سے بھی زیادہ بھاگنے والا ہے جس طرح چوپایہ اپنی باندھنے کی رسی سے بھاگتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: یہاں سے آخر تک پانچ باب ہیں ان ابواب کا القراءۃ سے کوئی تعلق نہیں ان کو ابواب الفضائل میں ہونا چاہیے۔

بَلْ هُوَ نُسِّيَ: اس جملہ کے کئی مطلب ہیں۔ **مطلب (۱):** یہاں سے ایک ادب سکھلایا جارہا ہے کہ اگر کسی کو ایک آیت یا دو آیت بھول جائیں تو اس کو چاہئے کہ یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا کیونکہ یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لاپروائی کے سبب بھول گیا جو ظاہراً قرآن کی عظمت شان کے خلاف ہے البتہ اس طرح کہے کہ بھلایا گیا ہوں گویا اس سعادت ونعمت کے حصول میں اپنی تقصیر وکوتاہی اور حسرت کا اظہار ہے۔

مطلب (۲): یہ قول آپ ﷺ نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ جو شخص میرے بارے میں یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت کو بھول گیا اس کا یہ کہنا برا ہے بلکہ وہ کہے کہ وہ آیت مجھ سے بھلادی گئی ہے گویا نسخ کی ایک صورت یہ ہے کہ منسوخ آیت آپ ﷺ سے بھلادی جاتی تھی لقولہ تعالیٰ "ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا"۔

مطلب (۳): بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ نسیت، ترکت کے معنی میں ہو یعنی کوئی کہے کہ میں نے یہ آیت چھوڑ دی تو یہ کہنا درست نہیں۔ **مطلب (۴)** ایسے اسباب اختیار نہ کیے جائیں جن کی وجہ سے نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنی پڑے اس سے بچنا چاہیے۔

الحاصل قرآن کریم کی بھرپور محافظت کرنی چاہیے جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہوتا ہے جب تک اس کی نگرانی کی جائے وہ قید میں رہتا ہے جب غفلت برتی جائے تو وہ جنگل کی طرف بھاگ جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید کا اصل وطن تو عالم بالا ہے جب تک اس قرآن کی نگرانی کریں گے اس کو پابندی سے پڑھیں گے تو یہ قرآن محفوظ رہے گا ورنہ یہ بھلادیا جائیگا۔

أَشَدُّ تَفَصِّيًا: اشد اسم تفضیل کا صیغہ ہے تفصیاً، چھٹکارا پانا، بندش سے نکل جانا، کہ چوپایا کا نگہبان اگر سستی کرے اور چوپایا اس کی رسی سے نکل جائے تو واپس ہاتھ نہیں آتا یا اس کا معنی دوڑ دوڑ والا کرو تو معنی ہوگا کہ جب اونٹ پیاسا ہوا اور رسی سے کھل جائے تو وہ دوڑ دوڑ کر پانی کی طرف بھاگتا ہے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ اونٹ کو پانچ پانچ دن تک باندھے رکھتے تھے پانی پر لے جانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی لیکن جب چھٹے دن وہ اونٹوں کو رسی سے کھولتے تھے تو وہ بھاگ کر پانی پینے جاتے۔ اسی طرح قرآن کی

حفاظت کرنے والا اس کی خبر گیری کرنے والے کے پاس یہ دولت پاس رہتی ہے ورنہ بھاگ جاتی ہے۔اسی طرح قرآن کی محافظت نہ کی جائے تو وہ بھی جلدی سے سینے سے نکل جاتا ہے حالانکہ اونٹ کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے اعقل وتوکل کہ پہلے اس اونٹ کو باندھو پھر اللہ پر توکل کرو اونٹ کا اعقل رسی سے باندھنے سے ہے اور قرآن کا اعقل یاد کرنے سے ہے۔علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن خالق کا کلام ہے نہ کہ بشر کا اس لئے بندہ اور قرآن کے درمیان مناسبت قریبہ بھی نہیں ہے کیونکہ قرآن قدیم ہے اور بندہ حادث ہے یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے بندوں کو یہ عظیم نعمت دی ہے وہ اس کو یاد کر لیتے ہیں اس لئے انسان کو چاہئے کہ اس کی بھرپور محافظت کرے اور دوام کے ساتھ اس کی تلاوت کرے۔(مرقاۃ ج ۵ ص ۲)

مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ: اس سے اشارہ ہے کہ قرآن حفظ کرنا مردوں کا کام ہے عورتوں کی ذمہ داری نہیں۔

النَّعَمِ: چوپایہ خاص طور پر اونٹ جمع انعام۔ الْعُقُلِ: یہ جمع ہے العقال کی اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی۔

بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِيلَ فَقَالَ يَا جِبْرَائِيلُ إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمِّيِّينَ مِنْهُمُ الْعَجُوزُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِي لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأُمِّ أَيُّوبَ وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ وَسَمُرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

احمد بن منیع، حسن بن موسی، شیبان، عاصم، زر بن حبیش، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل میں ایسی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جو امی (یعنی اَن پڑھ) ہے۔ان میں بوڑھے بھی ہیں عمر رسیدہ بھی ہیں بچے بھی ہیں اور بچیاں بھی۔پھر ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے کبھی کتاب نہیں پڑھی۔جبرائیل نے کہا اے محمد! قرآن کو سات حرفوں (یعنی قرأتوں) پر نازل کیا گیا ہے۔اس باب میں عمر حذیفہ بن یمان ابوہریرہ اور ام ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ام ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں۔نیز سمرہ ابن عباس اور ابوجہم بن حارث بن صمہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے ابی بن کعب ہی سے منقول ہے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

عبدالرحمن بن عبدالقاری کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں عہد نبوی میں ہشام بن حکیم بن حزام کے پاس سے گذرا جبکہ وہ سورہ فرقان پڑھ رہے تھے، میں نے ان کی

وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ مَرَرْتُ بِهِشَامِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ قِرَائَتَهُ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَنَظَرْتُهُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا فَقَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ وَاللهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُوَ أَقْرَأَنِي هٰذِهِ السُّورَةَ الَّتِي تَقْرَؤُهَا فَانْطَلَقْتُ أَقُودُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَأَنْتَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَائَةَ الَّتِي سَمِعْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ

قراءت خوب غور سے سنی تو وہ یہ سورت کئی ایسے حرفوں یعنی قراءتوں میں پڑھ رہے تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائی تھیں، قریب تھا کہ میں نماز کے دوران ہی ان پر حملہ کردوں (یعنی ان پر ٹوٹ پڑوں) لیکن میں نے ان کا انتظار کیا تاکہ وہ سلام پھیرلیں، پھر جب انہوں نے سلام پھیرلیا تو میں نے ان کی چادر ان کے گلے میں ڈال دی (تاکہ وہ مجھ سے بھاگ نہ جائیں) اور میں نے ان سے کہا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی جسے میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ کہنے لگے: مجھے یہ سورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی یہ سورت پڑھائی ہے، (لیکن وہ اس طرح نہیں جس طرح تم پڑھ رہے ہو) چنانچہ میں انہیں کھینچتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ: میں نے انہیں سورہ فرقان ایسے حروف یعنی ایسی قراءتوں میں پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائیں، حالانکہ سورہ فرقان آپ ہی نے مجھے پڑھائی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر اسے چھوڑ دو اور پھر فرمایا: اے ہشام: تم پڑھو، انہوں نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے ان سے سنی تھی، ان کی قراءت سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان ہی حروف یعنی قراءتوں پر قرآن نازل کیا گیا ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم پڑھو، میں نے سورہ فرقان کو اسی قراءت میں پڑھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی، اس پر بھی نبی کریم نے فرمایا: اسی طرح نازل کی گئی ہے، پھر نبی کریم نے فرمایا: بیشک یہ قرآن سات حروف یعنی سات قراءتوں پر نازل کیا گیا ہے، لہٰذا تم اس قراءت میں پڑھ لیا کرو جو ان میں سے (تم پر) آسان ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مالک بن انس اسے زہری سے اسی سند سے نقل کرتے ہیں لیکن مسور بن مخرمہ کا ذکر نہیں کرتے۔

تشریح: أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ: یہ حدیث "نزول القرآن علی سبعۃ احرف" کے نام سے مشہور ہے۔ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ سے کیا مراد ہے؟ اسکے بارے میں علماء کا شدید اختلاف ہے چنانچہ روح المعانی نے اس کے بارے میں ساٹھ تک اقوال لکھے ہیں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں "۴۰" اقوال نقل کیے ہیں ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی تشریح میں علماء کے ۳۵ اقوال ہیں ابن منذر نے فرمایا کہ ان ۳۵ اقوال میں اکثر غیر مختار ہیں۔

ان اقوال میں سے چند مشہور اقوال یہ ہیں: **قول اول:** یہ حدیث متشابہات میں سے ہے کسی ایک معنی کو متعین کرنا درست نہیں۔

قول ثانی: اس سے قبائل عرب کی سات لغات مراد ہیں معنی یہ ہوگا کہ قرآن عرب کے سات قبائل کی لغات پر نازل ہوا وہ سات قبائل یہ ہیں۔(۱) لغت قریش (۲) لغت ہوازن (۳) لغت ثقیف (۴) لغت یمن (۵) لغت طی (۶) لغت تمیم (۷) لغت ھذیل۔

سوال: عرب میں اور قبائل بھی تھے ان سات قبائل کو کیوں خاص کیا؟ **جواب:** تمام قبائل میں ان سات کی زبان فصیح سمجھی جاتی تھی ان کی فصاحت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کی تخصیص فرمائی۔ نیز دوسرے قبائل کی لغات پر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ شروع میں قرآن لغت قریش پر نازل ہوا تو لوگوں کو اس کے پڑھنے میں دشواری محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے دوسرے قبائل کی لغت میں پڑھنے کی اجازت دیدی تو قرأت قرآن کے بارے میں یہ سہولت پیدا ہوگئی یہ لغات کا اختلاف حلال وحرام کے بارے میں نہیں تھا بلکہ الفاظ کی تبدیلی میں تھا۔

قول ثالث: یا سبعۃ احرف سے سات قراۃ متواترہ مراد ہیں معنی یہ ہوگا کہ قرآن کا نزول سات قرأت متواترہ پر ہوا نیز قرأت متواترہ میں جو اختلاف ہے وہ سات اقسام میں منحصر ہے (۱) مفرد اور جمع کا اختلاف جیسے "تمت کلمۃ ربك" ایک قرأت میں مفرد دوسری قرأت میں "کلمات ربك" جمع ہے (۲) تذکیر وتانیث کا اختلاف جیسے ایک قرأۃ میں "لایقبل" دوسری قرأت میں "لاتقبل" ہے (۳) اعراب کا اختلاف جیسے ایک قرأت میں "ھل من خالق غیر اللہ" مرفوع ہے دوسری قرأت میں "غیر اللہ" مجرور ہے (۴) حروف نحویہ کا اختلاف جیسے ایک قرأت میں "لکنّ الشیطین" شد کے ساتھ دوسری قرأت میں تخفیف کے ساتھ "لکن الشیطین" (۵) صرفی اختلاف جیسے ایک قرأت میں "یعرشون" دوسری قرأت میں "یُعَرِّشون" (۶) لفظی اختلاف "کیف ننشزھا، کیف ننشرھا (۷) لہجوں کا اختلاف جیسے "تفخیم۔ امالہ"

سوال: ان قرأتوں کے علاوہ قرآن میں اور بھی قرأتیں ہیں تو انکو کیوں خاص کیا؟

جواب: باقی قرأتوں کا منشاء اور منبع یہی سات قرأت ہیں باقی ان قرأتوں کی تدوین اگرچہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ تھی لیکن وجود دور صحابہ میں ہوا۔

قول رابع: سبعۃ احرف سے مراد سات قسم کے اختلافات ہیں۔ پھر وہ سات قسم کے اختلافات کون کون سے ہیں اس میں پہلا قول یہ ہے کہ تلفظ کے اعتبار سے اختلاف، اظہار، ادغام، تفخیم، تدقیق، امالہ، غیر امالہ، مد وغیر مد۔

اختلاف سبعۃ مندرجہ ذیل ہیں: (۱) تقدیم وتاخیر کا اختلاف (۲) لفظ کے وجود وعدم وجود کا اختلاف (۳) ایک لفظ کے ساتھ دوسرے لفظ کی تبدیلی معنی میں اتحاد کو باقی رکھنے کے ساتھ (۴) ایک لفظ کے ساتھ دوسرے لفظ کی تبدیلی بایں طور کہ معنی میں اختلاف ہو تو الفاظ میں بھی اختلاف ہو (۵) ابواب کی تبدیلی کا اختلاف (۶) مادے کا اختلاف (۷) اعراب کا اختلاف۔

قول خامس: سبعۃ احرف سے معنی متفقہ بالفاظ مختلفہ مراد ہیں اس کی مثال جیسے تعال، اقبل، اسرع، عجل، علیما، حکیما، غفورا، رحیما۔

شروع میں جب قرآن نازل ہوا تو بعض الفاظ کی تلاوت کرنا مشکل ہوتا تھا تو اس کو اس کے مرادف الفاظ کے ساتھ بدل دینے کی اجازت تھی پھر رفتہ رفتہ جب لوگوں کو قرآن کے الفاظ کی تلاوت کرنے کی مشق ہوگئی تو یہ اجازت ختم ہوگئی۔

قول سادس: سبعۃ احرف سے مراد معانی سبعہ ہیں معنی یہ ہوگا کہ قرآن کا نزول سات معانی، مضامین پر ہوا وہ مضامین یہ ہیں۔ (۱) عقائد (۲) احکام (۳) اخلاق (۴) قصص واقعات (۵) امثال (۶) وعد (۷) وعید۔

قول سابع: ''سبعۃ'' احرف سے مراد ''اقالیم سبعۃ'' ہیں اسمیں کسی قوم کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قوم کیلئے ہے یا سات کا عدد تحدید کیلئے نہیں بلکہ تکثیر کیلئے ہے اور سبعہ کا لفظ کثرت کیلئے استعمال ہوتا رہتا ہے کما فی القرآن ولو أنّ مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہٗ من بعدہٖ سبعۃ ابحر مانفدت کلمات اللّٰہ'' یہاں ''سبعہ'' سے بحر کثیر مراد ہیں۔ معنی ہوگا کہ قرآن کثیر معانی پر اترا ہے۔

سَبْعَةِ أَحْرُفٍ کی حکمت: جیسا کہ ماقبل میں اشارہ کیا گیا ہے کہ لوگوں کی آسانی کیلئے آپ ﷺ نے لغت قریش کے علاوہ دوسری لغات میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا لیکن یہ سلسلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک جاری رہا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حکومت کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا اور کثرت سے عجمی لوگ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر دور دراز کے علاقوں میں اختلاف لغات کی بنا پر جھگڑے ہونے لگے اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پچاس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے قرآن کی حفاظت کیلئے اس عارضی اجازت کو ختم کردیا اور محض لغت قریش کے موافق چند نسخے لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج دیئے اور باقی لغات میں سے غیر فصیح لغات کو ختم کردیا جو قریش کے نزدیک معتبر نہ تھیں مثلاً لغت ھذیل میں حتی کی بجائے عتی اور لغت اسد میں علامت مضارع کا کسرہ وغیرہ لہٰذا اس وقت کی تمام مروجہ قرأۃ لغت قریش میں جمع کردی گئیں اور دیگر قبائل کی لغات کو منسوخ کردیا گیا۔

لکل آیۃ منہا ظھر وبطن: ظہر و بطن سے کیا مراد ہے اس میں علماء کی مختلف رائے ہیں: (۱) ظہر سے مراد جس کا معنی ظاہر ہو اور جس کو تمام اہل زبان سمجھتے ہوں اور بطن سے مراد جس کا معنی مخفی ہو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے درمیان راز ہوتا ہے (۲) ظہر سے مراد لفظ ہیں اور بطن سے مراد معنی ہیں (۳) ظہر سے مراد قرأت قرآن اور تلاوت ہے اور بطن سے فہم وتدبر (۴) ظہر سے قصص قرآن اور سابقہ قوموں کی ہلاکت مراد ہے اور باطن سے مراد وعظ السامعین ہے (۵) ظہر سے مراد ظاہری احکام اور معانی ہیں اور بطن سے مراد وہ اسرار ودقائق ہیں جو اصحاب معرفت بیان کرتے ہیں (۶) ہر سے مراد وہ معنی ہیں جن کو تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور بطن سے وہ معنی مراد ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے خاص بندے سمجھتے ہیں (۷) ظہر سے مراد وہ معنی ہیں جن کو اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور بطن سے وہ معنی مراد ہیں جن کو اہل تاویل بیان کرتے ہیں (۸) ظہر سے مراد تلاوت اور بطن سے مراد فہم اور سمجھنا ہے (۹) ظہر سے مراد لفظ قرآن اور بطن سے مراد اس کی تاویل ہے۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۹۶)۔

باب

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ محمود بن غیلان، ابواسامۃ، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ أَخِيهِ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا قَعَدَ قَوْمٌ فِي مَسْجِدٍ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ هٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَرَوَى أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيثِ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے کوئی دنیاوی مصیبت دور کردی اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کردے گا۔ جو کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کریں گے۔ جو کسی تنگدست کے لئے آسانیاں پیدا کردے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک مدد کرتا رہے گا جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جس نے علم حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک راستہ آسان کردیتے ہیں اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت یا آپس میں ایک دوسرے کو قرآن سنتے سناتے سیکھتے سکھاتے ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی مدد نازل نہ ہو اور اس کی رحمت ان کا احاطہ نہ کرلے اور فرشتے انہیں گھیر نہ لیں اور جس نے عمل میں سستی کی اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اس حدیث کو کئی راوی اعمش سے وہ ابوصالح سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اسباط بن محمد نے اعمش سے کہا کہ مجھے ابوصالح کے واسطے سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث پہنچی ہے اور پھر اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح ابواب البر والصلۃ میں باب ۱۹ ''باب ما جاء فی الستر علی المسلمین'' کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ فلیطالع ثم۔

باب

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! کتنے دنوں میں قرآن ختم کرلیا کروں؟ آپ نے فرمایا ایک ماہ میں۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے کم مدت

اللهِ فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي عِشْرِينَ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي خَمْسَةَ عَشَرَ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي عَشْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِي خَمْسٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَمَا رَخَّصَ لِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِينَ وقَالَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَلَا نُحِبُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْتِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَلَمْ يَقْرَأِ الْقُرْآنَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُقْرَأُ الْقُرْآنُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ لِلْحَدِيثِ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَخَّصَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ يُوتِرُ بِهَا وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ فِي الْكَعْبَةِ وَالتَّرْتِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ أَحَبُّ إِلَى أَهْلِ الْعِلْمِ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ هُوَ ابْنُ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

میں پڑھ سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا تو پھر بیس دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی کم مدت میں پڑھ سکتا ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا پھر پندرہ دنوں میں پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا: اس سے بھی کم مدت میں پڑھ سکتا ہوں آپؐ نے فرمایا دس دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی کم مدت میں پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا پھر پانچ دن میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی کم مدت میں پڑھ سکتا ہوں لیکن آپؐ نے اس سے کم مدت میں پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ حدیث ابو بردہ کی عبداللہ بن عمروؓ کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے اور کئی سندوں سے عبداللہ بن عمروؓ ہی سے منقول ہے۔ انہی سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا وہ اسے نہیں سمجھا۔ نیز عبداللہ بن عمروؓ سے منقول ہے کہ چالیس دن میں قرآن کریم ختم کیا کرو۔ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص چالیس دن میں قرآن کو ختم نہ کرے۔ گویا اس نے حدیث کے پیش نظر قرآن پڑھا ہی نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ تین دن سے کم میں قرآن نہ پڑھا (ختم نہ کیا) جائے۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث جو نبی کریمؐ سے مروی ہے۔ لیکن بعض علماء جن میں عثمان بن عفانؓ بھی ہیں۔ تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں دو رکعتوں میں پورا قرآن ختم کیا لیکن ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اہلِ علم کے نزدیک مستحب ہے۔

ابوبکر بن ابی نضر بغدادی، علی بن حسن، عبداللہ بن مبارک، سماک بن فضل، وہب بن منبہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی

الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِينَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِينَ

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ قرآن کو چالیس دن میں ختم کیا کرو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض حضرات اسے معمر سے وہ سماک سے وہ وہب بن منبہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو کو چالیس روز میں قرآن ختم کرنے کا حکم دیا۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا عِنْدِي أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ الرَّبِيعِ

نصر بن علی جہضمی، ہیثم بن ربیع، صالح مری، قتادہ، زرارۃ بن اوفی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کونسا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی قرآن ختم کر کے شروع کرنے والا بن جائے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ محمد بن بشار، مسلم بن ابراہیم سے وہ صالح مری سے وہ قتادہ سے وہ زرارہ بن اوفی سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کے مثل نقل کرتے ہیں اور اس میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک یہ حدیث بواسطہ نصر بن علی ھیثم بن ربیع کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ: اس کا معنی ہے منزل پر فروکش ہونے والا پھر وہاں سے کوچ کرنے والا مسافر یعنی وہ مسافر جو دوران سفر کسی منزل پر آرام کے لئے اترے پھر وہاں سے دوسری منزل کا سفر شروع کرے اس بندے کا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے یعنی جو شخص اپنے عمل کو پایہ تکمیل پر پہنچا کر پھر سے شروع کرتا ہے تو ایسا شخص حدیث الباب کا مصداق ہے چونکہ تلاوت بھی ایک مسلسل عمل ہے اس کی کوئی آخری منزل نہیں اس لئے ایک قرآن ختم کر کے دوسرا قرآن شروع کر دینے والا اس حدیث کا مصداق ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ

محمود بن غیلان، نضر بن شمیل، شعبہ، قتادہ، یزید بن عبداللہ بن شخیر، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کو

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

تین دن سے کم پڑھا وہ اسے سمجھ نہیں سکا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن بشار، محمد بن جعفر سے وہ شعبہ سے اسی سند کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ قرآن کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہئے اس بارے میں صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے زمانہ کے اعتبار سے مختلف اقوال ہیں۔ (۱) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان، سعید بن جبیر اس میں شامل ہیں (۲) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تین دنوں میں قرآن کا ختم کرتے تھے (۳) بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سات دنوں میں قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ ان روایات کے پیش نظر علماء میں اختلاف ہو گیا۔

قول اوّل: اصحاب ظواہر کے نزدیک تین دن سے کم قرآن کریم ختم کرنا حرام ہے۔

قول ثانی: جمہور علماء کے نزدیک اس میں شریعت کی طرف سے کوئی تحدید نہیں بلکہ اس کا مدار پڑھنے والے کی قوت وطاقت اور نشاط پر ہے۔

قول ثالث: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جو شخص سال میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرے تو وہ قرآن پاک کا حق ادا کرنیوالا ہے۔

قول رابع: اسحاق بن راہویہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کم از کم چالیس دنوں میں ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرے یعنی روزانہ پون پارہ پڑھے۔

ملا علی قاریؒ نے شیخینؒ سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ''اقرأ في سبع ولا تزد على ذلك'' کہ سات دن میں قرآن ختم کرنا اکثر صحابہ کا معمول تھا۔ آگے فرمایا قرآن کی سات منزلیں ہیں ان سات منزلوں کی ترتیب حضرت علی کی طرف منسوب قول ان الفاظ کے مجموعہ ''فمی بشوق'' کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ فاء سے سورۃ فاتحہ، میم سے مائدہ، ی سے سورۃ یونس، باء سے بنی اسرائیل، ش سے شعراء، واؤ سے والصافات اور ق سے سورۃ ق کی طرف اشارہ ہے ان سات منزلوں کو تقسیم کر کے روزانہ ایک منزل پڑھنا چاہئے تو سات دنوں میں قرآن مکمل ہو جائے گا۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۱۰)

بعض لوگ منزل ''فیل'' کا ورد رکھتے ہیں ف سے مراد سورۃ فاتحہ ی سے مراد سورۃ یونس، ل سے مراد سورۃ لقمان ہے۔

آگے امام ترمذیؒ کے چند اقوال نقل کئے ہیں۔

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ چالیس دن میں قرآن پاک ختم کرنا چاہیے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس دن میں قرآن پاک ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک تین دن سے کم میں قرآن پاک ختم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے جو تین دن سے کم میں قرآن پاک ختم کرتا ہے وہ قرآن نہیں سمجھتا اور بعض اہل علم تین دن سے کم میں قرآن پاک ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کر دیتے تھے باقی اقوال ترجمہ سے واضح ہیں۔

حضرات اکابر علمائے کرام کی تقاریظ کے اقتباسات

شیخ الحدیث
استاذ العلماء سندی واستاذی

حضرت مولانا محمد یٰسین صابر مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ عمر بن خطاب ملتان

عزیزم مولوی مفتی عبدالرشید صاحب نے ترمذی شریف کی تسہیل وتبیین پر کام کیا ہے ماشاء اللہ اچھا کام ہے۔ میں نے دیکھا ہے تدریس اور دوسری مصروفیات کے باوجود تصنیف تالیف کا ذوق بڑی مبارک بات ہے۔ میرے نزدیک تو علم کی خدمت کسی درجہ میں ہو قابل رشک ہے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت اور کاوش کو قبول فرمادیں اور حدیث کے طلبہ کے لئے زیادہ سے زیادہ اس کو نفع مند بنادیں اور عزیز موصوف کے لئے دین ودنیا کی کامیابیوں کا ذریعہ بنادیں۔ آمین ثم آمین

استاذ العلماء

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

نگرانِ اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

ہمارے سامنے فاضلِ اجل جامعہ خیر المدارس ملتان کے مایہ ناز فیض یافتہ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب دامت برکاتہم نے الخیر الشذی کے نام سے اردو زبان میں ایک منفرد انداز میں شرح تالیف فرمائی ہے۔ یقیناً یہ اہل علم کے لئے باعث فخر ہے۔ موصوف محترم نے اس سے قبل خیر التوضیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تالیف فرما کر اکابر علماء کرام سے داد وتحسین حاصل کی ہے۔ میں نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے طلباء وطالبات کے لئے انتہائی مفید ہے حضرت مفتی صاحب اور ادارہ اشاعت الخیر کے ملتان کے ذمہ داران کو اس عظیم خدمت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک ہم سب کو دین کی عالی محنت میں مصروف رکھے اور حضور اکرم کی محبت اور شفاعت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

مذہبی سکالر حضرت اقدس

مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

مسجد قاسم علی خان پشاور

دورِ حاضر کا تقاضا یہ ہے کہ اکابرین کے علمی اور تحقیقی اثاثہ کو سلیس اور عام فہم انداز میں تشنگان علوم نبویہ تک پہنچایا جائے اَلْخَیْرُ الشَّذِیْ عبارت پر اعراب، عام فہم ترجمہ، بیان وتوضیح مسالک، ترجیح مذہب حنفی، دیگر مسالک کے دلائل سے جوابات، مشکل صیغ کا صرفی ونحوی حل، ابواب کا باہم ربط وتعلق اور اکابرین کے علوم سے استفادہ کی خوبیاں اس تقاضا کی پوری رعایت کو جلو میں لئے ہوئی ہے۔ چند صفحات کے مطالعہ سے ناچیز کے ذہن میں استاد مکرم حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ (فاضل دیوبند) صدر مدرس جامعہ علوم اسلامیہ سرحدیہ پشاور کا درس ترمذی تازہ ہوگیا۔ آخر میں حضرت مفتی صاحب سے ایک گزارش ہے کہ اپنی تمام تر تصنیفی اور تالیفی سرگرمیوں کو مؤخر کے اپنے زرین اوقات صرف ''اَلْخَیْرُ الشَّذِیْ'' کے لئے مختص فرمادیں، یہ شمع رسالت کے پروانوں پر احسان عظیم ہوگا۔ اللہ کریم سے عاجزانہ دعا ہے کہ موصوف مکرم کی اس نادر علمی کاوش کو اپنی رضا کے لئے قبولیت سے نواز کر بعافیت جلد پایہ تکمیل تک پہنچادے اور سبب افادہ عام وتام بنائے۔ آمین

استاذ العلماء، شیخ الحدیث

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

مہتمم جامعہ خیر المدارس وناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدہم جید الاستعداد اور فصیح البیان مؤلف ہیں۔ تدریسی واشاعتی مشاغل کے باوجود مطالعہ وتصنیف کے لیے وقت نکال کر علمی وتحقیقی تالیفات اہلِ علم کی خدمت میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ''خیر التوضیح'' میں وہ اپنی علمی وتحقیقی قابلیت ولیاقت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید زید مجدہم کی تالیف ''الخیر الشذی'' شروح کے اس گلدستہ میں نئے پھول کا اضافہ ہے۔ ع ہر گلے را رنگ وبوے دیگر است..... بندہ کو اس کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی، اندازہ ہوا کہ مؤلف موصوف نے محنت وعرق ریزی کے ساتھ شرح احادیث کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی محنت واخلاص کو قبول فرمائیں اور اس شرح کو اساتذہ وطلبہ میں مقبولیت عطا فرمائیں (آمین)

استاذ العلماء

حضرت اقدس مولانا منیر احمد منور صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

الخیر الشذی شرح جامع الترمذی مؤلفہ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے فرستادہ چند صفحات کا مطالعہ کیا۔ شرح مذکور الحمد للہ جامع، مدلل، منقح اور حسن ترتیب کی خوبیوں سے مزین ہے اور علماء طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔

عالم اسلام کے ممتاز
مذہبی سکالرز ودلولیس مؤلف کتب کثیرہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است... کے مصداق مولانا مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ کا یہ علمی اور تحقیقی کارنامہ علمی اور حدیثی دنیا میں سراہا جائے گا کہ انہوں نے اکابر کی تحقیقات اور ان کے تدریسی مناہج کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے منفرد عالمانہ اور محققانہ انداز میں مشاغل وموانع کثیرہ کے باوجود انتہائی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مستند ومعتبر کتب کا عطر کشید کر کے ''الخیر الشذی'' کے نام سے جمع کردیئے ہیں۔ اس مبارک سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے جس میں ہزاروں صفحات کا عطر کشید کیا گیا ہے۔ اساتذہ وطلبہ کے لیے یکساں مفید ہے۔ یہ شرح ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ گراں قدر شرح حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں ایک نادر اضافہ ثابت ہوگا اور شائقین علوم نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اس سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس انتھک محنت کو شرفِ قبولیت سے نواز کر ابدی سعادتوں کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

حضرت اقدس شیخ الحدیث

مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب دار العلوم مدنیہ بہاولپور

الحمد للہ! آج دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان میں حاضری کے موقع پر مولانا عبدالرشید صاحب زید مجدہ کی شرح الخیر الشذی کو چند مقامات سے پڑھا اور الحمد للہ مولانا موصوف کی محنت طلباء کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے آمین

استاذ العلماء

حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری صاحب

صاحب تدریس جامع ترمذی جلد اول جامعہ خیر المدارس ملتان

اما بعد! برادر عزیز فاضل جلیل مولانا مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدھم ماشاء اللہ علماً وعملاً، درساً وتدریساً وتصنیفاً وتالیفاً شرحاً وتحقیقاً جامع الصفات الحمیدہ ہیں۔ فاضل موصوف زید مجدہ کی مؤلفہ خیر التوضیح شرح مشکوٰۃ المصابیح سے اساتذہ وطلبہ مستفید ہو رہے ہیں۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی امام ترمذی کی شہرہ آفاق کتاب سنن ترمذی شریف کے درس سے متعلق یہ علمی گلدستہ بھی ہے ابتدائی چند مباحث کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں جامع ترمذی شریف کے درس سے متعلقہ جملہ مباحث کی کما ینبغی رعایت کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ شرح اساتذہ وطلبہ دورہ حدیث شریف کے لئے بہترین علمی تحفہ وہدیہ ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ مقبولیت عامہ سے نوازے اور فاضل مؤلف اور ان کے جملہ متعلقین کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

رئیس دار الافتاء وحضرت اقدس

مفتی محمد عبداللہ صاحب

صاحب تدریس جامع ترمذی جامعہ خیر المدارس ملتان

جامع ترمذی پر بہت سے حضرات نے کام کیا ہے لیکن محترم ومکرم عزیزم مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدھم نے ''الخیر الشذی'' کے نام سے جو خدمت سرانجام دی، وہ اپنی مثال آپ ہے، انہوں نے اس گلدستہ میں ہر ہر نوع کے پھول سجائے ہیں، صحیح اعراب، حدیث کا ترجمہ، لغوی، صرفی اور نحوی تحقیق، بیانِ مذاہب، دلائل، ترجیح الراجح اور حدیث سے متعلقہ دیگر مباحث کو اس انداز میں جمع کیا ہے کہ دیگر بہت سی شروحات سے ان شاء اللہ بے نیاز کردے گی۔... عزیز موصوف کو اللہ پاک نے بہت سی خوبیوں کا جامع بنایا ہے، موصوف ایک ہمہ وقت بہترین مصنف، بہترین کالم نگار، بہترین صحافی، بہترین مہتمم، بہترین ناظم، بہترین خطیب، بہترین تاجر ہیں، گویا اللہ پاک نے انہیں ہر فن مولا بنایا ہے۔ اللہ پاک نظر بد اور حاسدین کے حسد اور شریر کے شر سے محفوظ فرمائیں اور ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت بخش کر علماء، طلبہ کے حق میں نافع بنائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں قرب کا ذریعہ بنائیں اور ہم سب کیلئے ذریعہ نجات بنائیں۔ (آمین

شیخ الحدیث وصاحب تدریس جامع ترمذی

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ مدیر دار العلوم کبیر والہ

سنن ترمذی اپنے مخصوص فقہی طرز کی بناء پر درس نظامی میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے درس وتدریس میں خاصی محنت وجدوجہد کارفرما ہوتی ہے۔ ترمذی شریف کی کئی محققین نے شروحات لکھ کر خدمت کی جو مختلف خصوصیات کی حامل ہیں۔ اسی سلسلہ خدمت حدیث کی ایک کڑی ''الخیر الشذی'' بھی ہے۔ جو ہمارے برادرم محترم مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ نے محققانہ اور تدریسانہ انداز میں مرتب کی ہے۔ اس میں اکابر کے ذوق وتحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے، طالب علم کی اہم ضروریات یعنی اعراب، بامحاورہ ترجمہ، رواۃ حدیث کا تعارف، مذاہب ائمہ ومستدلات کو جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے، ان خصوصیات کی بناء پر یہ شرح اساتذہ وطلباء اور دیگر محققین کی اہم بنیادی علمی ضروریات پوری کردے گی۔ ان شاء اللہ